برِعظیم کی اسلامی، اخلاقی، تہذیبی اور علمی و مسلکی تاریخ پر محیط مکاتیب کا علم افروز مجموعہ

مکتوباتِ امامِ اہلِ سنّت رحؒ

امامِ اہلِ سنّت حضرت علامہ

محمد عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ

جمع و ترتیب

پروفیسر **محمد عبدالحئی فاروقی**

تقدیم و اضافہ

ظفر اقبال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عامۃ المسلمین، اعزہ اور مختلف ادیان و فرق کے علمی نمائندوں سے مکاتبت کا علم افزا مجموعہ

مکتوباتِ امامِ اہلِ سنّت رح

امامِ اہلِ سنت حضرت علامہ

محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رح

جمع و ترتیب
پروفیسر محمد عبدالحئی فاروقی

تقدیم و اضافہ
ظفر اقبال

دارالکتاب

کتاب ______ مکتوباتِ امامِ اہلِ سنّت ؒ

تالیف ______ علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ

ناشر ______ دارُالکتاب

اشاعت سوم ______ جنوری ۲۰۲۱ء

تعداد: ______ ۵۰۰

طابع ______ ماجد پریس

باہتمام

حافظ محمد ندیم

0300-8099774

0321-4650131

فہرست مکتوبات

کچھ اس کتاب کے بارے میں

از مرتّب

۲۰۰۰ء میں راقم الحروف کو امام اہل سُنّت حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک مفصل کتاب مرتب کر کے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ یہ کتاب علمی و دینی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی۔ اس کتاب کے تالیفی مراحل میں حضرت لکھنویؒ کی مختلف علمی تحقیقات و تحریرات کو دیکھنے اور اُن سے استفادہ کرنے کا بار بار موقع ملا۔ اس کی بنا پر امام اہل سُنّت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و فنون، متعدد تحقیقاتِ عالیہ اور تفرداتِ علمیہ پر مشتمل کئی اہم اور بنیادی مباحث نظر سے گزرے، اور اُن جملہ امور پر مزید کام کرنے کے بہت سے گوشے سامنے آئے، ان میں سے ایک اہم منصوبہ حضرت امام اہل سُنّت کے مکتوبات کی ترتیب و تدوین تھی۔ یہ مکتوبات بڑے کار آمد تاریخی، علمی اور تحقیقی مباحث پر مشتمل تھے۔ چنانچہ ان خطوط کو جمع کرنا شروع کر دیا گیا اور اسی کے ساتھ ساتھ مولاناؒ سے تعلق رکھنے والے متعدد حضرات سے خط و کتابت اور زبانی گفتگو کے ذریعے اپنے اس منصوبے کا اظہار کیا گیا۔ اکثر حضرات نے بڑی حوصلہ افزائی کی اور اپنے ذاتی ذخیروں سے خطوط کی نقلیں یا اصل خطوط ہی میرے پاس بھجوا دیے۔ مزید یہ کہ "النجم" کی قدیم فائلوں کی ورق گردانی سے بھی بعض مطبوعہ مکاتیب دستیاب ہوئے۔ اس طرح ان سب مکتوبات کی تعداد دو ہزار سے اوپر چلی گئی۔ چنانچہ اسے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایک تائید غیبی سمجھتے ہوئے ان مکاتیب کی ترتیب و تدوین کے کام کا آغاز کر دیا گیا۔

زبان و ادب کی تاریخ میں مکتوب نگاری کی روایت بہت قدیم ہے۔ ہر عہد میں ادباء و شعراء اور عُلماء و مشائخ ہمیشہ اس عنوان سے اپنے افکار و خیالات کی تشہیر و تبلیغ، اصلاح و تزکیہ نفس کے طور طریقے اور تصفیہ باطن کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ ان مکاتیب کے بین السطور بعض اوقات ایسی نادر و بیش قیمت علمی تحقیقات، نظریات اور تعلیمات حاصل ہو جاتی ہیں جو بڑی بڑی تصنیفات و تالیفات میں بھی دستیاب نہیں ہوتیں۔ دوسرے یہ کہ ان مکاتیب کے لکھتے وقت مکتوب نگار کے تصور میں بھی نہیں ہوتا کہ کبھی یہ مکاتیب شائع بھی ہوں گے، اس لیے ان میں جو بے تکلّفی سادگی اور بے ریائی ہوتی ہے، وہ عام طور سے دوسری تحریروں میں نہیں پائی جاتی۔ مکاتیب عموماً مکتوب الیہ کے فہم و بصیرت کے مطابق اور اس کے حسب حال ہوتے ہیں جو قاری کو خاص طور سے اپیل کرتے ہیں

جس کی بنا پر وہ مکتوب الیہ کے اخلاق و عادات کو سنوارنے میں بہت زیادہ مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ کسی ادیب و شاعر اور استاذ و شیخ کے لیے اپنے افکار و خیالات اور تعلیمات کی ترسیل کے لیے مکاتیب سے زیادہ مؤثر و محرک کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ مکتوب نگاری ہر دور میں اہل قلم حضرات کا مشغلہ رہی ہے۔

ابتدا میں ہندستان کی علمی زبان فارسی تھی اس لیے اکثر عُلماء و مشائخ نے اسی زبان کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا، لیکن بعد میں جب اردو زبان کا چلن عام ہوا تو یہی سلسلہ اس زبان میں بھی رائج ہوا۔ یہاں تک کہ فارسی زبان کے مکتوبات کا بھی اردو میں ترجمہ کیا جانے لگا۔ ہمارے عُلماء و مشائخ کے جن مکتوبات کے ذخائر نے ہمارے علمی و دینی معاشرے کو بے پناہ متاثر کیا ہے ان میں مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرھندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت خواجہ محمد معصوم مجددی سرھندی، حضرت میرزا مظہر جانجاناں دہلوی، حضرت شاہ غلام مجددی دہلوی، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مکتوبات خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اب اسی سلسلۃ الذھب میں ایک نئی کڑی کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو علمی حلقوں میں مقبول بنائے۔

مکتوبات کے اس مجموعے میں جو مکاتیب شامل کیے گئے ہیں ان میں زیادہ تر وہی مکاتیب ہیں جو ہماری کتاب ''امام اہل سنّت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ: حیات و خدمات'' کی تالیف کے دوران ہماری نظر سے گزرے ہیں یا جن سے اس کتاب کے لیے استفادہ کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ حضرت مولاناؒ کے مکاتیب ہزاروں سے متجاوز ہوں گے۔ ظاہر ہے ان تمام مکتوبات کا حصول راقم الحروف کے لیے ممکن نہ تھا لہٰذا مذکورہ بالا مکاتیب ہی پر اکتفاء کیا گیا۔

یہ مکتوبات بیش تر معاصرین، متوسلین، عامۃ المسلمین، بعض اعزہ و احباب اور لوگوں کے استفسار کے جواب میں تحریر کیے گئے ہیں، جن میں بڑی اہم اور مفید معلومات ملتی ہیں۔ کچھ مکاتیب اختلافی مسائل پر بھی ہیں جو کہ اُس دور کی ایک مجبوری تھی کیونکہ انیسوی صدی کے نصف آخر میں جب ہندستان پر انگریزوں کا تسلط مستحکم ہو گیا تو انہوں نے ''غلام'' ہندستان کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے کے لیے سمندر پار سے عیسائی مشنریوں کو ہر طرح کے اختیارات و سہولیات سے آراستہ کر کے گروہ در گروہ یہاں بلانا اور بسانا شروع کیا جن کی ترغیب و ترھیب اور طرح طرح کی لالچ دینے سے یہاں کے غریب اور کم عِلم عوام ان کے شکار ہونے لگے۔ ان مشنریوں نے عُلماء اسلام کو بھی

چیلنج کرنا شروع کر دیا اور ان سے اسلام کی حقانیت کا ثبوت مانگنے لگے۔ دوسری طرف جب کہ حرّیت وطن کی تحریک زور و شور پر تھی ہندوستان کے برطانوی حکمرانوں نے یہاں کے مختلف طبقوں میں پھوٹ ڈالنے اور تحریک آزادی کو کمزور کرنے اور حصولِ آزادی کی متحدہ جدوجہد کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے مقصد سے یہاں کے لوگوں میں مذہبی آزادروی اور بحث و مناظرے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس طرح مختلف مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے سے بحث و مناظرہ کرنے کے لیے آمنے سامنے آنے لگے اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ اسلام کا نام لینے والے مختلف مسلکوں کے لوگ بھی ان کی شہ پر ایک دوسرے کو مناظروں کا چیلنج دینے لگے چنانچہ ان حالات میں عُلمائے اسلام کو بھی اپنے اعتقادات کے دفاع میں کچھ لکھنے اور بولنے پر مجبور ہونا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے مذہبی لٹریچر میں بحث و مناظرے کا موضوع بہت نمایاں رہا ہے، چنانچہ حضرت لکھنویؒ کو بھی ان حالات سے سابقہ پڑا، اسی لیے ان کی غالب تحریرات میں بھی یہ رنگ صاف جھلکتا ہے جس کے لیے شاید وہ مجبور بھی تھے۔ اس مجموعے میں چند مکاتیب اس رنگ کے بھی شامل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین کو اس قسم کے مسائل میں بھی اہل سُنت کے دلائل کا علم ہو سکے۔

اس ذخیرے میں صرف ان ہی مکاتیب کو شامل کیا گیا ہے جن کی کوئی تاریخی حَیثیّت ہے یا جن میں کچھ مخصوص نظریات و خیالات پر بحث کی گئی ہے۔ ایسے خُطوط اس مجموعے میں شامل نہیں کیے گئے جن میں محض خیر و عافیت یا اپنی آمد و روانگی وغیرہ کی ہی اطلاعات تھیں۔

حضرت مکتوب نگار علیہ الرحمۃ کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ وہ ہر خط کے سرنامے پر "باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً" کی عبارت ضرور لکھا کرتے تھے۔ تکرار سے بچنے کے لیے اس عبارت کو ان مکتوبات میں برقرار نہیں رکھا گیا ہے۔ یہ خطوط انتہائی سادہ، بے تکلّف تعبیرات اور اکثر مختصر اور صرف کام کی بات تک ہی محدود رہا کرتے تھے، جبکہ بعض خطوط اپنی طوالت، علمی نکتہ آفرینی اور تحقیقی دلائل کے اعتبار سے بعض مستقل رسائل و مقالات سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں کوئی تصنع، مضمون آرائی کی شعوری کوشش اور کسی قسم کے علمی تفوق اور ترفع کے اظہار کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ہر خط کے شروع میں تاریخ، سنہ، مقام تحریر اور اکثر دن کی بھی تخصیص پائی جاتی ہے۔ ان خطوط میں اپنے مخصوص ملنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کی خیر و عافیت دریافت کرنا اور انھیں سلام پیش کرنا بھی آپ کا معمول تھا۔

پوری کوشش کی گئی ہے کہ مکتوب الیہ کے مختصر حالات بھی اسی صفحے کے حاشیے پر درج کر دیے جائیں اور ان میں جن دوسرے اہم حضرات کا اگر تذکرہ آگیا ہے تو ان کے حالات بھی جہاں تک

ممکن ہو سکے تلاش کر کے لکھ دیے جائیں۔ اکثر خطوط کے مطالب کو سمجھنے میں آسانی کے لیے اس کے پس منظر اور سبب تحریر کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کی یہ بھی عادت تھی کہ اُن کے پاس جو بھی خطوط آیا کرتے تھے وہ انھیں بھی بڑی حفاظت سے الماریوں میں محفوظ رکھا کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ اس طرح سے ہزاروں خطوط ان کے پاس محفوظ تھے۔ غالباً ان کی وفات کے بعد وہ محفوظ نہیں رہ سکے۔ اگر آج وہ باقی رہ جاتے تو نہ جانے کتنے اہل علم اور نامور شخصیتوں کی تحریریں ہمارے سامنے ہوتیں۔

ان مکاتیب کے حصول اور جمع و تدوین میں جن حضرات کا تعاون ہمیں حاصل رہا ہے اُن میں سب سے پہلے محدثِ جلیل ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ اور جناب مولانا حافظ مغیث الدین الہ آبادیؒ لائق صد ستائش ہیں جنھوں نے راقم الحروف کی درخواست پر حضرت لکھنویؒ کے مکاتیب اپنی حیات میں ہی عنایت فرمادیے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کو اپنے یہاں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کے علاوہ پروفیسر حکیم سیّد مودود اشرف سابق صدر شعبہ کلیات، اجمل خان طبیہ کالج، علی گڑھ کا بھی میں بے حد ممنوں کرم ہوں جنھوں نے اپنے جد امجد جناب مولانا سیّد شاہ غنیمت حسین اشرفی سمری بختیار پوریؒ کے چند اہم مکاتیب راقم کو خود لا کر عنایت کیے۔ سلطان پور یوپی کے مشہور صحافی اور سماجی رہنما جناب ایثار احمد ایڈووکیٹ نے جن کا خاندان حضرت لکھنویؒ کا قدیم ارادت مند اور تعلق رکھنے والا ہے حضرتؒ کے بہت سے مکاتیب عنایت کیے۔ سلطان پور کے مشہور و مقبول وکیل، دینی و علمی کاموں کے روح رواں اور حضرت امام اہل سنّتؒ سے بے پناہ محبّت و تعلق رکھنے والے بزرگ جناب سیّد معشوق علی مرحوم کے صاحبزادے جناب سید محمود علی ایڈوکیٹ نے بھی اپنے ذاتی ذخیرے سے حضرت علیہ الرحمہ کے درجنوں مکاتیب کی فوٹو کاپی راقم کو ارسال فرمائی۔ اللہ ان سب حضرات کو اپنی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ کچھ مکاتیب میں مذکورہ بعض حضرات کے نجی حالات سے راقم کو تحریری طور پر مطلع کرنے میں جناب مولانا رشید احمد اعظمی سرپرست مدرسہ مرقاۃ العلوم مؤ(یوپی)، جناب مولانا سعید الرحمٰن اعظمی، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جناب ڈاکٹر مسعود احمد اعظمی مرتب "حیات ابوالمآثرؒ" نے بھی میرے ساتھ بہت تعاون فرمایا۔ میں ان سب حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ خدا کرے میری یہ ادنیٰ علمی خدمت اہل علم حضرات اور امام اہل سُنت حضرت مولانا لکھنویؒ کے وابستگان کے حضور لائق قبول ہو۔

امام اہلِ سُنّتؒ کے مختصر حالات

از مرتب

امام اہلِ سُنّت حضرت مولانا علامہ مُحمد عبد الشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جید فقیہ و عالمِ دین، دینی صحافی، کامیاب مدرس، مقبول خطیب، اہم دینی کتب کے مصنف و مترجم اور مصلح ملت تھے۔ آپ کی ذات گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ علمی حلقوں میں آج بھی آپ کو دیکھنے اور سننے والے حضرات خال خال ہی سہی لیکن اب بھی موجود ہیں۔ تاہم نسل نو کی معلومات میں اضافے کے لیے یہاں آپ کے مختصر حالات درج کیے جا رہے ہیں۔

پیدائش اور تعلیم

حضرت امام اہلِ سُنّتؒ کی پیدائش ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولوی حافظ ناظر علی ناظر کاکوروی (متوفی ۱۹۱۱ء) خود بھی نہایت ذی علم اور ماہر شعر و سخن بزرگ تھے۔ وہ ضلع فتح پور یو پی میں تحصیل دار اور آنریری مجسٹریٹ رہ چکے تھے اور حضرت مولانا شاہ مُحمد عبد السلام ہنسوی نقشبندی مجددیؒ (متوفی ۱۸۸۱ء) سے مجاز بیعت تھے۔

مولانا لکھنویؒ فارسی اور عربی جماعت کے طبقہ وسطیٰ تک کی کتابیں کاکوری ضلع لکھنؤ، ہنسوہ اور کوڑہ جہان آباد ضلع فتح پور اور تحصیل کمانن ضلع باندہ یوپی میں پڑھ کر لکھنؤ آئے اور اُس دور کے مرجع خلائق، استاذ الاساتذہ اور جانشین حضرت مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلیؒ (م ۱۸۸۶ء) یعنی حضرت مولانا سید عین القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنویؒ (م ۱۹۲۵ء) سے تمام کتب درسیہ پڑھ کر ۱۸۹۹ء میں فارغ ہوئے۔ طب کی باضابطہ تعلیم اور نسخہ نویسی کی باقاعدہ مشق اطبائے لکھنؤ کے مشہور خاندان کے فرد فرید مولوی حکیم عبد الولی لکھنویؒ (م ۱۹۱۴ء) سے حاصل کی۔

درس و تدریس

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں آپ نے لکھنؤ میں مطب بھی کیا تھا لیکن استاذ محترم حضرت مولانا سیّد عین القضاۃؒ کی ترغیب و تحریک پر مطب کا یہ سلسلہ ترک کرکے درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا چنانچہ سب سے پہلے آپ کو حضرت مولانا سیّد محمد علی مونگیریؒ (م ۱۹۲۷ء) نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں، جو اُسی زمانے میں قائم ہوا تھا، بحیثیت مدرس عربی بلالیا۔ یہاں سال ڈیڑھ سال تک ہی کام کیا تھا کہ آپ دہلی چلے گئے اور وہاں مرزا حیرت دہلوی (م ۱۹۲۸ء) کے مطبع میں بحیثیت مصنف و مترجم منسلک ہوگئے، یہاں تقریباً چار سال تک آپ کا قیام رہا۔ اسی اثناء میں استاذ محترم حضرت مولانا سیّد عین القضاۃؒ نے آپ کو بہ اصرار لکھنؤ بلالیا اور اپنے مدرسے ''مدرسہ عالیہ فرقانیہ'' میں بحیثیت مدرس عربی و مُفتی مدرسہ مقرر فرما دیا، یہ مدرسہ آج بھی قائم و دائم اور مشہور ہے۔ یہاں تقریباً آٹھ نو سال تک آپ نے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیے اور پھر اس منصب کو بھی چھوڑ کر اپنے اُس مشن میں لگ گئے جس کے لیے قدرت نے آپ کا انتخاب کیا تھا۔ درمیان میں ایک مختصر وقت کے لیے، یعنی ۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۳ء تک، آپ نے مدرسہ عالیہ عربیہ، محلہ چلہ، امروہہ ضلع جے۔ پی نگر (سابق ضلع مراد آباد) میں صدر مدرس کی حَیثیّت سے بھی کام کیا تھا، مگر اس کے بعد کبھی آپ نے کہیں ملازمت نہیں کی۔

ماہنامہ ''علم الفقہ'' کا اجراء

تعلیم سے فراغت کے بعد ہی آپ نے ۱۸۹۹ء میں لکھنؤ سے ایک فقہی رسالہ ماہنامہ ''علم الفقہ'' جاری کیا تھا جو پورے چھ سال تک نکلتا رہا۔ یہ رسالہ خالص فقہی مضامین پر مشتمل ہوتا تھا، اس میں روز مرہ کے فقہی مسائل کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کرکے شائع کیا جاتا تھا اور جب کسی ایک قسم کے مسائل مکمل ہوجاتے، انھیں ایک مخصوص جلد کی شکل میں علیحدہ سے شائع کردیا جاتا تھا، اس طرح سے ''علم الفقہ'' کی چھ جلدیں مکمل ہوکر شائع ہوئیں۔ جس میں جلد اول طہارت کے بیان میں ہے۔ جلد دوم نماز، جلد سوم روزہ، جلد چہارم زکوٰۃ، جلد پنجم حج و زیارت اور جلد ششم نکاح کے مسائل سے متعلق ہے۔ باوثوق ذرائع

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولاناؒ نے طلاق کے مسائل پر بھی ایک جلد مکمل لکھ دی تھی، مگر وہ ان کی عدیم الفرصتی کی وجہ سے شائع نہیں ہو سکی اور اب اس کا مسودہ بھی نایاب ہو چکا ہے۔ ''علم الفقہ'' اردو زبان میں فقہی مسائل کی سب سے پہلی تصنیف ہے حتیٰ کہ ''بہشتی زیور'' کے بعض حصے بھی اس کے بعد لکھے گئے ہیں، چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''بہشتی گوہر'' کے دیباچے میں اپنے مآخذ میں ''علم الفقہ'' کو بھی شامل فرمایا ہے۔

رسالہ ''النَّجم'' کا اجراء

حضرت لکھنویؒ نے اکتوبر ۱۹۰۴ء میں ''النجم'' کے نام سے لکھنؤ میں ایک ہفت روزہ رسالہ بڑے سائز کے ۱۲ صفحات پر مشتمل نکالنا شروع کیا تھا۔ یہ رسالہ مُختلف زمانوں میں مختلف سائز اور مختلف وقفے کے ساتھ شائع ہوتا رہا، کبھی ہفت روزہ، کبھی ماہنامہ، اور کبھی سہ روزہ اخبار کی شکل میں بھی اس کی اشاعت ہوتی رہی تھی۔ حضرت لکھنویؒ کی جملہ تصنیفات و تالیفات سب سے پہلے اسی رسالے میں قسط وار شائع ہوا کرتی تھیں اور پھر بعد میں انھیں کتابی شکل میں شائع کر دیا جاتا تھا۔ اس دور کے اکثر دوسرے اہل قلم عُلماء کے مضامین بھی ''النجم'' میں شائع ہوا کرتے تھے، عُلماء و خواص کے طبقے میں یہ رسالہ بہت مقبول تھا، بعد میں جب اس کو سہ روزہ اخبار کے طور پر شائع کیا گیا تو پھر یہ عوامی حلقوں میں بھی پڑھا جانے لگا۔ اس رسالے نے دینی معاشرے میں بڑی اہم اصلاحی خدمات انجام دی تھیں۔ ۱۹۳۷ء میں برطانوی حکومت کی جانب سے جدوجہد آزادی کی حمایت میں مضامین شائع کرنے کے جرم میں اس سے نقد ضمانت طلب کر لی گئی تھی، جس کے وقتِ مقررہ پر جمع نہ کیے جانے کی وجہ سے اس کی اشاعت ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔

مدرسہ دارالمبلغین کا قیام

ہندستان کی سرزمین صدیوں سے مختلف ادیان و مسالک کی مسکن و آماج گاہ رہی ہے اور یہاں کا ہر فرقہ اور ہر مسلک اپنے اپنے افکار و خیالات کی تبلیغ میں ہمیشہ آزاد رہا ہے لہٰذا حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طے کیا کہ جو نوجوان عُلماء ابھی تازہ بہ تازہ مدارس سے فارغ

التحصیل ہو کر آئے ہیں انھیں مختلف مذاہب و مسالک کا تقابلی مطالعہ کرایا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ان میں براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل کے استنباط کی صلاحیت پیدا کرائی جائے جس کی فی زمانہ بڑی ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔ چنانچہ اسی تصور کے پیش نظر ۱۹۳۲ء میں آپ نے لکھنؤ میں ایک تعلیمی ادارے کی بنیاد ڈالی جس کا نام ''دارالمبلغین'' رکھا اور اس کے لیے ایک مخصوص دو سالہ نصاب تعلیم بھی مرتب کر کے رائج کیا۔ اس مدرسے میں جتنے بھی فارغ التحصیل طلباء داخل کیے جاتے تھے انھیں طعام و قیام کی مفت سہولت اور معقول نقد وظیفہ بھی دیا جاتا تھا۔ آپ کی حیات تک تو یہ سلسلہ بدستور چلتا رہا لیکن آپ کے وصال کے بعد پھر یہاں بھی وہی مروجہ درس نظامی کا نصاب جاری کر دیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ حفظ و ناظرہ کے درجات بھی کھول دیے گئے جو آج کے اکثر مدارس میں رائج ہیں۔ یہ مدرسہ آج بھی آپ کے باقیاتِ صالحات کے طور پر بفضلہٖ تعالیٰ قائم و دائم ہے اور ملت اسلامیہ کی دینی و دنیاوی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔

''شہداء اسلام'' نامی پندرہ روزہ جلسے

۱۹۳۲ء میں ہی حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے لکھنؤ میں اپنے اصلاحی و تبلیغی مواعظ کا سلسلہ شروع کیا جس کی دن بہ دن مقبولیت بڑھتی گئی یہاں تک کہ مجمع کی کثرت نے اس بات کے لیے مجبور کیا کہ ان جلسوں کے لیے کچھ دن مقرر کر لیے جائیں اور کسی خاص مقام کا تعین کر لیا جائے، چنانچہ سابق احاطہ شیخ شوکت علی مرحوم، محلہ رکاب گنج لکھنؤ میں یکم محرم الحرام سے ۱۵ محرم الحرام تک روزانہ بعد از نماز عشاء ان جلسوں کا اہتمام کیا جانے لگا۔ ابتداً ان جلسوں میں زیادہ تر آپ ہی کا وعظ ہوا کرتا تھا مگر کچھ دنوں کے بعد ہندستان کے دوسرے مقبول و معروف علمائے کرام کو بھی خطاب کے لیے مدعو کیا جانے لگا۔ ان جلسوں سے اصلاح معاشرہ کا کام بحسن و خوبی انجام پانے لگا اور عوام کو اعمال صالحہ کی طرف خاص طور سے توجہ ہونے لگی اور شہر و دیہات کی مساجد نمازیوں سے معمور ہونے لگیں۔ الحمدللہ آج تک یہ جلسے محرم کے مہینے میں پندرہ دن تک روزانہ اسی مقام معینہ پر منعقد ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اس کے آخری دن یعنی ۱۶ محرم کی شب میں ایک ''آل انڈیا مدح صحابہؓ مشاعرہ'' کا بھی

انعقاد عمل میں آتا ہے جس میں نعتؐ و منقبت کے مشہور شعرا اکرام اپنے منتخب کلام سے سامعین کو نوازتے ہیں۔

تصنیفی و تالیفی خدمات

حضرت لکھنویؒ کی تصنیفات و تالیفات مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ سیرت مقدسہ پر بھی آپ نے کتابیں لکھیں ہیں، تاریخ و سیر، فضائل و مناقب، فقہی مسائل، ترجمۂ قرآن مجید اور احادیث و تفاسیر پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ فی الحال ہم آپ کی تمام تصنیفات کا احاطہ ان صفحات میں نہیں کر سکتے کیونکہ یہ تفصیلات ہم اپنی کتاب "امام اہلِ سُنّت حضرت مولانا عبد الشّکور فاروقی لکھنویؒ: حیات و خدمات" میں مکمل طور پر لکھ چکے ہیں، مگر اجمالی طور پر ہم نے اُن سے جو نتائج اخذ کیے ہیں وہ یہاں پیش کر رہے ہیں۔

"علم الفقہ" کو آپ کی جملہ تصانیف میں اوّلیت حاصل رہی ہے۔ دیگر فقہی کتابوں کے تراجم میں فقیہ اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب رسالہ "فقہ اکبر" کا بھی آپ نے اردو میں ترجمہ اور حواشی تحریر کرکے شائع کیا تھا۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی فقہی کتاب "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کا بھی آپ نے "وصاف" کے نام سے اردو ترجمہ مع حواشی مفیدہ مرتب کرکے شائع کیا تھا۔ اسلامی تاریخ کی کتابوں میں "تاریخ طبری" جلد اول کا اردو میں ترجمہ کرکے پہلی بار آپ ہی نے شائع کیا تھا، اس ترجمے کے ساتھ ہی ایک نہایت مفید مقدمہ بھی کتاب کی اہمیت و افادیت اور اس کے ترجمے کی ضرورت پر لکھ کر شائع کیا تھا اور اس پر ضروری حواشی بھی مرتب کیے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے حالات میں لکھی گئی مشہور عربی کتاب "اُسدُ الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" مؤلفہ علامہ ابن اثیر جزریؒ کا بھی اردو میں ترجمہ کرکے سب سے پہلے آپ ہی نے شائع کیا تھا، اس سے پہلے صحابہ کرامؓ کے حالات میں اردو میں اتنی مفصل و معتبر کتاب نہیں آئی تھی۔ اسی طرح امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ کی عربی کتاب "الشمائل"، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی مرتبہ "چہل حدیث"، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور علامہ ابن حجر ہیثمیؒ کی کتاب "تطہیر الجنان" کے تراجم اور حواشی بھی آپ کے شان دار علمی کارناموں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

بچوں، عورتوں اور کم خواندہ لوگوں کے لیے سیرت مقدسہ پر "نفحۂ عنبریہ" اور "مختصر سیرت نبویہ" آپ کی نہایت آسان اردو میں مرتب کردہ کتابیں ہیں جو اپنی افادیت اور مقبولیت کی وجہ سے اب تک مسلسل شائع ہو رہی ہیں اور اکثر مدارس عربیہ و مکاتبِ اسلامیہ کی نصابی کتابوں میں شامل کی جاتی رہی ہیں۔ آپ کی ایک اہم اور قابل ذکر اردو کتاب "سیرت الحبیب الشفیع من الکتاب العزیز الرفیع" بھی ہے، جس میں آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں سیرت مقدسہ کو مرتب کیا گیا ہے۔ اس خصوصی موضوع پر اردو زبان میں پہلی بار آپ ہی نے قلم اٹھایا ہے۔ اس کے بہت بعد جناب مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے بھی اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی تھی، انھوں نے حضرت مولاناؒ کی اس کتاب کی اقدمیت اور اہمیت پر اپنی مذکورہ بالا کتاب کے دیباچے میں اعتراف کرتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا تھا۔ اسی طرح حضرات خلفاء راشدینؓ کی سوانح اور فضائل میں آپ نے "سیرت خلفاء راشدینؓ" نام کی بڑی مقبول و مروج کتاب بھی مرتب کر کے شائع کی تھی جس کے آج تک درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت لکھنویؒ کی خدمات کا اہم میدان جادۂ اعتدال سے ہٹے ہوئے مختلف ایسے فرق و مسالک کی تردید بھی تھا جو اس دور میں اکثر اسلام کے سوادِ اعظم سے متصادم تھے، چنانچہ شیعیت، قادیانیت، اہل بدعت، آریہ سماجیت اور عیسائیت وغیرہ کے رد میں متعدد بنیادی کتابیں و مضامین آپ نے مرتب فرمائے تھے اور ان کے عُلماء و داعیان سے اپنے مناظروں کی رُودادوں کو بھی مرتب کر کے شائع کیے تھے۔ اس مخصوص میدان میں آپ کی جو علمی خدمات ہیں اکثر حضرات انہی کو اصل دینی خدمات مانتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں سمجھتے، امام اہلِ سُنّتؒ کی دینی خدمات کا دائرہ مختلف النوع ہے۔ مناظرہ اور باطل فرقوں کی تردید بلاشبہہ آپ کی علمی اور دینی محنت اور خدمت کا اہم گوشہ ہے، لیکن امام اہلِ سُنّت کی دینی، علمی، تحقیقی اور اصلاحی کاوشیں صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ انھوں نے تفسیر و ترجمہ قرآن مجید، حدیث، فقہ، سیر و سوانح اور سیرت نگاری میں جو علمی یادگاریں چھوڑی ہیں، اسی طرح مُسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے انھوں نے انتھک جد و جہد کی تھی، اس سے کوئی بھی باخبر شخص صرفِ نظر نہیں

کر سکتا۔

بَیعت وخلافت اور وفات

زندگی کے آخری دور میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے خاندان کے ایک صاحبِ نسبت بزرگ حضرت مولانا شاہ عبد اللہ ابو احمد نقشبندی مجددی بھوپالی قدس اللہ سرہٗ (م ۱۹۲۳ء) سے آپ بَیعت ہوئے اور پھر کچھ ہی عرصے کے بعد شیخ طریقتؒ نے آپ کو خلافت سے بھی سرفراز کر دیا تھا، چنانچہ لکھنؤ اور ہندستان کے بہت سے دوسرے شہروں میں آپ کے بے شمار مریدین و متوسلین تھے اور اب بھی ان میں سے کچھ حضرات بحمد للہ بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار عنایتیں آپ پر تھیں۔ سات بارِ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ ساری زندگی اتباعِ سُنت، ریاضت و مجاہدہ، تبلیغ دین اور اصلاح امت کے کاموں میں گزاری۔ فروری ۱۹۶۲ء سے مرض الموت کا آغاز ہوا جو روز بہ روز بڑھتا گیا، بالآخر ۱۳ اپریل ۱۹۶۲ء بروز دوشنبہ بعد نماز عصر دار المبلغین لکھنؤ کے بالائی مشرقی کمرے میں آپ کی وفات ہو گئی، اِسی شب کے آخری حصے میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ مدیر "الفرقان" لکھنؤ، صاحبزادگانِ محترم اور مخصوص عقیدت مندوں کے ذریعے تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ دوسرے دن صبح کو لکھنؤ کے مرکزی علاقے امین آباد پارک میں کئی لاکھ افراد نے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا الحاج محمد عبد السلام فاروقیؒ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور پھر مولوی گنج کے علاقے محلہ چکمنڈی میں احاطہ مزار چپ شاہ میاںؒ میں سپرد رحمت کیے گئے۔ آپ کی وفات کے وقت صاحبزادگانِ محترم میں جو حضرات حیات تھے ان میں حضرت مولانا محمد عبد السلام فاروقیؒ، حضرت مولانا محمد عبد المؤمن فاروقیؒ، جناب مولانا عبد المہیمن فاروقیؒ اور جناب مولانا حکیم محمد عبد الغنی فاروقیؒ تھے، مگر اب ان حضرات میں سے بھی کوئی باقی نہیں رہا۔

اس طرح حضرت لکھنویؒ تو اپنی حیات مستعار پوری کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے، مگر اپنے دینی و دنیاوی فوز و فلاح حاصل کرنے کی طَلب رکھنے والوں کے لیے وہ ایک عظیم شاہراہِ مستقیم کی نشان دہی کر گئے ہیں۔ اپنی پوری دینی و علمی جد و جہد میں ان کا بنیادی نقطہ نظر یہ تھا کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دین و شریعت کی جو بات بھی ہم تک

پہنچی ہے اس کا ذریعہ اور واسطہ صرف اور صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے جو کچھ دیکھا، سُنا اور سیکھا اُسے بے کم و کاست پوری احتیاط اور دیانت داری کے ساتھ امت تک پہنچا دیا، چنانچہ آج قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ، ذکر وفکر اور اعمالِ صالحہ سے متعلق جو کچھ بھی ذخیرہ ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ سب کا سب حضراتِ صحابہ کرامؓ کے واسطے سے ہی ہم تک پہنچا ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ کی ذوات مقدسہ پر کسی قسم کا بھی شک وشبہہ کیا جائے گا تو ہمارا سارا دین ہی مشکوک ہو جائے گا، اس لیے صحابہ کرامؓ کو کامل مومن ومُسلم، عدل وانصاف کا پیکر اور تقویٰ وطہارت کا اعلیٰ ترین نمونہ ماننا لازمی ہے، جب ہی اسلامی تعلیمات کی ہر چیز معتبر ومُستند سمجھی جائے گی۔ اسی لیے حضرت لکھنویؒ کا مشن یہی تھا کہ صحابہ کرامؓ کی عَظمت ورفعت، دیانت وامانت اور صداقت وراست بازی کو ہر قسم کے شبہات سے پاک وصاف سمجھا جائے، چنانچہ اسی مقصد سے انھوں نے اپنی زبان وقلم کا استعمال کیا اور اصحاب رسول ﷺ کے عظیم الشان کارناموں سے مُسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ واقف کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

صاحبِ مکتوبات امام اہلِ سُنّت حضرت مولانا محمد عبد الشّکور فاروقی لکھنویؒ کے ضروری حالات ممکن حد تک اختصار کے ساتھ لکھ دیے گئے ہیں۔ تفصیلی حالات ہماری مفصل کتاب "امام اہلِ سُنّت حضرت مولانا محمد عبد الشّکور فاروقی لکھنویؒ: حیات وخدمات"، جو بھارت اور پاکستان، دونوں جگہ سے شائع ہو چکی ہے، میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اب ہم حضرت مولاناؒ کے ان مکتوبات کو پیش کر رہے ہیں۔

مرتبِ کتاب کا تعارف

ڈاکٹر عبد الناصر فاروقی، نئی دہلی

زیرِ نظر کتاب کے مؤلف و مرتب میرے والد گرامی جناب پروفیسر عبد الحیؒ فاروقیؒ (سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، ہمدرد نگر، نئی دہلی) اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ ان کا تعلق لکھنؤ (یوپی) کے اس علمی خانوادے سے ہے جس کے سر خیل دنیائے اسلام کی عبقری شخصیت امام اہلِ سُنّت حضرت علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۶۲ء) ہیں۔ اس خانوادے نے برعظیم ہند و پاک کے علمی و دینی حلقوں میں نصف صدی سے زائد مدت تک نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور اور اس کے بیش تر افراد آفتاب و ماہتاب کے مانند اپنی شعاعوں سے علمی دنیا کو منوّر کرتے رہے۔ پروفیسر فاروقی کی پیدائش اسی علمی و دینی ماحول میں اپنے ننہال قصبہ ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر (سابق ضلع فیض آباد، یوپی) میں ۵ر رجب المرجب ۱۳۵۵ھ بمطابق ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۶ء بروز دوشنبہ (اسکول کے ریکارڈ کے مطابق ۱۳ر اپریل ۱۹۴۰ء) کو ہوئی۔ پانچ سال کی عُمر میں جب سنِ شعور کو پہنچے تو جد امجد امام اہلِ سُنّت حضرت مولانا لکھنویؒ نے تعلیم کی بسم اللہ کرائی۔ ابتدائی تعلیم اور ناظرہ قرآن کا بڑا حصہ مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ یوپی میں مکمل ہوا۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبد المؤمن فاروقیؒ (۱۹۰۹ء-۱۹۶۷ء) ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ میدان صحافت و سیاست میں بھی خاصی شہرت کے مالک تھے۔ انھوں نے مختلف ادوار میں "النجم"، "حرم"، "آفتاب"، "خضر" اور "ہادی" جیسے انقلاب انگیز اخبارات جاری کیے جن کے ذریعے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف و توصیف کے علاوہ بزرگانِ دین و مشائخ وقت کے حالات و تعلیمات پر بھی گراں قدر لٹریچر منظر عام پر آیا جن کو علمی دنیا میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ چنانچہ ان کے ذریعے تحریر کردہ مختلف عنوانات پر

مطبوعہ اور ناتمام مسودات کی ایک معتدبہ تعداد آج بھی موجود ہے۔

پروفیسر فاروقیؒ کو علم و فضل خاندانی وراثت کے طور پر حاصل ہوا تھا جس میں ان کی ذاتی محنت و صلاحیت اور درک و شعور کی وجہ سے مزید اضافہ ہوا۔ وہ دینی و عصری علوم سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ اعلیٰ انسانی اقدار کے بھی حامل تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا بیش تر حصہ پرورش لوح و قلم میں صرف کیا اور خاندانی روش کے مطابق اسی پر کاربند رہے۔

فاروقی صاحبؒ کی تعلیم کی ابتدا اسٹی ہائر سکینڈری اسکول اور امین آباد انٹر کالج لکھنؤ میں ہوئی۔ اس کے بعد گورنمنٹ رضا انٹر کالج رام پور سے ۱۹۵۴ء میں ہائی اسکول اور ۱۹۵۷ء میں انٹر میڈیٹ کا امتحان پاس کیا اور پھر فارسی کا مکمل نصاب اور درس نظامی کا مختصر نصاب جس میں عربی ادب، تفسیر، فقہ اور حدیث کی منتخب و ضروری کتابیں شامل تھیں، مدرسہ عالیہ رام پور میں پڑھیں اور آگرہ یونی ورسٹی سے ۱۹۵۹ء میں بی۔اے اور ۱۹۶۱ء میں ایم۔اے معاشیات کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۳ء میں لکھنؤ یونی ورسٹی سے فرسٹ ڈویژن اور فرسٹ پوزیشن کے ساتھ عربی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ لکھنؤ یونی ورسٹی کے شعبہ عربی میں پی ایچ ڈی کورس میں بھی ان کا داخلہ ہو گیا تھا مگر والد گرامی کے انتقال ہو جانے کی وجہ سے گھریلو ذمہ داریوں نے اسے جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ انھوں نے علوم مشرقیہ کے متعدد امتحانات بھی مختلف ادوار میں پاس کیے۔ چنانچہ لکھنؤ یونی ورسٹی سے ۱۹۵۶ء میں دبیر ماہر فارسی فرسٹ ڈویژن ۱۹۵۹ء میں دبیر کامل فارسی، ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء میں جامعہ اردو علی گڑھ سے بالترتیب ادیب ماہر اور ادیب کامل اور ۱۹۶۲ء میں لکھنؤ یونی ورسٹی سے عالم کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اعلیٰ ترین نمبرات کی وصول یابی پر ۱۹۶۴ء میں لکھنؤ یونی ورسٹی سے گولڈ میڈل حاصل کیا چنانچہ اس بنیاد پر میرٹ سکالر شپ جاری ہوا اور ملازمت کا آغاز فارسی انٹر کالج لکھنؤ سے ہوا اور وہاں ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۷ء تک اردو اور اکنامکس کے استاد کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں دہلی آگئے اور چند سال فوڈ کارپوریشن آف انڈیا نئی دہلی میں ملازمت کرنے کے بعد انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹری آف میڈیسن اینڈ میڈیکل ریسرچ، نئی دہلی (جو اب جامعہ ہمدرد میں ضم ہو گیا ہے) سے وابستہ ہو گئے۔ اس ادارے میں ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۹ء تک ترجمہ اور اضافی تحقیق کے شعبے میں ریسرچ آفیسر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۸۹ء

میں جامعہ ہمدرد قائم ہو جانے کے بعد اس کے شعبہ تاریخ طب و سائنس میں ۱۹۹۱ء تک بحیثیت لیکچرر اور پھر اسی شعبے میں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۹ء تک بحیثیت ریڈر اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ ان کی علمی خدمات کو دیکھتے ہوئے جامعہ ہمدرد کے اس وقت کے وائس چانسلر جناب سراج حسین کی سربراہی میں تشکیل شدہ ایک انٹرویو پینل نے انھیں ۲۲ نومبر ۱۹۹۹ء میں شعبہ اسلامک سٹڈیز میں پروفیسر کے عہدے پر منتخب کیا۔ اس طرح پروفیسر کی حیثیت سے ۳۰/ اپریل ۲۰۰۲ء میں جامعہ ہمدرد نئی دہلی میں اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔

جامعہ ہمدرد میں اپنی ملازمت کے دوران انھوں نے حکیم عبدالحمید (۱۹۱۴ء-۱۹۹۹ء) کے زیر نگرانی کئی اہم پروجیکٹ پر کام کیا جس میں طب عربی کے ایک شہرۂ آفاق طبیب شیخ الرئیس بو علی سینا (۹۸۰ء۔ ۱۰۳۷ء) کی کتاب "القانون فی الطب" کی ترتیب، ترجمہ و متن کا کام بھی شامل ہے۔ وہ اس دوران مُختلف طبی موضوعات پر مقالات بھی تجویز کرتے رہے۔ پروفیسر فاروقی صاحب کا ایک اہم کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنے آباء واجداد اور خاندانی بزرگوں کے حالات اور علمی کارناموں کو یکجا کر کے ایک کتابی شکل میں انھیں محفوظ کر دیا جس سے دنیا ان سے واقف ہوئی۔ چنانچہ حضرت لکھنویؒ کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب کو آپ نے قلم بند کر کے علمی دنیا پر ایک بڑا احسان فرمایا جسے علمی و دینی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

محترم فاروقی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صلاحیتوں اور صفات سے متصف فرمایا تھا۔ وہ ذکاوت و ذہانت، فہم و فراست، سادگی و انکساری، متانت و سنجیدگی، حلم و بردباری اور اخلاق و مروت میں اپنی مثال آپ تھے۔ انھیں اسلامی و طبی موضوعات پر وافر معلومات حاصل تھیں۔ وہ وسیع المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ سوانح نگاری اور ترجمہ نگاری میں بھی انھیں خاصی دل چسپی تھی اور وہ اس میدان میں بھی یکتا تھے۔

آپ نے مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کیں جن سے ان کے علمی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے:

(۱) القانون فی الطب، جلد اول (انگریزی ترجمہ)، ۱۹۹۳ء
(۲) القانون فی الطب، جلد دوم (انگریزی ترجمہ)، ۲۰۰۰ء
(۳) القانون فی الطب، جلد چہارم (عربی متن کی تدوین)، ۱۹۹۶ء
(۴) القانون فی الطب، جلد پنجم (عربی متن کی تدوین و ترجمہ)، ۱۹۹۶ء
(۵) فرہنگ اصطلاحات ادویہ مفردہ و معالجات القانون فی الطب (عربی۔ انگریزی)، ۱۹۹۶ء
(۶) القانون فی الطب، جلد پنجم (انگریزی ترجمہ)، ۲۰۰۶ء
(۷) امام اہلِ سُنّت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ: حیات و خدمات، ۲۰۰۰ء
(۸) حکیم عبد الحمید دہلوی: مشاہدات و تاثرات کی روشنی میں، ۲۰۰۰ء
(۹) عہد رفتہ کے چند عُلماء و مشائخ (مجموعۂ مقالات)، ۲۰۰۰ء
(۱۰) سیرت خلفائے راشدینؓ (ترتیب، تدوین و مقدمہ)، ۲۰۰۰ء
(۱۱) موت کے عبرت انگیز واقعات (ترتیب، تدوین و مقدمہ)، ۲۰۰۰ء
(۱۲) محسن ملک و ملت (تذکرہ عبد الحمید دہلوی)، فرید بک ڈپو دہلی، ۲۰۰۶ء
(۱۳) نظیر اکبر آبادی۔ حیات، شاعری و نثری خدمات، ۲۰۰۶ء
(۱۴) مکتوبات امام اہلِ سُنّت یعنی مجموعہ مکتوبات امام اہلِ سُنّت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ
(۱۵) تذکرہ فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ (زیر طبع)
(۱۶) عُلمائے دہلی کی قرآنی خدمات (نامکمل مسودہ)

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ اردو اور انگریزی زبانوں میں طب اسلامی اور علوم اسلامی پر مطبوعہ مقالات کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ انھوں نے متعدد قومی اور بین الاقوامی سیمیناروں میں بھی شرکت کی تھی اور ان میں مقالات پیش کیے تھے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

۲۰۰۲ء میں جامعہ ہمدرد کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی ان کا یہ علمی سفر اسی طرح جاری رہا بلکہ اب اور بھی ذہنی یکسوئی کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ خرابیِ صحت کے باوجود بھی قلم کی روانی میں کمی نہیں آنے دی۔ وفات سے چند سال قبل فدائے ملت، حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ (وفات ۲۰۰۶ء) کے حالاتِ زندگی کو مرتب کرنے کا ارادہ

کیاجو پایۂ تکمیل کے قریب تھا، صرف نظر ثانی باقی رہ گئی تھی مگر صحت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ گزشتہ ایک سال سے مختلف قسم کے عوارضات نے گھیر لیا تھا۔ امراض قلب میں عرصۂ دراز سے مبتلا تھے، چنانچہ اس کی پیچیدگیوں میں روز بہ روز اضافہ ہونے لگااور ہاتھ پیر و دیگر اعضاء رئیسہ جواب دینے لگے تھے۔ اس کے باوجود بھی طبیعت میں بشاشت محسوس ہونے پر لکھنے پڑھنے کے ارادے سے اپنی کرسی و میز پر آجاتے اور قلم سنبھال لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ علم کے اس آفتاب کی تمازت میں کمی آتی گئی اور وہ اپنے بہت سے کام کو پورا کرنے اور انھیں طباعت کی خواہش کو پورا کیے بغیر ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ چنانچہ ۲ر ستمبر ۲۰۱۴ء بروز منگل بمطابق ۶ر ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ کو رات کے سوا نو بجے دہلی کے تبر اسپتال میں انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہااور دوسرے دن یعنی ۳ر ستمبر بروز بدھ دن میں ساڑھے دس بجے حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہ العالی، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اور صدر جمعیۃ عُلماء ہند نے دارالعلوم دیوبند کے احاطہ مولسری میں نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان قاسمیہ دیوبند میں عُلماء و حفاظ اور مشائخ کے درمیان ان کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ نے پروفیسر فاروقی صاحبؒ کو چار بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا ہے۔ بڑے بیٹے مولانا حافظ عبدالملک فاروقی ہمدرد یونی ورسٹی کی رابعہ مسجد میں امام و خطیب کے منصب پر فائز ہیں اور اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین کی تبلیغ و ترویج میں مشغول ہیں۔ ان سے چھوٹے بیٹے ڈاکٹر عبدالہادی فاروقی پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں اور ایک کامیاب طبیب کی حیثیت سے خدمت خلق کا اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تیسرے بیٹے ڈاکٹر عبدالناصر فاروقی آیورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج، قرول باغ، نئی دہلی کے شعبۂ جراحت میں ایسوشئیٹ پروفیسر کی حَیثِیّت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اور سب سے چھوٹے بیٹے ڈاکٹر عبدالواحد فاروقی کامرس میں پی ایچ ڈی ہیں اور دہلی یونی ورسٹی سے ملحق ذاکر حسین دہلی کالج میں تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔

زیرِ نظر کتاب یعنی امام اہل سُنّت حضرت لکھنویؒ کے ان مکتوبات کو مرتب مرحوم نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مہیا کرکے اور اس میں ضروری حواشی اور حوالوں کا اضافہ کرکے جامعہ ہمدرد، نئی دہلی سے سبک دوش ہونے کے بعد مرتب کرنا شروع کیا

تھا۔ انھوں نے حضرت لکھنویؒ کے علمی کاموں پر کام کرنے کا جو منصوبہ تیار کیا تھا، یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، چونکہ انھیں اس کتاب کی ترتیب واشاعت سے بڑا جذباتی اور عقیدت مندانہ تعلق تھا اس لیے وہ اسے جلد از جلد منظر عام پر لانے کا ارادہ رکھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کو شاید یہ منظور نہیں تھا۔ اگر مصنف موصوف حیات ہوتے تو شاید اور بھی نئی چیزیں سامنے آتیں اور جو گوشے اب تک نظروں سے اوجھل رہے ہیں وہ بھی تاریخ کا ایک اہم حصہ بن جاتے۔ علمی حلقوں کی طرف سے اور بعض مُخلصین اعزہ واقارب کے مسلسل اصرار کی وجہ سے اور حضرت مصنف مرحوم کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس کتاب کو منظر عام پر لاکر بہت خوشی محسوس ہورہی ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب کے اشاعت پذیر ہوجانے سے، ان شاء اللہ، صاحبِ کتاب کی روح کو بہت مسرت حاصل ہوگی اور یہ ان کے لیے باعث نجات بھی ثابت ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور مصنف مرحوم کے لیے اسے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ قارئین سے مؤدبانہ گزارش ہے کے کتاب کے مطالعے کے وقت اس کے مرتب کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور ہم سب کو ان کے مشن پر چلنے اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مقدمہ

مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی کی مکتوب نگاری

ظفر اقبال
zafar.q.iqbal@gmail.com

برِ عظیم کی دینی، علمی، فقہی، کلامی، منطقی، متصوفانہ، تصنیفی اور درسی تاریخ خانوادۂ شاہ ولی اللہ اور عُلمائے فرنگی محل کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ شاہ ولی اللہؒ، ان کے خانوادے، ان کی تصانیف، تراجم اور فکر و فلسفے پر تو بہت کچھ لکھا جاچکا ہے،[1] لیکن عُلمائے فرنگی محل کی ہمہ

[1] مولانا رحیم بخش دہلوی، حیات ولی، لاہور: المکتبۃ السلفیہ، ۱۹۵۵ء؛ مولانا سید مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ، لاہور: دوآبہ پریس، ۱۹۴۶ء؛ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مشمولہ تاریخ دعوت و عزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، [س-ن]، جلد ۵؛ مولانا محمد منظور نعمانی [مرتب]، ماہ نامہ "الفرقان" [بریلی]، شاہ ولی اللہ نمبر، ۱۹۴۱ء؛ مولانا سید محمد میاں، عُلمائے ہند کا شاندار ماضی، کراچی: مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۸۶، صفحات ۱- ۳۸؛ مولانا عبیداللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، لاہور: سندھ ساگر اکادمی، ۲۰۱۶ء؛ مولانا عبیداللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، کراچی: سندھ ساگر اکادمی، ۲۰۱۹ء؛ مولانا محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب، کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۴ء؛ غلام حسین جلبانی، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، کراچی: سندھ ساگر اکادمی، ۲۰۱۷ء؛ پروفیسر محمد سرور، ارمغان شاہ ولی اللہ: شاہ ولی اللہ کی تعلیمات و افکار اور سوانح حیات، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۸ء؛ ڈاکٹر مظہر بقا، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، کراچی: بقا پبلی کیشنز، ۱۹۸۶؛ ڈاکٹر سعود عالم قاسمی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی قرآنی خدمات، لاہور: المحمود اکیڈمی، ۱۹۹۸؛ مُفتی محمد عبیداللہ الاسعدی، فقہ ولی اللّٰہی: امام ولی اللہ دہلوی کا فقہی مسلک و مذہب اور خدمات و اثرات و ثمرات، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۴؛ محمد اکرام چغتائی، شاہ ولی اللہ: سوانح، تصنیفات وغیرہ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء؛ مولانا سیّد عبدالحیّ الحسنی، الإعلام بمن فی تاریخ الهند من الأعلام، الجزء الثالث، بیروت: دار ابن حزم صفحات ۸۵۸ تا ۸۶۷۔

J.M.S. Baljon, *Religion and Thought of Shah Wali Allah Dihlawi*, Leiden: E. J. Brill, 1986; Marcia K.Hermansen, *Shah Wali Allah of Delhi's Hujjat Allah al-*

جہت اور متنوع خدمات کا موضوع، چند مستثنیات کے باوصف،[1] وسعت، دقت نظری اور تفحص کے ساتھ موضوعِ تحقیق بنائے جانے کا اب تک منتظر ہے۔ مُسلمانانِ برعظیم کی دینی، علمی اور سماجی زندگی پر علمائے فرنگی محل کے احسانات اتنے زیادہ اور اثرات ایسے گہرے ہیں کہ اب تک اس خانوادے کی خدمات کی مختلف جہات پر مبسوط تصانیف اور مقالہ جات کا معتد بہ ذخیرہ اشاعت پذیر ہو جانا چاہیے تھا —— اس عظیم خانوادے کی تاریخ ضلع بارہ بنکی صوبہ اُتر پردیش کے ایک گم نام قصبے "سہالی" سے شروع ہوتی ہے۔ یہاں اپنے وقت کے ایک جید عالم، باصفا صوفی اور عظیم استاذ ملا قطب الدین شہیدؒ [۱۰۴۰ھ - ۱۱۰۳ھ / ۱۶۳۰ء - ۱۶۹۱ء] مسند آرائے درس تھے۔ ایک عظیم خلقت نے آپ سے کسبِ فیض کیا ہے، محققین اور تذکرہ نگاروں کے مطابق: "اکثر علمائے ہند کا سلسلۂ تلمذ ملا قطب الدین سہالوی تک تمام ہوتا ہے۔"[2]

Baligha (The Conclusive Argument from God),
Islamabad: Islamic Research Institute 2003; Marcia K. Hermansen, *Shah Wali Allah of Delhis Treatises on Islamic Law Louisville*, KY: Fons Vitae, 2010; Marcia K. Hermansen, "Shah Wali Allah's Arrangement of the Subtle Spiritual Centers", *Studies in Islam*, July 1982, pp. 137-150; Marcia K. Hermansen, "Shah Wali Allah of Delhi's Hujjat Allah al-Baligha: Tension Between the Universal and the Particular in an Eighteenth Century Islamic Theory of Religion", *Studia Islamica*, fascicle 63, 1986, pp. 143-157; Marcia K. Hermansen, "Shah Wali Allah's Theory of the Subtle Spiritual Centers (Lata'if): A Sufi Model of Personhood and Self-Transformation", *Journal of Near Eastern Studies* 47 (1, January 1988): pp. 1-25 ;
Muhammad Ikram Chaghatai, *Shah Waliullah (1703 - 1762) : his Religious and Political Thought*, Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2005.

[1] مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محل، آثار الاول من عُلمائے فرنگی محل، لکھنؤ: مطبع مجتبائی، سن-ن؛ مولانا شیخ الطاف الرحمٰن، احوال عُلمائے فرنگی محل، لکھنؤ: مطبع مجتبائی، س-ن؛ مولانا مُفتی محمد عنایت اللہ، تذکرہ علمائے فرنگی محل، کراچی [عکسی طبع ثانی]: ماس پرنٹرز و پبلشرز، سن-ن؛ عُلمائے فرنگی محل: حیات و خدمات، دہلی: ایفا پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، [مجموعہ مقالات، سیمینار زیر اہتمام اسلامک فقہ اکیڈمی، منعقدہ ۲۲-۲۰ مئی ۲۰۱۱ء]؛ مولانا یٰسین اختر مصباحی، ممتاز عُلمائے فرنگی محل، لکھنؤ، کوشی نگر: مکتبہ ایوبیہ، خانقاہ قادریہ، ایوبیہ، ۲۰۱۷ء

[2] مولانا غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکلام، [ترجمہ: مولانا محمد یونس، مونس اویسی]، بریلی: جامعۃ الرضا، ۲۰۰۸، صفحہ ۳۴۷

برِ عظیم ہندستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور ترکستان وغیرہ کے دینی مدارس میں سیکڑوں سال سے رائج درسی نصاب "درسِ نظامی" کے بانی و مرتب ملا نظام الدین سہالویؒ [۱۰۸۸ھ-۱۱۶۱ھ / ۱۶۷۷ء-۱۷۴۸ء] آپ ہی کے فرزند ہیں۔ آپ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ان کی مسندِ درس کو رونق بخشی تو: "ملا صاحب کے درس نے اس قدر قبولیت حاصل کی کہ ہندستان میں ہر جگہ سلسلہ بہ سلسلہ ان ہی کے شاگرد نظر آتے ہیں اور لکھنؤ کا فرنگی محل تو علم و فن کا معدن بن گیا، جہاں دو سو [سال] سے علمی سلسلہ آج تک منقطع نہیں ہوا اور سیکڑوں اہلِ کمال پیدا ہو کر پیوند خاک ہوگئے ... آج جہاں جہاں علومِ عربیہ کا نام و نشان باقی ہے، اسی خاندان کا پرتوِ فیض ہے، ہندستان کے کسی گوشے میں کوئی شخص تحصیلِ علم کا احرام باندھتا ہے، اس کا رُخ فرنگی محل کی طرف ہوتا ہے۔"[۱]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"شیخ قطب الدین کی شہادت کے بعد ان کے نام ور فرزند ملا نظام الدین نے علم کے دریا بہا دیے اور لکھنؤ کو علم کا مرکز بنا دیا اور جو نصاب مقرر کیا اس کو ہندستان کی ہر ایک درس گاہ میں بسر و چشم قبول کیا گیا۔ اسی خاندان میں ملا حسن، بحر العلوم، ملا مبین، مُفتی ظہور اللہ، مولوی ولی اللہ، مُفتی مُحمد اصغر، مُفتی مُحمد یوسف، مولوی نعیم اللہ، مولوی نور اللہ، مولوی عبدالحکیم، مولوی عبدالحئ وغیرہ ایسے باکمال مدرسین پیدا ہوئے، جن کا جواب کسی خاندان میں نہیں مل سکتا۔"[۲]

عُلمائے فرنگی محل کے ممتاز فضلا میں سے ایک ایک عالم اس لائق اور اس کی خدمات و تحقیقات اس قابل ہیں کہ خود اُنھیں بحث و تحقیق کا مستقل موضوع بنایا جاسکتا ہے۔ متاخرین میں اگر مولانا عبدالحئ فرنگی محلی [۱۲۶۴ھ - ۱۳۰۴ھ / ۱۸۴۷ء - ۱۸۸۶ء] کی بلند پایہ تصنیفات و تحقیقات کا جائزہ لیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ انھوں نے صرف اڑتیس سال عُمر پائی، درس و تدریس میں ہمہ وقت انہماک کے ساتھ دینی علوم کی مختلف جہات پر کیفیت

---

[۱] علامہ شبلی نعمانی، "ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ: بانی درسِ نظامیہ"، مشمولہ مقالاتِ شبلی، [مرتب: مولانا سید سُلیمان ندوی]، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء، جلد ۳ صفحہ ۹۶۔

[۲] مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ہندستانی مسلمان، کراچی: مجلس نشریات اسلام، [س-ن]، صفحات ۱۱۲-۱۱۳

کے لحاظ سے انتہائی نادر اور مثالی تحقیقات اور کمیت کے اعتبار سے اتنی مختصر عمر میں ایک سو چار تصنیفات کا صدور فردِ واحد سے کس طرح ممکن ہے؟ ان تصانیف نے عُلمائے عرب[1] سے لے کر دانشورانِ فرنگ[2] تک کو متاثر کیا ہے۔ مولانا عبد الحیٔ کے انتقال کے بعد لکھنؤ میں مسندِ تدریس کو ان ہی کے شاگرد، تربیت یافتہ بلکہ جانشین مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی [۱۲۷۴ھ - ۱۳۴۳ھ / ۱۸۵۸ء - ۱۹۲۵ء] نے سنبھالا۔ مولانا حیدر آبادی بہ یک وقت درس و

---

[1] خلافت عُثمانیہ کے "امین المشیخۃ" شیخ محمد زاہد الکوثری کے شاگرد اور جانشین استاذ عبد الفتاح ابو غدہ [۱۳۳۵ھ - ۱۴۱۷ھ / ۱۹۱۷ء - ۱۹۹۷ء] نے مولانا عبد الحیٔ فرنگی محل کو عالم عرب میں سب سے زیادہ متعارف کروایا ہے۔ شیخ ابو غدہ نے مولانا عبد الحیٔ فرنگی محل کی چھ تصانیف اپنی تحقیقات و تعلیقات کے ساتھ عالم عرب سے شائع کی ہیں۔ شیخ ابو غدہ کا بیان ہے کہ ان کے استاذ شیخ محمد زاہد الکوثری اپنے تلامذہ کو مولانا عبد الحیٔ کی کتابوں کے مطالعے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ [مولانا عبد الحی لکنوی، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدہ، طبع حلب، ۱۳۸۸ھ، صفحہ ۱۱]؛ عُلمائے حجاز کی سندات اور اجازات کے لیے دیکھیے: مولانا محمد عبد الباقی، حسرۃ الفحول بوفاۃ نائب الرسول، لکھنؤ: مطبع انوار محمد، ۱۳۰۶ھ؛ مولانا محمد حفیظ اللہ اعظمی، کنز البرکات فی سیرۃ أبی الحسنات، لکھنؤ: مطبع علوی، ۱۳۵۰ھ، صفحہ ۱۴؛ غلام مرسلین، مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی: حیات و خدمات: علی گڑھ: مرکز دراسات ایشیاے غربی، مُسلم یونی ورسٹی، ۱۹۸۵ء، صفحات ۲۲-۲۳؛ ۳۸-۴۸۔

[2] دانشوران فرنگ میں ایک اہم نام پروفیسر فرانسس رابنسن [Francis Robinson] کا ہے۔ مستشرق موصوف جنوبی ایشیا کی اسلامی تاریخ کے محقق اور اس موضوع پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ فرانسس رابنسن نے عُلمائے فرنگی محل کی علمی اور ثقافتی خدمات کو ایک مستقل کتاب کی صورت میں موضوعِ تحقیق بنایا ہے۔ اس کتاب میں عُلمائے فرنگی محل کی خدمات کے اثرات کو: "How the influence of Farangi Mahall was Spread and Maintained." کے زیرِ عنوان تفصیل سے نکات وار بیان کیا ہے۔ اسی ضمن میں فرنگی محل کے ایک فرد فرید مولانا عبد الحیٔ فرنگی محل کی تصانیف کی شہرت اور مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے سویت یونین کے مُفتی اعظم بابا ضیاء الدین خانوف کے متعلق لکھتے ہیں:

> We not too, that when Baba Ziya al-Din Khanov, Grand Mufti of Soviet Union, came to Lucknow in 1965, he especially asked to visit Farangi Mahall in order to see the house of Mawlana 'Abd al-Hayy whose books he used in Tashkent.
>
> [Francis Robinson, *The 'Ulama of Farangi Mahall and Islamic Culture in South Asia*, London: Hurst and Company, 2001, p. 116].

تدریس، منقولات و معقولات اور رشد و سلوک کے جامع اور سادگی، زہد و قناعت کی تصویر تھے۔ تجرد کی زندگی اختیار فرمائی۔ آپ لکھنؤ میں ایک دینی ادارے "مدرسہ عالیہ فرقانیہ" کے بانی تھے۔ طالبانِ علوم کی ایک کثیر تعداد آپ سے فیض یاب ہوئی۔[۱]

مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی [۱۲۹۳ء - ۱۳۸۱ء / ۱۸۷۶ء - ۱۹۶۲ء] آپ ہی کے مایہ ناز شاگرد بلکہ جانشین تھے۔ مولانا لکھنوی نے آگے چل کر اپنی متنوع دینی خدمات، عملی مساعی اور سرگرمیوں کے باعث اپنے استاذ مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی کی زبان سے "امامِ اہلِ سُنّت" کا خطاب پایا، جو بعد میں مولانا لکھنوی کے نام کا جز بن گیا۔[۲]

مولانا لکھنوی کے والد مولانا ناظر علی [۱۲۶۰ھ - ۱۳۲۸ھ / ۱۸۴۴ء - ۱۹۱۱ء] کی خواہش تھی کہ ان کے صاحبزادے کو مولانا عبدالحیٔ فرنگی محل سے تلمذ کی سعادت حاصل ہو، لیکن ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں جب مولانا لکھنوی لکھنؤ پہنچے تو مولانا عبدالحیٔ کا انتقال ہو چکا تھا، لہٰذا انھیں مولانا عبدالحیٔ کے جانشین مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی کی درس گاہ میں داخل کر دیا گیا۔ یہ زمانہ خود مولانا حیدرآبادی کے ضعف اور ترکِ تدریس کا تھا، لیکن مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی نے اپنی محنت، اخلاص اور لگن سے جلد ہی استاذ حیدرآبادی کی توجہات کو اپنی طرف منعطف کر لیا۔ آٹھ سال مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی کی خدمت میں رہ کر ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں فراغت حاصل کی۔ درسی تعلیم کی تکمیل کے بعد مولانا لکھنوی مختلف مدارس میں تدریس اور مختلف اداروں اور مطابع سے وابستہ رہ کر خدمات انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۴ء میں شیعہ خطیب اور مناظر مولانا مقبول احمد دہلوی [۱۲۸۷ھ - ۱۳۳۹ھ / ۱۸۷۰ء - ۱۹۲۱ء] کے لکھنؤ ورود، تسنن اور تشیع کے حساس ترین موضوعات پر شعلہ بیان خطابت، مجالس اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی شیعہ سنی منافرت کے ازالے کے لیے مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی کے حکم پر مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی ایک بار پھر لکھنؤ واپس تشریف لائے۔

---

[۱] مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی کے احوال کے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے:
مولانا سیّد عبدالحیٔ حسنی، الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام الجزء الثامن، صفحہ ۱۳۱۶؛
پروفیسر عبدالحیٔ فاروقی، ماہ نامہ برہان، دہلی، اپریل ۱۹۷۵ء؛ ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند، مارچ ۱۹۹۳ء

[۲] پروفیسر محمد عبدالحیٔ فاروقی، امام اہلِ سُنّت حضرت علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی: حیات و خدمات، لاہور: ادارہ تحقیقاتِ اہلِ سُنّت، ۲۰۰۹ء، صفحہ ۲۱۸

لکھنؤ کے مخصوص مذہبی ماحول کے باعث مولانا لکھنوی یہاں مستقلاً قیام کے حق میں نہیں تھے۔ ۷ اصفر ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء کو لکھے گئے ایک خط میں مولانا لکھنوی اپنے استاذ مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لکھنؤ میں میرا قیام آپ کی ذات سے تھا، ورنہ اس شہر سے مجھے طبعی نفرت ہے۔''[۱]

بہر کیف لکھنؤ واپسی کے بعد فی الاصل مولانا لکھنوی کی عملی میدان میں دینی و تحریکی خدمات، اور تجدیدی مساعی کا آغاز ہوا۔ آپ نے ورودِ ثانی پر یہاں دینی اُمور کی مختلف جہات: تدریس، تحقیق، تصنیف، صحافت، وعظ و ارشاد، سلوک و عرفان، اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل میں محیر العقول کام کیا، بالخصوص عظمت و ناموسِ صحابہؓ کے تحفّظ میں عوامی و ادارتی ہر سطح پر، خواہ تحریر ہو یا تقریر، تحریکات ہوں یا مناظرے، آپ کی زندگی وقف رہی۔ اس باب میں ''دارالمبلغین'' کا قیام[۲] اور روافض کی ''تبرا ایجی

---

[۱] محولہ بالا، صفحہ ۱۱۵

[۲] نو آبادیاتی نظام کے زمانے میں برعظیم کی ملت اسلامیہ نظم سیاست سے لے کر نظام تعلیم تک سب ہی دیگر اقوام و ملل کے مقابلے میں زیادہ متاثر ہوئی۔ مسیحی مشنریوں، آریہ سماجیوں، سکھوں نے اور بالخصوص شدھی و سنگھٹن تحریکیں اپنے اپنے مذہب کی ترویج اور اہل اسلام سے ہر طرح کے مقابلے کے لیے پوری طرح سرگرم تھے۔ اسلام سے اعتقاداً اور عملاً حکومت منحرف فرق و مذاہب کو حکومت کی مزعومہ ''مذہبی آزادی'' اور ''رواداری'' نے اسلام کے نام پر اپنی تعلیمات کی نشر و فروغ کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ ان کی سرپرستی بھی کی گئی۔ ایسی صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لیے عُلماء و طلبائے مدارس میں جس قسم کی علمی استعداد، دیگر ادیان و فرق کی کتابوں سے ماہرانہ واقفیت اور ان کے اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات دینے کی لیاقت اور خود اعتمادی کی ضرورت تھی وہ متذکرہ حالات کی تنگیوں کے باعث مسلسل کمزور پڑتی جارہی تھی، چہ جائیکہ وہ ان نظریات کے آگے بند باندھ سکتے، ان ہی اسباب کی بنا پر مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی نے مدارس کے فضلا کی تربیت کے لیے ۲ر ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء کو لکھنؤ میں ایک ادارے ''دارالمبلغین'' کی بنیاد رکھی، اس کا دو سالہ مستقل نصاب تشکیل دیا گیا جس میں بنیادی اہمیت قرآن مجید کو دی گئی۔ اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے گلی محلے کی سطح پر انجمنیں بنائی گئیں، آریہ، قادیانی روافض، اور مسیحی مبلغین کا مقابلہ کرنے کے لیے مناظرین تیار کیے گئے، شعبۂ نشر و اشاعت قائم کیا گیا۔ اس کے اغراض و مقاصد یہ تھے:

[الف] اہل سُنت کے اندر صحیح مذہبی واقفیت پیدا کرکے ان کو پابند مذہب بنانے کی سعی کرنا۔

[ب] غیر شرعی اعمال کی وجہ سے جو دینی، اخلاقی اور سماجی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں، اہل سُنت کو ان سے

ٹیشن "[۱] کے انسداد کے لیے مساعی اور "تحریکِ مدحِ صحابہؓ"[۲] نے ایسی عالم گیر شہرت اختیار کی کہ بالآخر حکومت کو اہلِ سُنت کا یہ حق تسلیم کرنا پڑا کہ مُسلمان جب اور جہاں چاہیں صحابہ کرامؓ کی مدح، فضائل اور مناقب بیان کر سکتے ہیں اور اس کا انھیں ہر طرح کا دینی استناد، قانونی حق اور اخلاقی جواز حاصل ہے۔ مدحِ صحابہؓ کی تحریک نے جس طرح ملک گیر شہرت اختیار کی، حکومت کی جانب داریوں سے مجبور ہو کر مولانا لکھنوی کے ایما پر ملک میں سول نافرمانی کا آغاز ہوا اور اس حساس اور سنگین ترین مسئلے نے ملک بھر کے جید عُلما مولانا سیّد حسین احمد مدنی [شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند و صدر جمیعۃ عُلمائے ہند]، مولانا مُفتی کفایت اللہ دہلوی [مُفتی اعظم و سابق صدر جمیعۃ عُلمائے ہند]، ابوالمحاسن مولانا مُحمد سجاد [نائب امیر شریعت بہار]، مولانا قاری مُحمد طیب قاسمی [مہتمم دار العلوم دیوبند]، اور دیگر مقتدر اور سیاسی شخصیات نواب زادہ لیاقت علی خان [سیکریٹری جنرل مُسلم لیگ]، حاجی نثار اللہ [رکن اسمبلی]، مولوی فصیح الدین [ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، جون پور] کو اس مسئلے میں مدحِ صحابہؓ کی مشروعیت اور اس کے جواز کے حق میں آواز بلند کرنے پر متوجہ کیا۔ اس سلسلے میں مولانا لکھنوی کو جیل بھی جانا پڑا۔[۳]

اتنی ہنگامی، تحریکی، پے بہ پے اسفار سے مصروف زندگی کے باوجود مولانا لکھنوی نے تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ تحقیق اور اُسلوبِ نگارش کے اعتبار سے آپ کی ہر تصنیف اعلیٰ معیار کی حامل ہے۔ تصانیف کے موضوعات متنوع ہیں۔ عظمت صحابہؓ کا بیان اور مخالفین صحابہؓ کا رد تو آپ کا اختصاصی موضوع تھا، ان کے علاوہ تفسیر، حدیث، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیرتِ خلفائے راشدینؓ، مناقب و تعلیماتِ اہل بیتؓ، عقائد، کلام، فقہ، تصوف، متقدمین کی کئی کئی مجلدات پر مشتمل کتابوں کے تراجم، ان پر قیمتی

محفوظ رکھنے کی جدوجہد کرنا۔

[ج] تحریر و تقریر کے ذریعے اسلام کے محاسن و مکارم کی تبلیغ و اشاعت کرنا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے: پروفیسر مُحمد عبدالحیٔ فاروقی، محولہ بالا، صفحات ۱۵۴-۱۳۷

[۱] تبرا ایجی ٹیشن کی تفصیل کے لیے دیکھیے: محولہ بالا، صفحات ۳۳۳-۳۳۸

[۲] تحریکِ مدحِ صحابہؓ کی تفصیل کے لیے دیکھیے: محولہ بالا، صفحات ۲۱۳-۳۶۵

[۳] محولا بالا، صفحہ: ۲۲۰ - ۳۶۵

حواشی اور مختلف ادیان و فرق سے ہونے والے مناظروں کی روداددوں پر مشتمل ہیں۔ آپ کی اکثر تصانیف آپ کی زندگی ہی میں طبع ہو کر مقبول ہو چکی تھیں اور اس وقت سے تاحال ان کے کئی کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکلتے رہے ہیں۔[1] اس کے باوجود کئی اہم کتابیں اور مضامین اب تک منتظرِ طباعت ہیں، ان اہم کتابوں میں حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ [۷۹ھ - ۱۵۰ھ / ۶۹۹ء - ۷۶۷ء] کی کتاب "فقہ اکبر" کا ترجمہ و حواشی[2] اور "النجم" میں ۳۰ - ۳۵ قسطوں میں شائع ہونے والے مضمون "عقلِ سلیم اور صراطِ مستقیم"[3] جیسے وقیع موضوعات شامل ہیں۔

مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی کی مختلف الجہات خدمات کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ کی شخصیت اور افادات پر اکادمیاتی طرز کے کئی معیاری کام پیش کیے جاتے اور ان علوم اور تحقیقات کے دائرے کی حفاظت اور توسیع کی جاتی، لیکن مولانا لکھنوی کے انتقال کے قریب چار عشرے گزرنے تک اس سلسلے میں دینی جرائد کی ایک دو خصوصی اشاعتوں[4] اور چند مضامین[5] کے استثنا کے ساتھ، کوئی قابلِ ذکر پیش رفت نہ ہو سکی۔ اس عرصے میں مولانا لکھنوی کو دیکھنے اور ان سے براہِ راست استفادہ کرنے والوں میں سے اکثر اس دنیا کو خیرباد کہہ گئے، حالاں کہ ان ہی کے مشاہدات، تاثرات اور بیانات سے مولانا لکھنوی کی سوانح کے کئی پوشیدہ، مگر قابلِ ذکر، پہلو معرضِ بیان میں آ سکتے تھے، حاضر باش افراد کے گزر جانے کے بعد ان کا کوئی متبادل یا نعم البدل نہیں تھا، یہاں تک کہ مولانا لکھنوی کے انتقال کے اڑتیس سال

---

[1] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی کے سوانح نگار نے مولانا لکھنوی کی نام بہ نام ایک سو بارہ تصنیفات، تالیفات اور تراجم گنوا اور ان پر تبصرے کر کے آخر میں لکھا ہے: "ہو سکتا ہے کہ ابھی کچھ اور کتابیں اور رسائل بھی ہوں، مگر وہ ہمارے علم میں نہیں ہیں۔" محولہ بالا، صفحہ ۵۹۰

[2] محولہ بالا، صفحہ ۵۲۲

[3] محولہ بالا، صفحہ ۵۴۷

[4] ہفت روزہ "حرم" لکھنؤ، امامِ اہلِ سُنت نمبر، ۱۹۶۴ء؛ ماہ نامہ "البدر" کاکوری، امامِ اہلِ سُنت نمبر، جولائی-اگست ۱۹۸۱ء

[5] مولانا محمد منظور نعمانی، "حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی مجددی"، مشمولہ تحدیثِ نعمت، [مرتب: عتیق الرحمن سنبھلی]، لاہور: قریشی پبلشرز، [س-ن]، صفحات ۳۳۸ - ۳۵۲؛ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، "مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی" مشمولہ پرانے چراغ، کراچی: مجلس نشریات اسلام، [س-ن]، جلد ۲ صفحات ۲۱۵ - ۲۲۴

بعد مولانا لکھنوی کی سوانح اور خدمات کے باب میں جو کام منظرِ عام پر آیا، وہ اپنے معیار اور صحتِ تحقیق کے اعتبار سے نہایت وقیع ثابت ہوا۔ یہ کام مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی کے حفید پروفیسر محمد عبدالحئ فاروقی [۱۳۵۵ھ - ۱۴۳۵ھ / ۱۹۳۶ء - ۲۰۱۴ء] کی تصنیف فرمودہ ضخیم کتاب "امامِ اہلِ سنت حضرت علامہ محمد عبدالشکور لکھنوی: حیات و خدمات" [لاہور: ادارہ تحقیقاتِ اہلِ سُنت، ۲۰۰۹ء] کی صورت میں منظرِ عام پر آیا۔ اس کتاب میں مولانا لکھنوی کی شخصیت اور سوانح کی غیر معمولی تاخیر اور معلومات کے فقدان کا نہایت عمدہ طریقے سے ازالہ کیا گیا، فی الحقیقت اور اس کتاب نے مولانا لکھنوی کے معتقدین کے شکوؤں کو راحت میں بدل دیا۔

مولانا لکھنوی کی سوانح حیات کے ساتھ ساتھ پروفیسر عبدالحئ فاروقی کی ایک اور اہم کاوش مولانا لکھنوی کے خطوط بہ عنوان "مکتوباتِ امامِ اہلِ سُنت" [لاہور: دارالکتاب، ۲۰۱۹ء] کی تدوین و ترتیب اور اس پر حواشی و تعلیقات کا اہتمام بھی ہے۔ اکابر علما و صلحا کی سوانح اور ملفوظات و افادات کی تدوین کے ساتھ ان کے مکتوبات کی اشاعت دینی روایت کا قابلِ ستائش حصہ رہی ہے۔[1]

---

[1] برعظیم کے علمی منظرنامے میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری [۶۶۱ھ - ۷۸۲ھ / ۱۲۶۳ء - ۱۳۸۱ء] کے "مکتوبات صدی"، حیدرآباد: شاہ لطیف آباد، [س-ن]، شیخ عبدالحق محدث دہلوی [۹۵۷ھ - ۱۰۵۱ھ / ۱۵۵۱ء - ۱۶۴۲ء] کے "مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی"، [مترجم: مولانا محمد فاضل]، دہلی: نور پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۰ء؛ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی [۹۷۱ھ - ۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۴ء - ۱۶۲۴ء] کے "مکتوبات امام ربانی"، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، [س-ن]؛ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی [۱۱۱۴ھ - ۱۱۷۶ھ / ۱۷۰۳ء - ۱۷۶۳ء] کے "نادر مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی"، [فراہم کردہ: شاہ محمد عاشق پھلتی: تحقیق و ترجمہ: مولانا نسیم احمد فریدی، پھلت: شاہ ولی اللہ اکادمی: ۱۹۹۸ء]، خلیق احمد نظامی [مرتب]، "شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات"، لاہور: ادارۂ اسلامیات؛ سید احمد شہید [۱۲۰۰ھ - ۱۲۴۶ھ / ۱۷۸۶ء - ۱۸۳۱ء] کے "مکاتیب سیّد احمد شہید"، [لاہور: مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۷۵ء] مولانا محمد قاسم نانوتوی [۱۲۴۷ھ - ۱۲۹۷ھ / ۱۸۳۲ء - ۱۸۸۰ء] کے "قاسم العلوم" [دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۲۹۲ھ]، مولانا رشید احمد گنگوہی [۱۲۴۴ھ - ۱۳۲۲ھ / ۱۸۲۹ء - ۱۹۰۵ء] کے "مکتوبات رشیدیہ"، [لاہور: المکتبۃ المدنیۃ، ۱۹۸۳ء]؛ مولانا اشرف علی تھانوی [۱۲۷۹ھ - ۱۳۶۱ھ / ۱۸۶۳ء - ۱۹۴۳ء] کے "اشرف المکتوبات"، [کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۲۰۰۰ء]، مولانا سید حسین احمد مدنی [۱۲۹۶ھ - ۱۳۷۶ھ / ۱۸۷۹ء - ۱۹۵۷ء] کے "مکتوبات شیخ الاسلام" [مرتب: مولانا نجم الدین اصلاحی،

مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی باصفا اور علم و عمل کی یکجائی کی منتہائی شان کے حامل عالم، صوفی اور مجاہد تھے۔ "مکتوباتِ امامِ اہلِ سُنت" کے مطالعے سے ان کی ذاتی زندگی، دینی سیادت، علمی لگن، انہماک، سلوک و عرفان کی شناوری، خلقِ خدا کی غم گساری، مجاہدانہ سرگرمیوں، مناظرانہ احوال اور دینی، ملی، ملکی اور سیاسی معاملات پر ان کی گہری نظر اور بالغ شعور، دین اور حفاظتِ دین کے لیے قید و بند کی صعوبتوں اور نوع بہ نوع مصائب و آلام کے وقوع کا پتا چلتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان مکتوبات میں مولانا لکھنوی کی تمام علمی اور احوالی حیثیتیں مجتمع ہو گئی ہیں۔ ان خطوط کے آئینے میں مولانا لکھنوی متضاد اوصاف کے حامل ایک ایسے عالمِ ربانی نظر آتے ہیں، جن کی ذات میں علم و عشق اور جدل و معرفت ایسے متضاد اوصاف اپنی پوری منتہائی شان کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

ان خطوط کے مطالعے سے جہاں مولانا لکھنوی کے عقائد، نظریات، مسلک و مشرب، ذاتی، گھریلو اور خاندانی احوال، حالات کی تنگیوں اور آزمائشوں سے بھرپور زندگی، ہمہ وقت اور ہر طرح کے حالات میں راضی بہ رضا رہنے، تعلق مع اللہ، ذوقِ عبادت خصوصاً نماز سے شغف اور تعلق اور شوقِ شہادت سے متعلق وافر معلومات ملتی ہیں، وہیں مطالعے کی وسعت، ناقدانہ بصیرت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدس سے عشق، صحابہ کرامؓ کے دفاع اور ناقدین و مارقینِ صحابہؓ کی گوشمالی میں بھی وہ یکتا نظر آتے ہیں۔

مولانا لکھنوی نے ان خطوط میں بعض معاصر اصحابِ علم کو بھی مخاطب بنایا ہے، مرعوبیت کے بغیر اُن کے مطلوبہ ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے اور اختلاف کے حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنا مؤقف نہایت مضبوط علمی اسلوب اور تحقیقی انداز میں پیش فرمایا ہے۔ بعض مکاتیب کے مخاطب مکتبِ تشیع سے وابستہ یا مسیحی افراد رہے ہیں، ان کے شبہات یا

کراچی: مجلس یادگار شیخ الاسلام، ۱۹۹۴ء]، مولانا عبید اللہ سندھی [۱۲۸۸ھ - ۱۳۶۳ھ / ۱۸۷۲ء - ۱۹۴۴ء] کے "مکاتیب مولانا عبید اللہ سندھی"، [مرتب: ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری، کراچی: مولانا عبید اللہ سندھی اکیڈمی، ۱۹۹۷ء]، مولانا محمد الیاس کاندھلوی [۱۳۰۲ھ - ۱۳۶۳ھ / ۱۸۸۵ء - ۱۹۴۴ء] کے "مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس"، [مرتب: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، دہلی: کتب خانہ انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۲ء]، اس سلسلے کی نمایاں مثالیں ہیں۔

اعتراضات کا ازالہ جس تحقیق اور شفقت کے ساتھ کیا گیا ہے وہ اسلامی تہذیب کی مناظرانہ روایت کا نہایت درخشاں باب رہا ہے، جس کے احیا کی ضرورت اس زمانے میں سب سے زیادہ ہے۔ مولانا لکھنوی ایک جید عالم، محقق مصنف، مقبول واعظ، مسلّم مناظر، صحافی اور حکیم ہونے کے ساتھ ایک صاحبِ نسبت و ارشاد صوفی بھی تھے، لوگوں کی معتد بہ تعداد آپ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئی تھی۔ ان خطوط میں مولانا لکھنوی کی اپنے مسترشدین کی عرفانی تربیت کے نمونے بھی بہت وضاحت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ الغرض ان خطوط کی روشنی میں مولانا لکھنوی مرحوم کی ایک مختصر لیکن وقیع اور جامع "خودنوشت سوانح" مرتب کی جاسکتی ہے۔

"مکتوباتِ امامِ اہلِ سُنّت" مولانا لکھنوی کے مکتوبات کا پہلا، مرتب اور منضبط مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں یوں تو مولانا لکھنوی کے تحریر فرمودہ سینکڑوں خطوط کا ذخیرہ محفوظ ہو گیا ہے، لیکن مولانا لکھنوی کی خطوط کے معاملے میں زودنویسی کے پیشِ نظر یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ابھی اس مجموعے سے دوگنا زیادہ خطوط تلاش کے منتظر اور تدوین کے متقاضی ہوں گے، جنھیں رسائل وجرائد کی گرد میں اَٹی فائلوں اور ان کے مختلف معتقدین کے اخلاف کے پاس سے انھیں حاصل کر کے شائع کرنا، مولانا لکھنوی کے نیاز مندوں یا اُنھیں موضوعِ تحقیق بنانے والوں کا کام ہے۔ "مکتوباتِ امامِ اہلِ سُنّت" کے دیباچے میں مرتب نے بھی لکھا ہے:

"اس ذخیرے میں صرف ان ہی مکاتیب کو شامل کیا گیا ہے، جن کی کوئی تاریخی حیثیّت ہے یا جن میں کچھ مخصوص نظریات وخیالات پر بحث کی گئی ہے۔"

اس مطبوعہ مجموعے سے قبل مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی کے خطوط کی جمع وتدوین کی جو اِکّادُکّا کوششیں ہوئی ہیں، مقدمہ نگار کی معلومات کی حد تک اس کی تفصیلات یہ ہیں:

[ا] مولانا لکھنوی اپنے بعض اہم خطوط، جن کا تعلق کسی دینی معاملے، کسی اعلان یا تعزیتوں سے متعلق ہوتا، اپنے اخبار "النجم" میں شائع فرماتے رہے۔ "النجم" میں شائع ہونے والے کئی اہم خطوط اس مجموعے میں شامل ہیں۔

[۲] پاکستان کے ممتاز محقق ڈاکٹر مُحمد ایوب قادری [۱۳۴۴ھ - ۱۴۰۳ھ / ۱۹۲۶ء - ۱۹۸۳ء] نے مولانا لکھنوی کے سات خطوط اپنے تعلیقات و حواشی کے ساتھ مرتب کیے تھے۔[۱]

[۳] ہندستان کے مشہور صاحبِ قلم مولانا مُفتی نسیم احمد فریدی امروہوی [۱۳۷۰ھ - ۱۴۳۴ھ / ۱۹۵۱ء - ۲۰۱۳ء] نے مولانا لکھنوی کے چار خطوط بہ عنوان "امام اہلِ سُنت کے چار مکتوب" ۱۹۷۹ء میں شائع کیے تھے۔

[۴] عُلمائے بگویہ کے حالات میں صاحبزادہ ڈاکٹر انوار احمد بگوی کی مرتب کردہ چار ضخیم مجلدات پر مُحیط کتاب کی تیسری جلد، جو مکاتیب ہی پر مشتمل ہے، میں مولانا لکھنوی کے تین خطوط شامل ہیں۔[۲]

[۵] پروفیسر عبدالحیٔ فاروقی کی تالیف کردہ مولانا مُحمد عبدالشّکور لکھنوی کی سوانح میں دو اقتباسات کے ذریعے مولانا لکھنوی کے دو مزید خطوط کا پتا ملتا ہے، جو مکتوبات کے مجموعے میں شامل نہیں ہوسکے۔ ایک خط مولانا لکھنوی نے اپنے استاذ مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی کے نام لکھا تھا [اس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے] اور دوسرے مکتوب کا ایک طویل اقتباس موجود ہے، لیکن مکتوب الیہ کا نام درج نہیں۔[۳]

بہر کیف یہ مجموعۂ مکاتیب ہر لحاظ سے ایک وقیع اور اہم کاوش ہے۔ اس مجموعے میں شائع شدہ خطوط کی کل تعداد [۲۶۲] ہے، جب کہ بعض خطوط مجموعے کی ترتیب و تدوین کے بعد حروف چینی کے وقت مضمون نگار کو دریافت ہوئے، جنھیں اسی مجموعے میں بہ طور ضمیمہ شامل کر دیا گیا ہے۔

ذیل میں امام اہل سُنت مولانا مُحمد عبدالشّکور لکھنوی کے ان خطوط کا ایک تحقیقی و

---

[۱] یہ خطوط دار العلوم کراچی کے ترجمان ماہ نامہ "البلاغ" کی دو مسلسل اشاعتوں [پہلی قسط: محرم ۱۳۸۸ھ اور دوسری قسط: ماہ صفر ۱۳۸۸ھ،] میں شائع ہوئے تھے۔

[۲] "تذکار بگویہ"، سرگودھا: مجلس مرکزیہ، حزب الانصار، جامع مسجد بھیرہ، ۲۰۱۴ء، جلد ۳، صفحات ۲۲۸-۲۲۹:۲۸۳

[۳] پروفیسر مُحمد عبدالحیٔ فاروقی، محولہ بالا، صفحہ ۵۹۳

تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے:

[ا]ذاتی عقائد

مولانا محمد عبد الشّکور لکھنوی کی پوری زندگی عقیدے، مسلک اور نظریے کی حفاظت سے عبارت ہے۔ اگر مولانا لکھنوی کی حیات اور خدمات کا حاصل پیش کیا جائے تو اسے "تطہیر عقائد" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مولانا لکھنوی ظاہر ہے کہ اہل سُنت و جماعت کی مسلسل دینی روایت کے امین اور علمی منہج کے داعی و مناد تھے۔ مشکل یہ ہے کہ برِ عظیم میں خود کو اہل سُنت و جماعت سے منسوب کرنے والے کئی مکاتبِ فکر اور حلقۂ علوم موجود رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ مولانا لکھنوی ان میں سے کس مکتب و مسلک کے ترجمان تھے، اپنے ایک خط میں انھوں نے اپنے عقیدے اور مذہب کا اظہار بہت ہی جامع انداز میں کیا ہے، لکھتے ہیں:

"میرے جو بھی عقائد ہیں ان میں ذرا بھی تلوّن اور تغیرّ نہیں ہے اور یہ وہی عقائد ہیں جو بقیۃ السلف الصالحین، مذکرۃ الاولیاء والکاملین، عالم الاسلام، الامام المقدام مولانا سید محمد عبد السّلام احلہ اللہ دار السّلام نقشبندی مجددی نے میرے والد مرحوم کو تعلیم فرمائے، اور پھر والد مرحوم نے مجھے بچپن میں سکھائے تھے، پھر جناب مرحوم ہی نے حضرت امام ربانی کے اکثر مکاتیب سنائے اور ان میں سے بعض بعض عبارتیں یاد کرائیں، جن میں سے کچھ اب تک یاد بھی ہیں، پھر میرے استاذ جن سے میں نے فقہ، نورالانوار اور تفسیر جلالین وغیرہ پڑھی تھیں، وہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، ان کے بھی میں نے وہی عقائد پائے، پھر جب لکھنؤ حاضر ہوا اور توفیقِ الٰہی نے استاذ الوقت حضرت مولانا سید عین القضاۃ کے آستانۂ فیض کاشانہ پر پہنچایا تو انھیں بھی ان ہی عقائد کا معتقد پایا اور وہ بھی مولانا رشید احمد صاحب اور عُلمائے دیوبند کے معترف و مداح تھے، اور پھر جب کریم وہاب نے میری آنکھ میں کچھ بینائی عطا فرمائی تو میں نے اپنے عقائد کو خوب جانچا اور بحمد للہ تعالیٰ انھیں مطابق شریعت طاہرہ کے پایا۔ میں اولیاء اللہ کا منکر نہیں ہوں، اولیاء اللہ تو ایک مفہوم عام ہے، میں جمیع طوائف اہلِ حق کو

علی تفاوتِ منازل لائقِ صد احترام سمجھتا ہوں۔ نہ صرف فقہاء، محدثین و مفسرین بلکہ میں تو حضرات صوفیہ کا بھی منکر نہیں ہوں، انھیں خلاصۂ کائنات سمجھتا ہوں، خاص کر ساداتِ نقشبندیہ کو مولانا جامی علیہ الرحمہ کے اس شعر کا بہترین مصداق جانتا ہوں:

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اور ان میں بھی حضرت امام ربانی اور ان کے متبعین صادقین کو بہترین نمونہ یقین کرتا ہوں۔"[۱]

[۲] نماز کے ساتھ شغف اور تعلق

ایمان اور عقیدے کی صحت کے بعد اسلام میں سب سے زیادہ تاکید "نماز" کے متعلق ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو اسلام اور کفر کے مابین "حد فاصل" قرار دیا ہے۔ مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی نے "النجم" میں اپنے احباب اور متوسلین کے نام نماز کی حقیقت، اہمیت، فضائل اور اسے بہتر سے بہتر بنانے سے متعلق مفصل اور مستقل سلسلۂ مکتوبات شروع فرمایا تھا۔ سال میں ایک مرتبہ نماز سے متعلق بہ صورت مکتوب ایک مضمون شائع ہوتا، یہ سلسلہ تین سال جاری رہا۔ نماز سے متعلق ان خطوط میں قرآنی آیات کے استناد کے ساتھ نماز کی فرضیت، اہمیت، تاکید اور افادیت پر مفصل بحث کی جاتی تھی۔

اس سلسلے کا پہلا خط جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء کا لکھا ہوا ہے، اس کی ابتدا ان سطور سے ہوتی ہے:

"اس وقت جو پیغام سنانا چاہتا ہوں، یہ میرے نفس کا پیغام نہیں، بلکہ یہ وہ پیغام ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوا ہے، یعنی یہ قرآن مجید کی چند آیتیں ہیں جن پر مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کا بہت کچھ انحصار ہے۔"[۲]

[۱] محولہ بالا، صفحہ ۵۹۳

[۲] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، "برائے عامۃ المسلمین متعلقہ نماز"، مشمولہ مکتوباتِ امامِ اہلِ سُنت، [مرتب: محمد عبدالحیٔ فاروقی]، لاہور: دار الکتاب، ۲۰۱۹ء، صفحہ ۶۷

اس خط میں قرآن مجید کی چھبیس[۲۶] آیاتِ مبارکہ کے ترجمے کو مُختلف جلی عنوانات کے تحت ایک خاص ترتیب سے اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ کسی تفسیر و تشریح کی حاجت ہی نہ رہے اور نماز کی اہمیت، فرضیت اور تاکید براہ راست اللہ تعالیٰ کے فرمان سے واضح ہو جائے۔ البتہ کہیں کہیں بعض آیات کے ضمن میں ایک دو جملے بہ طور "فائدہ" لکھے گئے ہیں۔ خط کے اختتام پر آئندہ خط کے اجرا کو قارئین کی طَلب اور دل چسپی سے مشروط کرتے ہوئے مولانا لکھنوی لکھتے ہیں:

"اس کے بعد اگر لوگوں کی طرف سے طَلبِ صادق اور شوقِ کامل کا ظہور ہوا تو، ان شاءاللہ تعالیٰ! کسی دوسرے خط میں اچھی نماز پڑھنے کا وہ طریقہ اور تدبیر کہوں گا جو خداوند کریم جل شانہٗ نے اپنی کتابِ مبارک سے اس ناچیز پر مُنکشِف فرمایا ہے۔ یہ اس مالک کا انعام ہے، جس کا شکر یہ اگر ہر موئے بدن زبان ہو جائے تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔"[۱]

نماز سے متعلق دوسرا خط جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء کو لکھا گیا، چونکہ گزشتہ خط بھی نماز ہی سے متعلق تھا، اس لیے یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اس خط میں بھی سابقہ بیان کردہ احکام اور تاکیدات ہی کو الفاظ بدل کر دوبارہ لکھ دیا گیا ہوگا۔ مولانا لکھنوی اس غلط فہمی کا اِزالہ کرتے ہوئے شروع ہی میں لکھتے ہیں:

"یہ خیال رکھا گیا ہے کہ مضامین مشترک نہ ہونے پائیں۔ تمام احباب سے التجا ہے کہ گزشتہ خط کے ساتھ اس خط کو بھی منظم کر لیں"۔[۲]

اس خط میں قرآن حکیم کی مزید اُنیس آیاتِ مبارکہ سے نماز کا شرائع الٰہیہ کا مقصودِ اصلی ہونا، قبر میں سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہونا اور ترکِ نماز پر قرآن مجید میں بیان کردہ وعیدوں سے اعتنا کیا گیا ہے۔ اس خط میں قرآنی آیات پر جا بہ جا عمدہ اور نادر تشریحی نوٹ بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ سورۃ التوبۃ: ۵۴ کی تشریح کے ضمن میں ایک ایسے مغالطے کا بھی ازالہ کر دیا گیا ہے، جسے آج بھی مُختلف عنوانات سے بڑے شد و مد کے ساتھ دہرایا جاتا

[۱] محولہ بالا، صفحہ ۷۶

[۲] محولہ بالا، صفحہ ۷۷

ہے۔ لکھتے ہیں:

"کچھ لوگ نیک کاموں میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں، مگر ان کا خرچ خدا کے یہاں قبول نہیں ہوتا، ان پر پوری طرح یہ مثل صادق آتی ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔ اس وبال کے تین سبب اس آیت میں ارشاد فرمائے گئے ہیں: اول کافر ہونا، دوم نماز میں سستی کرنا اور سوم بغیر دلی رغبت کے خرچ کرنا۔ اس طرح اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ نماز میں سستی کرنا ہے، دوسرے یہ کہ نماز میں جو شخص سستی کرتا ہے اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔"[۱]

اس خط کے آخر میں لکھتے ہیں:

"نماز کے متعلق اس وقت انیس آیات لکھی گئی ہیں۔ اس کے بعد دل چاہتا تھا کہ کچھ احادیث بھی لکھوں اور صحابہ کرامؓ کے کچھ واقعات بھی لکھوں، جس سے معلوم ہو کہ وہ حضرات کیسا اہتمام نماز کے لیے کرتے تھے؟ مگر اب سر دست اپنی اس خواہش کو بہ خیالِ طول مؤخر کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تیسری جلد کے شروع میں اچھی نماز پڑھنے کا طریقہ اور نماز میں حسن و جمال پیدا کرنے کی تدبیر قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ سے اخذ کرکے لکھوں گا اور اس کے ساتھ کچھ احادیث و آثار بھی مذکور ہوں گے، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔"[۲]

تیسرا خط جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء کا لکھا ہوا ہے۔ خط کی تمہید میں مضمون کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے مولانا لکھنوی لکھتے ہیں:

"پیش تر کے دونوں خطوط میں وعدہ تھا کہ ان شاء اللہ! اچھی نماز پڑھنے کا طریقہ قرآن کریم سے ہدیۂ احباب کیا جائے گا، لہٰذا اس وقت اس وعدے کے پورا کرنے کا ارادہ ہے۔ اگرچہ یہ مضمون میرے حوصلے سے بالاتر ہے، اس لیے بار بار ارادہ کرنے پر بھی ہمّت نہیں ہوتی، ہاں! اگر لُطفِ خدا پیش نہد گامے چند — خط میں دو

[۱] محولہ بالا، صفحہ ۸۸

[۲] محولہ بالا، صفحہ ۹۰

چیزیں بیان کرنے کی ہیں، اول: نماز کی حقیقت کہ جس سے معلوم ہو کہ اچھی نماز کس کو کہتے ہیں؟ دوم: اس حقیقت کے حاصل کرنے کا طریقہ، جس سے معلوم ہو کہ اچھی نماز پڑھنے کی تدبیر یہ ہے۔"[۱]

اس خط میں مولانا محمد عبدالشکورؒ لکھنوی نے نماز سے متعلق چھ مزید آیات پیش فرمائی ہیں، اور ان کی تشریح میں نہایت بلند عارفانہ اور باطنی و روحانی نکات بیان فرمائے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں:

"عربی لغت میں لفظ "صلوٰۃ" بہ معنی دعا ہے اور اصل لغت میں اس لفظ کے معنی سرین ہلانے کے ہیں۔ سرین ہلانا بے چینی اور بے قراری سے کنایہ ہے۔ اس خاص عبادت کو "صلوٰۃ" کہنا صاف بتلا رہا ہے کہ اس عبادت کی اصل حقیقت بے چینی و بے قراری ہے۔ نماز کی صورت و شکل بھی یہ ظاہر کر رہی ہے کہ بندہ اپنے مالک کے سامنے اپنی عاجزی و نیاز مندی کی نذر پیش کر رہا ہے اور اس وقت اس کی حالت ایک مرغ بسمل کی سی ہے، کبھی ہاتھ باندھے کھڑا ہے، کبھی جھک گیا ہے، پھر کھڑا ہو گیا، پھر پیشانی کے بل زمین پر گر گیا، پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا، پھر گر گیا، غرض یہ کہ کسی حالت پر بھی اس کو چین و قرار نہیں۔"[۲]

[۳] آزمائشوں اور مصائب پر صبر و استقامت

مولانا محمد عبدالشکورؒ لکھنوی کی بھرپور علمی، تحریکی اور مناظرانہ کاوشوں اور اسفار کی کثرت کے باعث ایسا لگتا ہے کہ ان کی پوری زندگی نہایت آسودگی اور اطمینان سے عبارت ہوگی، لیکن ان کے خطوط کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مسلسل آزمائشوں سے دوچار اور پریشانیوں سے گراں بار رہے ہیں۔ انسان خود پر آنے والی تکالیف کو تو کسی نہ کسی طرح برداشت کر ہی لیتا ہے، لیکن اپنی اولادوں اور اقارب کے ذریعے سے ملنے والی تکالیف اس کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتی ہیں۔ احباب و متعلقین کے نام اکثر خطوط میں کسی صاحبزادے، صاحبزادی یا کسی قریبی عزیز کی علالت یا انتقال کی خبر ملتی ہے۔ حافظ عبد

[۱] محولہ بالا، صفحہ ۹۱
[۲] محولہ بالا، صفحہ ۹۳

العزیز کی علالت،[۱] جو بالآخر ان کی وفات پر منتج ہوئی،[۲] مولانا حکیم عبد الغنی فاروقی کی بڑھی ہوئی علالت،[۳] اپنی بہو کی شدید علالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نور چشم مولوی حافظ عبد العزیز سلمہ کے گھر میں علالت بدستور ہے۔ لکھنؤ میں کوئی بڑا ڈاکٹر باقی نہیں جس کا علاج نہ ہوا ہو۔"[۴]

جب بہو کی حالت ذرا سنبھلی تو:

"نور چشمان مولوی محمد عبد المؤمن و عبد المہیمن کو شدید بخار میں مبتلا پایا۔"[۵]

مزید:

"خود میں بیمار رہا، تپ و لرزہ شدید آیا، پھر نور چشم مولوی عبد الغفور بیمار ہیں اور اب عبد المہیمن کی علالت ہے۔"[۶]

نیز:

"کل امروہہ سے نور چشم مولوی حافظ محمد عبد الاول کی سخت علالت کی خبر آئی، جس سے بہت تشویش ہوگئی۔"[۷]

اور پھر صرف علالت ہی نہیں بلکہ انتہائی چہیتی اور اکلوتی بیٹی جناب ماریۃ الزہراء [۱۳۳۴ھ - ۱۳۵۵ھ / ۱۹۱۵ء - ۱۹۳۶ء] کا صرف اکیس سال کی عمر میں انتقال کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ مولانا لکھنوی ان کے انتقال پر اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"۱۴ رمضان المبارک کو میں نے اپنی لڑکی کو، جو سب اولاد میں محبوب تر تھی، رحمتِ الٰہی کے سپرد کیا۔ دس ماہ ہوئے اس کا نکاح کیا تھا۔ بچہ پیدا ہونے کے سلسلے میں

[۱] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "شیخ فرید الدین سلطان پوری"، محولہ بالا، صفحہ ۳۳۰

[۲] محولہ بالا، صفحہ ۳۱۰

[۳] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "حاجی محمد اسمٰعیل انصاری و حاجی شکر اللہ انصاری"، محولہ بالا، صفحہ ۲۰۹۔

[۴] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "شیخ فرید الدین سلطان پوری"، محولہ بالا، صفحہ ۳۳۰

[۵] محولہ بالا، صفحہ ۳۳۱

[۶] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الٰہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۲۳۴

[۷] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "شیخ فرید الدین سلطان پوری"، محولہ بالا، صفحہ ۳۳۳

بیماری اور بیماری کا انجام موت ہوا۔"[۱]

اپنے کم سن صاحبزادے کے انتقال پر اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب سب سے پہلے لڑکے میاں عبدالرؤف کا انتقال ہوا، جس کی عمر پانچ سال کے قریب تھی، تو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس صدمے کی کیفیت کا اندازہ بھی اب میں نہیں کر سکتا۔"[۲]

اپنی رفیقہ حیات اور پارسا زوجہ کی جدائی کا صدمہ بھی مولانا لکھنوی نے سہا، جن کا نثری مرثیہ بھی ان کے غم آگیں قلم سے اسی مجموعے میں شامل ہے۔[۳] پھر چھوٹی پوتی کا بہ عارضہ چیچک انتقال،[۴] الغرض مولانا لکھنوی کی پوری زندگی اہلِ خانہ اور قریبی عزیزوں کی علالتوں اور انتقال کے صدمات سے مسلسل دوچار رہی ہے۔ اس نوعیت کے ایک آدھ صدمات ہی سے آدمی کو سنبھلنے میں اچھا خاصا وقت لگ جاتا ہے، چہ جائیکہ ان کا تسلسل۔ مزید حیرت کا موجب یہ امر ہے کہ ان تمام ذہنی پریشانیوں اور صدمات کے باوصف مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی اپنے معمولات اور علمی، اصلاحی، تصنیفی و تحریکی سرگرمیوں میں ایک آسودہ حال اور پریشانیوں سے محفوظ شخص سے زیادہ مستعد نظر آتے ہیں۔ ایک خط میں خود پر آنے والے مصائب اور ان کے نزول کی وجوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس فقیر کے حوادث پر نظر ڈالیے تو شاید باعث تسکین ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان حوادث کو دنیا میں اس لیے رکھا ہے کہ دنیا سے دل برداشتہ ہو۔"[۵]

اور ان حالات پر ایک بندۂ مومن کو کس طرح صبر پر قانع اور راضی بہ رضا رہنا چاہیے،

---

[۱] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "محدث جلیل علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی"، محولہ بالا، صفحات ۱۷۲ - ۱۷۳

[۲] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الٰہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۲۸۲

[۳] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "داستانِ غم یا شامِ غریباں: برائے اہل خاندان و عامۃ المسلمین"، محولہ بالا، صفحات ۳۵۶ - ۳۶۴

[۴] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "جناب سید معشوق علی سلطان پوری ایڈووکیٹ"، محولہ بالا، صفحہ ۲۲۵

[۵] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "محدث جلیل علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی"، محولہ بالا، صفحہ ۱۸۰

مولانا لکھنوی لکھتے ہیں:

"حالات غم میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں مخفی ہوتی ہیں۔ ہم بندے کا کام صبر کرنا اور رضاے الٰہی پر ہر حال میں خوش رہنا ہے۔"[۱]

[۴] کام کی دھن اور لگن

نصرتِ اہلِ سُنت اور مدحِ صحابہؓ مولانا محمد عبدالشکورؒ لکھنوی کی زندگی کا جلی عنوان ہے۔ مولانا ان اعتقادات اور مسائل میں اہل سُنت و جماعت کے عقائد و افکار سے متخالف نقطۂ نظر رکھنے، لکھنے اور بولنے والوں پر بڑی بیدار نظر رکھتے تھے۔ اس باب میں ان کا طریق نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کتاب کے جواب میں کتاب، تقریر کے جواب میں تقریر، مناظرے کے جواب میں مناظرہ، مشاعرے کے جواب میں مشاعرہ اور تحریک کے جواب میں تحریک، غرض جس سطح کی کارروائی ہو اسی سطح کا جواب پیش کرنے کا تھا۔ علامہ خود تو لکھتے ہی تھے، اپنے سے وابستہ دیگر اصحابِ علم کو بھی وقتاً فوقتاً ترغیب دیا کرتے تھے، کبھی کبھی مولانا کی یہ ترغیبات بادی النظر میں "ضد" محسوس ہونے لگتی تھیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا پر اپنے کام کی دھن اور مشن کا جذبہ اس قدر حاوی تھا کہ وہ اس کے لیے بالکل بے نفس ہو گئے تھے، بالفاظ دیگر اپنے کام کی لگن کے روبہ رو ان کی ذات بے معنی ہو کر رہ گئی تھی۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کو بعض رسائل کی تکمیل کے لیے مولانا لکھنوی کافی عرصے سے بہ ذریعہ خطوط متوجہ فرما رہے تھے۔ مولانا اعظمی کی طرف سے تاخیر پر جب معذرت کی درخواست پیش کی گئی تو مولانا لکھنوی نے ان کے نام خط میں لکھا:

"معاف کرنے کے متعلق لکھ کر آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں، میں ایسا کب ہوں کہ آپ سے ناراض ہو سکتا ہوں اور آپ اس ناراضی کو کچھ اہمیت دیں۔"[۲]

[۵] معمولات کی پابندی

اوقات کی حفاظت اور معمولات کی پابندی عُلما و صوفیہ کی امتیازی خصوصیت ہے۔

---

[۱] مولانا محمد عبدالشکورؒ لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۳۱۱

[۲] مولانا محمد عبدالشکورؒ لکھنوی، مکتوب بہ نام "محدث جلیل علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی"، محولہ بالا، صفحہ ۱۶۵

اس پابندی کے باعث بڑے بڑے مہمات مسائل اور ضخیم مجلدات پر مشتمل متنوع تصنیفی و تالیفی کام، جو پورے پورے اداروں اور اکادمیوں کے کرنے کے ہوتے ہیں، ہماری تاریخ میں، فرد واحد نے دیگر مصروفیات کے ساتھ، بہ خوبی انجام دیا ہے۔ مولانا عبدالشکورؒ لکھنوی کی انتہائی مصروف زندگی کے ساتھ جب ان کی تصانیف، تراجم، رسالے اور پھر اخبار کی ادارت کا جائزہ لیا جاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ ایک فرد نے پے بہ پے اسفار، مناظروں اور تحریکوں کے باوصف تصنیف و تراجم کا اتنا بڑا دفتر کیسے تیار کر لیا؟ اس کی جو توجیہہ مولانا کے حالات زندگی اور مکتوبات کے مطالعے سے سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ مولانا ایک ذمے دار عالم اور باعمل نقش بندی صوفی تھے۔ صوفیہ کے یہاں اوقات کی رعایت اور معمولات کی پابندی "ضروریات" میں داخل سمجھی جاتی ہے، اس لیے مولانا لکھنوی کی زندگی میں اس پابندی کا پورا پورا اہتمام تھا۔ وہ خود تو معمولات کے حد درجے پابند تھے ہی، اپنے متعلقین اور مسترشدین کو بھی اسی کی تلقین فرماتے تھے، ایک خط میں نصیحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اپنے شبانہ روز کے اوقات کی تقسیم اور اس تقسیم کی سختی سے پابندی ضروری ہے۔ علامہ روم فرماتے ہیں:

صوفی ابن الوقت آمدے اے پسر!

اور حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ یہ ادنیٰ درجہ ہی اعلیٰ درجہ ہے کہ:

"الصوفی أبوالوقت"۔"[1]

ایک مکتوب میں اوقات کی پابندی نہ کرنے اور آج کے کام کو کل پر مؤخر کرنے والوں پر وعید بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدیث شریف میں ہے: هلك المسوفون، حضرت امام ربانی اس کا ترجمہ مکتوباتِ قدسیہ میں لکھتے ہیں: ہلاک شدند سوف أفعل گویندگان۔ "سوف أفعل" کے معنی "عنقریب اس کام کو کرلوں گا" کے ہیں۔"[2]

---

[1] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۲۹۴

[2] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۲۶۶

[٦] مجادلہ حسنہ کا اظہار

قرآن مجید نے، مخصوص قیود و حدود اور شرائط کے ساتھ، "مجادلہ حسنہ" کو داعی کی صفات میں سے ایک صفت قرار دیا ہے۔ دین حق اور اس کی تشریح و تعبیر کو جس طرح حکمت و موعظت کے ساتھ پیش کیا جانا ضروری ہے، ٹھیک اسی طرح دلائل و براہین اور حجّت و استدلال کی راہ سے دین اور دینی عقائد پر اٹھائے جانے والے اعتراضات اور درپیش شبہات کا جواب دینا بھی دین کا ایک اہم فریضہ ہے:

"اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ." [١٦:١٢٥]

"[اے پیغمبر!] لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمھارا رب اُسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جاهدوا المشركين بأيديكم وألسنتكم وأموالكم."[1]

"مشرکین سے اپنے ہاتھوں، اپنی زبانوں اور اپنے مالوں سے جہاد کرو۔"

کتاب و سُنت کی ان ہی تاکیدات کے باعث امت مسلمہ کے ہر عہد میں متکلمین و مناظرین کی ایک جماعت مستقل طور پر یہی فریضہ انجام دیتی رہی ہے۔ مکتبِ تشیع سے وابستہ ایک فرد نے مولانا لکھنوی سے یہ چبھتا ہوا سوال کیا کہ:

"مذہبی بحث ایک لچر چیز ہے اور سنا ہے آپ کو اس سے بہت دل چسپی ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی ماہر علم و فن اس میں شوق سے حصہ لیتا ہو؟"

مولانا لکھنوی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"معروض ہے کہ مذہبی بحث سے اگر اس کے اصلی اور صحیح معنی مراد ہیں، یعنی حق کی

---

[1] امام سُلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، رقم ۲۵۰۴

حقیت اور باطل کے بطلان کا بہ طریقِ موعظتِ حسنہ ظاہر کرنا، تو بے شک مجھے اس میں دل چسپی ہے، یعنی میں اس کو ایک بڑی عمدہ خدمت دینِ متین کی سمجھتا ہوں، خصوصاً جب کہ دینِ حق پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور اہلِ باطل خواہ مخواہ اہلِ حق کو بہکانے اور فریب دینے میں اپنی پوری طاقت خرچ کر رہے ہوں۔ میں مذہبی بحث کو بہ معنی مذکور فرضِ کفایہ جانتا ہوں اور میرا ناقص خیال یہ ہے کہ ہر زمانے کے عُلما و صلحا نے اس خدمت کو اپنے اپنے حوصلے کے موافق انجام دیا ہے اور تمام انبیائے کرام علٰی نبینا علیہم السّلام اس مذہبی بحث کے لیے دنیا میں تشریف لائے اور تمام عمر یہی کام کرتے رہے۔ قرآن عظیم میں اسی بحث کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے زریں الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کا حکم ایک بڑے پیمانے پر دیا گیا ہے اور احادیث کریمہ میں اس مذہبی بحث کے بڑے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں اور اس مذہبی بحث میں حصہ نہ لینے والے کو ''بے ایمان''، ''شیطان'' اور آخر میں ''گونگا شیطان'' کا بدترین لقب عنایت ہوا ہے۔ میرا خیال ہے مذہبی بحث کو بہ معنی مذکور تو کوئی مُسلمان ہی کیا کوئی اہلِ مذہب بلکہ کوئی ذی عقل بھی غیر محمود نہیں سمجھے گا اور غالباً آپ کی مراد بھی یہ نہ ہوگی۔ اگر مذہبی بحث سے گالی گلوچ اور تو تو میں میں مراد ہے تو خدا شاہد ہے کہ میں بہ ہزار جان متنفر اور بیزار ہوں اور بے شک بہ قول آپ کے وہ ایک لچر چیز ہے۔''[۱]

چونکہ مولانا لکھنوی کی زندگی کا بھی ایک بڑا حصہ مُختلف ادیان و فرق کے علمی نمائندوں سے مکالمے اور مناظروں میں بسر ہوا ہے، لہٰذا متذکرہ اقتباس سے مولانا لکھنوی کی مناظرانہ مساعی کا پورا پس منظر اور مقصد سامنے آجاتا ہے۔ مولانا لکھنوی کے اکثر مناظروں کی رودادیں ان کی زندگی میں ہی شائع ہو کر مقبول ہو چکی تھیں۔ ''مکتوبات امامِ اہلِ سُنت'' میں بھی کئی خطوط مسیحی اور اہلِ تشیع کے علمی نمائندوں سے مناظرانہ مکالموں پر مشتمل ہیں۔ ان مراسلات میں اصولی اختلافات کی دو ٹوک نشان دہی کے باوجود فریقین کا ایک دوسرے سے تخاطب اتنا شائستہ ہے کہ واقعی اسے پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ احقاقِ حق کی علمی

[۱] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام ''جناب سبط حسن''، محولہ بالا، صفحہ ۳۹۱ - ۳۹۲

کوشش ہے۔ اہل تشیع سے وابستہ ایک فرد کے سوالات کے مفصل جوابات تحریر فرما کر مولانا لکھنوی آخر میں لکھتے ہیں:

"معاف کیجیے گا! اگر کوئی بات خلافِ مزاج میرے قلم سے نکل گئی ہو۔ آپ کی منصفانہ طبیعت اور سلامتِ فہم نے مجھے اس تحریر کی ہمّت دلائی۔"[۱]

مولانا لکھنوی بالعموم اپنے مخالف مخاطبین کو بھی ان کے حلقے میں مروجہ القابات کی رعایت سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

مثلاً ایک مقام پر ایک شیعہ عالم کا نام اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"مناظرۂ امروہہ میں شیعہ مناظر جناب صدر الافاضل مولوی سیّد سبط حسن۔"[۲]

ایک اور مقام پر ایک شیعہ عالم کا نام اس طرح لکھتے ہیں:

"آخر میں ان کے مجتہد اعظم مولوی سید محمد نے، جن کو شاہ اودھ نے "سلطان العلماء" کا خطاب دیا تھا۔"[۳]

اسی طرح مسیحی مبلغ قسیس جان قلندر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے "اثباتِ نبوت" پر تحریری مکالمہ جہاں مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی کی مناظرانہ حذاقت اور مُسلم مسیحی اختلافی اُمور پر گہری نظر پر دلالت کرتا ہے، وہیں شائستہ، سلجھی ہوئی اور باہمی احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی مراسلت بحث کی افادیت کو بڑھا دیتی ہے اور اس کے ابلاغ کے دائرے کو وسیع کر دیتی ہے۔[۴]

[۷] دینی حمیت

دین حق کی نشر و اشاعت جہاں اپنے اندر دعوتی حسن سلوک کی داعی ہے، وہیں یہ اس حق

---

[۱] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "حکیم سید شبیر حسن بہاری، بہرائچ"، محولہ بالا، صفحہ ۱۴۰

[۲] محولہ بالا، صفحہ ۱۳۹

[۳] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی"، محولہ بالا، صفحات ۱۲۶ - ۱۲۷

[۴] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، خطوط بہ نام "جناب قسیس جان قلندر، مبلغ مذہب مسیحی"، محولہ بالا، صفحات ۳۷۵ - ۳۸۸

کی راہ میں حائل رکاوٹوں کے بالمقابل غیرت اور حمیت سے بھی عبارت ہے۔ حمیت، جارحیت محض نہیں ہے بلکہ دفاعِ دین کی اعلیٰ ترین کوشش ہے۔ جہاد و قتال اسی حمیت ایمانی اور غیرت دینی کا منتہائی اظہار ہے۔

مولانا محمد عبد الشکورؒ لکھنوی کی زندگی اور مساعی دعوت و حمیت کے اس حسن امتزاج کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ لکھنؤ کے تشیع زدہ ماحول میں مولانا لکھنوی نے جس علمی اسلوب میں صحابہ کرامؓ کا دفاع کیا ہے، اس نے معاندین اور مخالفین کو بھی اعتراف حق پر مجبور کر دیا تھا:

''لکھنؤ کے اہل تشیع بھی، سخت مخالفت کے باوجود، مولانا محمد عبد الشکورؒ صاحب کے علم و فضل کی بہت تعریف کرتے تھے''۔[۱]

ہمارا معاصر سیاسی مزاج یہ بن گیا ہے کہ اقتدار کے حصول کی خاطر عقیدہ اور مسلک سب بے معنی ہو کر رہ گیا ہے، اہل دنیا کا کیا رونا یہی رویہ اب، الا ماشاء اللہ اہل دین کا بھی مزاج بنتا جا رہا ہے۔ مولانا محمد عبد الشکورؒ لکھنوی کی دینی حمیت اور عزت ان امور سے بھی ابا کرتی تھی۔ آپ کے زمانے میں کسی الیکشن میں کوئی سیاسی رہنما ووٹ کی خاطر اہل تشیع کے پاس گئے تو مولانا لکھنوی کی غیور طبیعت اور باحمیت مزاج کو یہ امر سخت ناگوار محسوس ہوا۔[۲] مولانا لکھنوی ایک خط میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اُن صاحب کی ناکامی کا مجھے بالکل ملال نہیں ہوا اور نہ آپ ملال کیجیے۔ انھوں نے باتیں بھی ایسی ہی کی ہیں۔ باوجود میرے منع کرنے کے اعدائے قرآن کے پاس ووٹ مانگنے گئے''۔[۳]

[۸] پیرانِ عظام اور سلسلۂ شیوخ سے محبّت اور عقیدت

مولانا محمد عبد الشکورؒ لکھنوی کے والد سید ناظر علی ایک خدا رسیدہ اور فقیر منش بزرگ تھے، وہ مولانا سیّد شاہ عبد السّلام ہنسوی [۱۲۳۳ھ - ۱۲۹۸ھ / ۱۸۱۸ء - ۱۸۸۱ء]

[۱] ڈاکٹر محمد ایوب قادری [مرتب]، ''علمائے لکھنؤ کی بھولی بسری باتیں''، مشمولہ ماہ نامہ ''سرحد'' [کراچی]، جلد ۱، شمارہ ۱، فروری ۱۹۷۴ء، صفحہ ۵۳۔

[۲] تفصیل کے لیے دیکھیے: پروفیسر محمد عبد الحیٔ فاروقی، محولہ بالا، صفحہ ۲۲۰ - ۳۶۵

[۳] مولانا محمد عبد الشکورؒ لکھنوی، مکتوب بہ نام ''شیخ فرید الدین سلطان پوری''، محولہ بالا، صفحہ ۳۲۹

سے اجازت یافتہ تھے۔ مولانا لکھنوی کے استاذ مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی بھی ایک ماہر مدرس ہونے کے ساتھ ایک باصفا صوفی اور شیخ موسیٰ جی ترکیسری [۱۲۵۴ - ۱۳۰۹ھ / ۱۸۳۸ء - ۱۸۹۱ء] کے خلیفہ تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی صحبت نے مولانا لکھنوی کے قلب کی زمین کو سلوک و عرفان کی آبیاری کے لیے تیار کر دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں وہ بالآخر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عالی قدر شیخ مولانا شاہ عبداللہ ابو احمد مجددی بھوپالی سے بیعت ہوئے، ان ہی سے خلافت بھی حاصل ہوئی۔[۱]

بزرگوں سے والہانہ تعلق اور محبّت اس حد تک آپ کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھی کہ آپ اپنے ایک مرید کو دعا دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی غلامی کا طوق تمھاری گردن میں رکھے، آمین، ثم آمین، ثم آمین۔"[۲]

اس بات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ جب مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی کو اپنے مشائخ کے سلسلے کے اکابر سے غایت درجے محبّت تھی تو اپنے شیخ و مرشد جن کے ہاتھوں میں انھوں نے اپنا ہاتھ دیا تھا، ان سے عشق و تعلق کا کیا عالم ہوگا؟! غایتِ ادب کی وجہ سے وہ اپنے شیخ کا نام نہیں لیتے تھے۔ ادب کا یہی رویہ آپ نے شیخ کی اولاد کے ساتھ بھی تازندگی روا رکھا۔ ایک مرتبہ آپ کے شیخ ایسے بیمار ہوئے کہ صحت اور زندگی سے مایوسی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس وقت مولانا لکھنوی کے گھر میں ان کے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالمؤمن فاروقی شدید علیل تھے، لیکن شیخ کی محبّت اولاد کی محبّت پر غالب تھی، اس وقت کی بے

[۱] ان تینوں بزرگوں کے خود پر پڑنے والے اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے تین بلند پایہ بزرگوں کی صحبت عطا فرمائی اور تینوں کا سلسلہ حضرت مولانا شاہ غلام علی صاحب قدس سرہٗ سے ہے۔ اول والدی الماجد رحمۃ اللہ علیہ، دوم حضرت مولانا سید محمد عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سوم حضرت ولی مرشد وسیلتنا الی اللہ الصمد حضرت مولانا شاہ عبداللہ ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ، بیعت صرف ان ہی سے تھی۔" [مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، شجرۂ طیبہ، لکھنؤ ۱۹۴۵ء، صفحہ ۳۳]

[۲] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۲۹۱

چینی ایک خط سے ظاہر ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس درمیان میں حضرت صاحبزادے صاحب دامت برکاتہم کی سخت علالت کی خبر نے عبدالمؤمن کی علالت کو گویا فراموش کرادیا۔ اگرچہ تار اور خطوط میں فی الجملہ افاقے کی خبر ہے، مگر طبیعت میری بہت پریشان ہے۔ آج مشتاق علی خان کو بھوپال بھیجا ہے۔ میں خود جاتا، مگر یہاں کے جدید حالات کی وجہ سے نہ جاسکا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک سائے کو ہم خدام کے سروں پر قائم رکھے، بڑا سہارا ہے، ارحم الراحمین رحم فرمادے۔"[۱]

صرف شیخ ہی نہیں بلکہ پورے سلسلہ مجددیہ کے مشائخ کی محبّت اور عقیدت مولانا مُحمد عبدالشکور لکھنوی کا احاطہ کیے ہوئے تھی، بالخصوص حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی محبت، "مکتوبات امام ربانی" کے مطالعے کی رغبت، جن کی عبارات بچپن ہی سے سنائی اور مفاہیم سمجھائے گئے، جن میں سے بقول خود: "بعض اب تک قلب پر نقش ہیں"۔ مولانا مُحمد عبدالشکور لکھنوی "مکتوباتِ امام ربانی" کو اپنے درد کا مداوا سمجھتے تھے، اس کی عبارات کو اپنی کسی بات یا مؤقف کی تائید میں استناداً پیش فرماتے تھے۔ "مکتوباتِ امام ربانی" کے علاوہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی [۱۱۵۸ھ - ۱۲۴۰ھ / ۱۷۴۵ء - ۱۸۲۴ء] کی ایک کتاب کی فوراً واپسی کا تقاضا فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "اکثر اوقات میری بے چینی کو اسی سے سکون ہوتا ہے۔"[۲]

یہاں تک کہ ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کو بھی باعثِ خیر و برکت سمجھتے تھے، ایک خط میں لکھتے ہیں:

"سفر کامیاب رہا، جاتے وقت حضرت امام ربانی اور حضرات پیرانِ طریقت کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لیے سرہند اُتر گیا تھا، ان ہی حضرات کی برکات سے یہ سفر اس طرح ختم ہوا۔ فللہ الحمد علی ذلك۔"[۳]

---

[۱] محولہ بالا، صفحہ ۲۷۱

[۲] محولہ بالا، صفحہ ۲۵۶

[۳] محولہ بالا، صفحہ ۲۷۳

[۹] سالکین کی صوفیانہ تربیت

مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ متوسلین کی معتد بہ تعداد نے اپنے باطن کی اصلاح کے لیے ان کی طرف رجوع کیا۔ مریدین کے نام لکھے گئے خطوط سے آپ کے مربیانہ مقام اور سلوک میں رسوخ کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے سلسلے، یعنی نقشبندیہ، کے کامل ہونے کا پورا یقین تھا۔ آپ ایک بااصول لیکن انتہائی مشفق شیخ تھے، جس کی وجہ سے مریدین کے دل میں آپ کی محبّت گھر کیے ہوئے تھی، آپ کو نہ صرف اپنے مریدین کی محبّت کا پورا پورا احساس تھا، بلکہ آپ اس کے نہایت قدر دان بھی تھے۔ اپنے ایک مرید کے نام خط میں لکھتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اور حضرت شاہِ نقش بند فرما چکے ہیں: "در طریق ما محرومی نیست" [یعنی ہمارے طریقے میں محرومی کا نام نہیں]۔ بے شک آپ کے گھر میں اس حقیر اور متعلقین کے ساتھ محبّت وبغایت عنایت رہی ہے اور ہے۔ اس چیز کا مجھے خوب احساس ہے۔"[۱]

مولانا لکھنوی اپنے مریدوں کو باقاعدہ اسباق سلوک کی تعلیم دیتے اور انھیں منازل سلوک طے کرواتے۔ "مکتوبات امام اہلِ سُنت" کے مطالعے سے ان کے صوفیانہ طریق و مسلک کی درج ذیل صفات اور خصوصیات ظاہر ہوتی ہیں:

[۱] سلوک کا حاصل یہ ہے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز مقصود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو شرک سے نفرت ہے، لا الہ إلا اللہ کا مطلب یہی ہے کہ: لا مقصود إلا اللہ۔[۲]

[۲] "مکتوبات امام ربانی" بہ طور نصاب، بالفاظ دیگر عرفانی احوال کو سمجھنے اور سلوکی مسائل کو حل کرنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات ہی سے استناد اور اسی کی روشنی میں اصلاح کی جائے۔[۳]

---

[۱] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "سیّد معشوق علی سلطان پوری، ایڈوکیٹ"، محولہ بالا، صفحہ ۲۲۵

[۲] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الٰہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۲۵۹

[۳] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "احباب و متوسلین"، محولہ بالا، صفحہ ۶۰

[۳] ذکر پر مداومت،[1] اس لیے کہ بغیر کثرتِ ذکر کے ماسویٰ سے نسیان نہیں ہوتا اور بغیر نسیانِ ماسویٰ کے کام نہیں بنتا۔[2] ایک خط میں ذکر کا مفصل طریقہ مذکور ہے۔[3]

[۴] ذکر کے وقت تصورِ شیخ اکسیرِ اعظم ہے۔[4]

[۵] بے وضو رہنے سے احتراز۔[5]

[۶] عرفان و سلوک کی منازل میں ترقی اور صعود میں سالک و طالب کی محنت سے زیادہ اوپر کے پیرانِ طریقت کی برکت اور ان کے ساتھ محبّت کو دخل ہے۔[6]

[۷] صُحبت کے تاثیرات بے شمار ہیں۔ طریقۂ نقشبندیہ میں مدارِ ترقی صُحبت پر ہے۔[7]

[۸] جب بھی کسی قسم کی کوئی پریشانی پیش آئے تو ختمِ خواجگان و ختمِ حضرت مجدد پڑھ کر دعا مانگنا چاہیے اور پانی دم کر کے وہی پانی پلانا چاہیے کہ وہ "اکسیرِ اعظم" ہے۔[8]

[۹] بزرگوں کی غلامی کا طوق گلے میں رہے۔[9]

[۱۰] بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے سفر کے لیے جانا باعث برکت ہے۔

ایک خط میں لکھتے ہیں:

"سفر کامیاب رہا، جاتے وقت حضرت امام ربانی اور حضرات پیرانِ طریقت کے مزاراتِ متبرکہ کی زیارت کے لیے سرہند اُتر گیا تھا، ان ہی حضرات کی برکات سے یہ سفر اس طرح ختم ہوا، فللّٰه الحمد علی ذلك۔"[10]

---

[1] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۲۵۴

[2] محولہ بالا، صفحہ ۲۸۱

[3] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حکیم عبد الغنی فاروقی"، محولہ بالا، صفحات ۲۶۹ - ۲۷۱

[4] محولہ بالا، صفحہ ۲۷۱

[5] مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الہ آبادی"، محولہ بالا، صفحہ ۲۵۴

[6] محولہ بالا، صفحہ ۲۵۵

[7] محولہ بالا، صفحہ ۲۶۴

[8] محولہ بالا، صفحہ ۲۹۱

[9] محولہ بالا

[10] محولہ بالا، صفحہ ۲۷۳

[۱۰] اسلوبِ تحریر

مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی نے دینی علوم کی مختلف جہات کو اپنی تحریرات کا موضوع بنایا ہے۔ اس میں اگر ایک طرف تفسیر، حدیث، فقہ، کلام اور تصوف جیسے ادق علمی عنوانات شامل ہیں تو دوسری جانب صحافت اور سوانح نگاری جیسے ہلکے پھلکے اور عام فہم اندازِ تحریر کے متقاضی موضوعات بھی داخل ہیں۔ مشکل ترین کلامی اور مناظرانہ علمی مسائل کو شائستہ اور سلیس انداز میں قاری کے لیے لائق تفہیم بنا دینا مولانا لکھنوی کی تحریروں کا اختصاص ہے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ مولانا لکھنوی کی اکثر تصانیف کتابی شکل میں طبع ہونے سے پہلے "النجم" میں قسط وار شائع ہوتی تھیں۔ رسالے اور اخبار کے قارئین بالعموم عوام ہوتے ہیں، اس لیے قاموسی اور اصطلاحی اندازِ تحریر اس کے افادے کو محدود کر دیتا ہے۔ مولانا لکھنوی جس زمانے میں ان علمی موضوعات پر اپنے عام فہم اسلوب میں لکھ رہے تھے، چند ایک کو مستثنیٰ کر کے، اس عہد میں عُلما کی تحریریں ٹھیٹھ منطقی انداز اور صرفی و نحوی تراکیب سے گراں بار ہوا کرتی تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس زمانے میں عام فہم انداز میں لکھنا اصحابِ علم کی شان کے شایاں نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مولانا لکھنوی کا یہ رواں دواں اُسلوب کتابوں کے ساتھ ساتھ ان کے خطوط میں بھی جلوہ گر ہے۔ نماز کی ابتدا اور انتہا کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "نماز کی ابتدا اور انتہا میں شارع نے اپنی حکمتِ بالغہ سے کچھ ایسی بات رکھ دی ہے کہ خوابِ غفلت سے جگانے کے لیے تازیانۂ عبرت کا کام دے، مگر چشمِ بینا اور دلِ دانا کی ضرورت ہے، مثلاً نماز کی ابتدا میں شارع نے تکبیرِ تحریمہ رکھی ہے اور اس تکبیرِ تحریمہ کے لیے یہ پاکیزہ لفظ تجویز کیا: "الله أكبر"، یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ لفظ اللہ کی بڑائی سب پر بتلا کر نمازی کو بیدار کرنے اور ماسوی اللہ سے تعلقات کے خالی کرنے کی طرف ہدایت کر رہا ہے، اس لیے فطری بات ہے کہ جب انسان کسی بڑے کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کو چھوٹوں کی یاد بھی نہیں آتی۔ اس حالت میں ایک صاحبِ دل فرماتے ہیں۔

نہیں ممکن کہ خطرہ غیر کا دل میں کبھی آئے
کسی کی یاد میں سب کچھ بھلانا اس کو کہتے ہیں[۱]

ان عام فہم دعوتی اسالیب کے ساتھ ساتھ مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی کبھی کبھی انشاء پردازی بھی فرماتے تھے، ایسی انشاء پردازی جو حقیقت پر مبنی ہے، جسے محض خیال آفرینی کے نقلی رنگوں سے پُر نہ کیا گیا ہو۔ مولانا قاری محمد طیب قاسمی [سابق مہتمم دار العلوم دیوبند] کے نام ایک خط میں دیوبند اور اربابِ دیوبند بالخصوص مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کو ان فرشتہ خصلت مخلصوں کا اخلاص کچھ ایسا پسند آیا کہ ان کے فیوض و برکات اور علم و عمل کو دوام اور استمرار بخشا، یعنی تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں ولی اللٰہی ابر نیساں "نانوتہ" پر برسا جہاں کی خاک سے قدرت نے اسی جامعیت کی اہلیت کا حامل ایک "قاسم العلوم" پیدا فرمایا۔ وہاں سے جو ہلال طلوع ہو کر اُفقِ دہلی پر ضوفشاں ہوا تھا، وہ "بدرِ کامل" بن کر دیوبند میں چمکا، جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حنفی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات تھی۔ اس مجسمِ علم اور پیکرِ عقل نے، جو ولی اللٰہی خزانۂ علم کا امین تھا، دنیائے اسلام کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ چمنِ محمدی کا ہر شجر اندرونی معصیت و غفلت اور بیرونی شرک و کفر کے بادِ سموم سے پژمردہ ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ کوہِ وقار تڑپ گیا اور معاً میدانِ عمل میں گامزن ہوا۔"[۲]

[۱۱] ذوقِ شعر و سخن

لطیف مزاج آدمی طبیعی طور پر شعر و سخن کا دل دادہ ہوتا ہے۔ جمالیاتی احساس ہر انسان میں فطری طور پر موجود ہوتا ہے، شعری ذوق بنیادی طور پر اس احساس کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے۔ ذوقِ شعری ہی کی بدولت فہمِ لفظ اور ادراکِ معانی بھی عطا ہوتا ہے۔ مولانا لکھنوی کاکوری میں پیدا ہوئے۔ آپ اہلِ زبان تھے۔ آپ کے والد مولانا ناظر علی ناظر خود

[۱] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، "برائے عامۃ المسلمین متعلقہ نماز"، محولہ بالا، ۹۳

[۲] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی"، محولہ بالا، ۱۵۳

ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ مولانا لکھنوی کو عربی اور فارسی پر مکمل عبور حاصل تھا، تصوف، جو انسان کی لطافت کو اُبھارتا ہے، سے نظری اور عملی دونوں طرح کا اشتغال رکھتے، اتنی خوبیوں اور صفات کا حامل عالم کیسے ممکن ہے کہ ذوقِ شعری سے نابلد ہو۔ مولانا لکھنوی نے اپنی مُختلف تالیفات میں موقع و محل کی مناسبت سے اردو اور فارسی کے جو اشعار درج کیے انھیں پڑھ کر ان کے بلند شعری ذوق کا پتا چلتا ہے۔ ''مدحِ صحابہؓ'' پر مشاعروں کا انعقاد بھی، جو اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک مستقل اضافہ ہے، آپ کے لطیف شعری ذوق کا عکاس ہے، ان سب کے باوجود ان کے اپنے کہے ہوئے اشعار کہیں نہیں ملتے، جس سے نثر کی طرح فن شعر و نظم میں بھی آپ کے کمال کا اندازہ کیا جاسکے۔ البتہ اس میں ایک استثنٰی ہے اور وہ یہ کہ مولانا مُحمد عبدالشکور لکھنوی سیوان کا تبلیغی سفر فرمایا کرتے تھے، اہل سیوان آپ سے نہایت محبت اور تعلق کا اظہار فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ سفرِ سیوان سے واپسی پر آپ نے وہاں کے احباب اور عقیدت مندوں کے تعلق سے متاثر ہو کر فارسی میں چند اشعار کہے اور اُنھیں لکھ کر بھیجے تھے۔[۱]

[۱۲] دنیا سے بے رغبتی

کتاب و سُنت کی تعلیمات کے بہ موجب دنیا سے بہ قدرِ کفاف تمتُّع بندگی کا لازمہ ہے۔ جو شخص راہِ سلوک کا راہ نورد ہونے کا دم بھرتا ہو اور پھر دنیا اور اسباب و آسائش دنیا میں گلے گلے تک ڈوبا ہوا ہو، ایسا شخص اپنے دعوے میں سچا کہلا سکتا ہے اور نہ کبھی مراد کو پاسکتا ہے۔ ایسا شخص دنیا ہی کو مقصدِ حیات سمجھتے ہوئے موت سے گھبراتا ہے۔ مولانا مُحمد عبدالشکور لکھنوی قرآن و سُنت پر گہری نظر رکھنے والے باعمل عالم اور باصفا صوفی تھے، اس لیے وہ دنیا کی حقیقت اور اس سے تمتُّع کی حدود سے پوری طرح آگاہ تھے۔ وہ اپنے ایک خط میں ایسے لوگوں کے متعلق لکھتے ہیں:

''مبارک ہیں وہ لوگ جو اس دنیا کی حقیقت کو سمجھ گئے اور مرنے سے پہلے انھوں

---

[۱] اشعار کے لیے دیکھیے: مولانا مُحمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام ''حافظ مُحمد صدیق سیوانی''، محولہ بالا، صفحات ۲۰۳- ۲۰۴

نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔"[۱]

ایسا شخص موت سے بے خوف ہوتا ہے، اس لیے کہ ایسے شخص کے لیے موت دوست کی دوست سے ملاقات کا پل ہوتی ہے، مولانا لکھنوی ایک خط میں لکھتے ہیں:

"دنیا سے جانا سب کو ہے، مگر موت سے ڈرنا نہ چاہیے۔ ہاں! اپنے گناہوں کا خوف ضرور ہے، لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت اور بزرگانِ دین کے توسل کی برکت سے قوی امید ہوتی ہے۔"[۲]

انتقال کے بعد آپ نے ترکے میں بہت ہی کم سامان چھوڑا۔[۳]

آپ نے اپنی اہلیہ کے انتقال پر احباب کے نام جو تعزیتی مکتوب تحریر فرمایا تھا، اس کے آخر میں اپنی اولاد کے نام جو وصیت نامہ لکھا ہے، اس کا لفظ لفظ دنیا کی حقیقت واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ لکھتے ہیں:

"میں اپنی اولاد کو نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا کو اپنا گھر اور وطن نہ خیال کریں، دنیا کی زندگی کو حالت سفر سمجھتے رہیں، جو کام کریں صرف حق تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کریں۔ اپنی زندگی کا نصب العین دین اسلام کی خدمت کو قرار دیں اور کسبِ معاش کی فکر میں اپنا وقت بہت کم خرچ کریں۔ میں اپنے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اگر خدانہ خواستہ میری اولاد میں سے کسی کو میری نصیحت کے خلاف پائیں تو ان سے مواخذہ کریں۔ باقی سب کچھ حق تعالیٰ کے سپرد ہے۔"[۴]

حرفِ آخر

خطوط یوں تو کسی شخص کے ذاتی خیالات اور باطنی احساسات کے عکاس ہوتے ہیں، لیکن

---

[۱] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "محدث جلیل علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی"، محولہ بالا، ۱۷۹

[۲] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، مکتوب بہ نام "مولانا حافظ مغیث الدین احمد الٰہ آبادی"، محولہ بالا، ۳۰۶

[۳] ترکے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: پروفیسر محمد عبدالحیٰ فاروقی، امام اہل سُنّت حضرت علامہ محمد عبدالشکور لکھنوی: حیات و خدمات، محولہ بالا، صفحہ ۶۷۹

[۴] مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی، "داستانِ غم یاشامِ غریباں: برائے اہل خاندان و عامۃ المسلمین"، محولہ بالا، ۳۶۴

دینی اور علمی شخصیات کے قلم سے نکلے خطوط ان صفات کے ساتھ ساتھ اپنے عہد اور معاشرے کے پورے دینی، علمی، اور تاریخی منظر نامے کے بھی ترجمان ہوتے ہیں۔ مولانا مُحمد عبدالشکورؒ لکھنوی اپنے خطوط میں ایک بالغ نظر عالم و محقق، صاحبِ رشد شیخ، مشاق مناظر، مقبول مصنف اور صحافی ہونے کے ساتھ ایک نہایت عالی اخلاق اور دل بینا سے بہرہ مند ایک انسان بھی نظر آتے ہیں۔ ایک ایسے انسان جنھیں اپنے متعلقین کی مستقل فکر اور ان کی راحت رسانی کا مسلسل خیال رہتا ہے۔ تعلق مع اللہ اور معمولات کی پوری پابندی کے ساتھ اپنے وقت کو کارآمد بنانے کا استحضار اور متعلقین کو اس کی تلقین ان خطوط کی سطر سطر سے نمایاں ہیں۔ حساس ترین متکلمانہ موضوعات پر لکھتے ہوئے بالعموم قلم اور افکار کا جادۂ اعتدال پر قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے، لیکن مولانا مُحمد عبدالشکورؒ لکھنوی کا رہوارِ قلم نازک ترین مقامات پر بھی حسنِ اعتدال کا مظہر اور حساس ترین موضوعات میں بھی ادب آشنا رہتا ہے۔ ان کے افکار میں، اتفاق یا اختلاف سے قطع نظر، تمام تر تحقیقی ندرت کے باوجود مجمع علیہ اور مُتفقہ مسائل میں "انفرادیت" یا "تفرد" کا دور دور تک شائبہ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ الغرض یہ خطوط بیسویں صدی کے ہندستان کے دینی و علمی موضوعات اور اس عہد میں پیش آمدہ واقعات، نزاعی مسائل اور زیرِ بحث موضوعات کی مبسوط تاریخ فراہم کرتے ہیں۔

تاہم ابھی مزید خطوط کی دست یابی کا قوی امکان ہے۔ "مکتوباتِ امام اہلِ سُنت" کو اس سلسلے کا "نقشِ اولیں" یا "سنگِ میل" کہا جاسکتا ہے۔

اکابر و معاصرین
اور
عامۃ المسلمین کے نام

برائے عامۃ المسلمین متعلقہ نماز ☆

(۱)

دفتر النجم لکھنؤ
جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ
برادران من السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
یاد میکن گہ گہے ایں دفتر پارینہ را

اس وقت جو پیغام میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں یہ میرے نفس کا پیغام نہیں بلکہ یہ وہ پیغام ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوا ہے، یعنی یہ قرآن کریم کی چند آیتیں ہیں جن پر مُسلمانوں کی فلاح و بہبودی کا بہت کچھ انحصار ہے۔ آج سے تیرہ سو برس پہلے اقبال مندوں کا ایک طبقہ تھا (یعنی صحابہ کرامؓ) جن کے سامنے یہ کلام عرش بریں سے اترا تھا اور اس جماعت نے سنتے ہی اٰمَنَّا بِہٖ کی صدا بلند کی تھی اور ان کی یہ سعادت بھری آواز مالک کو اتنی پسند آئی کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر ان باعزت کلمات میں ہوا: اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ

☆ حضرت امام اہل سُنت لکھنویؒ نے ایک زمانے میں اپنا یہ معمول بنایا تھا کہ سال میں ایک مرتبہ نماز کی فرضیت، اہمیت اور افادیت سے مُسلمانوں کو باخبر کرنے کے لیے بہ شکل مکتوب ایک مضمون شائع کیا کرتے تھے، جسے لوگوں نے بہت مفید اور ضروری خیال کیا، چنانچہ آپ تین سال تک اپنے ماہنامہ النجم (دور جدید) لکھنؤ میں ہر سال ایک مکتوب نماز کے سلسلے میں تحریر فرما کر شائع کرتے رہے، اس طرح اس مفید سلسلے کے تین مکاتیب شائع ہوئے تھے۔ ان کی افادیت کے پیش نظر ہم بھی ان مکاتیب کو اس مجموعے میں شامل کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ مکاتیب کسی فرد واحد کے نام نہیں ہیں، بلکہ عامۃ المسلمین کے نام ہیں اس لیے ان کی افادیت بھی عام ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا [1] کاش آج آپ بھی ان آیتوں کو سن کر اسی طرح لبیک کہیں اور اپنی فرماں برداری کا جوہر دکھلا کر اپنے مالک کی رضامندی حاصل کریں۔

گر امروز گفتار ما نشنوی
مبادا کہ فردا پشیماں شوی

نماز اور اس کی حفاظت ایمان والوں پر ابدی ودائمی فرض ہے

(۱) فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۝

(النساء: ۱۰۳)

ترجمہ: پس نماز قائم کرو، بہ تحقیق نماز ایمان والوں پر لکھی ہوئی اور وقت مقرر کی ہوئی چیز ہے۔

كَانَتْ کا لفظ جو اس آیت میں ہے یہ بتا رہا ہے کہ نماز ایک دائمی فرض ہے، جس کی فرضیت ہر زمانے میں تھی اور ہر زمانے میں رہے گی۔ در مختار میں ہے کہ: ولم يخل عنها شريعة مرسل یعنی نماز سے کسی پیغمبر کی شریعت خالی نہ تھی۔

(۲) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۝

(البقرۃ: ۲۳۸)

ترجمہ: حفاظت کرو نمازوں کی اور (خاص کر) درمیانی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے سامنے ادب سے۔

درمیانی نماز اکثر مفسرین کے نزدیک عصر کی نماز ہے۔ نماز کی حفاظت کا حکم ایک عجیب معنی رکھتا ہے، حفظ کے معنی کسی چیز کو نگاہ میں رکھنے کے ہیں، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ نماز کا خیال رکھو اور نماز سے غفلت نہ ہونے پائے۔

ایمان کے بعد دین الٰہی کا پہلا سبق نماز ہے

قرآن مجید کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ہماری شریعت میں ہی نہیں بلکہ تمام

---

[1] ترجمہ: ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لے آئے۔ (آل عمران: ۱۹۳)

پیغمبروں کی شریعت میں ایمان کے بعد پہلا سبق نماز ہی ہے۔اس مقام پر اپنی شریعت کے مطابق یہ آیت لکھی جاتی ہے:

(۳) قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (ابراہیم:۳۱)

ترجمہ: اے نبی میرے ان بندوں سے، جو ایمان لا چکے ہیں کہہ دیجیے کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوستیاں ہوں گی۔

اس آیت سے علاوہ اس کے کہ دین الٰہی کا پہلا سبق ایمان کے بعد نماز ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول خدا ﷺ کی پاک تعلیم کی اصل بنیاد یہی تین چیزیں ہیں یعنی اول عقیدۂ توحید، دوم نماز اور سوم زکوٰۃ۔ان تین چیزوں کے سوا جس قدر چیزیں آپ ﷺ نے تعلیم فرمائیں وہ انہی کے تابع ہیں۔

نماز کی تاثیر اور خاصیتیں

نماز کی بڑی بڑی تاثیرات قرآن کریم میں مذکور ہیں۔یہاں صرف دو آیتیں لکھی جاتی ہیں:

(۵) اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت:۴۵)

ترجمہ: بہ تحقیق نماز روکتی ہے بے حیائی اور خلاف شریعت کام سے۔

ذرا غور سے دیکھیے، یہ کتنی بڑی خاصیت ہے، اس طرح معلوم ہوا کہ اگر ایک نماز کسی کی درست ہو جائے تو یہ تمام عیبوں اور تمام گناہوں سے بچانے اور پوری شریعت کا پابند بنانے کے لیے کافی ہے۔کیا اب بھی مسلمانوں کو نماز کی طرف توجہ نہ ہو گی اور کیا اب بھی وہ اپنی نماز کو باقاعدہ درست کرنے کی فکر نہ کریں گے؟

(٦) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

(البقرہ:۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! مدد مانگو صبر اور نماز کے ذریعے، بہ تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز حاجت روائی کا مقبول وسیلہ ہے۔رسول خدا ﷺ نے ایک

خاص نماز بھی "نماز حاجت" کے نام سے تعلیم فرمائی ہے۔ (دیکھو علم الفقہ جلد دوم)

یہ آیت قرآن مجید میں دو جگہ آئی ہے۔ایک مسلمانوں سے خطاب کر کے ارشاد ہوئی ہے جیسا کہ اوپر والی آیت سے ظاہر ہے اور دوسری جگہ بنی اسرائیل کے قصے میں آئی ہے۔معلوم ہوا کہ نماز کا وسیلہ وحاجت روا ہونا تمام نبیوں کی مُتفقہ شریعت ہے۔

ایمان حقیقی نمازیوں میں منحصر ہے

(۷) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۝ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (الانفال:۲ - ۴)

ترجمہ: مومن وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی کرے اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کریں جو لوگ نماز قائم کرنے والے ہوں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ وہ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہوں تو یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس درجات ہیں اور روزی ہے عزت والی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومن وہی لوگ ہیں جن میں یہ تین صفات ہوں: (۱) اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو (۲) قرآن مجید کے سننے سے ان کا نورِ ایمان ترقی کرے اور (۳) خدا کے سوا کسی اور چیز پر ان کا بھروسہ نہ ہو۔ان تین صفات میں نماز کے قائم کرنے والوں اور زکوٰۃ دینے والوں کو محدود کر دیا گیا ہے۔واقعی نماز کی ایک عجیب شان ہے۔

(۸) وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ۝ (الانعام:۹۳)

ترجمہ: اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی بھی حفاظت کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت پر اور آخرت پر جس کا ایمان ہوگا وہ نماز کی حفاظت میں

ہر گز کوتاہی نہ کرے گا۔

نمازیوں سے مالکِ عرش کے وعدے

(۹) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۝ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ۝ (اعلیٰ:۱۴۔۱۵)

ترجمہ: بہ تحقیق فلاح پا گیا وہ شخص جس نے پاکی حاصل کی اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔

فلاح کا لفظ ہر قسم کی نعمت کو شامل ہے۔

(۱۰) وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْھُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَلَاُدْخِلَنَّکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۝ (المائدہ:۱۲)

ترجمہ: اور اللہ نے فرمایا کہ بہ تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں بشرطیکہ تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو، ضرور ضرور میں تم سے تمہاری برائیاں مٹادوں گا اور ضرور ضرور تم کو باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

اہل ایمان ذرا غور سے دیکھیں کہ کتنا سستا سودا ہے، خدا کا بندے کے ساتھ ہونا کتنی بڑی دولت ہے اور یہ دولت صرف تین چیزوں کے عوض میں مل رہی ہے یعنی ایمان، نماز اور زکوٰۃ، یقیناً مفت ہے اور مفت ہے۔

قرآن کریم کا فیض نمازیوں کے لیے مخصوص ہے

(۱۱) الٓمّٓ ۝ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرۃ:۱۔۳)

ترجمہ: یہ کتاب ایسی ہے کہ کچھ شک اس میں نہیں، ہدایت ان ڈرانے والوں کے لیے ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

(۱۲) طٰسٓ ۝ تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ ھُدًی وَّ بُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُوْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۝

(لقمان:ا۔۴)

ترجمہ: یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی جو کہ ہدایت اور رحمت ہے ان نیک کاروں کے لیے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اکثر آیتوں میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے۔ در مختار میں ہے کہ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ۳۲ جگہ پر آیا ہے اس سے عُلماء نے زکوٰۃ کی اہمیت ثابت کی ہے۔

نماز قائم نہ کرنا مشرکوں اور کافروں کا کام ہے

(۱۴) وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۝ (الروم:۳۱)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت بنو۔

(۱۵) وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ۝

(المرسلات:۴۸)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو (یعنی نماز پڑھو) تو وہ رکوع نہیں کرتے (یعنی نماز نہیں پڑھتے) قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی نصیحت پر عمل نہ کرنا خدا اور رسول کے جھٹلانے والوں کا کام ہے۔

بے نمازیوں سے دوستی رکھنا اور ان کو دینی بھائی سمجھنا جائز نہیں

(۱۶) اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ۝ (المائدۃ:۵۵)

ترجمہ: تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایمان دار لوگ ہی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (خدا کے آگے) جھکنے والے ہیں۔

(۱۷) فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (التوبہ:۱۱)

ترجمہ: پس اگر وہ لوگ کفر اور شرک سے توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

پہلی آیت سے نمازیوں ہی میں دوستی کا انحصار اور دوسری آیت سے انہی میں دینی برادری کا انحصار ثابت ہوا، لہٰذا معلوم ہوا کہ بے نمازیوں سے دوستی یا دینی برادری کا برتاؤ جائز نہیں ہے۔

اپنے متعلقین اور بیوی بچوں کو نماز کی تاکید کرنا ہر شخص پر فرض ہے

(۱۸) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:۱۳۲)

ترجمہ: اے نبی! اپنے اہل کو نماز کا حکم دیجیے اور نماز کی پابندی میں جو مصیبت پیش آئے اس پر صبر کیجیے۔

یہاں اہل سے بیوی مراد ہوسکتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمام متعلقین مراد لیے جائیں۔

(۱۹) يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (لقمان:۱۷)

ترجمہ: اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو اور لوگوں کو اچھی بات کا حکم دو اور بری بات سے منع کرو اور جو مصیبت تمھیں پہنچے اس پر صبر کرو۔ بہ تحقیق یہ ہمت کے کام ہیں۔

یہ حضرت لقمان علیہ السّلام کی نصیحت ہے جو انھوں نے اپنے فرزند کو کی تھی، جس کو خدا نے ہم کو اس لیے سنایا ہے کہ ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے اور چھوٹی عمر میں اپنی اولاد کو نماز کا عادی بنانا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اپنے لڑکوں کو سات برس کی عُمر میں نماز کا حکم دو اور جب وہ دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کو مارو (یعنی سزا دو)۔

ایمان کے بعد سب سے زیادہ عزت و مدحت کی چیز نماز قائم کرنا اور لوگوں کو نمازی بنانا ہے

(۲۰) اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (الحج:۴۱)

ترجمہ: (یہ اصحاب مہاجرین) ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کو ہم زمین پر حکومت دیں گے تو یہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھی بات کا حکم دیں گے اور بری بات سے منع کریں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطنت و حکومت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے نشے میں بدمست ہو کر لوگوں نے بڑی بڑی بغاوتیں کی ہیں مگر حضرت محمد ﷺ کے اصحاب مہاجرین ایسے ہیں کہ حکومت و سلطنت کے مرتبے پر پہنچنے کے بعد بھی نماز و زکوٰۃ میں اسی طرح مشغول و سرگرم رہیں گے جس طرح کہ پہلے رہا کرتے تھے اور دین الٰہی کی ترویج میں اسی طرح کوشش کریں گے جس طرح پہلے کرتے تھے۔

(۲۱) تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: تم دیکھتے ہو ان (اصحاب محمد ﷺ کو) رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے اللہ سے بخشش اور رضامندی طلب کرتے ہوئے۔ نشانی (ان کے مقبول ہونے کی) ان کے چہروں سے نمودار ہے سجدے کے اثر سے۔ یہ حالت ان کی تورات میں (بھی بیان ہو چکی) ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نماز پڑھتے ہیں اور نماز سے ان کا مقصود سوا ہماری رضا و خوشنودی کے کچھ اور نہیں ہے اور ان کے مُخلصانہ سجدوں کے نور نے نہ صرف ان کے دلوں کو بلکہ ان کے چہروں کو بھی منور کر دیا ہے۔ خدا کو ان کی نمازیں اس قدر پسند ہیں کہ تورات میں، کہ جو ان کے وجود سے صدیوں پہلے کی کتاب ہے، ان کی ان نمازوں کی اور خود ان کی تعریف نازل فرمائی گئی ہے۔ لہٰذا اے اصحاب نبی (ﷺ)! تم کو یہ دولت خداداد مبارک ہو، طوبیٰ لکم ثم طوبیٰ لکم۔

(۲۲) كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝

(مریم:۵۵)

ترجمہ: وہ (اسمٰعیل علیہ السلام) اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

کفر کے بعد سب سے زیادہ ذلت و نفرت کی چیز بے نماز ہونا اور نماز سے روکنا ہے

(۲۳) وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً (الانفال:۳۵)

ترجمہ: اور نہیں تھی ان کی نماز کعبہ کے پاس مگر سیٹی بجانا اور تالی پیٹنا۔

اس آیت میں کفار مکہ کی مذمت بیان ہو رہی ہے کہ وہ اچھی نماز نہ پڑھتے تھے (بلکہ) نماز میں کھیل کود کی حرکتیں کرتے تھے، اسی طرح آج ہم شیعوں کو دیکھتے ہیں کہ اذان دیتے جاتے ہیں، حقہ پیتے جاتے ہیں اور کبھی سجدہ گاہ کی پتی اگر ہوا سے اڑ گئی تو نماز پڑھنے ہی میں اسے اٹھانے کے لیے دوڑے جاتے ہیں۔

(۲۴) فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (القیامۃ:۳۱۔۳۲)

ترجمہ: پھر اس نے (نبیؐ کی) تصدیق نہ کی اور نماز نہ پڑھی بلکہ (بجائے تصدیق کے) نبیؐ کی تکذیب کی اور (بجائے نماز پڑھنے کی نبی سے) منہ پھیرا۔

اس آیت میں کافر کی حالت اور اس کا عذاب بیان ہو رہا ہے اور اس کے دو جرم بیان کیے گئے ہیں:

(۱) ایمان نہ لانا اور (۲) نماز نہ پڑھنا۔ یہاں نماز نہ پڑھنے کو نبیؐ سے منہ پھیرنا فرمایا گیا ہے جیسا کہ تقابل سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد سب سے پہلا فریضہ نماز پڑھنا ہے۔ یا اللہ! ہم لوگوں کو نماز نہ پڑھنے کی بری عادت سے محفوظ رکھنا۔ بِفَضْلِكَ وَ كَرَمِكَ آمین۔

(۲۵) اَفَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔ (اقراء:۹۔۱۰)

ترجمہ: پس کیا تم نے دیکھا ہے اس شخص کو جو روکتا ہے ہمارے بندے کو نماز سے۔

اس آیت میں ابو جہل کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکتا تھا اور آگے کی آیتوں میں اس پر اس قدر غصے کا اظہار کیا ہے کہ آج بھی ان الفاظ کے پڑھتے ہی بدن کانپ جاتا ہے۔ فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنی ان حرکتوں سے باز نہیں آئے گا تو ہم اس کو پیشانی کے بل گھسیٹیں گے۔ ابو جہل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی شرارتیں کیں اور آپ کو بڑی ایذائیں پہنچائیں، مگر اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ غصہ اس کی اس حرکت پر آیا کہ وہ نماز سے روکتا تھا۔

اچھی نماز پڑھنے کی کوشش کرنا چاہیے اور خدا سے دعا مانگنا چاہیے کہ وہ ہم کو اچھی نماز کی توفیق دے

(۳۶) رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۝ (ابراہیم:۴۰)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! مجھ کو نماز کا قائم کرنے والا بنادے اور میری اولاد کو بھی (نمازی بنادے)۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کی دعا نقل فرمائی گئی ہے۔ خدا نے یہ دعا ہم کو سنائی کہ دیکھو ہمارے مقبول بندے نماز کو ایسی بڑی چیز سمجھتے تھے اور عمدہ سے عمدہ نماز پڑھتے تھے اور پھر ہم سے دعا مانگتے تھے۔ اے مالک ہم کو نماز کا قائم کرنے والا یعنی اچھی نماز پڑھنے والا بنادے۔ اس دعا سے یہ سبق حاصل ہوا کہ تم بھی ایسا ہی کرو، اچھی نماز پڑھو اور اچھی نماز پڑھنے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ سے طَلَب کرتے رہو۔

برادران من!

اس وقت میں اس خط کو اسی مقام پر تمام کرتا ہوں اگرچہ ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔

اند کے باتو بگفتم غم دل ترسیدم

کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست

اس کے بعد اگر آپ لوگوں کی طرف سے طَلَب صادق اور شوق کامل کا ظہور ہوا، تو، ان شاء اللہ تعالیٰ، کسی دوسرے خط میں اچھی نماز پڑھنے کا وہ طریقہ اور تدبیر کہوں گا جو خداوند کریم جل شانہ نے اپنی کتاب مبارک سے اس ناچیز پر مُنکَشِف فرمایا ہے۔ یہ اس مالک کا انعام ہے جس کا شکریہ، اگر ہر موئے بدن زبان ہو جائے تو، بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اس وقت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ کتاب اللہ کا جو وعظ آپ لوگوں کو سنایا گیا ہے اور جو تاثیر اس کی دلوں پر ہوئی ہے اس تاثیر کی حفاظت کیجیے۔ آیاتِ الٰہیہ کے تیر مژگاں نے جو زخم آپ کے دلوں پر ڈالے ہیں خدا کرے وہ زخم ہمیشہ ہرے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی غفلت سے وہ زخم مندمل ہو جائیں۔

زخم دل مظہرؔ مبادا بہ شود ہشیار باش
کیں جراحت یادگارِ ناوکِ مژگانِ اوست

والسّلام آخر الکلام

کتبہ افقر عباداللہ محمد عبدالشکور عافاہ مولاہ
از لکھنؤ

(۲)

دفتر النجم، لکھنؤ
جمادی الاولی ۱۳۴۳ھ
برادران من! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

ایں متاعِ دردمن ازراہِ دور اوردہ ام
ازبرائے داغِ دل آتش ز طور آوردہ ام

اس وقت یہ پیغام جو میرے ذریعے سے آپ کے کانوں تک پہنچ رہا ہے یہ پیغام خداوند قدوس کا ہے جس نے حق کے ساتھ بہترین انبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان پر قرآن مجید نازل فرمایا، اسی پاک اور جان سے زیادہ پیاری کتاب کی آیتیں اس وقت آپ کو سنائی جارہی ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسا کرے کہ ان مقدس آیتوں کا آپ کے دلوں پر ویسا ہی اثر ہو جیسا کہ ایک ایمان والے کے دل پر ہوتا ہے۔

ایں دعا ازمن وازجملہ جہاں آمین باد

سال گزشتہ بھی بعض احباب کے نام ایک خط اسی مقصد کا بھیجا گیا تھا جو النجم کے دور جدید کے نمبر اول میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ خیال رکھا گیا ہے کہ مضامین مشترک نہ ہونے پائیں۔ تمام احباب سے التجا ہے کہ گزشتہ خط کے ساتھ اس خط کو بھی منظم کرلیں اور ان دونوں خطوں کا خود بھی مطالعہ کریں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی پڑھ کر سنائیں۔ والاجر عنداللہ رب العالمین۔

باطفلِ کم سواد وسبق قصہ ہائے عشق
صدبار یاد کردہ از سہ گرفتہ ایم

نماز کی تاکید اور اس کا اہتمام

قرآن مجید کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت الٰہیہ نے جیسا اہتمام نماز کے لیے کیا ہے ایسا اہتمام کسی دوسرے کام کے لیے نہیں کیا۔ قرآن شریف میں سات سو آیتیں نماز کے متعلق ہیں۔ اس قدر آیتیں تو شاید عقیدۂ توحید کے متعلق بھی نہ ہوں۔ اب ان سات سو آیتوں میں نماز کے متعلق کیا کیا ہدایتیں فرمائی گئی ہیں اور کیا کیا مطالب عالیہ ارشاد ہوئے ہیں وہ ان آیتوں کے دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس بات کو اچھی طرح بتادیا ہے کہ ایمان والوں کا پہلا سبق نماز ہے اور ہر نبی کو نبوت کے بعد سب سے پہلے نماز کی تلقین ہوئی ہے، چنانچہ چند آیتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ (طٰہٰ:۱۳۲)

ترجمہ: اے محمدؐ (علیک الصلوٰۃ والسلام) اپنے اہل کو نماز کی تاکید کیجیے اور خود بھی نماز کی پابندی میں مشقت برداشت کیجیے۔ ہم آپ سے روزی نہیں مانگتے ہم تو خود آپ کو رزق دیتے ہیں اور انجام کار تقویٰ کے موافق ہوتا ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بناکر نماز کی تاکید کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز کی تاکید کرنا پیغمبروں کا کام ہے اور جو شخص نماز کی تاکید کو اپنا دستور العمل بنائے تو گویا کہ وہ نیابت پیغمبر کا کام کر رہا ہے۔ پھر خود آپؐ کو بھی نماز کی پابندی کی تاکید فرمائی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ نماز اتنی بڑی چیز ہے کہ پیغمبر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں اور یہ تاکید بھی "اِصْطَبِرْ" کے لفظ سے فرمائی گئی ہے اس طرح معلوم ہوا کہ نماز کی پابندی کے لیے صفت صبر کا ہونا بھی ضروری ہے۔

لفظ "اھل" سے مراد آپؐ کی بیویاں بھی ہو سکتی ہیں اور تمام تعلق رکھنے والے یعنی ساری امت کے لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ آیت میں نماز کے ذکر کے بعد رزق کا تذکرہ بہت سی حکمتوں پر شامل ہے، منجملہ ان کے ایک یہ کہ نماز میں خاص تاثیر کشائش رزق کی بھی رکھی گئی ہے۔ جیسا کہ دوسری آیات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اے نبی کی بی بیو! نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

نبیؐ کی بی بیوں کو نماز کی تاکید کرنا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ کوئی شخص چاہے کیسا ہی تعلق پیغمبرؐ کے ساتھ رکھتا ہو بغیر پابندی نماز نجات نہیں پاسکتا۔

(۳) وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى۝ اِنَّنِىۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِىۡ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ۝ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخۡفِيۡهَا لِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا تَسۡعٰى۝ (طٰہٰ:۱۳)

ترجمہ: (اے موسیٰؑ!) میں نے تم کو پسند کرلیا، پس سنو اس وحی کو جو تم پر نازل کی جاتی ہے، (وہ وحی یہ ہے کہ) بہ تحقیق میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، لہٰذا میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔ بہ تحقیق قیامت آنے والی ہے، میں اس کا وقت (لوگوں سے) مخفی رکھتا ہوں (اور اس کا آنا) اس لیے (ضروری) ہے کہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔

یہ سب سے پہلی وحی حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی تھی۔ آغاز نبوت میں ان کو توحید کی تعلیم کے بعد نماز کا حکم دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کا پہلا سبق نماز ہی ہے۔ اس آیت میں لفظ "لذکری" کا ترجمہ دو طرح سے ہوسکتا ہے، ایک وہ جو اوپر بیان ہوا اور دوسرا یہ کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کیا کرو یعنی اے موسیٰ! جب میری یاد تم کو بے چین کرے تو اس بے چینی کا علاج نماز ہے۔ نماز کے بعد قیامت کا تذکرہ دو باتوں کو ظاہر کر رہا ہے، اول یہ کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ کام آنے والی چیز نماز ہے اور دوسرے یہ کہ نماز کا قائم کرنا بغیر عقیدۂ قیامت کی پختگی کے ممکن نہیں ہے۔

(۴) وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰى وَاَخِيۡهِ اَنۡ تَبَوَّاٰ لِقَوۡمِكُمَا بِمِصۡرَ بُيُوۡتًا وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ قِبۡلَةً وَّاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (یونس:۸۷)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارونؑ) کی طرف یہ وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ رو بناؤ اور نماز قائم کرو اور ایمان والوں کو خوشخبری سنادو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کُل کے کُل مرد و عورت سب فرعون اور اس کی قوم کے پنجہ غلامی میں گرفتار تھے۔ مرد باہر غلام کا کام کرتے تھے اور عورتیں اندر۔ کسی متنفس کے پاس رہنے کو گھر نہیں تھا، بالآخر خدا نے اس مظلوم قوم پر رحم کیا اور ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات قاھرہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور انھوں نے مقابلہ کر کے اپنی قوم کو آزاد کرایا، جب بنی اسرائیل کو بفضلہٖ تعالیٰ فرعونیوں کے پنجہ ظلم سے رہائی ملی تو سب سے پہلے حضرت موسیٰ پر یہ وحی نازل ہوئی جس کا بیان اس آیت میں مذکور ہے۔ ان کو حکم ہوا کہ اب مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات تلاش کرو مگر سکونت کے مکانوں سے پہلے مسجد بناؤ اور نماز باجماعت پڑھنے کا انتظام کرو، اس کے بعد فرمایا کہ اپنی قوم کو خوش خبری سناؤ، یہ خوش خبری اس بات کی تھی کہ فرعون اور اس کی تمام قوم برباد ہو جائے گی اور ان کا ملک اور مال و متاع سب تمھیں ملے گا چنانچہ دوسری آیات میں اس کا مفصل بیان ہے۔ حق تعالیٰ نے یہ قصہ ہم کو اس لیے سنایا کہ دیکھو تم بھی اگر نماز کے لیے یہی اہتمام کرو اور نماز قائم کرو تو تم کو بھی کافروں کے ظلم سے اسی طرح نجات ملے گی اور تم کو بھی روئے زمین کی بادشاہت دی جائے گی۔

نیک بختوں کا سب سے پہلا طبقہ جو آج سے تیرہ سو برس پہلے تھا، یعنی صحابہ کرامؓ کا طبقہ اس نے اس حکم پر اور تمام احکام پر خوب عمل کیا، نماز تو ان کی ضرب المثل تھی ہی کہ جس کو دیکھ کر کافر بھی ایمان لے آتے تھے چنانچہ خدا کے سب وعدے بھی اس طبقے پر پورے ہوئے اس کے بعد بھی جب تک اقامت نماز کی طرف سے مسلمانوں نے غفلت نہیں کی وہ انعامات قائم رہے بلکہ ترقی کرتے گئے۔ جب مسلمان ہندستان آئے اور تسلط کے بعد یہاں آباد ہوئے تو جس مُسلمان نے جس خطے کو اپنی سکونت کے لیے پسند کیا وہاں سب سے پہلے مسجد بنوائی اور اپنے رہنے کے لیے گھر بعد میں بنوایا۔ راقم الحروف نے خود ایسے مقامات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

(۵) وَ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا (مریم:۳۱)

ترجمہ: اور خدا نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی بطریق معجزہ جو کلام کیا تھا اس کو خدا نے اس آیت میں ہمیں سنایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمام نبیوں کو سب سے پہلے نماز ہی کی تعلیم دی۔

گئی ہے اور اس کی اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ جب تک بدن میں جان باقی ہے نماز کی پابندی معاف نہیں ہو سکتی۔

شرائع الٰہیہ کا مقصود اصلی نماز ہے

قرآن مجید کے دیکھنے سے یہ اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ شرائع ربانیہ کی تمام تعلیمات کا مقصود اصلی نماز ہی ہے اور باقی احکام شرعیہ یا تو نماز کے طفیلی ہیں یا نماز کی پابندی ان احکام کا بھی پابند بنادیتی ہے، مثلاً:

(۶) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (المائدۃ:۹۱)

ترجمہ: شیطان یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے عداوت اور بغض پیدا کرادے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ پس کیا تم اب بھی باز نہیں آؤ گے؟

شراب کے متعلق تین طرح کی آیتیں نازل ہوئی ہیں، پہلی آیت میں یہ بتایا گیا کہ شراب میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی، مگر اس میں نقصان زیادہ ہے۔ پھر اس کے بعد یہ حکم ہوا کہ جب کوئی شخص نشے میں ہو تو وہ نماز کے قریب نہ جائے۔ اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہ کرامؓ نے کہا کہ: لاخیر فی شئی یحول بیننا وبین صلوتنا۔ یعنی ایسے کام میں کوئی خوبی نہیں جو ہمیں نماز سے روک دے، چنانچہ ایک بڑی جماعت نے اسی وقت شراب چھوڑ دی (معالم التنزیل) دیکھو کیسی محبت ان کو نماز کے ساتھ تھی کہ شراب جیسی چیز جو شرابی کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری ہوتی ہے اسے بھی انھوں نے نماز میں خلل انداز ہونے کے سبب سے چھوڑ دیا۔ بہت ہی تھوڑے سے لوگ تھے جو اس آیت کے بعد بھی شراب پیتے رہے، مگر اس انتظام کے ساتھ کہ نماز کے اوقات میں نشہ نہ رہنے پائے۔ پھر اس کے بعد تیسری آیت اتری جس میں قطعی طور پر شراب حرام کر دی گئی۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ شراب اور جوئے کی حرمت اس لیے ہوئی کہ وہ نماز سے روکنے والی چیزیں ہیں۔

(۷) وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج:۴۰)

ترجمہ: اگر خدا بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے دفع نہ کرتا (یعنی جہاد کی اجازت نہ دیتا تو یقیناً نصاریٰ اور یہود کے) عبادت خانے خانقاہیں اور مسجدیں جن میں خدا کا ذکر بکثرت ہوتا ہے گرادی جاتیں۔

یہ آیت جہاد کی اجازت (ملنے) کی سب سے پہلی آیت ہے۔ اجازت جہاد کا سبب یہ بیان فرمایا گیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو مساجد محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد اتنی بڑی عظیم الشان اور بامشقت عبادت کی حَیثِیّت بھی صرف اس قدر ہے کہ وہ نماز کے مکان (یعنی مسجد) کی چوکیدار ہے اور بس۔

(۸) اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت:۴۵)

ترجمہ: بہ تحقیق نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور خلاف شرع کام سے اور بے شک اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے (لہٰذا اس کی جو تاثیر بیان کی جائے اس پر تعجّب نہ کرو)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز میں خدا نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ تمام خلاف شریعت باتوں سے یہ انسان کو روک دیتی ہے لہٰذا تمام شرائع ربانیہ کا مقصود اصلی نماز ہی کو ہونا چاہیے کہ صرف اس کی پابندی ہی پوری شریعت کا پابند بنانے کے لیے کافی ہے۔ درحقیقت حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے جس بندے کو اچھی نماز پڑھنے کی توفیق دیتا ہے وہ خود اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ پہلے میں شتر بے مہار کی طرح جو چاہتا تھا کرتا تھا مگر اب کسی برے کام کا ارادہ پیدا ہوتا ہے تو کوئی ایسی چیز میرے باطن میں ہے جو مجھ کو اس کام سے روکتی ہے۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جاکہ خاطر خواہ اوست

نماز نور، بینائی، ٹھنڈک اور حیات ہے، بے نمازی تاریکی میں ہے، اندھا ہے، جلن میں ہے اور مردہ ہے

(۹) اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ

يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ (الفاطر:۱۸۔۲۲)

ترجمہ: اے محمد (علیک الصلوٰۃ والسّلام)! آپ صرف انہی لوگوں کو ڈرا کر (پاکیزہ) کرسکتے ہیں جو اپنے پروردگار سے غائبانہ خوف کرتے ہوں اور نماز کی پابندی کرتے ہوں اور جو شخص پاکیزگی حاصل کرے وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اور برابر نہیں ہوسکتے اندھے اور بینائی والے، اور نہ تاریکی وروشنی اور نہ سایہ ودھوپ، اور نہیں برابر ہوسکتے زندے اور مردے۔ بہ تحقیق اللہ جس کو چاہے سنوادے مگر آپ ان لوگوں کو جو قبروں میں دفن ہیں سنا نہیں سکتے۔

حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ جب یہ دیکھتے کہ بعض ازلی بدنصیبوں پر آپ ﷺ کے وعظ و نصیحت اور تبلیغ وہدایت کا کچھ اثر نہیں ہوتا تو آپ ﷺ کے قلب مبارک کو صدمہ ہوتا تھا، بھلا کوئی شفیق باپ اپنی اولاد میں سے کسی کو خودکشی کرتے ہوئے دیکھے تو اس کو کیسے صدمہ نہ ہو؟ اور پھر حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شفقت تو باپ سے بھی زیادہ تھی لہٰذا قرآن عظیم میں اس صدمے کے متعلق آپ ﷺ کی تسلی فرمائی گئی ہے انہی تسلی کی آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بے شک اے نبیؐ! ہم نے آپ کو مزکیٰ (پاک کرنے والا) بنا کر بھیجا ہے (چنانچہ آپ کی صفات مخصوصہ میں "یزکیھم" کا لفظ بار بار قرآن مجید میں آیا ہے) مگر آپ ﷺ انہی لوگوں کا تزکیہ کرسکتے ہیں جن میں قبول کرنے کی صلاحیت ہو۔

ناکس بہ تربیت نہ شود اے حکیم کس
شمشیر نیک زآہن بدچوں کند کسی

یہ صلاحیت ان دو صفتوں پر موقوف ہے: خدا سے غائبانہ ڈرنا اور نماز قائم کرنا۔ اس کے بعد خدا سے ڈرنے والے اور نہ ڈرنے والے اور نمازی اور بے نمازی کا تقابل کرتے ہوئے چند مثالوں میں دونوں کی حالت ظاہر فرمائی ہے۔ ان مثالوں کے دیکھنے سے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو وہ کانپ اٹھتا ہے کہ خدا نے بے نمازی کو اندھا فرمایا، ترکِ نماز کو تاریکیوں سے اور گرمی کی دھوپ سے تعبیر فرمایا، بے نمازی کو مردہ فرمایا اور وہ بھی قبر میں پہنچا ہوا اور فرمایا

کہ اے نبی! ایسے مردے تک آپ اپنی آواز بھی نہیں پہنچا سکتے۔ آواز کا اثر کرنا تو در کنار ایسے مردوں کو خدا ہی چاہے تو وہ سن سکتے ہیں۔ یااللہ! اپنے فضل بے استحقاق سے اپنے عباد صالحین کے طفیل میں ان قہر و غضب کے کلمات سے ہم کو بچا لے۔ آمین۔

نکتہ: سورہ یٰسین میں فرمایا ہے کہ: اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ (یٰسین:۱۱)

ترجمہ: (اے نبی!) آپ صرف انہی لوگوں کو ڈرا (کر پاکیزہ کر) سکتے ہیں جو ذکر کی پیروی کریں اور خدا سے غائبانہ خوف رکھتے ہوں۔

سورۃ یٰسین کی اس آیت کو سورۃ فاطر کی آیت مذکورہ کے ساتھ ملانے سے معلوم ہوا کہ ذکر کی پیروی سے نماز قائم کرنا مراد ہے۔ نماز کو ذکر کی پیروی فرمانے میں ایک خاص نکتہ ہے جو اچھی نماز پڑھنے کے طریقے میں، ان شاءاللہ تعالیٰ، بیان ہو گا۔

رسول مقبول ﷺ کے فیوض و برکات نمازیوں کے لیے مخصوص ہیں

جس طرح قرآن کریم کے ہدایت و رحمت و بشارت کے غیر محدود خزانے نمازیوں کے لیے مخصوص ہیں جس کی تصریح متعدد آیات میں کی گئی ہے اسی طرح جناب سیّد الانبیاء ﷺ کے فیوض و برکات کے خزانے بھی نمازیوں کے لیے خاص فرمائے گئے ہیں۔ مثلاً یہ آیت دیکھیں:

(۱۰) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۝ (الکہف:۲۸)

ترجمہ: (اے نبی!) آپؐ روکیے اپنی ذات مبارک کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، چاہتے ہیں اس کی رضامندی اور نہ ہٹیں دونوں آنکھیں (توجہات) آپؐ کی ان سے دنیاوی زندگی کی آرائش کے خیال سے اور نہ کہنا مانیے آپؐ اس شخص کا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا یہ کام حد سے بڑھا ہوا ہے۔

کفار مکہ نے ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے پاس ہر وقت

رذیل اور غریب لوگ ہی جمع رہتے ہیں اس لیے ہمیں ان کے ساتھ بیٹھنے میں عار ہوتا ہے، اگر آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹادیں تو ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور آپ ﷺ کے دین کی مدد کریں۔ اسی موقعے پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان غریبوں کی بڑی عزت افزائی فرمائی اور ان کی اس عزت کی بنیاد نماز کو قرار دیا اور ایسے خاص الفاظ میں ان کا تذکرہ فرمایا جو قیامت تک ہر نمازی کے لیے مخصوص ہے۔ اس آیت میں چند امور قابل غور ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کو نمازیوں کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو "اِصبر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے یہ مطلب بھی نکلا کہ نمازیوں کی صُحبت و رفاقت میں اگر مصائب بھی پیش آئیں تو صبر کیجیے مگر ان کی رفاقت نہ چھوڑیئے۔

(۲) فرمایا کہ آپ کی دونوں آنکھیں نمازیوں سے ہٹ کر دوسری طرف نہ جائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا لُطف و کرم اور آپ کا فیض اتم کُل کا کُل نمازیوں کے لیے مخصوص رہنا چاہیے، بے نمازی کو اس کا کوئی حصہ نہ ملنا چاہیے۔ آنکھ کا کسی طرف ہونا لُطف و کرم سے کنایہ ہے، جس طرح آنکھ کا کسی سے پھر جانا بے توجہی سے کنایہ ہے اور یہ بھی تو دیکھیے کہ آیت میں دونوں آنکھوں کی بابت حکم دیا گیا ہے صرف ایک آنکھ کو نہیں فرمایا کہ شاید بے نمازی بھی اس سے کچھ حصہ پالیتے۔

(۳) کفار کی مذمت میں خدا نے ان کے تین عیوب بیان فرمائے ہیں:

(۱) ذکر خدا سے ان کے قلب کی غفلت (۲) خواہش نفس کی پیروی اور (۳) ہر کام کا حد شرع سے باہر ہونا۔ ان عیبوں میں سب پر مقدم ذکر سے غفلت کو کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بے نمازی ہونے کا عیب تمام عیوب پر مقدم بلکہ تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔

نماز میں سُستی کرنا اور اس کی پابندی کو دشوار سمجھنا بے ایمانی کی علامت ہے

(۱۱) وَاِذَاقَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى۔ (النساء:۱۴۲)

ترجمہ: اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کے لیے تو کھڑے ہوتے ہیں سستی کرتے ہوئے۔

اس آیت میں منافقوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے۔ نماز میں سُستی کرنے کو منافقوں کا کام فرمایا گیا ہے۔

(۱۲) وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ (البقرة:۴۵)

ترجمہ: اور یہ تحقیق نماز دشوار ہے مگر ان ڈرنے والوں پر نہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جن کو قیامت کے آنے کا اور خدا کے سامنے جانے کا یقین ہے ان کو نماز دشوار نہیں معلوم ہوتی اور جن کو قیامت کا یقین نہیں ان پر نماز بھاری لگتی ہے۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کو قیامت کا یقین نہ ہو وہ مُسلمان ہے یا کافر؟

نماز میں کوتاہی کرنا تمام تباہیوں اور بربادیوں کی بنیاد ہے

(۱۳) فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ (مریم:۵۹)

ترجمہ: پھر پیچھے آئے ان پیغمبروں کے کچھ اور لوگ جنھوں نے ضائع کیا نماز کو اور پیروی کی خواہشوں کی۔ پس عنقریب ملیں گے وہ ہر قسم کی گمراہی سے۔

اس آیت میں ایک زبردست قانون قدرت کا بیان ہے جو قوموں کی تباہی اور بربادی کا اصل راز ہے، جو قوم برباد ہوئی وہ گمراہی کے سبب سے ہوئی اور گمراہی کی بنیاد اس آیت میں دو چیزوں کو قرار دیا گیا ہے: (۱) نماز کا ضائع کرنا اور (۲) خواہشات کی پیروی کرنا یعنی جس امر کی خواہش پیدا ہوتی ہے وہ یا تو موافق شریعت ہوگی یا مخالف شریعت۔ ان دونوں چیزوں میں نماز کے ضائع کرنے کو مقدم کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ تمام گمراہیوں کی اصل بنیاد یہی ہے۔ اگر نماز ضائع نہ کی جائے تو دوسری خرابی پیدا ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ نماز تمام بے حیائیوں اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

(۱۴) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (الماعون:۴-۵)

ترجمہ: پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت کرنے والے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ نماز تو پڑھتے ہیں مگر اس سے غفلت کرتے ہیں یعنی پابندی نہیں کرتے، کسی وقت کی پڑھی اور کسی وقت کی نہ پڑھی یا نماز کو درست کرنے اور اچھی طرح پڑھنے کی فکر نہیں کرتے۔ مقام عبرت ہے کہ جب نماز سے غفلت کرنے والے نمازیوں کے لیے ویل (خرابی یا تباہی) کا لفظ فرمایا گیا تو کیا حال ہو گا ان تارکین نماز کا؟ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہو گا

احادیث میں تو یہ مضمون بہت تصریح کے ساتھ آیا ہے جس کو "نام حق" کے مصنف علیہ الرحمہ نے نظم بھی کیا ہے کہ۔

روز محشر کے جان گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

لیکن قرآن مجید میں یہ مضمون نہایت ہولناک پیرایہ میں بڑی فصاحت سے بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

(۱۵) وَيَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَّقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ۝
(القلم: ۴۲۔۴۳)

ترجمہ: اور جس دن کشف ساق[۱] کیا جائے گا یعنی قیامت کے دن اور لوگ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے (یعنی حاضرین محشر سے کہا جائے گا کہ خدا کو سجدہ کرو) تو کچھ لوگ ہوں گے کہ سجدے کی طاقت ہی ان میں نہ ہو گی۔ ان کی نگاہیں نیچی جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہو گی اور (طاقت سلب کرنے کا سبب یہ ہے کہ) جب وہ (دنیا کی زندگی میں) تندرست تھے تو اس وقت ان سے سجدے کے لیے یعنی نماز پڑھنے کے لیے کہا جاتا تھا مگر انھوں نے اس کو نہیں مانا۔

[۱] کشف ساق کے لفظی معنی پنڈلی کھولنا ہے مگر یہ معنی یہاں نہیں بنتے بلکہ یہ لفظ زبان عرب میں مشقت ومحنت کی شدت سے کنایہ ہے، اس لیے کہ محنت ومشقت میں مشغول ہوتے وقت انسان اپنے دامن کو اٹھالیتا ہے اور پنڈلی اس کی کھل جاتی ہے۔ مراد یہاں قیامت کا دن ہے کہ اس دن محنت ومشقت انتہا سے زیادہ ہو گی۔ (مکتوب نگار)

قیامت کے دن جب میدان حشر میں سب لوگ جمع ہو جائیں گے تو خدا کے نور پاک کی تجلی ہوگی جیسا کہ فرمایا: و اشرقت الارض بنور ربھا (الزمر:۶۹) یعنی زمین محشر اپنے پروردگار کے نور سے جگمگانے لگے گی۔ اس وقت سب حاضرین کو حکم ہوگا کہ سجدے میں گر جاؤ خداوند عالم کا نور پاک چمک رہا ہے، یہ حکم سنتے ہی تمام اہلِ ایمان نمازی سجدے میں گر جائیں گے مگر بے نمازی کھڑے کے کھڑے ہی رہ جائیں گے، وہ ہر چند سجدے کرنے کی کوشش کریں گے مگر ان کی پیٹھ نہ جھکے گی۔ خیال کرو کہ اس وقت ان کی ذلت و رسوائی کا کیا حال ہوگا؟ خدا اس ذلت سے اپنے سب بندوں کو بچائے۔ (آمین)

بے نمازی کا کوئی خرچ مقبول نہیں

(۱۶) وَمَا مَنَعَهُم اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُم نَفَقَاتُهُمْ اِلاَّ اَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهٖ وَلاَ يَاْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلاَّ وَهُمْ كُسَالٰى وَلاَ يُنْفِقُونَ اِلاَّ وَهُم كٰرِهُونَ (التوبۃ:۵۴)

ترجمہ: اور نہیں روکا ان لوگوں کو اس بات سے کہ قبول کیے جائیں ان کے خرچ راہ خدا میں مگر اس بات نے کہ انکار کیا انھوں نے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس بات نے کہ نہیں آتے وہ نماز کو مگر سستی کرتے ہوئے اور (اس بات نے کہ) نہیں خرچ کرتے وہ مگر بغیر دلی رغبت کے۔

کچھ لوگ نیک کاموں میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں مگر ان کا خرچ خدا کے یہاں قبول نہیں ہوتا۔ ان پر پوری طرح یہ مثل صادق آتی ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔ اس وبال کے تین سبب اس آیت میں ارشاد فرمائے گئے ہیں: اول کافر ہونا، دوم نماز میں سستی کرنا اور سوم بغیر دلی رغبت کے خرچ کرنا۔ اس طرح اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ نماز میں سستی کرنا ہے، دوسرے یہ کہ نماز میں جو شخص سستی کرتا ہے اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ جب یہ حال نماز کو سستی کے ساتھ ادا کرنے والے کا ہے تو کیا حال ہوگا اس کا جو نماز کے قریب ہی نہ جاتا ہو۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ۔

(۱۷) يَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (المدثر:۴۰-۴۶)

ترجمہ: (مومنین) مجرموں سے پوچھیں گے کہ تم کو کس کام نے دوزخ میں بھیجا، وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے اور آیات الٰہی کے ساتھ تمسخر کرنے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی تمسخر کرتے تھے اور قیامت کا انکار کیا کرتے تھے۔

ان آیات میں جنتیوں اور دوزخیوں کا سوال و جواب مذکور ہے جس کے ضمن میں بیان ہوا ہے کہ دوزخ میں جانے کا سب سے پہلا سبب ترکِ نماز ہے حتیٰ کہ آیات الٰہی کے ساتھ تمسخر کرنا اور قیامت کا انکار بھی اس کے بعد بیان ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرک کے بعد ترکِ نماز ہی سب سے بڑا گناہ ہے۔

نماز وسیلہ حاجت روائی ہے اور خدا نمازیوں کے ساتھ ہے

(۱۸) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۝

(البقرة:۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! مدد مانگو ہم سے بذریعہ صبر اور نماز کے بہ تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں دو چیزوں کو وسیلہ حاجت روائی فرمایا ہے: یعنی صبر کو اور نماز کو، اس کے بعد فرمایا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس آیت میں نمازیوں کے ساتھ اپنی معیت نہیں بیان فرمائی حالاں کہ سیاق کلام اس کو چاہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں صفت صبر بھی شامل ہے جیسا کہ آیت: وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا سے ثابت ہے، لہٰذا نمازیوں کے ساتھ بھی معیت ثابت ہوئی ہے۔ دوسری آیت میں نمازیوں کے ساتھ اپنی معیت صاف صاف ارشاد فرمائی ہے کہ: وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ (المائدة:۱۲) یعنی اللہ نے فرمایا کہ بہ تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں بشرطیکہ تم نماز قائم کرو۔

(۱۹) رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ (النور:۳۷)

ترجمہ: وہ لوگ جن کو غافل نہیں کر سکتی کوئی تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد اور نماز سے۔

معلوم ہوا کہ مردانِ خدا یعنی ایمان والے بندے نماز کے اس قدر دل دادہ ہوتے ہیں کہ

دنیااور دنیا کی کسی چیز میں اتنی طاقت نہیں کہ ان کو نماز سے روک سکے۔اس آیت میں خدا کے ذکر کے بعد نماز کا تذکرہ تخصیص بعد تعمیم کے طور پر محض نماز کی عَظمت ظاہر کرنے کے لیے فرمایا ہے، ورنہ نماز بھی ذکر الٰہی ہی نہیں بلکہ تمام اذکار میں اعلیٰ رتبے کا ذکر ہے جیسا کہ دوسری آیات سے ظاہر ہے۔

نماز کے متعلق اس وقت اُنیس آیات لکھی گئی ہیں۔ اس کے بعد دل چاہتا تھا کہ کچھ احادیث بھی لکھوں اور صحابہ کرامؓ کے کچھ واقعات بھی لکھوں، جس سے معلوم ہو کہ وہ حضرات کیسا اہتمام نماز کے لیے کرتے تھے؟ مگر اب سردست اپنی اس خواہش کو بخیال طول مؤخر کرتا ہوں۔ان شاءاللہ تعالیٰ النجم کی تیسری جلد کے شروع میں اچھی نماز پڑھنے کا طریقہ اور نماز میں حسن وجمال پیدا کرنے کی تدبیر قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے اخذ کرکے لکھوں گااور اس کے ساتھ کچھ احادیث و آثار بھی مذکور ہوں گے۔وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الوَكِيْل۔

اپنے دینی بھائیوں سے بڑی آرزو کے ساتھ یہ درخواست ہے کہ نماز کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو سرسری نظر سے نہ دیکھیں بلکہ نماز کو اپنا مقصد زندگی قرار دیں اور خدا کے ذکر سے غفلت کو جائز نہ سمجھیں۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشیم
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشیم

والسّلام
محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۳)

دفتر النجم، لکھنؤ

جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ

برادران من! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

النجم لکھنؤ کے اس دور جدید میں ہر سال میں نماز کے متعلق اپنا ایک خط شائع کرنے کا التزام اس لیے کرتا ہوں کہ بعض اصحاب نے اس کو مُسلمانوں کے لیے نہایت ضروری و مفید سمجھا اور بے حد اچھا اپنا تاثر ظاہر کیا اور ہونا بھی یہی چاہیے۔

ع حدیث درد دل آویز داستانے ہست

چنانچہ یہ النجم (دور جدید) کی تیسری جلد ہے اور یہ تیسرا خط اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ پیش ترکہ دونوں خطوں میں یہ وعدہ تھا کہ، ان شاءاللہ، اچھی نماز پڑھنے کا طریقہ قرآن کریم سے ہدیہ احباب کیا جائے گا، لہٰذا اس وقت اس وعدے کے پورا کرنے کا ارادہ ہے، اگرچہ یہ مضمون میرے حوصلے سے بالاتر ہے، اس لیے بار بار ارادہ کرنے پر بھی ہمت نہیں ہوتی، ہاں! مگر لُطف خدا پیش نہد گامے چند۔

خدا کا نام لے کر شروع کرتا ہوں اور اسی کے پاک نام سے ہر نیک کام پورا ہوتا ہے۔ اس خط میں دو چیزیں بیان کرنے کی ہیں، اول نماز کی حقیقت کہ جس سے معلوم ہو کہ اچھی نماز کس کو کہتے ہیں؟ دوم اس حقیقت کے حاصل کرنے کا طریقہ، جس سے معلوم ہو کہ اچھی نماز پڑھنے کی تدبیر یہ ہے۔

نماز کی حقیقت

نماز کی حقیقت آیات قرآنی میں جابجا ارشاد فرمائی گئی ہے، دو آیتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (المزمل:۸)

ترجمہ: اور (اے نبیؐ!) اپنے رب کا نام یاد کیجیے اور اس کی طرف کٹ جایئے جیسا کہ کٹ جانے کا حق ہے۔

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: اول یہ کہ جب پروردگار کا نام لیا جائے یعنی نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ پڑھی جائے اور اللہ اکبر کہا جائے تو صرف زبان سے اس

کلمے کو ادا کرنے پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ دل کی توجہ بھی اس کے ساتھ ہو، دل میں بھی اس وقت خدا کی یاد ہو، بغیر اس کے ذکر کی لفظ جو کہ اس آیت میں ہے صادق نہیں آتی محض زبانی تلفظ کو ذکر نہیں کہتے۔ دوم یہ کہ اس تکبیر کے ساتھ ہی تمام تعلقات کو کٹ جانا چاہیے اور دل کی توجہ تمام تر خدا کی طرف ہو جانا چاہیے، یہی چیز نماز کی اصل حقیقت اور نماز کی جان ہے۔

(۳) فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ۝ (الم نشرح:۷۔۸)

ترجمہ: پس جس وقت (اے نبیؐ!) آپ فراغت پائیں تو محنت کیجیے اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجیے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز کے وقت اپنے قلب کو تمام تعلقات سے فارغ اور خالی کر لینا چاہیے اور نماز میں دل کی توجہ اور رغبت تمام تر اللہ کی طرف ہونی چاہیے۔ یہی نماز کی حقیقت اور جان ہے۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ہمارے درمیان ہوتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ ﷺ ہم میں سے ایک شخص ہیں، یکایک نماز کا وقت آجاتا تو آپ ﷺ کی یہ حالت ہو جاتی کہ گویا آپ ﷺ ہم کو پہچانتے ہی نہیں: کانه لا یعرفنا (مشکوٰۃ)۔

صحابہ کرامؓ کی نمازوں کا حال اگر کوئی شخص احادیث وسیرت کی کتابوں میں پڑھے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسی محویت ان کو نماز میں ہوتی تھی کہ بسا اوقات اس عالم فانی کی چیزوں کا احساس تک بھی بالکل منقطع ہو جاتا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی نماز کا واقعہ غزوہ احد میں بحالت نماز ان کا زخمی ہونا کتب احادیث میں مذکور ہے اور عارف جامی قدس سرہ نے تحفۃ الاحرار میں اس کو دلکش نظم کی لڑی میں پرویا ہے، یوں فرماتے ہیں۔

شیر خدا شاہ ولایت علیؓ
صیقلی شرک خفی و جلی
روز احد چوں صف ہیجا گرفت
تیر مخالف بہ تنش جا گرفت

حضرت علیؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک تیر کاری لگ گیا، خون جاری ہو گیا اور تمام کپڑے وجانماز خون سے رنگین ہو گئی، مگر آپ کو خبر نہ ہوئی۔ سلام پھیر کر اپنے پاس والوں سے

پوچھتے ہیں۔

این ہمہ گل چیست تہ پائے من
ساختہ گلزار، مصلائی من

المختصر آیات مذکورہ سے جو حقیقت نماز کی معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ نماز میں توجہ قلب کی تمام تر اللہ کی طرف ہو اور ایسی توجہ ہو کہ گویا نمازی خدا کو دیکھ رہا ہے، یہ بات نہ ہو تو کم سے کم یہ نقشہ آنکھوں کے سامنے ہو کہ میں خدا کے سامنے کھڑا ہوں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ان تعبداللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فإنه یراك۔ یہ حقیقتِ نماز جو اِن آیات سے معلوم ہوئی خود نماز سے بھی مفہوم ہوتی ہے بقول کسے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت باید از وی رو متاب

نماز کی ابتدا اور انتہا میں شارع نے اپنی حکمت بالغہ سے کچھ ایسی بات رکھ دی ہے کہ خواب غفلت سے جگانے کے لیے تازیانہ عبرت کا کام دے، مگر چشم بینا اور دل دانا کی ضرورت ہے۔ مثلاً نماز کے ابتدا میں شارع نے تکبیر تحریمہ رکھی ہے اور اس تکبیر کے لیے یہ پاکیزہ لفظ تجویز کیا "اللہ اکبر"، یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ لفظ اللہ کی بڑائی سب پر بتلا کر نمازی کو بیدار کرنے اور ماسوی اللہ سے تعلقات کے خالی کرنے کی طرف ہدایت کر رہا ہے، اس لیے فطری بات ہے کہ جب انسان کسی بڑے کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کو چھوٹوں کی یاد بھی نہیں آتی۔ اس حالت میں ایک صاحب دل فرماتے ہیں کہ

نہیں ممکن کہ خطرہ غیر کا دل میں کبھی آئے
کسی کی یاد میں سب کچھ بھلانا اس کو کہتے ہیں

نماز کے اختتام پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ وہ لفظ سلام پر ختم ہوتی ہے۔ یہ لفظ ایک عجیب تعلیم دیتا ہے اور نماز کی حقیقت کو ایک ایسے بیان بلیغ کے ساتھ سمجھاتا ہے کہ اس سے بہتر طریقہ ممکن نہیں۔ پہلے امور ذیل کو سمجھ لینا چاہیے:

(ا) نماز کے خاتمے پر جو سلام ہے یہ سلام اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے، حق تعالیٰ کو سلام کرنا

جائز بھی نہیں کیونکہ سلام ایک قسم کی دعا ہے اور دعا صاحب حاجت کے لیے ہوتی ہے، حق تعالیٰ اس سے پاک ہے، اس لیے شریعت نے قبلہ رو رہنے کی حالت میں سلام کی تعلیم نہیں فرمائی بلکہ داہنے بائیں منہ پھیر کر سلام کی تعلیم دی تا کہ یہ وہم بھی نہ ہو کہ ہم خدا کو سلام کر رہے ہیں۔

(۲) فقہا کہتے ہیں کہ اگر کوئی نماز تنہا پڑھتا ہو تو اس سلام میں کراماً کاتبین فرشتوں کی نیت کرے جو ہر انسان کے ساتھ نیکی وبدی لکھنے کے لیے ہر وقت مامور رہتے ہیں اور اگر جماعت سے نماز پڑھتا ہو تو کراماً کاتبین فرشتوں کے ساتھ اپنے ہم جماعت مسلمانوں کی بھی نیت کرے۔

(۳) شریعت میں سلام کے لیے یہ قاعدہ رکھا ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی نظر سے غائب ہو جانے کے بعد سامنے آئے تو ایک دوسرے کو سلام کرے۔

ان تینوں باتوں کو سمجھ لینے کے بعد اب غور کیجیے کہ ختم نماز پر نمازی اپنے آپس میں ایک دوسرے کو اور کراماً کاتبین فرشتوں کو سلام کیوں کر رہے ہیں؟ صاف معلوم ہوتا ہے نمازی نماز شروع کرنے کے بعد ایک دوسرے کی نظر سے غائب ہوگئے۔ نمازی کا جسم تو بظاہر اس عالم میں ہے مگر وہ خود اس عالم سے غائب ہو گیا اور ہر شخص خلوت میں اللہ کے دربار میں پہنچ گیا، نمازی نماز کے اندر کراماً کاتبین فرشتوں کی نظر سے بھی غائب ہو گیا۔ سچ ہے کہ نمازی نماز میں قربِ الٰہی کی جس منزل تک پہنچتا ہے وہاں تک کراماً کاتبین فرشتوں کی رسائی کہاں ممکن ہے؟ سچ کہا ہے جس نے کہا ہے۔

میان عاشق ومعشوق رمزے ست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

نماز کی ابتدا وانتہا کو بھی جانے دیجیے خود نماز کا نام بھی نماز کی حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے۔ نماز فارسی زبان کالفظ ہے اور اس لفظ کے معنی فارس کی لغت میں سوز و گداز کے ہیں۔ غالباً جب مسلمان ایران میں آئے اور اہل ایران نے مُسلمانوں کی یہ خاص عبادت دیکھی تو ان کو ایک سوز و گداز اس میں محسوس ہوا اور اس وجہ سے انھوں نے اس خاص عبادت کو نماز کے نام سے موسوم کیا۔ عربی زبان میں اس عبادت کا نام "صلوٰۃ" ہے۔ عربی لغت میں لفظ صلوٰۃ بمعنی

دعا ہے اور اصل لغت میں اس لفظ کے معنی سرین ہلانے کے ہیں۔ سرین ہلانا بے چینی اور بے قراری سے کنایہ ہے۔ اس خاص عبادت کو "صلوٰۃ" کہنا صاف بتلا رہا ہے کہ اس عبادت کی اصل حقیقت بے چینی و بے قراری ہے۔ نماز کی صورت و شکل بھی یہ ظاہر کر رہی ہے کہ بندہ اپنے مالک کے سامنے اپنی عاجزی و نیاز مندی کی نذر پیش کر رہا ہے اور اس وقت اس کی حالت ایک مرغ بسمل کی سی ہے، کبھی ہاتھ باندھے کھڑا ہے، کبھی جھک گیا، پھر کھڑا ہو گیا، پھر پیشانی کے بل زمین پر گر گیا، پھر اٹھ کر بیٹھ گیا، پھر گر گیا، غرض یہ کہ کسی حالت پر بھی اس کو چین و قرار نہیں۔

بناکردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نماز کی حقیقت حاصل کرنے کا طریقہ

اگرچہ اصل تو یوں ہے کہ نماز کی حقیقت کا حاصل ہونا محض خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہوتا ہے۔

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لیکن اس دنیا کو حق تعالیٰ نے عالم اسباب بنایا ہے اور سُنت اللہ یوں ہے کہ جس کام کا حکم دیا جاتا ہے اس کے اسباب میں فی الجملہ بندہ کے اختیار کو دخل ہوتا ہے اور جب بندہ اپنے اختیار سے اسباب کو جمع کر لیتا ہے تو جو چیز اس کے اختیار سے بالاتر ہے اس کو خدا پیدا کر دیتا ہے، روزمرہ ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص چراغ، تیل و بتی فراہم کر لیتا ہے اور دیا سلائی کو رگڑتا ہے تو روشنی اور آگ کو خدا پیدا کر دیتا ہے۔ پس اب ہماری کوشش یہ ہونا چاہیے کہ نماز کی حقیقت حاصل ہونے کے جو اسباب قرآن کریم میں بیان فرمائے گئے ہیں ان کو تلاش کریں اور اپنی ہمت تمام تر ان اسباب کے فراہم کرنے میں لگا دیں اور خدا کے فضل و کرم کے امیدوار رہیں۔ قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ نماز کی حقیقت اور اس کے حسن و جمال کے حاصل کرنے کے چند اسباب ہیں جن کو میں بالاختصار بحوالہ آیات درج ذیل کر رہا ہوں۔

اول: نماز کی محبّت اور اس کی عزت و عظمت دل میں پیدا کرنا

(۳) وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ فَقَالَ اِنِّيْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (ص: ۳۰۔۳۳)

ترجمہ: اور دیا ہم نے داؤد کو سُلیمان (جیسا بیٹا) وہ کیا اچھا بندہ تھا، بے شک وہ (ہماری طرف) بڑا رجوع ہونے والا تھا، (یاد کرو وہ واقعہ) جبکہ پیش کیے گئے اس کے سامنے تیسرے پہر کو تیز رفتار گھوڑے (اور ان کے معائنے میں اس کو ایسی مصروفیت ہو گئی کہ نماز عصر کا وقت جاتا رہا) تو اس نے کہا کہ میں مال کی محبّت میں اپنے پروردگار کے ذکر سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پردے میں چھپ گیا (یعنی غروب ہو گیا) ان گھوڑوں کو میرے پاس لاؤ پھر اس نے ان کے پیر اور ان کی گردنیں کاٹ ڈالیں۔

حضرت سُلیمان علیہ السلام کو خدا نے اچھا بندہ فرمایا اور اپنی طرف بڑا رجوع ہونے والا کہا اور اس تعریف کے ثبوت میں ان کا ایک واقعہ نماز کی محبّت کا ہم کو سنایا، معلوم ہوا کہ نماز سے ایسی ہی محبت ہونی چاہیے کہ جو چیز نماز میں خلل انداز ہو فوراً اس کو فنا کر دے۔ یہ گھوڑے جن کا معائنہ حضرت سُلیمان علیہ السلام کر رہے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے گھوڑے تھے، دنیا کے سیر و تماشے کے لیے نہ تھے، معلوم ہوا کہ کوئی دین کا کام بھی نماز میں مخل ہو تو وہ کام بھی مُسلمان کے لیے جائز نہیں ہو سکتا۔

(۴) رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (ابراہیم: ۳۷)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی ذریت کو ایک ایسی وادی میں چھوڑا ہے جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی یعنی تیرے عزت والے گھر کے پاس۔ اے پروردگار یہ محض اس لیے کہ یہ لوگ نماز قائم کریں۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السَّلام کا ایک قصہ بیان فرمایا ہے کہ جب وہ اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہما السَّلام کو، اس جنگل میں جس کا نام آج مکہ معظّمہ ہے، چھوڑ کر واپس چلے تو خدا سے یہ عرض کیا جس کا خلاصہ یہ ہے

کہ اے پروردگار! میں نے ایسے مقام میں اپنی ذریت کو چھوڑا ہے جہاں زندگی کا کوئی سامان نہیں ہے اور جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز میسر نہیں ہے، مگر اے پروردگار! تیرے باعزت گھر یعنی مکہ مکرمہ کے پاس چھوڑا ہے تاکہ اگر زندہ رہیں تو نمازی بن کر رہیں کیونکہ کعبہ مکرمہ عبادت الٰہی کا مرکز ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز کی محبت خدا کے خلیل کے دل میں اولاد سے بھی زیادہ تھی، ایک اکلوتا بیٹا اور اس کی زندگی کے سامان کا خیال تک نہ کیا اور اگر کوشش کی بھی تو یہ کہ اگر زندہ رہیں تو نمازی ہو کے رہیں۔

قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں نماز کی محبّت سکھلائی گئی ہے مثلاً جب خدا کو منظور ہوا کہ شراب حرام کی جائے تو بتدریج پے در پے آیتیں نازل فرمائیں جن میں پہلی آیت یہ ہے:

(۵) يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى۔ (النساء:۴۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ اس حالت میں کہ تم نشے میں ہو۔

یہاں مقصود شراب کو منع کرنا ہے مگر شراب پینے کی ممانعت نہیں کی بلکہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کو منع فرمایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں سے شراب ترک ہو گئی۔ اللہ اکبر! بہت بڑی بات ہے، شراب پینے والے کو شراب سے جو محبت ہوتی ہے وہ ضرب المثل ہے، شرابی شراب کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے مگر اس آیت نے اور اس کے نتیجے نے بتلادیا کہ نماز کی محبت ایمان والوں کو شراب سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ نماز کی محبت دل میں کس طرح پیدا ہو کیونکہ محبت و نفرت انسان کی اختیاری چیز نہیں معلوم ہوتی، جب محبت کسی شے کی آتی ہے تو بے اختیار آتی ہے، علیٰ ہذا نفرت کا بھی یہی حال ہے تو جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک قسم ایسی ہے کہ اس کے اسباب انسان کے اختیار میں ہوتے ہیں، نماز کی محبت بھی اسی قسم میں داخل ہے اور اس کی سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا بار بار مطالعہ کیا جائے جن میں نماز کا تذکرہ ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے متعلق سات سو آیتیں ہیں، اگر سب نہ ہوسکے تو ننانوے آیتیں جسے میں نے اپنی کتاب کتاب الصلوٰۃ میں مع ترجمہ و تفسیر کے جمع کردی ہیں وہی مطالعے کے لیے کافی ہیں و حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

دوم: حتی الامکان جماعت اور مسجد کی پابندی کرنا جس کی تاکید بہ کثرت آیات میں آتی

ہے۔ قرآن مجید میں لڑائی کے وقت بھی ترک جماعت کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ ایک خاص نماز ہی اس وقت کے لیے تعلیم فرمائی گئی ہے جس کا نام "صلوٰۃ الخوف" ہے، اس نماز میں مقتدیوں کو نماز کے اندر چلنا پھرنا اور قبلے سے منحرف ہو جانا تک سب کچھ جائز کر دیا گیا ہے مگر ترک جماعت گوارانہ ہوا۔ مسجد کے متعلق بھی قرآن مجید میں متعدد آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

سوم: نماز کے ضروری مسائل کا علم حاصل کرنا اور نماز میں جو چیزیں پڑھی جاتی ہیں ان کے معانی و مطالب سے واقفیت حاصل کرنا۔

(٦) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ۝ (النور:٤١)

ترجمہ: (اے انسان!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں تمام وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو صف باندھ کر (محو پرواز ہیں) یہ سب اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا سارا علم رکھتے ہیں اور اللہ جاننے والا ہے ان کاموں کا جو وہ کرتے ہیں۔

اس آیت میں انسان کو دو طرح سے غیرت دلائی ہے۔ اول، یہ کہ انسانوں میں بہت سے لوگ خدا کی عبادت سے یعنی نماز سے غافل ہیں مگر کوئی دوسری مخلوق خدا کی ایسی نہیں ہے۔ دوسرے، یہ کہ انسانوں میں بکثرت وہ لوگ ہیں کہ اگر وہ نماز کے پابند بھی ہیں تو نماز کا علم نہیں رکھتے بخلاف اس کے اور جس قدر کائنات ہے سب کو اپنی نماز کا علم ہے۔ نماز کا علم نماز کے مسائل جاننے کو بھی شامل ہے اور نماز کے اذکار کے معانی جاننے کو بھی شامل ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نماز کے ضروری مسائل کا علم تو بے شک واجب و لازم ہے اور وہ چنداں دشوار بھی نہیں لیکن اذکارِ نماز کے معانی کا معلوم کرنا سخت دشوار ہے کیونکہ نماز کے اذکار میں ایک حصہ قرآن مجید کا ہے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ کے متعلق اختیار ہے کہ شروع قرآن شریف سے لے کر آخر تک جہاں سے چاہیں پڑھ لیں تو جب تک پورے قرآن مجید کے معانی نہ معلوم ہوں اس وقت تک اذکارِ نماز سے واقفیت نہیں ہو سکتی اور ہر شخص کے لیے بلکہ اکثر لوگوں کے لیے یہ بات دشوار اور سخت دشوار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کم سے کم سورۃ فاتحہ اور قرآن مجید کی آخری دس سورتیں جو بہت چھوٹی چھوٹی ہیں ان کے معانی سے تو واقفیت حاصل کر لی جائے۔

چہارم: نماز کو اپنا مقصد زندگی سمجھنا اور اس کے لیے ایسا اہتمام کرنا کہ کافر بھی دیکھ کر یہ بات محسوس کرلیں کہ ان لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد نماز ہی کو سمجھ رکھا ہے اسی طرح کافر بھی یہ دیکھ کر معلوم کرلیں کہ نمازی نماز کے بالکلیہ قبضے واختیار میں ہی ہے۔

(۷)قَالُوا يَا شُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (ہود:۸۷)

ترجمہ: (کافروں نے) کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تم کو حکم دیتی ہے کہ (تم اس بات کی نصیحت کرو) کہ ہم چھوڑدیں ان کو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کافروں نے بھی یہ بات محسوس کی کہ حضرت شعیب علیہ السّلام پر نماز کا قبضہ ہے ورنہ حضرت شعیب علیہ السّلام کے افعال کو نماز کی طرف منسوب نہ کرتے۔

ان چار چیزوں کے بعد ہر وقت اس کوشش میں رہنا کہ ہر پچھلی نماز سے میری آنے والی نماز بہتر ہو اور خدا سے دعا مانگنا کہ مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنادے اور ہر نماز کو اس طرح پڑھنا کہ گویا یہ میری آخری نماز ہے اور یہ آخری زیارت اپنے محبوب کی ہے۔ جب کسی محب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اب یہ آخری دیدار محبوب کا ہے جو مجھے مل رہا ہے تو کسی طرح اس کا دل محبوب کے پاس سے ہٹنے کو نہیں چاہے گا اور اگر ہٹے گا بھی تو بادل ناخواستہ، یہی حالت نمازی کی ہونی چاہیے کہ نماز ختم کرنے کو اس کا دل نہ چاہے۔

خدا کی محبّت اور موت کی یاد

صالحین کی صُحبت، سلف صالحین کی نماز کے حالات کا علم نماز کی حقیقت حاصل کرنے کے لیے تریاق اعظم ہے۔ احیاء علوم الدین میں امام غزالی رحمہ اللہ نے بزرگان دین کی نماز اور نماز میں ان کی محویت کے حالات کا اچھا ذخیرہ اسی لیے جمع کردیا ہے۔ اچھی نماز پڑھنے کی آرزو کا دل میں ترقی کرنا اور اپنی نماز کے اچھی نہ ہونے کی حسرت کا پیدا ہونا فالِ نیک اور عمدہ علامت ہے۔ جس وقت یہ حالت پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب رحمت الٰہی قریب آگئی ہے۔

اس وقت اس مضمون کو تنگی مقام کے سبب سے ختم کرتا ہوں اور دعائے خلیلی کو خاتمہ کلام بناتا ہوں کہ: رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ اے میرے مالک! مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنادے اور میری ذریت کو بھی۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

بنام احباب و متوسلین ☆

دارالمبلغین، لکھنؤ

ماہ صفر ۱۳۷۴ھ

امابعد! برادران دینی کو بعد سلام سنتِ اسلام، معلوم ہو کہ اس حقیر کی واپسی مغربی پاکستان سے رمضان کے کچھ قبل ہوئی، واپس آکر نور بصر، لختِ جگر مولوی حافظ قاری محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری میں، جو کئی سال پہلے سے غیر محسوس طریقے پر تھی، شدت پائی یہاں تک کہ اب کی مرتبہ رمضان مبارک میں تراویح بھی نہ پڑھ سکے اور تراویح میں ختم قرآن جو ہر سال متعدد ہو جاتے تھے ایک بھی نہ کر سکے۔ بالآخر بتاریخ ۹ محرم چہار شنبہ کا دن گذر کر شَب کو تقریباً دس بجے بحکم خداوندی اس قیدخانہ دنیا سے ہمیشہ ہمیش کے لیے رہائی پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[1]۔ صبح کو بروز عاشور یوم خمیس خاص شہر لکھنؤ میں مدرسہ

☆ یہ مکتوب گرامی حضرت لکھنویؒ نے اپنے صاحبزادے جناب مولانا محمد عبدالعزیز فاروقیؒ کے سانحہ ارتحال پر تعزیتی خطوط کے جواب میں طبع کرا کے اپنے اہل تعلق کو روانہ کرایا تھا۔ مولانا محمد عبدالعزیز فاروقیؒ کے مختصر حالات ہم آئندہ صفحات کے حاشیے میں درج کریں گے اس خط کے حواشی بھی حضرت لکھنویؒ نے خود لکھے تھے لیکن قوسین میں عبارتوں کا اضافہ راقم الحروف کا ہے۔

[1] یہ کلمہ ایک آیت قرآنی کا جز ہے۔ بوقت مُصیبت اس کلمے کے پڑھنے والے کو قرآن مجید میں عظیم الشان بشارت ہے۔ معنی اس کلمے کے یہ ہیں: بلاشک ہم سب اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اللہ کے لیے اور اللہ کی طرف لوٹنے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اور دونوں ہی اس آیت میں مرادِ الٰہی ہیں۔ ایک مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کے مملوک و مخلوق ہیں اور ہم کو اللہ کے سامنے جانا ہے، اس مطلب کے لحاظ سے یہ کلمہ مالک حقیقی کے کسی تصرف پر چون و چرا کرنے سے روکتا ہے اور صبر کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کی طاعت و عبادت کے لیے ہیں اور زندگی کے ہر لمحے میں، ہر تکلیف و راحت میں اور ہر مُصیبت و حاجت میں اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اس کی طرف سے ہماری نظر کبھی نہیں ہٹتی۔ اس مطلب کے

محمدیہ[۱] کے احاطے کے اندر جہاں بچے دن بھر قرآن مجید پڑھا کرتے ہیں اپنے بھتیجے محمد عبدالہادی[۲] کے قریب دفن ہوئے اور ارحم الراحمین کی رحمت واسعہ کے سپرد کردیئے گئے۔ جنازے کی نماز بڑی جماعت سے ہوئی جس میں علماء وصلحاء بھی شریک تھے۔ اِنَّ اللّٰہِ مَا اَخَذَ وَمَا اَعْطٰی۔

فرزند مرحوم کی عمر بوقت موت تقریباً پینتیس سال تھی۔ سات یتیم بچے ہیں، چھ لڑکیاں[۳] اور ایک لڑکا عبدالمقتدر[۴] نام۔ سب نابالغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو مرحوم کے باقیات صالحات میں کردے اور ان کو اپنے سوا کسی کا کسی بات میں محتاج نہ رکھے۔ آمین۔ فرزند مرحوم کے چار بھائی اس وقت ہیں، تین ان سے بڑے[۵] اور ایک چھوٹا[۶] ماشاء اللہ سب صاحبِ اولاد ہیں۔ جعلھم اللہ من باقیات الصالحات۔ ع ویرحم اللہ عبدا قال

لحاظ سے یہ کلمہ رضا بالقضا کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ دونوں مطلب متعدد آیات قرآنیہ میں بکمال صراحت ووضاحت مذکور ہیں۔ والقرآن یفسر بعضہ بعضاً۔

[۱] اس مبارک نام کے دو مدرسے لکھنؤ میں ہیں۔ فرزند مرحوم جس مدرسہ محمدیہ میں مدفون ہیں وہ محلہ چکنڈی میں ہے، جو مولوی گنج اور امین آباد کے درمیان ہے (اب اس مدرسے کا جدید نام "مدرسہ تعلیم الفرقان" ہے۔ مرتب)

[۲] محمد عبدالہادی، فرزند دلبند تھانور چشم مولوی حافظ محمد عبدالمومن کا، صغر سن میں وفات پائی۔ اللھم اجعلہ لنا اجراً وذخراً وفرطاً وشافعاً ومشفعاً۔ (عزیزی عبدالہادی مرحوم راقم الحروف کا حقیقی چھوٹا بھائی تھا۔ ۲۰ جون ۱۹۴۸ء کو تقریباً سوا سال کی عمر میں انتقال ہوا اور چکنڈی لکھنؤ کے اس احاطے میں دفن ہوا جو احاطہ چپ شاہ میاں کہلاتا تھا، اب اسی احاطے میں ایک دینی مدرسہ بھی قائم ہے۔ یہاں ہمارے خاندان کی یہ پہلی تدفین تھی۔ مرتب)۔

[۳] ان چھ لڑکیوں میں اب صرف تین صاحبزادیاں حیات ہیں اور باقی تین وفات پاچکی ہیں۔

[۴] الحمدللہ مولوی حافظ محمد عبدالمقتدر فاروقی سلمہ صاحبِ اولاد ہیں اور اپنے والد مرحوم کی اولادوں میں تنہا نرینہ اولاد ہیں۔

[۵] اب یہ تینوں بڑے بھائی بھی وفات پاچکے ہیں یعنی: (۱) جناب مولانا محمد عبدالسلام فاروقیؒ (م ۱۹۷۳ء) (۲) جناب مولانا عبدالمؤمن فاروقیؒ (م ۱۹۶۷ء) اور (۳) جناب مولوی محمد عبدالمہیمن فاروقیؒ (م ۱۹۹۲ء)

[۶] یہ چھوٹے بھائی یعنی مولانا حکیم محمد عبدالغنی فاروقی الحمدللہ حیات ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں تادیر زندہ وسلامت رکھے آمین۔

آمینا۔ فرزند مرحوم نے کتب عربیہ درسیہ کی تعلیم کچھ اس حقیر سے اور کچھ اور اساتذہ سے پائی۔ تجوید کی سند حضرت استاذ بزرگوار مولانا سیّد محمد عین القضاۃ صاحب[1] رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور آفاق مدرسہ فرقانیہ (لکھنؤ) کے استاذ قاری عبدالمعبود صاحب[2] سے اور پھر جب حج پر گئے تو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے حاصل کی اور تبرکاً علم حدیث میں صحاح ستہ کی سند اوائل سنا کر حضرت مولانا الشیخ عبدالغنی محدث دہلوی مہاجر مدنیؒ[3] کی صاحبزادی صاحبہ

[1] حضرت مولانا سید عین القضاۃ حیدرآبادی ثم لکھنویؒ حضرت مولانا لکھنویؒ کے استاذ تھے۔ ۳ر نومبر ۱۸۵۷ء کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں ہوئی۔ چار سال کی عمر میں والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد آپ کے والد آپ کو لے کر مکہ معظمہ چلے گئے، چنانچہ وہاں مسلسل گیارہ سال آپ کا قیام رہا، عربی کی ابتدائی تعلیم بھی وہیں ہوئی پھر ہندستان واپس آکر لکھنؤ میں حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ (م۱۸۸۶ء) کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔ استاذ کی توجہ اور اپنی محنت سے بہت جلد آپ نے اپنی تعلیم کا زمانہ طے کیا۔ فراغت کے بعد درس دینے کا سلسلہ بھی اپنے استاذ کے سامنے ہی شروع کردیا تھا جو بہت مقبول ہوا۔ درسیات میں آپ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے جانشین سمجھے جانے لگے تھے۔ لکھنؤ میں آپ نے "مدرسہ عالیہ فرقانیہ" کے نام سے ایک مدرسہ ۱۹۱۰ء میں قائم کیا جو آج بھی بدستور قائم ہے، جس میں قرآن مجید، تجوید وقرات اور دیگر علوم کی تعلیم ہوتی ہے۔ مولانا مرحوم نے تمام عمر کوئی شادی نہیں کی۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت موسیٰ جی ترکیسریؒ (م۱۸۹۱ء) سے آپ بیعت تھے اور انہی سے خلافت بھی حاصل ہوئی۔ آپ کے متعدد رسائل اور کتب بھی مطبوعہ وغیر مطبوعہ ملتے ہیں۔ ۲۸ جنوری ۱۹۲۵ء کو بعارضہ قلب لکھنؤ میں آپ کی وفات ہوئی اور اپنے مدرسے کے ہی صحن میں مدفون ہوئے۔

[2] مولانا قاری عبدالمعبود نادریؒ کی ولادت ۱۳۰۷ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ احیاء العلوم الٰہ آباد میں ہوئی، تکمیل اپنے بڑے بھائی حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی سے کی، تحصیل علم کے بعد چالیس سال تک مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں تدریس کی خدمت انجام دی۔ اس کے علاوہ مدرسہ تجوید القرآن لکھنؤ میں بھی ایک عرصہ تک پڑھایا۔ بچوں کے لیے تجوید میں ایک کتاب "خضر راہ" کی تالیف آپ کی طرف منسوب ہے۔ آپ کے شاگردوں میں بہت سے نام ور اور مشہور حضرات کے نام ملتے ہیں۔ حضرت مولانا لکھنویؒ اکثر زمانوں میں قاری عبدالمعبود قدس سرہ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے، اس مقصد سے حضرت قاری صاحب خود ہی دارالمبلغین لکھنؤ میں تشریف لاتے تھے۔ حضرت قاریؒ کی وفات ۱۳۸۲ھ میں ہوئی۔

[3] حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلویؒ بن حضرت شاہ ابوسعید مجددی نقشبندیؒ ۱۹ر جون ۱۸۱۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا حبیب اللہ سے اور بقیہ تعلیم مع صحاح ستہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے حاصل کی۔ ۱۸۳۳ء میں اپنے والد ماجدؒ کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئے وہاں علم حدیث کی اعلیٰ

سے حاصل کی جس کی ابتدائی عبارت بعد بسملہ وحمد وصلوۃ ان شاءاللہ یہ ہے:

"امابعد فقد اجازنی ابی وشیخی شیخ المحدثین الشیخ عبدالغنیؒ بن ابی سعید المجددیؒ...... اور آخر کی عبارت یہ ہے: واسانید الشیخ الی مصنفی الصحاح الستہ مشہورۃ من شاء فلیطالع کتاب الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنیؒ المطبوعۃ بمصر۔"

فرزند مرحوم کو صغر سن میں حضرت ولی مرشد وسلیتنا الی اللہ الصمد مولانا پیر ابواحمد صاحب بھوپالی مسکناً مجددی نسباً ونسبتاً دامت برکاتھم وعمت وتمت[1] سے بیعت کرنے کا شرف اللہ

سند شیخ محمد عابد سندھیؒ اور شیخ محمد اسماعیل رومیؒ سے حاصل کی۔ باطنی علوم اپنے والد ماجدؒ، بڑے بھائی حضرت شاہ احمد سعید اور پھر حضرت مرزا عبدالغفور خورجویؒ سے حاصل کیے۔ ۱۸۵۷ء میں ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں اقامت اختیار فرمائی اور بقیہ عُمر مسجد نبوی میں درس وتدریس میں گذار دی۔ سر سیّد احمد خاں مرحوم نے آپ کو محی السّنۃ قامع البدعۃ، فنافی السّنۃ، محو فی الشریعہ اور شہسوار میدان طریقت جیسے الفاظ سے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ آپ سنت کے حریص، زہد وتقویٰ میں کامل اور اپنے وقت کے محدث جلیل تھے اور ہزاروں علماء آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی تالیفات میں "انجاح الحاجہ" کے نام سے سنن ابن ماجہ کا حاشیہ، تکملہ مقامات مظہری، تحفہ تیموریہ 'شفاءالسائل اور اردو ترجمہ نصاب الاحتساب بہت مشہور ومقبول ہیں۔ بعض دوسرے علماء نے بھی آپ پر اہم کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنیؒ از علامہ محسن ترہتیؒ اور المورد الحسنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی از مولانا عبدالستار صدیقیؒ مہاجر مکہ بہت معروف ہیں۔ آپ کے خلفاء میں مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکیؒ، حضرت شاہ ابواحمد مجددی بھوپالیؒ، مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ، مولوی امین الدین نانوتویؒ، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ دہلویؒ، میاں احمد جان دہلویؒ اور قاری رحیم بیگ دہلویؒ کے نام نامی شامل ہیں۔ ۳۱ر دسمبر ۱۸۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ آپ کے چھ صاحبزادے اور دس صاحبزادیاں ہوئیں مگر ان میں صرف ایک صاحبزادی کو چھوڑ کر باقی سب آپ کی حیات ہی میں وفات پاگئیں۔ ایک صاحبزادی جو آپ کے بعد بھی حیات رہیں ان کے نام اور حالات سے آگاہی نہ ہو سکی۔

[1] حضرت مولانا شاہ ابواحمدؒ بن حضرت شاہ خطیب احمد مجددیؒ (م ۱۸۴۹ء) ۱۱ر رمضان المبارک ۱۲۶۰ھ کو بھوپال میں پیدا ہوئے اور پھر وہیں مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا قاضی ایوبؒ کا نام بھی ملتا ہے۔ والد ماجدؒ کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف چھ سال کی تھی اس لیے ان سے کسب فیض کا کچھ موقع نہ ملا چنانچہ مدینہ منورہ جاکر اپنے حقیقی پھوپھا اور رشتہ کے چچا حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی ومحدث دہلویؒ سے سلوک کی تعلیم اور تربیت حاصل کی اور انہی سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی۔ حضرت شاہ ابواحمدؒ اپنے عہد کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ آپ غایت درجہ متبع سُنت اور آداب طریقت کے امین تھے۔ منازلِ

تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ فرزند مرحوم نے مدح صحابہؓ کی تحریک میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بہت کارہائے نمایاں کیے اور قانون شکنی کرکے جیل بھی گئے۔ آل انڈیا مدح صحابہؓ مشاعرے کا سنگ بنیاد بھی انہی کا رکھا ہوا ہے۔ مرحوم کا وعظ بھی بہت پر جوش اور پر تاثیر ہوتا تھا۔ تعزیتی خطوط میں اکثر لوگوں نے ان کے مواعظ حسنہ کا ذکر کر کے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

اللهم اغفرله وارحمه و تقبل منا ومنه فانك انت العزيز الحكيم وانك انت الرحمٰن الرحيم۔

فرزند مرحوم کو کئی ماہ پہلے سے اپنی زندگی کی امید منقطع ہو چکی تھی، بند بند الفاظ میں اس کا اظہار بھی کئی بار کیا مگر ذرا پریشانی ان کو نہ تھی۔ دنیا سے جانے کا، باپ اور بھائیوں کے چھوٹنے کا اور بی بی بچوں سے جدائی کا کچھ غم نہ تھا۔ بڑی خوشی سے جان شیریں جان آفریں کے حوالے کی۔ کما قال قائل رحمۃ اللہ علیہ۔

فان قال لی مت ومت سمعاً و طاعة
وقلت لداعی الموت اهلاً ومرحبا

فرزند مرحوم کو پیٹ کی بیماری تھی اور بیماری کا مرکز جگر تھا اور طحال و مرارہ بھی اس سے متاثر ہو چکا تھا۔ اس بیماری سے مرحوم کی وفات اس حقیر کے لیے بہت صبر آموز رہی۔ قال النبی صلی الله علیه وسلم المبطون شهید یعنی پیٹ کی بیماری سے جو شخص مرے وہ شہید ہوتا ہے۔

سلوک کے ماہر اور مکتوبات امام ربانیؒ کے غواص تھے۔ معمولات سلوک کے سخت پابند، اشغال واذکار و مراقبات اور ادعیہ ماثورہ کے بڑے پابند اور بزرگان نقشبندیہ کے ختم کی بڑی مداومت رکھتے تھے، ساتھ ہی ساتھ تجرید و تفرید، تبتل و انقطاع، اہل دنیا سے بے رغبتی اور امرا و اہل دول سے فطری بے تعلقی بھی تھی۔ حضرت مولانا لکھنوی کو آپ ہی سے شرف بیعت حاصل تھا اور وہ آپ ہی کے مجاز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ سے بے حد محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ ۲۷؍ دسمبر ۱۹۲۳ء میں بھوپال میں وفات ہوئی اور محلہ جہانگیر آباد کے اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے اول مولانا شاہ محمد ابراھیمؒ، دوم مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ اور سوم حضرت شاہ محمد یعقوب معروف بہ پیر ننھے میاں حضرت شاہ محمد یعقوبؒ ہی آپ کی خانقاہ شریف کے صاحب سجادہ ہوئے جن سے آپ کے سلسلے کی بڑی نشر و اشاعت ہوئی۔

منگر کہ دل ابن یمیں پرخوں شد
بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف و پابرہ ودیدہ بدوست
باپیک اجل خندہ زناں بیروں شد

اس درمیان میں یہ حقیر بتوفیقہ تعالیٰ حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات قدسیہ کے مطالعے میں اکثر مشغول رہا جس سے بہترین تعزیت اور خوب ترین تسلی حاصل ہوئی، بالخصوص دو مکتوب بہت زیادہ باعث سکون ہوئے۔ اول وہ مکتوب جس کا عنوان یہ ہے: ''بہترین امتعہ این نشاۃ حزن وملال ست، اگر حزن وملال نباشد زندگی طعام بے نمک ست''، دوسرا وہ مکتوب جس میں حضرت نے اپنے تین فرزندان گرامی شان اولیاء الرحمٰن کی وفات بیان فرمائی ہے اور ہر ایک کے مختصر حالات زیب رقم کرکے لکھا ہے:

''حمداً للہ سبحانہ کہ پسماندگان راتوفیق صبر عطافرمودوبلیہ راسرداد'' سبب ایں صحیفہ مطبوعہ

اول یہ کہ تعزیتی خطوط بہت جمع ہوگئے ہیں اور یہ حقیر جو پہلے ہی سے کوتاہ قلمی میں مبتلا تھا ان خطوط کے جواب سے قاصر رہا، پھر اکثر خطوط میں تعزیت کے ساتھ ساتھ مرحوم کے کچھ حالات بھی دریافت کیے گئے ہیں لہٰذا اس مطبوعہ خط کو بھیج کر جواب سے سبکدوشی حاصل ہوسکے گی۔

دوم یہ کہ یہ مطبوعہ خط، ان شاء اللہ تعالیٰ، فرزند مرحوم کے یتیموں کے لیے ایک مذکر ہوگا اور امید ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ، وہ بالغ ہوکر اس سے عبرت حاصل کریں گے۔

سوم یہ کہ اس حقیر کے ساتھ جن مخلصین کو للّٰہی تعلق ہے ان سے امید ہے کہ اس خط کو پڑھ کر مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کریں گے اور مالی وبدنی عبادت کرکے جس سے جس قدر بہ آسانی ہوسکے گا مرحوم کو اور ان کے بڑے بھائی[۱] اور بڑی بہن[۲] مرحومین اور ان کی

---

[۱] یہ اشارہ مولانا حافظ محمد عبدالغفور فاروقی (م ۱۹۳۵ء) کی طرف ہے۔

[۲] یہ بڑی بہن حضرت بی بی ماریۃ الزہراء مرحومہ تھیں، تمام بھائیوں کی یہ تنہا بہن تھیں اور ایک بے مثال دین دار خاتون تھیں جو ۱۹۳۶ء میں اس دنیا سے رخصت ہوگئیں اور کاکوری میں اپنے اکابر کے پہلو میں دفن کی

والدہ مرحومہ کو نیز اس حقیر کو اور اس حقیر کے والدین کو (رب ارحمهما کما ربیانی صغیراً) ایصال ثواب سے محروم نہ رکھیں گے اور اس کی اطلاع حقیر کو نہ دیں گے۔ ایصال ثواب کا مسئلہ اور اس کے متعلق ضروری معلومات کے لیے اس حقیر کی کتاب ''علم الفقہ'' کی جلد دوم دیکھنا چاہیے۔ یہی تین مقصد اس صحیفہ مطبوعہ کے ہیں۔

غرض نقشے ست کزوی یادماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند درحق آں مسکیں دعائے

وآخر دعوٰینا اَنِ الحمدُ للهِ رَبِّ العالمین والصّلوۃ والسّلامُ علی اَشْرَفِ المُرسَلِینَ سَیّدِالاوّلِیْنَ والآخرین محمد وآله واصحابه اجمعین۔

کتبہ محمد عبدالشکور کان اللہ عوضا
عن کل شئ

گئیں۔ ان کے حالات بھی آئندہ صفحات میں لکھے جائیں گے۔

بنام جناب مُحمد عظیم صدیقی لکھنؤ ☆

دفتر النجم لکھنؤ۔ فروری ۱۹۲۶ء

☆ جناب مُحمد عظیم صدیقی سب اور سئیر لکھنؤ کے محلہ منصور نگر کے رہنے والے تھے۔ النجم کے بڑے قدرداں اور پرانے ناظرین میں سے تھے۔ ان سے کسی مخالف اہل سُنّت نے دو معترضانہ سوالات کیے تھے جن کے جوابات وہ خود نہیں دے سکتے تھے، لہٰذا انھوں نے حضرت لکھنویؒ سے ان کے جوابات معلوم کرنے کے لیے ایک دستی خط ارسال کیا جس کا شافی جواب تحریری طور پر انھیں براہِ راست بھجوادیا گیا اور پھر النجم میں بھی شائع کردیا گیا۔ ان کے سوالات کا خلاصہ یہ تھا:

(۱) ہمیں اہلِ سُنّت وجماعت کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا یہ نام پیغمبر نے یا کسی خلیفہ نے یا کسی امام مثلاً حضرت امام ابوحنیفہؒ نے تجویز کیا تھا؟

(۲) اسلام میں اس قدر فرقے کیوں پیدا ہوئے ہیں؟

مُحمد عظیم صدیقی نے یہ بھی لکھا تھا کہ سائل پہلے سنی مذہب کا پیرو تھا لیکن بعد میں اس نے شیعہ مذہب قبول کرلیا تھا۔ سائل نے جو دو سوالات کیے تھے اس میں خود اپنا تعارف اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح کرایا تھا:

''میں اہل شیعہ (یعنی پاک گھرانے والا) ہوں، میرا مذہب اثنا عشری یعنی بارہ اماموں اور چودہ معصوموں کا ماننے والا ہے، جس کا سلسلہ حضرت رسول مقبولؐ سے اس وقت تک قائم ہے، یعنی مہدی آخر الزماں تک۔ میرا طریقہ امامیہ ہے یعنی وہ طریقہ جو ائمہ اطہار کا ہے، جن کے آپ اور ہم سب ماننے والے ہیں۔ ہم تو اپنے عقیدے میں پختہ ہیں، کیونکہ اگر ہم ارکان نماز میں اللھم صل علی محمد و آل محمد کو نہ پڑھیں تو ہماری نماز باطل ہوجائے گی۔ ہر جگہ مُحمدؐ کے ساتھ آلِ مُحمدؐ شامل ہے اور ہم اسی آلِ مُحمدؐ کی اولاد ہیں۔ اصحاب مُحمد کا اضافہ کرنا کس حدیث میں یا قرآن میں کہاں آیا ہے؟ شاید یہ بات اصحاب کے ماننے والوں نے بطور یادداشت مناجات یا بطور دعا وغیرہ کے اپنی طرف سے اضافہ کردیا ہے تاکہ انھیں بھی سب لوگ مانیں، پھر بھی حق بات ہمیشہ حق ہی ہوا کرتی ہے، یعنی آل کے بعد ہی اصحاب کا ذکر آتا ہے۔ اب آپ لوگ آل کا مرتبہ چھوڑ کر اصحاب کی پیروی کرتے ہیں جو کہ ایک غلط کام ہے۔''

یہاں اس جوابی مکتوب کو النجم لکھنؤ، رجب و شعبان ۱۳۴۴ھ سے نقل کیا جارہا ہے۔

مکرم بندہ! وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ

آپ کے بھیجے ہوئے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں اور چونکہ آپ کے لانے والے صاحب نے جس کو مناسب سمجھا کہ نفع عام کے لیے آپ کا خط مع جواب النجم میں شائع کر دیا جائے اس لیے اسے النجم میں درج کیا جارہا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے ذریعہ ہدایت بنائے، آمین۔

آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ یہ شخص اول سنی تھا مگر اب شیعہ ہو گیا ہے، یہ بات از روئے تحقیق صحیح نہیں ہو سکتی، آپ جانچ کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ شخص پہلے بھی سنی نہ تھا۔ دین کسی نسب کا نام نہیں ہے کہ جو باپ دادا کا دین ہو خواہ مخواہ اولاد کا بھی وہی دین کہلائے، دین کوئی میراث نہیں ہے کہ ترکے کی طرح باپ دادا سے اولاد کو ملنا ضروری ہو، بلکہ دین کی حقیقت یہ ہے کہ جو تعلیمات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ہیں ان کا یقین دل میں ہو اور ان کی پابندی کی جائے۔

خوب یاد رکھیے! ایک حقیقی مسلمان اور ایک سنی کا اپنے مذہب سے ہٹ جانا ان محالات میں سے ہے جن کا تصور بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ نے روز اول میں ابلیس سے فرما دیا تھا کہ: اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ (الحجر:۴۲) یعنی میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہ چلے گا۔ نہ کبھی ایسا ہوا نہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی سنی کو کوئی بہکا کر مرتد بنا سکے، مصائب کے پہاڑ اس پر توڑ دیئے جائیں، امیدوں کے سبز باغ اس کو دکھلائے جائیں، طرح طرح کے فریب دیئے جائیں اور جو جو مکائد ہو سکتے ہوں وہ سب ختم کر دیئے جائیں تو بھی، ان شاء اللہ تعالیٰ، ایک سنی کے قدم کو لغزش نہیں ہو سکتی کوچہ محبوب میں پہنچ کر پھر کوئی جانے کا نام نہیں لیتا۔

قدغن ہے کہ کوچے لیں کوئی آنے نہ پائے
اور بے خبر آجائے تو پھر جانے نہ پائے

دین الٰہی کی محبت میں وہ ہزار آزادیوں کو قربان کر کے اس اسیری کو مول لیتا ہے، سچ ہے۔

اسیرش نخواہد رہائی زبند
شکارش نجوید خلاص از کمند

یہ ہمارے بھائیوں کی غفلت کا نتیجہ ہے کہ نہ ہمارے یہاں تعلیم کا انتظام ہے اور نہ تبلیغ

کا۔ ہمارے اکثر لوگ مذہب سے اس قدر اجنبی ہیں کہ وہ سوا چند معمولی مراسم کے دین کی حقیقت کچھ نہیں جانتے ایسے بے خبر لوگوں کو جس کا جی چاہے اپنے دام فریب میں پھانس لے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہمارا اصلی دینی نام مُسلم ہے اور یہ نام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرَاهِیْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ (الحج:۷۸)۔ مگر جب کلمہ گویان اسلام میں مختلف ومتعدد فرقے پیدا ہونا شروع ہوگئے تو ان سے امتیاز کے لیے ہمارا خصوصی لقب "اہلِ سُنّت وجماعت" مشہور ہوا۔ یہ خصوصی لقب ہم پر ایسا منطبق ہوا اور اس کا انطباق اس درجے ناقابل انکار ہوگیا کہ مخالف بھی ہم کو اسی نام سے یاد کرنے پر مجبور ہوئے۔ کوئی فرقہ معتزلہ مشہور ہوا، کوئی قدری، کوئی مرجئی، کوئی ناصبی، کوئی رافضی لیکن اسلام کے حقیقی وارث، اہلِ سُنّت وجماعت، کے لقب سے مشہور ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

اہلِ سُنّت وجماعت کا لقب ہمارا ایجاد کیا ہوا نہیں ہے، بلکہ اس کا ثبوت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے کتب فریقین میں موجود ہے۔ اس لقب میں دو جز ہیں: ایک سنت اور دوسری جماعت۔ سنت کا مطلب یہ ہے کہ سنت رسول علیہ السّلام کا پیرو، یعنی جو طریقہ آپؐ کا تھا اور جس پر آپؐ نے اپنے اصحاب کو چلایا تھا اس طریقے پر چلنے والا۔ جماعت کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گویان اسلام میں جو لوگ جماعت اور سواد اعظم کے مصداق ہیں، ان میں شامل ہونے والا اور بڑی جماعت وبڑے گروہ کی تحقیقات میں جو تعلیم رسول اللہ ﷺ کی ثابت ہوئی ہے ان تحقیقات پر عمل کرنے والا، اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ جماعت کے بنائے ہوئے مذہب کو ماننے والا ہے۔ مذہب وملت کے بنانے کا نہ کسی شخص کو اختیار ہے اور نہ کسی جماعت کو۔ دین خدا کا ہے اور خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

بعض فرقے ایسے پیدا ہوئے کہ جنھوں نے سنت یعنی جس پر نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ گامزن تھے اسے ترک کر دیا لہٰذا سُنت کے لفظ نے ہم کو ان سے ممتاز کر دیا۔ بعض فرقے ایسے بھی ہوئے ہیں جنھوں نے جماعت کو چھوڑ دیا اور تنہا ہوگئے، یعنی اپنے وہم و خیال میں اور اپنی منفردہ رائے سے جس چیز کو انھوں نے دین سمجھا اس کو اپنا مسلک بنالیا یا بڑی

جماعت کے نقل وروایت کو ترک کر کے چند مفتریوں کی روایات کو جو ہر بات میں جماعت سے علیحدہ تھے، بنیاد مذہب قرار دیا چنانچہ ان سب فرقوں سے "جماعت" کے لفظ نے ہم کو ممتاز کر دیا۔ جماعت کی لفظ معتزلہ کے مقابلے میں زیادہ مستعمل ہوئی جبکہ امام ابوالحسن اشعریؒ نے ابو علی جبائی کے لیے کہا کہ اعتزل عنا یعنی یہ شخص ہماری جماعت سے علیحدہ ہو گیا۔

اس علیحدگی کے سبب سے ابوعلی[1] اور اس کے ہم خیال معتزلی کہلائے اور ہمارا لقب جماعت مشہور ہوا۔ اب اس لقب کا ثبوت کتب فریقین سے ملاحظہ ہو اور اس سے بھی پہلے قرآن شریف دیکھنا چاہئے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء:۱۱۵)

اور جو شخص مخالفت کرے گا رسول کی بعد اس کے کہ اس کو ہدایت ظاہر ہو چکی، ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور ڈالیں گے اس کو جہنم میں اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔

اس آیت میں دو چیزوں کی ممانعت کی ہے۔ رسولؐ کی مخالفت اور ایمان والوں کی راہ کے خلاف چلنے کی، پس صاف نتیجہ نکلا کہ رسول کی سنت پر عمل ہونا چاہیے اور جماعت اہل ایمان کی راہ پر چلنا چاہیے۔ سنت و جماعت دونوں کا ثبوت اس سے زیادہ واضح اور کیا ہو سکتا ہے؟ دیکھو تو! اس آیت میں سنت و جماعت سے علیحدہ ہو جانے والے پر کس قدر قہر و غضب کا اظہار فرمایا ہے کہ اس کو ہم اسی طرف پھیریں گے جدھر وہ پھرا ہے، یعنی جس طرح وہ دنیا میں ایمان والوں کی راہ سے علیحدہ ہو گیا، آخرت میں بھی اس کو ہم ایمان والوں کی راہ سے علیحدہ رکھیں گے، ایمان والے جنّت کی راہ پر چلیں گے اور اس کو ہم دوزخ میں ڈالیں گے۔ اب روایات فریقین دیکھو۔

روایات اہلِ سُنّت

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن بني اسرائيل تفرقت على اثنتين

[1] ابوعلی محمد بن عبدالوھاب فرقہ معتزلہ کا امام اور ان کا مشہور عالم تھا۔ جباء (خوزستان) میں پیدا ہوا اور بصرہ میں شہرت پائی۔ امام ابوالحسن اشعری اسے ماننے والوں کو جبائی کہا کرتے تھے۔ اس نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی۔ ۹۱۵ء میں بصرہ میں وفات پائی۔

و سبعين فرقة وتفرق امتی علی ثلث و سبعين ملة كلهم فی النار الاملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله! قال ما انا عليه واصحابی۔(رواه الترمذی وفی رواية احمدوابی داؤد عن معاوية ثنتان و سبعون فی النار و واحدة فی الجنة وهی الجماعة)۔

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بہ تحقیق بنی اسرائیل میں بہتر فرقے ہوگئے تھے اور میری امت میں تہتر فرقے ہوجائیں گے وہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوا ایک گروہ کے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ کون گروہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ گروہ جو اس طریقے پر ہو جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں، (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت معاویہؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے، بس ایک فرقہ جنّت میں جائے گا اور اس کا نام "جماعت" ہوگا۔)

اس حدیث سے سُنت و جماعت دونوں کا ثبوت ملتا ہے۔ جماعت کا تو صاف لفظ موجود ہے اور سنت کے لیے مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِیْ سے بہتر کون سا لفظ ہوسکتا ہے؟ بلکہ اس لفظ سے جماعت کا بھی ثبوت ہوسکتا ہے۔

(۲) قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الله لا يجمع امتی علی ضلالة و يدالله علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار۔رواه الترمذی۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بہ تحقیق اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(۳) قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اتبعوا سواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار۔رواه ابن ماجه۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پیروی کرو بڑی جماعت کی۔ جو شخص بڑی جماعت سے نکل گیا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے جماعت کی وجہ تسمیہ ظاہر ہو رہی ہے۔

(۴)قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ترکت فیکم امرین تضلوا ما تمسکتهم بهما کتاب الله وسنة رسوله۔ رواه فی المؤطا۔

فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ تا ہوں جب تک ان دونوں سے تم تمسک کروگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی سُنّت، یہ حدیث مؤطا میں ہے۔

اس حدیث سے سُنّت کی وجہ تسمیہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ یہ چاروں حدیثیں اہلِ سُنّت کی ہیں۔ مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسُنّۃ سے نقل کی گئی ہیں۔

روایات شیعہ

(۵) نہج البلاغۃ، مطبوعہ مصر، قسم اول، صفحہ ۲۶۱ میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وسیهلك فی صنفان: محب مفرط یذهب به الحب الی غیر الحق، و مبغض مفرط یذهب به البغض الی غیر الحق، وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموه والزموا السواد الاعظم فان ید الله مع الجماعة وایاکم والفرقة! فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب الامن دعا الی هذا الشعار فاقتلوه، ولو کان تحت عمامتی هذه۔ (خطبہ نمبر ۱۲۷)

اور عنقریب میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے، ایک وہ جو محبت میں غلو رکھتے ہوں کہ محبت ان کو خلاف حق راستے پر لے جائے اور ایک وہ جو عداوت میں غلو رکھتے ہوں کہ عداوت ان کو خلاف حق کی طرف لے جائے۔ میرے متعلق سب سے اچھے وہ لوگ ہوں گے جو درمیانی راہ اختیار کریں گے، لہٰذا تم درمیانی راہ کو لازم سمجھو اور سوادِ اعظم کی پیروی کو لازم سمجھو، اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، خبردار! جماعت سے علیحدہ نہ ہونا، جماعت سے علیحدہ ہوجانے والا شیطان کا شکار ہے جس طرح وہ بکری جو گلے سے علیحدہ ہوجائے بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے، آگاہ ہوجاؤ! جو شخص تم کو جماعت سے علیحدہ ہونے کی ترغیب دے اس کو قتل کردو اگرچہ وہ میرے اس عمامے کے نیچے ہی ہو یعنی اگرچہ وہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔

اس روایت میں سوادِ اعظم اور جماعت کی پیروی کی کس قدر تاکید ہے، جماعت کی یہ فضیلت ہے کہ اللہ کا اس پر ہاتھ ہے اور جماعت سے علیحدہ ہو جانے کی یہ مذمت ہے کہ وہ شخص دوزخی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جماعت سے علیحدہ ہو جانے کی جو شخص ترغیب دے چاہے وہ کیسا ہی مقدس ہو حتیٰ کہ میں ہی کیوں نہ ہوں فوراً اس کو قتل کر دو۔ اگر آج حضرت علی مرتضیٰؓ ہوتے اور دیکھتے کہ کچھ لوگ ان کے نام لیوا بن کر اور ان کی پیروی کے مدعی ہو کر اہلِ سُنّت و جماعت کی راہ سے الگ ہیں تو یقیناً ان کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو نہروان میں خوارج کے ساتھ انھوں نے کیا تھا اور جس کی تعلیم وہ اس روایت میں دے رہے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت علیؓ کے زمانے میں سوادِ اعظم اور جماعت کا مصداق کون تھا اہلِ سُنّت یا خارجی یا رافضی؟ تو حقیقت یہ ہے کہ روافض کا اس وقت وجود بھی نہ تھا، نہ اس مذہب کے عقائد مرتب ہوئے تھے، نہ اصول و فروع کی تصنیف ہوئی تھی، ہاں بنیاد البتہ پڑ چلی تھی۔ رہے خوارج وہ اگرچہ تھے مگر نہایت قلیل و ذلیل تھے اور جنگ نہروان میں ان کی پوری بیخ کنی ہو چکی تھی اور اس قدر تو خود شیعوں کو اقرار ہے کہ قرونِ اول میں مذہب شیعہ کے معتقدات کے ماننے والے گنتی کے چار پانچ لوگ تھے، چنانچہ کتاب احتجاج مطبوعہ ایران کے صفحہ ۴۸ میں ہے:
مَامِنَ الْاُمَّةِ اَحَدٌ بَايَعَ مُكْرَهًا غَيْرَ عَلِيٍّ وَّاَرْبَعَتِنَا یعنی تمام امت میں کوئی نہ تھا جس نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بغیر دلی رغبت کے بیعت کی ہو (یعنی سب نے دلی رغبت کے ساتھ بیعت کی تھی) سوا علیؓ اور ہمارے چار اشخاص (ابو ذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ، سلمانؓ) کے نیز حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں تمام لوگ حتیٰ کہ ان کے لشکر کے لوگ بھی سنی تھے، اسی وجہ سے حضرت علیؓ اپنے زمانہ خلافت میں اپنا اصلی مذہب ظاہر نہ کر سکے اور تمام عمر تقیہ میں بسر کی، نہ فدک وارثان فاطمہؓ کو دیا، نہ متعہ کی حلت کا اعلان دیا، نہ تراویح کے بدعت ہونے کا اظہار فرمایا اور نہ قرآن پر عمل کرنے کی لوگوں کو ترغیب دے سکے۔ یہ سب مضامین کتب معتبرہ شیعہ سے بار بار "النجم" میں منقول ہو چکے ہیں۔ (تفصیل کے لیے) "احقاق الحق" از قاضی نور اللہ شوستری، "احتجاج" علامہ طبرسی اور "کتاب الکافی" دیکھیں۔

دوسرا فائدہ اس روایت سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ اپنی محبت میں غلو کی ممانعت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میری محبّت میں غلو کرنے والا بھی ہلاک ہو گا،

یعنی دوزخی ہے اور مجھ سے بغض رکھنے والا بھی۔ غلو کیا چیز ہے اس کو بحوالہ کتب شیعہ ہم 'مناظرہ' حصہ سوم میں بیان کرچکے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شیعوں کے سب فرقے اور خوارج دونوں راہ نجات سے دور ہیں۔ نجات منحصر ہے صرف نمط اوسط میں اور نمط اوسط کامصداق سوااہلِ سُنّت کے کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ فالحمد للہ۔

اہلِ سُنّت روافض اور خوارج کے درمیان میں ہیں، جس طرح مُسلم ان یہود ونصاریٰ کے وسط میں ہیں۔ یہود حضرت عیسیٰؑ سے بغض رکھتے ہیں، ان پر ناپاک تہمتیں لگاتے ہیں اور عیسائی ان کی محبت میں غلو کرتے ہیں۔ مسلمان حضرت عیسیٰؑ سے بغض بھی نہیں رکھتے اور ان کی محبت میں غلو بھی نہیں کرتے بلکہ ان کو اوران کے واجبی رتبے کو جانتے ہیں، بالکل اسی طرح اہلِ سُنّت نہ حضرت علیؓ سے خوارج کی طرح بغض رکھتے ہیں اور نہ روافض کی طرح ان کے حق میں غلو کرتے ہیں بلکہ ان کو ان کے رتبہ عالی کے لائق واجب الاحترام جانتے ہیں۔

(۶) نہج البلاغۃ، قسم اول، صفحہ ۴۸۵ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک روز فتنوں کا بیان فرمایا کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ لوگ قرآن پر عمل نہ کریں گے اور قرآن پر عمل کرنے والے لوگوں کی نظر میں قابل نفرت ہوں گے، اسی سلسلے میں انھوں نے فرمایا:

فاجتمع القوم علی الفرقۃ، وافترقوا عن الجماعۃ، کانھم ائمۃ الکتاب ولیس الکتاب امامھم۔

لوگ علیحدہ ہونے پر اتفاق کرلیں گے اور جماعت سے جدا ہوجائیں گے گویا کہ وہ کتاب اللہ کے امام ہیں اور کتاب اللہ ان کاامام نہیں ہے۔

اس روایت سے جماعت کے وجہ تسمیہ کا روشن ثبوت ملتا ہے اور جماعت سے علیحدہ ہوجانے کی سخت مذمت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کو امام نہ ماننے کی بڑی تحدید[1] ہے۔

---

[1] شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن امام نہیں ہوسکتا خصوصاً حدیث میں: من مات ولم یعرف امام زمانہ میں جب اہلِ سُنّت کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اصلی مطلب حدیث کا تو خلیفہ وقت کی اطاعت سے تعلق رکھتا ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ امام سے مراد قرآن ہو تو شیعہ بڑا تعجّب کرتے ہیں کہ بھلا قرآن کیسے امام ہوگا؟ کتاب پر امام کالفظ نہیں بولا جاسکتا، حالانکہ خود قرآن شریف میں توریت کو امام فرمایا گیا ہے مثلاً: وَمِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰى

(۷) نیز اسی کتاب نہج البلاغۃ، قسم اول صفحہ ۲۸۷ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے لوگوں کو وصیت فرمائی کہ:

اما وصیتی: فالله لا تشرکوا به شیئاً، ومحمد صلی الله علیه وسلم، فلا تضیعوا سنته. اقیموا هذین العمودین[1] وخلاکم ذم مالم تشردوا۔

(خطبہ نمبر ۱۴۹)

میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور محمد ﷺ کی سُنت کو ضائع نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم رکھو، ان دونوں چراغوں کو روشن رکھو تو برائی تم سے دور رہے گی بشرطیکہ جماعت سے علیحدہ نہ ہو۔

اس حدیث سے سُنت و جماعت دونوں کا ثبوت ہوتا ہے اور جماعت کی اس قدر تاکید ہوتی ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہو تو توحید بھی وسیلہ نجات نہیں بن سکتی۔ اللہ اکبر!

(۸) مجالس المومنین، مطبوعہ ایران صفحہ ۲۴ میں ہے کہ حضرت علیؓ سے ان کے عہد خلافت میں قاضیوں نے پوچھا کہ اب ہم احکام قضا کس طرح جاری کریں تو انھوں نے فرمایا:

اقضوا کما کنتم تقضون حتی تکون الناس جماعة او اموت کمامات اصحابی۔

تم لوگ ویسے ہی فیصلے کرو جیسے کرتے تھے یہاں تک کہ سب لوگ جماعت والے ہو جائیں یا میں بھی مر جاؤں جس طرح میرے ساتھ والے مر گئے۔

حضرت علیؓ کے زمانے میں خوارج پیدا ہو چکے تھے اور فرقہ بندی شروع ہو چلی تھی اس لیے وہ پھر اسی اتحاد و یک جہتی کے دیکھنے کے آرزو مند تھے جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہؓ کے عہد میں دیکھا تھا۔ جماعت کا ثبوت اس روایت سے نہایت واضح ہے۔

(۹) علامہ طبرسی کتاب احتجاج مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸۴ میں لکھتے ہیں:

اِمَامًا وَّرَحْمَةً (الاحقاف:۱۲)

[1] اس حدیث سے مسئلہ امامت کی بھی جڑ کٹتی ہے، اگر امامت اصول دین میں ہوتی اور امام کا ماننا ایسا ضروری ہوتا تو اس وصیت میں حضرت علیؓ نے امام کا ذکر کیوں نہ کیا اور صرف توحید و سُنت کے ماننے اور جماعت کے ساتھ رہنے پر نجات کا قطعی حکم کیوں لگا دیا؟

وروی عنه صلوات الله علیه ان رسول الله ﷺ قال: ما وجدتم فی کتاب الله عزوجل فالعمل به لازم ولاعذر لکم فی ترکه، ومالم یکن فی کتاب الله عزوجل وکانت فی سنة منی فلاعذرلکم فی ترك سنتی ومالم یکن فیه سنة منی فما قال اصحابی فقولوا به فإنما مثل اصحابی فیکم کمثل[1] النجوم بأیها اخذ اهتدی وبأی اقاویل اصحابی اخذتم اهتدیتم، واختلاف اصحابی لکم رحمة

امام جعفر صادق صلوات اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] یہ حدیث "حدیث نجوم" کے نام سے مشہور ہے، اہل سُنّت کی کتابوں میں بھی ہے، اس حدیث سے صحابہؓ کرام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ بنیاد دین تین چیزوں پر یعنی قرآن، سُنّت اور آثار صحابہؓ پر ہے، لہٰذا مذہب شیعہ کی بیخ کنی ہو گئی، شیعہ راویوں نے اس مضرت کو محسوس کر کے ایک ضمیمہ اس روایت کے ساتھ تصنیف کیا مگر جوڑ صاف نظر آتا ہے، شال میں کمبلی کا پیوند کیسے کھپ سکتا ہے؟ وہ ضمیمہ "احتجاج" کے اسی صفحے میں ہماری منقولہ عبارت کے بعد علی الاتصال مذکور ہے کہ:

قیل یا رسول الله من أصحابك؟ قال: أهل بیتی قال محمد بن الحسن بن بابویه القمی رضی الله عنه ان اهل البیت لا یختلفون ولکن یفتون الشیعه بهذا الحق وربما افتوهم بالتقیة فما یختلف من قولهم فهو للتقیة والتقیة رحمة للشیعة۔

ترجمہ: پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! آپ کے اصحاب کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے اہل بیت۔ ابن بابویہ قمی فرماتے ہیں کہ اہل بیت میں باہم اختلاف نہیں ہوتا، وہ شیعوں کو خالص سچے فتوے بتلاتے ہیں، ہاں کبھی کبھی ازراہ تقیہ شیعوں کو فتویٰ دے دیتے ہیں جو اختلاف ائمہ کے اقوال میں ہے وہ تقیہ کے سبب سے ہے۔ تقیہ شیعوں کے لیے رحمت ہے۔

اس ضمیمے کے جعلی ہونے کا اول ثبوت یہ ہے کہ اصحاب کا لفظ کوئی چیستان نہ تھا جس کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آتی، دوم یہ کہ اہل بیت میں جن لوگوں نے صحبت رسولؐ نہیں پائی ان پر لفظ اصحاب ازروئے لغت ہرگز صادق نہیں آسکتا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خلاف لغت کسی لفظ کا استعمال کریں یہ ناممکن ہے۔ سوم یہ کہ ائمہ میں اختلاف کا نہ ہونا ابن بابویہ صاحب نے خوب کہا، ائمہ کے اقوال میں جس قدر اختلاف ہے ایسا اختلاف تو دنیا میں کہیں نہیں دیکھا گیا اور یہ اختلاف محض تقیے کے سبب سے نہیں ہے جیسا کہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم نے "اساس الاصول" میں لکھا ہے بلکہ خود ان کی روایات مختلفہ کے دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال اس ضمیمے کا جعلی ہونا اظہر من الشمس ہے۔ (مکتوب نگار)

نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی کتاب میں جو تم کو ملے اس پر عمل کرنا چاہیے، اس کے ترک پر تم معذور نہیں سمجھے جاؤ گے اور جو حکم اللہ عزوجل کی کتاب میں نہ ملے اور میری کوئی سُنت اس کے متعلق ہو تو میری سنت کے ترک کرنے میں بھی تم معذور نہ سمجھے جاؤ گے اور جس چیز کے متعلق میری سُنت بھی موجود نہ ہو تو جو قول میرے اصحاب کا ہو اس کو اختیار کرو، میرے اصحاب کی مثال تمہارے درمیان میں ایسی ہے جیسے ستارے کہ جس ستارے کی پیروی کرو گے ہدایت ہو جائے گی، اسی طرح میرے اصحاب کے جس قول پر عمل کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

اس روایت سے سُنت کا ثبوت تو ظاہر ہے اور غور کرنے سے جماعت کا ثبوت بھی واضح ہوتا ہے، کیونکہ صحابہ کرام کی پیروی سُنت بھی ہے اور پیروی جماعت بھی ہے۔ یہ کتاب "احتجاج" اس پائے کی ہے کہ اس کے مصنف نے دیباچے میں تصریح کر دی ہے کہ سوا امام حسن عسکری کے جن ائمہ کی روایات اس کتاب میں ہے وہ صحت کے رتبہ اعلیٰ پر پہنچی ہوئی ہے۔

(۱۰) علامہ ابن بابویہ قمی اپنی کتاب "خصال" مطبوعہ ایران، جلد دوم صفحہ ۱۴۱ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن أمتي ستفترق على اثنتين و سبعين فرقة يهلك إحدى و سبعون و يتخلص فرقة، قالوا: يا رسول الله من تلك الفرقة؟ قال: الجماعة الجماعة الجماعة.

بہ تحقیق میری امت میں ۷۲ بہتر فرقے ہو جائیں گے۔ اکثر دوزخی ہوں گے اور ایک فرقہ نجات پائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ ایک فرقہ کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا۔ جماعت، جماعت، جماعت۔

المختصر، ہمارا لقب "اہلِ سُنّت وجماعت" وہ پسندیدہ لقب ہے جس کا ثبوت قرآن شریف سے ہے اور احادیث سے ہے حتیٰ کہ فریق مخالف کی کتب سے بھی ہے۔ دوسرے فرقوں کی طرح نہ ہمارا دین خانہ ساز ہے اور نہ نام ولقب۔

(۳) آباؤاجداد کا خیال رکھنے کے متعلق جو سوال ہے اس کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہیں آیا، پھر یہ پوچھنا کہ اس قدر فرقے کیوں پیدا ہوئے؟ عجب سوال ہے، خود سائل اپنے مذہب کی روسے جو جواب اس کا جانتا ہو وہی جواب ہر شخص کی طرف سے سمجھ لے۔ اچھا! اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک لوگوں نے برا کیا اور گمراہ ہوئے، اس سے مذہب شیعہ کو کیا تعلق؟ اگر اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں نے آباؤاجداد کا خیال رکھا اور سُنّیوں نے نہیں رکھا تو یہ بات بہ چندوجوہ غلط ہے۔

اول، یہ کہ شیعوں نے ہرگز آباؤاجداد کا خیال نہیں رکھا، تمام دنیا کے شیعہ مجتہدین مل کر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضرت علیؓ یا حضرات حسنینؓ کا وہی مسلک تھا جو آج شیعوں کا ہے، بلکہ امام باقرؒ و امام جعفر صادقؒ اور دوسرے ائمہ کی نسبت بھی یہ نہیں ثابت کر سکتے بلکہ کوئی بھی شیعہ جو اپنے کو سیّد کہتا ہوا پنے نسبت میں زیادہ سے زیادہ چھ سات پُشت کے بعد کسی شیعہ کو نہیں دکھلا سکتا۔

دوم، اچھا بالفرض شیعوں نے اپنے باپ دادا کا خیال رکھا تو ان میں کیوں اس قدر فرقے پیدا ہوئے اور ان میں کیوں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں؟ اسمعیلیہ، نادوسیہ، افطحیہ، قرامطہ اور نصیریہ وغیرہ وغیرہ بکثرت فرقے شیعوں میں پیدا ہوئے اور ان سے جو فسادات زمین میں پیدا ہوئے وہ آج تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں، بے شک اگر آغاز آفرینش عالم سے ہر شخص اپنے آباؤاجداد کے مذہب پر رہتا تو کوئی گمراہ نہ ہوتا، نہ مُختلف مذاہب ہوتے اور نہ یہ فرقہ بندیاں ہوتیں بلکہ اختلاف نسب اور نسب پر فخر ومباہات کا خیال بھی نہ پیدا ہوتا۔ قرآن شریف کی اس ہدایت: يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللهِ أَتْقَاكُمْ[1] پر سب کا عقیدہ ہوتا اور حضرت علیؓ کی یہ نصیحت جو ان کے دیوان کے پہلے شعر میں ہے سب کے دماغ میں ہوتی۔ وہ فرماتے ہیں۔

---

[1] (ترجمہ) اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پہچان کے لیے تمہارے خاندان اور قبیلے بنادیئے، مگر تم سب میں بزرگ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ (الحجرات: ۱۳)

الناس من جهة النسب الفاء ابوهم ادم والام حوا[1]

لیکن جب اختلاف پیدا ہو چکا اور مختلف مذاہب وجود میں آچلے اب اس کے بعد اپنے باپ دادا کی پیروی پر قناعت کرنا تو اپنے کو اس آیت کا مصداق بنانا ہے: اِنَّهُمْ اَلْفَوا اٰبَآءَ هُمْ ضَآلِّيْنَ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (الصافات: ۷۰-۶۹) یعنی انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا پھر وہ انھیں کے نقش قدم پر دوڑتے ہیں۔

(۴) سائل نے اپنے مذہبی نام تین بتائے ہیں۔ ایک نام "شیعہ" جس کے معنی پاک گھرانے والے بیان کیے ہیں۔ یہ بالکل بے علم لوگوں کی من گھڑت ہے۔ لغت عرب میں "شیعہ" کے ہرگز یہ معنی کوئی نہیں دکھا سکتا۔ "شیعہ" کے معنی "فرقہ" اور "گروہ" کے ہیں، یہ لفظ جب کسی کی طرف مضاف ہوتا ہے تو مضاف الیہ کے لحاظ سے اچھائی یا برائی کے معنی دیتا ہے۔ کئی جگہ قرآن مجید میں اس لفظ شیعہ کے مصداق پر غضب وعذاب کا اظہار بھی فرمایا گیا ہے مثلاً: اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (الانعام: ۱۵۹) ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کر دی اور شیعہ یعنی فرقے فرقے بن گئے، اے نبی! آپ کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اور: لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا۔ (مریم: ۶۹) پھر ضرور ضرور ہم ہر شیعہ یعنی ہر فرقے میں سے ان لوگوں کو نکال لیں گے جو رحمٰن سے سرکشی کرنے میں زیادہ سخت تھے۔

اسلام میں اس لفظ کا آغاز ایک خاص موقع پر ہوا تھا۔ اس وقت بلکہ اس کے بعد بھی بہت دنوں تک یہ لفظ کسی مذہبی معنی میں مستعمل نہیں ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت معاویہؓ سے جب جنگ شروع ہوئی تو اس وقت صحابہ کرامؓ میں تین جماعتیں ہو گئیں، ایک جماعت حضرت علیؓ کے ساتھ تھی اس کو "شیعہ علی" کہتے تھے یعنی حضرت علیؓ کا گروہ، اور ایک جماعت حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھی اور چونکہ حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے، اس لیے ان کے ساتھ والی جماعت "شیعہ عثمان" کہی گئی، اور صحابہؓ کی ایک جماعت نہ ادھر تھی اور نہ ادھر، یہ لوگ فتنے سے بچنے کے لیے اپنے گھروں

---

[1] (ترجمہ) سب لوگ بلحاظ نسب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ سب کے باپ آدام اور سب کی ماں حواء ہیں۔

میں بیٹھ رہے تھے، لہٰذا یہ لوگ "قاعدین" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ان قاعدین میں بڑے بڑے اکابر صحابہؓ تھے حتی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے محتاط و متورع صحابی، جو اتباع سنت کے حرص میں ضرب المثل ہیں، اسی جماعت قاعدین میں سے ہیں۔حضرت علیؓ نے جب ان کو خط لکھا کہ میرے ساتھ شرکت کرو اور اپنے حقوق قدیمہ یاد دلائے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کو جواب دیا کہ اے ابوالحسن!اگر آپ اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کو کہیے تو خدا کی قسم میں ہاتھ ڈال دوں گا، لیکن یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں لآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کہنے والے پر تلوار اٹھاؤں۔

صحابہ کرامؓ کی یہ تینوں جماعتیں یعنی شیعہ علی، شیعہ عُثمان اور جماعت قاعدین مذھباً سب متحد تھیں، کوئی دینی اختلاف ان میں، برائے نام بھی، نہ تھا، سب اہلِ سُنّت وجماعت تھے، نہ ان میں کوئی رافضی تھا، نہ معتزلی، نہ قدری اور نہ مرجئ۔اسی لحاظ سے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (محدث دہلویؒ) نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے: "شیعۂ اولی و شیعہ مُخلصین کہ پیشیان اہلِ سُنّت و جماعت اند" صحابہ کرامؓ کی ان تینوں جماعتوں کا اتحاد مذہب وملت خود حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت سے کتب شیعہ میں موجود ہے۔نہج البلاغہ، قسم دوم، صفحہ ۱۱۸ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے جنگ صفین کے بعد ایک گشتی فرمان لکھ کر شائع کرایا تھا جس کا ابتدائی حصہ حسب ذیل ہے:

وکان بدء امرنا ان التقینا والقوم من اھل الشام، والظاھر ان ربنا واحد و نبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ ولا نستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ ولا یستزیدوننا: الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان، ونحن منہ براء۔ (مکتوب نمبر ۵۸)

ہمارے کام کا آغاز یوں ہوا کہ ہم میں اور اہل شام کی ایک قوم میں مقابلہ ہوا اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی دعوت اسلام یکساں اور اللہ پر ایمان رکھنے میں اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہونے کے مدعی ہیں۔ہمارے اور ان کے درمیان میں صرف خون عُثمان کا جھگڑا ہے اور ہم اس خون سے بری ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰؓ اہل شام یعنی اپنے مقاتلین کا اور اپنا مذہب و ملت ایک بتارہے ہیں تو پھر قاعدین کے لیے تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ محض مذہب کا ہی ایک ہونا نہیں بلکہ تمام فضائل و کمالات کی بنیاد یعنی ایمان اور دعوت الی اللہ دونوں چیزوں میں اپنے کو اور ان کو مساوی کہہ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ لفظ ''شیعہ'' کوئی مذہبی نام کسی فرقے کا نہ تھا جو فرقہ آج اپنے کو شیعہ کہتا ہے، اس کا اصلی نام ''رافضی'' ہے۔ اگلی کتابوں میں اسی نام سے یہ فرقہ یاد کیا گیا ہے اور خود اس فرقے کی کتابوں میں بھی اس نام کا اقرار موجود ہے۔ ''کافی'' مطبوعہ نولکشور، کتاب الروضہ صفحہ ۱۶ میں ہے کہ ابو بصیر نے ایک روز امام جعفر صادقؒ سے کہا کہ مُسلمانوں نے ہمارا نام بہت برا رکھا ہے جس سے ہماری کمر ٹوٹ گئی اور دل مر گئے، ان کے فقہا نے ایک حدیث روایت کی ہے جس کی بنا پر ہمارا یہ نام رکھا گیا ہے:

فقال أبو عبدالله عليه السلام: الرافضة؟ قال: قلت: نعم، قال: لا والله ماهم سموكم، بل الله سَمَّاكُمْ۔

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ کیا وہ نام رافضی ہے؟ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں، امام نے فرمایا اللہ کی قسم ان لوگوں نے تمہارا یہ نام نہیں رکھا بلکہ اللہ نے رکھا ہے۔

اس کے بعد امام جعفر صادقؒ نے رافضی نام کی خوبیاں بیان فرمائیں، بہر حال اس فرقے کا نام مبارک ''رافضی'' ہے اور یہ نام ان پر چسپاں بھی ہے، ان کے اکابر بھی اس کو پسند کر چکے اور اس کو خدا کا عطیہ کہہ چکے، لیکن چند روز سے یہ لوگ اس نام سے چڑنے لگے ہیں۔ سائل نے غالباً اسی وجہ سے اپنا اصلی نام ظاہر نہیں کیا۔

لغت میں ''رفض'' کے معنی ''چھوڑ دینے'' کے ہیں، چونکہ اس فرقے نے حق کا ساتھ چھوڑ دیا اور بزرگان اہل بیتؓ کا ساتھ ترک کر دیا اس لیے ان کو روافض کہا گیا ہے۔ سب سے پہلے امام زین العابدینؒ کے فرزند حضرت امام زید شہیدؒ کی زبان سے یہ لقب ان کے لیے نکلا جبکہ ان لوگوں نے ممدوح کا ساتھ دینے سے انکار کیا تھا۔

(۵) سائل نے اپنا دوسرا نام ''اثنا عشری'' اور تیسرا نام ''امامیہ'' بیان کیا ہے۔ ان دونوں

ناموں پر شیعہ ناز کریں تو کریں لیکن مُسلمانوں کے لیے تو یہ نام ننگ و عار ہیں۔ ع

آنکہ فخر تست آن ننگ من ست

اثنا عشری کے معنی بارہ اماموں کو مثل رسول معصوم و مفترض الطاعۃ ماننے والا اور امامیہ کے معنی رسول کے بعد امام معصوم مفترض الطاعۃ کا قائل ہونے والا ہے۔ شیعہ صاحبان کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ بزگوار اور بھی ہیں جو معصوم ہونے میں اور مفترض الطاعۃ ہونے میں اور دوسری تمام بزرگیوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل اور ہم رتبہ ہیں، چنانچہ اصول کافی صفحہ ۱۱۷ میں ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: ما جاء بہ علی آخذہ[1] و مانھی عنہ انتھی عنہ، جری لہ من الفضل ما جری لمحمد ولمحمد الفضل علی جمیع من خلق اللہ عزو جل، المتعقب علیہ فی شئ من احکامہ کالمتعقب علی اللہ و علی رسولہ والراد علیہ فی صغیرۃ او کبیرۃ علی حد الشرك باللہ، کان امیر المومنین باب اللہ الذی لا یؤتی الا منہ، و سبیلہ الذی من سلك بغیرہ ھلك و کذلك یجری لائمۃ الھدی واحد بعد واحد۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ علی نے جو حکم دیا میں اس کو لیتا ہوں اور جس چیز سے انھوں نے منع کیا اس سے میں بچتا ہوں۔ ان کی فضیلت وہی ہے جو محمد (ﷺ) کی ہے اور محمد (ﷺ) کو اللہ عزو جل کی تمام مخلوق پر فضیلت ہے۔ علی پر اعتراض کرنے والا ایسا ہے جیسے اللہ پر اور اس کے رسول پر اعتراض کرنے والا اور علی کی کسی چھوٹی یا بڑی بات کارد کرنے والا خدا کی ساتھ شرک کرنے والے کے مانند ہے۔ امیر المومنین اللہ کا دروازہ تھے کہ اللہ تک بغیر اس دروازے کے کوئی نہیں پہنچ سکتا اور وہ اللہ کا وہ راستہ تھے کہ جو اس کے خلاف چلا ہلاک ہوگا اور یہی بزرگی تمام ائمہ ہدیٰ کو یکے بعد دیگرے حاصل ہے۔

[1] یہ لفظ قرآن مجید میں رسول خدا ﷺ کے لیے ہے کہ: وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا مگر شیعوں کے امام جعفر صادقؒ نے اس کو حضرت علیؓ اور تمام ائمہ پر چسپاں کر دیا۔

اسی روایت کو صاحب حملہ حیدری نے یوں نظم کیا ہے:

ہمہ صاحب حکم بر کائنات
ہمہ چوں محمد منزہ صفات

بھلا کوئی مُسلمان اس عقیدے کو پسند کر سکتا ہے؟ خدا کے فضل سے تمام مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں، آپ کے بعد کسی کو معصوم و مفترض الطاعۃ کہنا ایک سنگین جرم سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نے آپؐ کا مثل نہ آپؐ سے پہلے پیدا کیا اور نہ آپؐ کے بعد۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عقیدہ امامت کو جس طرح شیعہ مانتے ہیں وہ صراحتاً ختم نبوت کے خلاف ہے۔

سائل نے یہ جو لکھا ہے کہ اثنا عشری کے معنی چودہ معصوموں کا ماننے والا، اس کے بارے میں دو باتیں ہیں: اول، یہ غلط ہے۔ اثنا عشری کے معنی بارہ کے ہیں نہ کہ چودہ کے۔ دوم، یہ بھی وہی بات ہے جس کو اہل سُنّت کفر کے برابر سمجھتے ہیں۔ نہ ہم چودہ کو معصوم کہیں نہ چار کو۔ ہمارا تو ایک معصوم ہے اور قیامت کے دن اسی کی اقتدا تمام اہل عالم کے لیے موجب نجات ہے۔ دو خدا کہنا اگر شرک فی الالوہیت ہے تو ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو کو معصوم کہنا بھی شرک فی النبوت اور انکار ختم نبوت ہے۔

لی حَبیب عربی مدنی قرشی
کہ بود درد و غمش مایہ شادی و خوشی
جامی ارباب وفا جز رہ عشقش نروند
سر مبادت گرازیں راہ قدم باز کشی

سائل نے جو یہ لکھا ہے کہ ان اماموں کا سلسلہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس وقت تک قائم ہے ایک ایسی بات ہے جس کو مخالفین کے اولین وآخرین بھی مل کر نہیں ثابت کر سکتے۔ بتائیں اب اس وقت کون امام معصوم موجود ہے؟ غالباً کہیں گے کہ امام مہدی موجود ہیں، جو غار "سر من را" میں صدیوں سے چھپے ہوئے ہیں، لیکن اول تو وہ اس کا تشفی بخش ثبوت خود اپنی کتابوں سے نہیں دے سکتے۔ دوسرے یہ کہ اگر بالفرض ہم مان بھی لیں تو ایسے وجود سے کیا فائدہ کہ صدیوں سے وہ ایک نامعلوم غار میں چھپے ہوئے ہیں، نہ منصب امامت کا

کوئی کام کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے کسی کو کوئی فیض پہنچتا ہے، جس کی وجہ سے ان کے لوگ غیر معصوم مجتہدوں کی تقلید کرکے گمراہ ہو رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر ایسے ہی فرضی وجود سے سلسلہ قائم ہو سکتا ہے تو اہلِ سُنّت سب سے زیادہ شرف رکھتے ہیں اور وہ فرضی نہیں بلکہ اصلی و واقعی ہے کہ ہمارے پیشوا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر اقدس و اطہر میں، جس کو دنیا جانتی ہے، زندہ موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے اور حضورؐ کی زندگی بھی ایسی ارفع و اعلیٰ ہے کہ کسی فرضی زندگی کا کیا ذکر بلکہ کروڑوں حقیقی زندگیاں اس پر قربان ہیں۔ اب انصاف سے دیکھو کہ سلسلہ اہلِ سُنّت کا قائم ہے یا غیر اہلِ سُنّت کا؟

سائل نے جو یہ لکھا ہے کہ اہلِ سُنّت بھی ان اماموں کو مانتے ہیں، بالکل غلط ہے، ہرگز ہرگز اہلِ سُنّت ان اماموں کو مثل رسول معصوم اور مفترض الطاعۃ نہیں مانتے، ہاں! ان کو بزرگ اور نیکو کار ضرور جانتے ہیں۔

(٦) نماز کے درود میں جو آل محمد کا لفظ ہے اس کے معنی بھی صحیح نہیں بیان کیے اور اُس کے ضمن میں کئی ایک باتیں بے اصل لکھ دی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(الف) آل بمعنی اولاد نہیں ہے بلکہ اس کے معنی پیروی کرنے والے کے ہیں۔ اولاد کو بھی آل اس وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ غالباً اولاد اپنے باپ دادا کی پیرو ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے بے تعلق لوگوں کو جو پیروی کرنے والے ہوں آل فرمایا ہے اور خاص صلبی بیٹے کو جو پیروی کرنے والا نہ ہو آل سے خارج کیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا ہے: وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (البقرۃ: ٥٠) یعنی ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ اس آیت میں قطعاً آل فرعون سے پیروان فرعون مراد ہیں، اس لیے کہ فرعون کے اولاد نہ تھی، علاوہ اس کے واقعہ بھی یوں ہی ہے کہ اس کے تمام فرماں بردار غرق کر دیئے گئے تھے۔ مزید یہ، دیکھو کہ حضرت نوح علیہ السّلام کا خاص صلبی بیٹا جو ان کا پیرو نہ تھا اس کی بابت فرمایا: اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (ھود:٤٦) یعنی اے نوح! وہ تمہارے آل میں سے نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے بھی کتب شیعہ میں یہ مضمون منقول ہے کہ انبیاء علیہم السّلام سے تعلق نسب کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ ان سے تعلق کی بنیاد علم اور عمل ہے۔ نہج البلاغۃ قسم دوم صفحہ ١٦٣ میں ہے:

وقال علیہ السلام: ان اولی الناس بالا نبیاء اعلمھم بما جاووا بہ، تلا:

"ثم ان اولی الناس بأبراهیم للذین اتبعوه وهذا النبی والذین امنوا" ثم قال: ان ولی محمد من اطاع الله وان بعدت لحمته و ان عدو محمد من عصی الله و ان قربت قرابته! (قول نمبر:٩٦)

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک انبیاء علیہم السلام سے زیادہ قرابت رکھنے والا وہ ہے جو ان کی شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو، پھر یہ آیت تلاوت کی کہ ابراہیم سے زیادہ قرابت رکھنے والے وہ تھے جنھوں نے ابراہیم کی پیروی کی (اگرچہ ان کو نسبی تعلق ابراہیم سے نہ ہو) اور یہ نبی اور جو لوگ (اس نبی پر) ایمان لائے، پھر جناب امیر نے فرمایا کہ محمدؐ کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے، اگرچہ اس کا نسب جدا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت قریب ہو۔

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ نماز کے درود میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ کے پیرو مراد ہیں اور درود کے معنی یہ ہوئے کہ یااللہ رحمت نازل کر محمدؐ پر اور پیروان محمدؐ پر۔ لہٰذا لفظ آل میں بدرجہ اول صحابہ کرامؓ شامل ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں وہ سب سے اول اور سب سے افضل ہیں۔ نماز کے درود میں آل سے اولاد مراد لینا یوں بھی ناجائز ہے کیونکہ اگر اولاد مراد ہو تو قیامت تک جتنی اولاد آپ ﷺ کی ہے سب مراد ہونا چاہیے کیونکہ درود میں کوئی تحدید زمانے کی نہیں ہے حالانکہ آپ ﷺ کی اولاد میں کچھ دنوں کے بعد بہت سے وہ لوگ ہوئے جو فریقین کے نزدیک بدمذہب ہیں اور بہت سے وہ لوگ ہوئے جو کسی ایک فریق کے نزدیک بدمذہب ہیں، حتیٰ کہ خود شیعہ کہتے ہیں کہ اولاد رسول میں جس قدر لوگ بھی ہمارے طریقے کے خلاف ہیں ان پر ہم تبرا بھیجتے ہیں اور ان سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کو ہم رسول کے قرابت والوں میں شمار نہیں کرتے۔ دیکھو احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ٢٥٨ یعنی کتاب مذکور کا آخری صفحہ۔ اہلِ سُنّت اگر اپنے خلاف مذہب پر تبرا نہ بھیجیں تو ان کو درود اور بالخصوص نماز کے درود میں شامل کرنا بھی جائز نہیں جانتے۔

رہا یہ شبہہ کہ جب لفظ آل صحابہ کو بھی شامل ہے تو بعض درودوں میں آل کے بعد اصحاب کا ذکر کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں تخصیص بعد التعمیم کا قاعدہ بکثرت

جاری ہے، یعنی پہلے ایک عام لفظ بولتے ہیں پھر اس عام کے بعد بعض خاص مہتم بالشان افراد کا بھی ذکر کر دیتے ہیں، مثلاً قرآن شریف میں ہے: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ (البقرة: ۹۸) یعنی جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل میکائیل کا۔ دیکھو! جبریل و میکائیل فرشتوں میں داخل ہیں، مگر چونکہ جبریل و میکائیل کا رتبہ زیادہ ہے اس لیے ملائکہ کے بعد ان کا بھی ذکر فرمایا، اسی طرح گو صحابہ آل میں داخل ہیں مگر چونکہ صحابہ کا رتبہ بہ نسبت دوسرے پیروی کرنے والوں سے زائد ہے اس لیے آل کے بعد صحابہ کا ذکر کیا گیا۔ سائل نے یہ جو لکھا ہے کہ ہم اس آل کی اولاد میں سے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سائل خود بھی آل کو بمعنی اولاد لیتے ہوئے کھٹکتا ہے ورنہ اپنے کو آل کہنا آل کی اولاد کہنا کیا معنی؟ قیامت تک جتنی بھی اولاد رسول خدا ﷺ کی ہو ان سب کو آل رسول کہنا چاہیے اور اگر آل بلاواسطہ اولاد کو کہتے ہیں تو، معاذ اللہ، حضرات حسنینؓ بھی آل سے خارج ہو جائیں گے۔ سائل کو چاہیے کہ آل کے معنی اپنے مجتہدین سے پوچھے، اگر وہ لوگ لغت عرب اور قرآنی محاورات سے ثابت کر دیں کہ آل بمعنی اولاد ہے تو پھر یہ بھی ازروئے لغت ثابت کریں کہ تمام آنے والی نسلوں کو آل کہتے ہیں یا بعض نسلوں کو؟ دوسری صورت میں یہ بھی ازروئے لغت محاورات معین کریں کہ کے پشت تک کی نسل کو آل کہتے ہیں۔

(ب) سائل نے یہ جو لکھا ہے کہ درود میں آل کا لفظ نہ کہا جائے تو نماز باطل ہے۔ اگر یہ مسئلہ صحیح ہوتا تو مخالفین اہلِ سُنّت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا بلکہ سراسر نقصان ہی ہے کیونکہ آل کے اولین مصداق صحابہ کرامؓ ہی ہیں، مگر افسوس کہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔ اہل سُنّت کے مذہب میں نماز کے اندر درود پڑھنا سُنّت ہے، وہ واجب[1] اور فرض نہیں، لہٰذا درود کے ترک سے نماز باطل نہیں ہوتی چہ جائیکہ درود پڑھا جائے مگر آل کا ذکر نہ کیا جائے تو نماز باطل ہو جائے۔ مجتہدین اہل حق میں سے صرف امام شافعیؒ درود کے وجوب کے قائل ہیں وہ بھی صرف اس مقدار میں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ چنانچہ درمختار میں جہاں نماز کی سنتوں کا بیان

[1] تشہد میں درود موجود ہے کہ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ لہٰذا اب اس کے بعد درود کے واجب یا فرض ہونے کی ضرورت بھی نہیں۔

شروع کیا ہے لکھتے ہیں:

وسنتها ترك السنة لا يوجب فساداً ولا سهواً بل إساءة لو عامداً غير مستخف۔ وقالو الإساءة أدون من الكراهة[1]

پھر سنتوں کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

الصلاة على النبی فی القعدة الاخيرة وفرض الشافعی قول: اللهم صل على محمد ونسبوه إلى الشذوذ و مخالفة الإجماع۔[2]

علامہ شامیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أی نسبه قوم من الأعيان منهم الطحاوی و ابوبكر الرازی وابن المنذر والخطابی والبغوی وابن جرير الطبری لكن نقل عن الصحابة والتابعين ما يوافق الشافعی[3]۔

(ج) سائل نے لکھا ہے کہ ہر جگہ مُحمد کے ساتھ آل مُحمد شامل ہے (ﷺ) اصحاب مُحمدؐ کس حدیث یا قرآن یا نماز میں ہے؟ یہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ حدیثیں تو بہت ہیں، میں اس وقت قرآن اور نماز میں دکھاتا ہوں۔ دیکھو! ایک جگہ تو نبی کے ساتھ ان کو درود میں شامل کیا ہے، مثلاً قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

(التوبہ: ۱۱۷)

ترجمہ: بہ تحقیق اللہ نے رحمت نازل کی نبیؐ پر اور مہاجرین و انصار پر جنھوں نے نبیؐ

---

[1] ترجمہ: نماز کی سنتوں کا بیان۔ ترکِ سُنت سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ سجدہ سہو ہی کرنا پڑتا ہے بلکہ اگر عمداً درود نہ پڑھے بغیر نیت توہین کے تو اساءت ہوتی ہے اور فقہا نے بیان کیا ہے کہ اساءت کراہت سے کم درجے کی چیز ہے۔

[2] ترجمہ: اور درود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیر میں سُنت ہے اور امام شافعیؒ نے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہنا فرض قرار دیا ہے، مگر فقہاء نے اس قول کو شاذ اور خلاف اجماع کہا ہے۔

[3] ترجمہ: بڑے بڑے اکابر کی ایک جماعت نے امام شافعیؒ کے اس قول کو شاذ و خلاف اجماع کہا ہے، از انجملہ امام طحاویؒ، ابو بکر رازیؒ، ابن منذرؒ، خطابیؒ، بغویؒ اور ابن جریر طبریؒ ہیں لیکن بعض صحابہؓ و تابعین سے امام شافعیؒ کے موافق روایت ہے۔

کا ساتھ دیا سختی کے وقت میں۔

پھر دوسری جگہ خاص صحابہ کرام پر درود بھیجنے کا ذکر فرمایا اور عنوان وہ اختیار فرمایا جو ایک آیت میں اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذکر فرمایا ہے:

هُوَالَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلآئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(الاحزاب:۴۳)

ترجمہ: وہی اللہ ہے جو درود (یعنی رحمت) بھیجتا ہے تم لوگوں پر اور اس کے فرشتے (بھی درود بھیجتے ہیں) تاکہ نکالے تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف۔

اب نماز میں دیکھو درود تو صرف قعدہ اخیرہ میں ہے اور سُنت ہے۔ تشہد واجب ہے اور ہر قعدہ میں پڑھا جاتا ہے۔ اسی تشہد ماثور میں ہے: وَعَلٰى عِبَادِاللهِ الصَّالِحِيْنَ کون کہہ سکتا ہے کہ عباد صالحین میں صحابہ کرامؓ شامل نہیں ہیں؟

آخر میں آپ نے دریافت کیا ہے کہ اہل تشیع کا مذہب اور طریقہ مثل ائمہ کے ہے یا نہیں؟ اگرچہ یہ سوال اسی تحریر کے حصہ گزشتہ سے حل ہو چکا اور اس کو النجم میں طرح طرح کے عنوان سے واضح کیا جا چکا ہے اور، ان شاء اللہ، عنقریب دو سو مسائل[1] کے سلسلے میں ایک خاص رسالہ اس موضوع پر ہو گا، مگر مختصراً یہاں بھی لکھتا ہوں کہ اہل تشیع کا مذہب اور طریقہ عقائد سے لے کر اعمال تک کسی باب میں بھی ان ائمہ کے مثل نہیں ہے جن کی طرف شیعہ اپنے کو منسوب کرتے ہیں۔ شیعوں کو اس بات کا اقرار ہے کہ ائمہ ظاہر میں اہل سُنّت کے مطابق تمام اعمال ادا کرتے تھے اور اپنے عقائد بھی اہل سُنّت کے مطابق بیان کرتے تھے اور اپنے امام معصوم مفترض الطاعۃ ہونے کا انکار کرتے تھے، شیعہ راویوں کا بیان ہے کہ ائمہ نے مذہب شیعہ کی تعلیم ہم کو تنہائی میں سکھائی ہے اور شیعوں کو یہ بھی اقرار ہے کہ شیعہ راوی جو تعلیم ائمہ کی طرف منسوب کرتے تھے اس کی تصدیق کسی کے سامنے نہیں کرا سکتے تھے، جب کبھی نوبت تصدیق کرانے کی آجاتی تھی تو ائمہ ان کو جھٹلا دیتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان ائمہ کی جو روایات کتب شیعہ میں منقول ہیں ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ عقائد سے لے کر اعمال تک کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے

[1] شیعوں کے یہ دو سو مسائل کے سلسلے کے رسائل لکھنؤ سے طبع ہو چکے ہیں۔

جس میں ائمہ نے اپنے شیعوں کو مُختلف فتوے نہ دیئے ہوں، اب ان مختلف فتووں میں علمائے شیعہ جس فتوے کو چاہتے ہیں بے دلیل اور بے قرینہ امام کا اصلی مذہب کہہ دیتے ہیں اور جس فتوے کو چاہتے ہیں تقیہ یا اِشتباہ سامع وغیرہ کہہ کر اڑادیتے ہیں۔ انہی دو باتوں کو دیکھ کر جس کو خدا نے ذرا بھی عقل دی ہو حقیقت حال سمجھ سکتا ہے، خود شیعوں کی کتابیں دیکھ کر اچھی طرح تمام افترا پردازیوں کا راز کھل جاتا ہے۔

صیاد نے لگائے ہیں پھندے کہاں کہاں
سارے پتے عیاں ہیں اسی سبز باغ میں

فقط والسلام علی من اتبع الہدی
ناچیز محمد عبد الشکور عفاعنہ
مدیر النجم

بنام حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ☆

دارالمبلغین لکھنؤ

۴ر ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ، یوم جمعہ

جامع الفضائل والمکارم زیدت معالیکم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اس وقت یہ عریضہ ایک خالص دینی مقصد کے لیے لکھ رہا ہوں اور دعا کر رہا ہوں کہ۔

خدا پیرایہ بخشد از قبولش

☆ حکیم الامت، مجدد طریقت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ ۱۸۶۲ء میں بمقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۸۷۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور پھر اس وقت سے لے کر ۱۸۸۳ء تک وہاں رہ کر حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد کانپور کے ایک مدرسے میں مدرس مقرر ہوئے جہاں چودہ سال تک درس و تدریس اور وعظ و تقریر کے ذریعے علم دین کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۸۹۷ء میں کانپور کی رہائش ترک کر کے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اقامت اختیار فرمائی اور پھر ساری عمر وہیں رہ کر اصلاح امت، مشرکانہ رسم و رواج کا ازالہ اور تجدید دین کا عظیم ترین کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے مرشد کامل اور مرجع علماء و مشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی اور پھر اس راہ سے بے شمار افراد کی رہنمائی فرمائی جن میں بہت سے نامور علماء و فقہاء بھی تھے۔ آپ کے بے شمار خلفاء ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ تصنیف و تالیف میں گزارا۔ قرآن مجید کا اردو ترجمہ کیا جو آج بھی بہت معروف و مقبول ہے۔ ''بیان القرآن'' کے نام سے ایک عالمانہ تفسیر بھی لکھی۔ خواتین اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ''بہشتی زیور'' نامی انتہائی مشہور و مقبول کتاب کئی حصوں میں تالیف فرمائی۔ بدعات و خرافات و مشرکانہ رسم و رواج کی بیخ کنی کے لیے بہت کچھ لکھا جن سے بہتوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ ۲۰ر جولائی ۱۹۴۳ء کو ۸۲ سال کی عمر میں تھانہ بھون میں وفات پائی۔

حضرت امام اہل سُنّت کے اس مکتوب کے حواشی حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالمؤمن فاروقیؒ کے مرتب کردہ ہیں۔

اس مرتبہ جب آپ کی زبانِ مبارک سے سنا کہ مُسلم کی دو قسمیں ہیں، سیاسی اور مذہبی، تو اس حقیر نے عرض کیا تھا کہ آپ ایسا نہ فرمائیں بلکہ دوسروں کو بھی اس تقسیم سے روکیں۔ اس مرتبہ سے پہلے بھی ایک مرتبہ آپ کی زبان مبارک سے یہ تقسیم سنی تھی اور تکلیف بھی محسوس ہوئی مگر اس وقت کچھ عرض نہیں کیا گیا تھا۔

آپ سے پہلے جناب عبد الماجد صاحب دریابادی نے بھی اس تقسیم کا مضمون حوالۂ قلم کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "میرے نزدیک مُسلم وہ ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے نہ شرمائے۔" ان کے قلم سے یہ جملہ چنداں باعثِ تکلیف نہ ہوا تھا۔ اب آج جس شخص نے بیان کیا کہ انگریزی طلباء نے آپ سے کچھ تحریری سوالات کیے تھے ان کے جواب میں بھی آپ نے تقسیم مذکور رقم فرمائی ہے لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ یہ عریضہ لکھوں۔

مسلم کی تقسیم مذکور کتاب و سُنت و اقوال علمائے سلف رحمۃ اللہ علیہم کے موافق نہیں معلوم ہوتی۔ سیاسی مسلم کی جو بھی تعریف کی جائے لسانِ شرع میں یا تو اس کو منافق کہا گیا ہے یا مرتد۔ مسلم کا اطلاق ایسے لوگوں پر ہرگز نہیں کیا گیا، بلکہ ان کے مسلم و مومن ہونے کی نفی قرآن مجید میں منصوص ہے، قولہ تعالیٰ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ (۱) وقولہ تعالیٰ وَإِذَا جَآءُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَقَدۡ دَّخَلُوۡا بِالۡكُفۡرِ وَهُمۡ قَدۡ خَرَجُوۡا بِهٖ (۲) وقولہ تعالیٰ لَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ (۳)

دوسری بات یہ بھی سنی گئی کہ انگریزی طلباء کے جواب میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "میں نے اپنے فتوے میں صرف ان شیعوں کو کافر لکھا ہے جو تحریفِ قرآن کے قائل ہیں۔" اگرچہ یہ جملہ بہت بلیغ ہے ممکن ہے کہ اصل حقیقت سے واقف ہوتے ہوئے آپ نے بطور تعریف کے یہ جملہ ارشاد فرمایا ہو لیکن اس خیال سے کہ مبادا آپ کے علم میں یہ چیز ہو کہ سب شیعہ قائل تحریف نہیں ہیں اس لیے معروضات ذیل کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں:

(۱) شیعوں کا جو اعتقاد صحابہ کرامؓ کے متعلق ہے اس کا لازم بیّن یہ ہے کہ قرآن مجید پر ان کا ایمان نہ ہو جیسا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

مکتوبات قدسیہ میں اور حضرت مولانا شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(۲) کتب معتبرۂ شیعہ میں زائد از دو ہزار روایات[1] اس مضمون کی ان کے ائمہ معصومین سے منقول ہیں کہ قرآن میں پانچ قسم کی تحریف کی گئی ہے یعنی: (۱) نقصان (۲) زیادت (۳) تبدیل الفاظ (۴) تبدیل حروف اور (۵) خرابیٔ ترتیب۔ آخر الذکر کے متعلق یہ تصریح بھی ان کی کتب میں ہے کہ سورتوں کی ترتیب بھی خراب کر دی گئی ہے اور سورتوں کے

---

[1] ان دو ہزار سے زائد روایات کے مضامین کو دیکھ کر یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ مخالف گروہ کے بانی کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوئے بلکہ بڑی حاضر دماغی اور تیز طبعی کے ساتھ دین اسلام کو خراب کرنے اور اصل اسلام کو دنیا سے معدوم کرنے کے لیے انھوں نے ایسی تدابیر اختیار کی تھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت اپنے ذمے نہ لی ہوتی تو ناممکن تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاتے۔ مثال کے طور پر ان کی صرف ایک کتاب احتجاج طبرسی کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ یہ کتاب ایران کی مطبوعہ ہے اور لکھنؤ کے شیعی مدرسۃ الواعظین میں داخل درس رہی ہے، جس میں ایک طویل روایت تحریف قرآن کی جناب علی مرتضیٰؓ سے منقول ہے کہ ایک زندیق حضرت علیؓ کے پاس آیا اور اس نے قرآن پر کچھ اعتراضات کرنا شروع کیے۔ ہر اعتراض کے جواب میں حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ تحریف ہو گئی ہے۔ مثلاً اس نے کہا کہ سورۂ نساء کی آیت: وَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّتُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ میں شرط وجزا میں باہم کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت علیؓ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: فی الیتامی اور فانکحوا کے درمیان ایک تہائی قرآن سے زیادہ عبارت نکال ڈالی گئی ہے جس میں خطابات بھی تھے اور قصص بھی تھے اور احکام بھی لہٰذا جب شرط وجزا کے درمیان سے اتنی عبارت نکال ڈالی گئی تو مضمون خبط بے ربط ہو گیا اور یہ مزید فرمایا کہ: لو شرحت لك كل ما أسقط وحرف وبدل مما يجری هذا المجری لطال وظهر ما تحظر التقية اظهاره۔ اس زندیق نے مزید یہ اعتراض کیا کہ قرآن میں سب نبیوں کی توہین کی گئی ہے اور سب سے زیادہ تو آپ کے نبی کی توہین ہے۔ اس کے جواب میں بھی حضرت علیؓ نے یہی ارشاد فرمایا کہ یہ سب آیات تحریفی ہیں اور منافقوں کی بنائی ہوئی عبارتیں ہیں جو انھوں نے درج قرآن کر دی ہیں اور فرمایا: والذی بداء فی الکتاب من الازراء علی النبی صلی الله علیه واله من فرقة الملحدین۔ آپ نے مزید فرمایا کہ: انهم اثبتوا فی الکتاب ما لم یقله لیلبسوا علی خلیقة اور فرمایا کہ: زادوا فیه ما ظهر تناکره وتنافره وتضمینه من تلقائهم ما یقیمون به دعائم کفرهم آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: اس قرآن میں ایسے مضامین منافقوں نے بڑھا دیے ہیں کہ آج مخالفین اسلام کو دین اسلام پر قدح کرنے کا موقع مل گیا۔

آیتوں کو بھی اور آیتوں کے اندر کلمات کی بھی اور کلمات کے اندر حروف کی ترتیب بھی بدل دی گئی ہے۔

(۳) مذکورہ بالا روایات کے متعلق ان کے عُلماء سے یہ تین اقرار بھی ان کی کتابوں میں منقول ہیں:

(الف) اقرار اوّل کہ یہ روایات کثیر ہیں۔ دو ہزار سے زائد ہیں۔ مستفیض ہیں اور متواتر ہیں۔

(ب) اقرار دوم کہ یہ روایات تحریف قرآن پر صریح الدلالۃ ہیں۔

(ج) اقرار سوم کہ انہی روایات کے مطابق اعتقاد بھی ہے۔

(۴) شیعوں میں گنتی کے چار اشخاص منکرِ تحریف کہے جاتے ہیں: (۱) شیخ صدوق (۲) شریف مرتضیٰ (۳) ابو جعفر طوسی اور (۴) ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان۔ علامہ نوری طبرسی اپنی "بے نظیر" کتاب موسوم بہ "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" مطبوعہ ایران میں فرماتے ہیں: لم یعرف من القدماء خامس لھم۔ انہی چار اشخاص کے انکار تحریف سے ہمارے عُلمائے کرام نے دھوکا[1] کھایا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ سب شیعہ قائل تحریف نہیں ہیں حالانکہ ان چار شخصوں کے اقوال کو خود علمائے شیعہ[2]

---

[1] ان دھوکا کھانے والوں میں بعض بڑے بڑے اکابر عُلماء ہیں، مگر عجیب بات یہ کہ قرون متاخرہ کے عُلما۔ نے تو دھوکا کھایا، لیکن امام بخاریؒ جن کا شمار متقدمین میں ہے، جن کے وقت میں مذہب شیعہ ایک سربستہ راز تھا اس دھوکے سے محفوظ رہے اور اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک مستقل باب اسی کفر خالص کے رد کے لیے منعقد کیا جس کا عنوان ہے: لم یترك النبی صلی الله علیه وسلم إلا ما بین الدفتین۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اسی باب کی شرح میں فرماتے ہیں: وقد تلطف المصنف حیث رد علی الرافضه بما روی عن أحد أئمتهم

[2] ان رد کرنے والوں میں علامہ محسن کاشی مصنف تفسیر صافی اور علامہ نوری طبرسی مصنف فصل الخطاب وغیرہ جیسے بے تعداد عُلماء ہیں۔ علامہ نوری نے تو فصل الخطاب میں یہاں تک لکھ دیا اور بالکل سچ لکھا کہ اگر ان چار اشخاص کے اقوال مان لیے جائیں تو ہمیں اپنی ان دو ہزار سے زائد روایات کو بے وجہ و بے سبب جھوٹا ماننا پڑے گا اور ہمارا سارا فن حدیث بے اعتبار ہو جائے گا۔ پھر ہم مسئلہ امامت، جس کی بنیاد روایات پر ہے، کہاں سے ثابت کریں گے؟ نتیجہ یہ کہ ہمارا مذہب ہی غلط اور باطل محض ہو کر رہ جائے گا۔

نے ایسارد کر دیا ہے کہ کوئی جان ان میں باقی نہیں رکھی۔ آخر میں ان کے مجتہد اعظم مولوی سید مُحمد نے جن کو شاہِ اودھ نے "سلطان العلماء"[1] کا خطاب دیا تھا، ان چاروں کے اقوال کورد کر کے صاف صاف کہہ دیا کہ الحق احق بالاتباع بلکہ بڑی جرأت کے ساتھ یہاں تک فرمادیا کہ اس قرآن کی جو آیت ہمارے کسی متفق علیہ مسئلے کے خلاف ہو گی اس آیت پر عمل[2] جائز نہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان چار اشخاص کی اصل عبارت کو بغائر نظر دیکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ان کا یہ انکار ازراہ تقیہ ہے۔ اوّلا، اس لیے کہ وہ اپنے انکار کی کوئی سند اپنے ائمہ معصومین سے نقل نہیں کرتے اور اپنی زائد از دو ہزار روایات تحریف کا کوئی صحیح جواب نہیں دیتے بلکہ جرح مبہم کے طور پر یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ روایات[3] ضعیف ہیں مگر ہمارے محدثین نے ان کو صحیح سمجھا۔ ثانیاً، اس لیے کہ وہ اپنے انکار تحریف کی سند میں صحابہ کرامؓ کی خدماتِ دینیہ کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کتاب کی طرف اتنی بڑی

---

[1] سلطان العلماء صاحب نے اپنی کتاب "ضربت حیدریہ" میں ان چاروں شخصوں کے اقوال کو خوب رد کیا ہے اور رد کرنے کی ضرورت یہ پیش آئی کہ حضرت مولانا رشید الدین خان دہلویؒ نے، جو حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، اپنی کتاب "شوکت عمریہ" میں جو ایک شیعہ کے رسالۂ متعہ کا رد ہے، آیات قرآنیہ سے متعہ کی حرمت ثابت فرمائی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا تھا کہ شیعہ جو تحریف قرآن کا عذر پیش کرتے ہیں وہ قابل سماعت نہیں کیونکہ ان کے مذہب میں یہی عقیدۂ تحریف ایک مردود عقیدہ ہے۔ شریف مرتضیٰ جیسے ان کے اکابر اس عقیدے کے منکر ہیں۔ سلطان العلماء صاحب کی کتاب ضربت حیدریہ اسی شوکت عمریہ کا جواب ہے، لہٰذا سلطان العلماء صاحب کو لکھنا پڑا کہ شریف مرتضیٰ وغیرہ معصوم نہ تھے اور ان کی تقلید شیعوں پر لازم نہیں ہے۔ ضربت حیدریہ جلد دوم صفحہ ۶۲ میں ان کے الفاظ یہ ہیں: تقلید سید مرتضیٰ غیر لازم فان الحق احق بالاتباع ولم یکن السید علم الهدی معصوماً حتی یجب ان یطاع۔

[2] ان کی اصل عبارت "ضربت حیدریہ" جلد دوم مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ، صفحہ ۶۳ پر اس طرح ہے: "......ہر گاہ بسبب قرائن قویہ واخبار امامیہ ترتیب منافی اصل مراد باشد یا بعض آیات بر خلاف معنی متفق علیہ بین الطائفۃ المحققہ دلالت داشتہ باشد دراں ہنگام تشبث تمسک باں ترتیب وآں آیہ جائز نخواہد بود"

[3] ضعیف ہونے کی کوئی وجہ ان لوگوں نے نہیں بیان کی اور جرح مبہم باتفاق فریقین مقبول نہیں ہوتی۔

جماعت کو ایسا شدید اعتنا ہو اور اس کے درس و تدریس اور حفظ و محافظت میں اتنی بڑی جماعت ایسا شغف رکھتی ہو وہ کتاب ہرگز محرف نہیں ہو سکتی۔ ثالثاً، اس لیے کہ اپنے عُلماء و محدثین کو جو قائل تحریف ہیں کافر کیا معنی، ضال اور خاطی بھی نہیں کہتے بلکہ ان کو اسی طرح واجب التعظیم و التقدیم جانتے ہیں۔

(۵) مذہب شیعہ اور اس کی کتابوں کے مطالعے سے ہر شخص کے لیے یہ بات بدیہی ہو جاتی ہے کہ کوئی شیعہ نہ کبھی منکر تحریف ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے مذہب کی اصل بنیاد قرآن مجید کی عداوت پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ مذہب شیعہ ایک ایسا مذہب ہے کہ جس میں ایک مسئلہ بھی متفق علیہ نہیں۔ اعتقادات سے لے کر اعمال تک اور اعمال میں کتاب الطہارۃ سے کتاب المواریث تک کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں جس کے متعلق ان کے ائمہ معصومین کی متضاد احادیث اور اصحاب ائمہ کے متبائن اقوال[۱] نہ ہوں۔ بایں ہمہ تحریف قرآن اور صرف تحریف قرآن ایک ایسا مسئلہ ہے جو اختلاف روایات اور اختلاف اقوال اصحاب ائمہ سے محفوظ ہے چنانچہ اس مرکز پر آ کر سب متفق ہو جاتے ہیں۔

اس مسئلے پر اس حقیر سے علمائے شیعہ سے مناظرے بھی ہوئے چنانچہ امروہہ (ضلع مراد آباد) کے معرکہ آراء مناظرے کی مطبوعہ روئداد موجود ہے جس کا نام "شکستِ عظیم باعدائے قرآن کریم"[۲] اور لقب "الزلزال فی اول السوال" ہے۔ اس مناظرے میں یہ حقیر مدعی تھا اور عُلمائے شیعہ جن سے چار بڑے بڑے تخت بھرے ہوئے تھے مجیب تھے۔ دعویٰ

---

[۱] عُلمائے شیعہ کو اپنے ان اختلافات کی گتھی سلجھانے کے لیے مستقل کتابیں تصنیف کرنا پڑیں از انجملہ کتاب "استبصار" ہے جو ان کی اصولِ اربعہ میں داخل ہے۔ مولوی سید دلدار علی والد بزرگوار سلطان العلماء نے اپنی کتاب "اساس الاصول" مطبوعہ زمانہ شاہی لکھنؤ نے صفحہ ۵۱ پر اپنی اختلاف روایات کا صریح اقرار کیا ہے۔ ان کی اصل عبارت صفحہ مذکور پر یہ ہے:

"......ان الاحادیث المأثورة عن الائمة مختلفة جداً لا یکاد یوجد حدیث الادنیٰ مقابلته ما ینا فیه ولا یتفق خبر الاوبازائه ما یضاده حتی مار ذلك سبباً لرجوع بعض الناقصین عن اعتقاد الحق۔"

[۲] یہ اس مناظرے کی روداد ہے جو مولانا سبط حسن مجتہد شیعہ سے ۱۹۲۰ء میں ہوا تھا۔ یہ دو حصوں میں ہے اور عمدۃ المطابع لکھنؤ سے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔

یہ کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن مجید پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔
مناظروں کے علاوہ اس حقیر نے اس مبحث پر متعدد کتابیں بھی تالیف کی ہیں ازانجملہ کتاب "تنبیہ الحائرین بحمایۃ الکتاب المبین"[۱] اور اول مائتین[۲] کے چار نمبر اس مبحث میں نہایت کافی ہیں اور ان میں اس مبحث کے تمام اطراف و جوانب کا ایسا استیعاب ہے کہ بعونہ تعالیٰ کوئی گوشہ باقی نہیں رہا جس پر روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

---

[۱] یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۲۳ء میں پھر ۱۹۳۲ء میں، ۱۹۸۲ء میں اور اب آخر میں ۱۹۸۵ء میں "شیعہ اور قرآن" کے نام سے لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔ اور اس کا عکسی ایڈیشن لاہور (پاکستان) سے بھی چھپ چکا ہے۔

[۲] اول مائتین چار حصوں پر مشتمل ہے: (۱) عقیدۂ تحریف قرآن (۲) ترکِ قرآن کے بعد شیعوں نے اپنے لیے کون کون سے نئے ماخذ ایجاد کیے (۳) تحریف قرآن کے بعد دین کی ہر چیز ان کے ہاتھ سے نکل گئی (۴) تحریف کے الزام کی صفائی میں ان کے دلائل۔ یہ چاروں حصے چھپ چکے ہیں۔

بنام حکیم سیّد شبیر حسن بہاری، بہرائچ ☆

دفتر انجم لکھنؤ

شوال ۱۳۴۱ھ

مکرم بندہ حکیم سید شبیر حسن صاحب زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کے دونوں خط میری نظر سے گذر کر موجب مسرت ہوئے۔ دوسرے خط کے چند کلمات سے مجھے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ منصف مزاج اور طالبِ حق ہیں، صدق اللہ ظنی فیکم۔ جب آپ کو "مناظرۂ بکیریاں" کے دیکھنے سے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے مومن کامل ہونے کا یقین ہوچکا اور جو شبہات اس بارے میں تھے وہ براہین قرآنیہ وروایات مُسلّمہ شیعہ مندرجہ "نہج البلاغہ" و "کافی" وغیرہ کے دیکھنے سے برطرف ہوچکے تو اب متعہ کے متعلق امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جناب رفیع میں جو شبہہ آپ نے لکھا ہے اس کا ارتفاع آسان تر ہو گیا، اگر آپ خود غور فرماتے تو وہ بھی برطرف ہو جاتا مگر امتثالاً للامر یہ ناچیز جواب عرض کرتا ہے۔

☆ ایک صاحب حکیم مولوی سیّد شبیر حسن بہاری مولوی فاضل (پنجاب) بسلسلہ مطب جردل ضلع بہرائچ یوپی میں مقیم تھے۔وہ بظاہر حق کے متلاشی اور ایک خاندانی شیعہ تھے جنھوں نے امام اہل سُنّت حضرت لکھنویؒ کو دو خط لکھے کہ مجھے اپنے مذہب کے بارے میں کچھ شکوک ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو انھیں پیش کروں، چنانچہ انھیں اجازت دی گئی تو ان کا یہ خط آیا:

"مجھے سب سے بڑا شبہہ حضرات خلفائے ثلاثہ کے ایمان کے بارے میں تھا جو کہ آپ کے رسالے "مناظرۂ بکیریاں" کے دیکھنے سے دور ہوگیا ہے، جس میں آپ نے متعدد آیات قرآنیہ، دلائل واضحہ اور مختلف احادیث شیعہ مندرجہ کتاب "الکافی" و "نہج البلاغہ" کے حوالے سے حضرات خلفائے ثلاثہ کا مومن کامل ہونا ثابت کر دیا ہے۔اب مجھے مسئلہ متعہ کے متعلق کچھ شبہات ہیں، اگر آپ کی طرف سے ان کا بھی شافی جواب مل جائے تو میں فوراً سنّی ہو جاؤں گا اور میرے سنی ہونے سے میرے ساتھ ایک بڑی جماعت بھی یہ مذہب قبول کرلے گی۔"

انہی خطوط کے جواب میں حضرت لکھنویؒ نے یہ مدلل مکتوب لکھ کر حکیم صاحب کو روانہ کیا تھا اور پھر بعد

اولاً: جب حضرت فاروقؓ کا مومن کامل ہونا آیات قرآنیہ کی دلالت واضحہ سے منکشف ہو چکا تو کیا ایک روایت جو خبر احاد سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ان کی شان عالی میں کیسے قادح ہو سکتی ہے؟ اخبار احاد کا ظنی ہونا اور باب عقائد میں مقبول نہ ہونا اگرچہ وہ سالم عن المعارض بھی ہوں، علمائے فریقین کا مسلمہ اور مصرحہ مسئلہ ہے چہ جائیکہ آیات قرآنیہ کی دلالت واضحہ کے معارضے میں کوئی روایت احاد مقبول ہو سکے، ان ھذا لشئی عجیب، ثانیاً: اس روایت سے جو آپ نے نقل کی عندالتامل کوئی شبہہ بھی نہیں پیدا ہوتا، الفاظ روایت آپ نے (اپنے خط میں) یہ نقل کیے ہیں: کانتا[1] متعتان فی عهد رسول الله (ﷺ) وانا احرمها۔

میں اسے النجم میں بھی بغرض افادۂ عام شائع کر دیا تھا۔ اس مکتوب کے پہنچنے کے ایک عرصے کے بعد حکیم صاحب نے اپنا تاثر لکھ کر بھیجا جو یہ تھا:

حضرت مولانا صاحب دامت معالیکم السامیہ، سلام علیم وعلی من لدیکم

مجھے دو مسئلوں میں بہت کچھ تردد تھا اور متعدد شکوک ذہن میں آتے تھے جن میں خاص طور پر یہ تھے:

(۱) دربارۂ ایمان خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم

(۲) دربارۂ جواز متعہ

اب آپ نے میری تحریرات کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے اور پھر انھیں النجم میں شائع کیا ہے ان سب سے میرے سب اعتراضات و شبہات برطرف ہو گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ متعہ ناجائز ہے اور خلفاء ثلاثہؓ مومن کامل تھے۔ فقط

حکیم سید شبیر حسن عفاعنہ　　　　از جرول، ۲۸ نومبر ۱۹۲۳ء

اس کے بعد حکیم صاحب کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی، اسی زمانے میں معتبر ذرائع سے اطلاع ملی تھی کہ انھوں نے حضرت لکھنویؒ کی ان تحریرات کو لکھنؤ کے نامور مجتہدین کے پاس ان کی رائے معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا، مگر وہ لوگ امروز فردا پر حیلہ حوالے کرتے رہے اور مہینوں تک انھیں کوئی مشورہ نہ دے سکے، مزید یہ کہ حکیم صاحب کو طرح طرح کی دھمکیاں اور لالچ بھی دی جانے لگیں۔ بہت سے رؤساء و تعلق داران شیعہ نے بھی ان پر دباؤ ڈالنے کے لیے خطوط لکھے اور انھیں عجیب عجیب نشیب و فراز دکھلائے جن سے پریشان ہو کر انھوں نے خاموشی اختیار کر لینے میں ہی عافیت محسوس کی۔ اس مکتوب کے اکثر حواشی حضرت مکتوب نگار ہی کے قلم کے ہیں۔

[1] ترتیب الفاظ بدل جانے سے ایک نحوی غلطی یا سقم پیدا ہو گیا ہے مگر جیسا آپ نے لکھا ہے میں نے ویسا ہی رہنے دیا ہے۔

آپ اس عبارت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں متعہ رسول خدا ﷺ کے عہد میں حلال تھے میں ان کو اپنی طرف سے حرام کرتا ہوں، حالانکہ یہ مطلب اس عبارت کا نہیں ہو سکتا، غالباً آپ کو یہ شبہہ لفظ "احرم" سے ہوا ہے، اس کے معنی آپ نے "حرام کرتا ہوں"، خیال کیے ہوں گے۔ مگر ما! لفظ "احرم" یہاں حرام کرنے کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس کے معنی ہیں "حرمت ظاہر کرتا ہوں میں"۔ یہ لفظ باب تفعیل سے ہے اور بابِ تفعیل کی خاصہ نسبت آپ نے کتب صرفیہ میں پڑھا ہوگا، اس پر غور کرنے کے بعد آپ سمجھ لیں گے کہ میں تاویل نہیں کر رہا ہوں، لفظ "تحریم" کے معنی صرف حلال چیز کو حرام کرنا نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی حرام چیز کو حرام کہنا بھی ہیں اور یہ بھی معنی حقیقی ہیں نہ کہ مجازی، دور کیوں جایئے، فرقان حمید اس کا بھی فیصلہ کر رہا ہے قولہ تعالیٰ:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ (التوبۃ:۲۹)

اے مُسلمانو! قتال کرو ان لوگوں سے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ ورسول کی حرام کی ہوئی چیز کو حرام نہیں کہتے۔

دیکھیے! اس آیت میں یحرمون کے معنی حلال چیز کو حرام کہنے کے نہیں ہیں بلکہ حرام کی ہوئی چیز کو حرام کہنے کے معنی میں ہے، پھر فاروق اعظمؓ کی سیرت مرضیہ پر آپ نظر ڈالیں تو صاف کھل جائے گا کہ یہ مطلب لینا کہ میں متعہ کو اپنی طرف سے حرام کرتا ہوں حضرت ممدوح کی طبیعت کے خلاف ہے، خلیفہ ہوتے ہی آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اگر (بالفرض) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سیرت صدیقیہ کے خلاف کوئی حکم دوں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ جب بار بار تین مرتبہ آپ نے اس سوال کی تکرار کی تو ایک نوجوان نے تلوار میان سے کھینچ کر کہا کہ: فعلنا ھکذا (یعنی ہم اس طرح تلوار سے سر اڑا دیں گے) اس پر آپ بہت خوش ہوئے۔ کعبے میں زمانہ جاہلیت کا چڑھایا ہوا سونا چاندی بہت جمع ہو گیا تھا، امیر المومنین جب اپنی خلافت کے زمانے میں حج کرنے گئے تو فرمایا کہ میرا ارادہ ہوتا ہے کہ خدا کے گھر سے ان خرافات کو نکال کر راہ خدا میں صرف کر دوں، ایک معمولی شخص بول اٹھا کہ جو کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلیفہ صدیقؓ نے نہیں کیا وہ کام آپ کیوں کرنا

چاہتے ہیں؟ یہ سنتے ہی آپ نے سر جھکالیااور فرمایا: هما المرآن اقتدی یعنی میں انہی دونوں کا تومقتدی ہوں۔چنانچہ اپنا عزم فسخ کر دیا۔(دیکھیے ازالۃ الخفاء وغیرہ) حالانکہ یہ کوئی بات نہ تھی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یا حضرت صدیقؓ کا اس طرف توجہ نہ کرنا دوسرے مہمات میں مشغولیت کے سبب سے تھا جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔المختصر حضرت فاروقؓ کی سیرت مرضیہ میں ایسے واقعات بے حد و شمار ملیں گے۔پس جس کی اقتدا واطاعت کی یہ حالت ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ وہ حکم رسول کے منسوخ کرنے کا لفظ زبان سے نکالے یا ان کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کرنے کی بات کرے؟ حاشا ثم حاشا! اہلِ سُنّت و جماعت کے اصول پر تو یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کوئی منسوخ کر سکے کیونکہ نبوت آپؐ پر ختم ہو چکی، آپؐ کی حلال کی ہوئی چیز کو قیامت تک کوئی حرام نہیں کر سکتا، آپؐ کی حرام کی ہوئی چیز کو قیامت تک کوئی حلال نہیں کر سکتا، البتہ مذہب شیعہ نے دوازدہ (بارہ) امام کو یہ اختیارات دے رکھے ہیں کہ وہ جس چیز کو چاہیں حرام کریں اور جس چیز کو چاہیں حلال کریں۔"اصول کافی" مطبوعہ نول کشور صفحہ ۲۷۸ میں ہے:

وفوض[1] أمورها إليهم، فهم يحلون ما يشاءون ويحرمون ما يشاءون

یعنی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے تمام خلق کے معاملات ان کے سپرد کر دیئے ہیں لہٰذا وہ جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔

ثالثاً: اگر روایت مذکورہ کے الفاظ: کانتا فی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم سے یہ شبہہ آپ کو ہوا ہو کہ متعہ آپؐ کے زمانہ مبارک میں حلال تھا اور آپؐ نے اس کی حرمت کا حکم

---

[1] پوری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ محمد بن سنان کہتے ہیں کہ میں ایک روز ابو جعفر ثانی (یعنی امام محمد تقی) علیہ السلام کے پاس تھا، میں نے شیعوں کے اختلاف کا ذکر چھیڑا کہ ان میں باہم مذہبی اختلاف کیوں ہے کہ کوئی کسی چیز کو حلال کہتا ہے اور دوسرا اس کو حرام کہتا ہے؟ اکابر علماء شیعہ ہمیشہ اسی ناقابل برداشت اختلافات سے پریشان رہے (دیکھو "اساس الاصول" وغیرہ) تو امام نے فرمایا کہ خدا نے محمد و علی وفاطمہ کو پیدا کیا اور تمام خلق کو ان کی پہچان کروائی، سب پر ان کی اطاعت فرض کی اور تمام خلق کے معاملات ان کے سپرد کیے۔الخ اس مضمون کی روایات اصول اربعہ میں بہت ہیں۔

نہ دیا تھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ مطلب اس عبارت کے کسی لفظ سے نہیں نکل سکتا، اس کا تو مطلب صرف اس قدر ہے کہ متعہ کا ارتکاب زمانہ رسولؐ میں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض عوام جو حکم حرمت سے ناواقف ہوں وہ برابر اس کے مرتکب ہوا کرتے ہوں، یہی ضرورت حضرت فاروق اعظمؓ کو اعلان کر دینے کی پیش آئی اور آپ نے حکم دیا کہ اب جو شخص متعہ کا مرتکب ہو گا اس کو سزا دی جائے گی، چنانچہ اس قدوسی (فاروق اعظمؓ) کی سعی جمیل سے جس طرح اور احکام شرعی رائج و نافذ ہوئے، اسی طرح حرمت متعہ کا حکم بھی تمام عالم اسلامی میں پھیل گیا اور (اس طرح) متعہ کا سدباب ہو گیا۔ پھر یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ روایت میں جو الفاظ ہیں وہ حضرت فاروق اعظمؓ کے الفاظ نہیں کہے جاسکتے کیونکہ روایت بالمعنی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ایک نفیس بات اس مقام پر قابل ذکر یہ بھی ہے کہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی حرمت روایت کی ہے، اس جماعت میں خود حضرت عمر فاروقؓ بھی ہیں، بھلا یہ بات کسی کی عقل میں آسکتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ خود ہی رسول خدا ﷺ سے متعہ کی حرمت نقل کریں اور خود ہی یہ کہیں کہ متعہ آنحضرت ﷺ نے حرام نہیں کیا تھا؟ میں اپنی طرف سے اس کو حرام کرتا ہوں، لہٰذا قطعاً و یقیناً معلوم ہوا کہ: کانتا[1] فی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم کا وہ مطلب نہیں ہے جو آپ نے سمجھا ہے۔ اب اگر اس کی تلاش ہو کہ حضرت عمر کا رسول خدا ﷺ سے حرمت متعہ کو روایت کرنا کس کتاب میں ہے تو میں آپ کو پتہ دیتا ہوں۔ امام طحاویؒ کی کتاب ”شرح معانی الآثار“ میں ہے:

> خطب عمر فنهى عن المتعة، و نقل ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم فلم ينكر عليه ذلك منكر، و في هذا دليل على متابعتهم على ما نهى عنه۔
>
> حضرت عمرؓ نے خطبہ پڑھا اور خطبے میں متعہ کی ممانعت کی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا اور کسی نے ان کے سامنے اس کا انکار نہ کیا۔ یہ دلیل ہے اس کی کہ سب نے متعہ کے ممنوع ہونے میں ان کے ساتھ اتفاق کیا۔

---

[1] ایک نحوی قاعدے پر اگر آپ غور کرتے تو بھی آپ کو یہ شبہہ نہ ہوتا، کانتا کو آپ فعل ناقص مان کر اس کی ”حلالین“ اپنی طرف سے مقدر مانتے ہیں، عبارت میں کہیں اس کا وجود نہیں، حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب خبر مذکور نہ ہو تو اس کو تامہ مانتے ہیں اور کان تامہ مبنی الاصل ہوتا ہے، یعنی متعہ کا وجود زمانۂ رسول میں ہوا نہ یہ کہ وہ حلال تھا۔

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

ومما يستفاد أيضاً أن عمر لم ينه عنها اجتهاداً و إنما نهى عنها مستنداً إلى نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم، و قد وقع التصريح عنه بذلك فيما أخرجه ابن ماجه من طريق أبي بكر بن حفص عن ابن عمر قال: لما ولي عمر خطب فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أذن لنا في المتعة ثلاثا ثم حرمها و أخرج ابن المنذر والبيهقي من طريق سالم بن عبدالله بن عمر عن أبيه قال: صعد عمر المنبر فحمد الله و أثنى عليه ثم قال: ما بال رجال ينكحون هذه المتعة بعد نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها۔

اور جن دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے متعہ کی ممانعتؓ اپنے اجتہاد سے نہیں کی بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بناپر کی ان میں سے یہ روایت بھی ہے جس کو ابن ماجہ نے ابو بکر بن حفصؓ سے اور انھوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ جب خلیفہ ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو متعہ کی اجازت صرف تین دن تک دی، اس کے بعد متعہ کو حرام کر دیا اور منذر و بیہقی نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ ایک روز منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ کیا حال ہے ان مردوں کا جو متعہ کا ارتکاب کرتے ہیں بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کر دینے کے۔

رابعاً: اگر آپ کو متعہ کے حرام ہونے میں کچھ شک ہو تو اس کے لیے ایک تحقیق نفیس عرض کرتا ہوں کہ اس کے سننے کے بعد، ان شاء اللہ تعالیٰ، اہل ایمان کے قلوب میں حلت متعہ کا وسوسہ بھی نہیں آسکتا، واللہ الموفق والمعین۔ سنیے! متعہ اسلام میں کبھی حلال نہیں ہوا، قرآن اس کی حرمت پر ناطق ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۝ اِلاَّ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۝

المعارج:۲۹۔۳۱، المؤمنون:۵۔۷

اور (کامیاب ہوئے) وہ ایمان والے جو اپنی شرمگاہوں کو بچانے والے ہیں، مگر اپنی بی بیوں پر یا اپنی لونڈیوں پر، بے شک ان پر کچھ ملامت نہیں پھر جو شخص اس کے سوا کی خواہش کرے وہ حد شرع سے باہر نکل جانے والا ہے۔

یہ آیت قرآن کریم میں دو جگہ ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ دیکھیے! یہ آیت کس تصریح واہتمام کے ساتھ متعہ کی حرمت بیان کر رہی ہے، تصریح تو یہ کہ حلت فروج کو زوجہ و مملوکہ میں منحصر کر دیا۔ معلوم ہوا کہ ان دو کے سوا کوئی تیسری صورت حرام ہے اور اہتمام یہ کہ حلت کو دو صورتوں میں منحصر کرنے کے بعد مخالفت کرنے والے کا حکم بھی بیان فرما دیا اور وہ بھی اس عنوان سے کہ خلاف کا ارتکاب نہیں بلکہ خلاف کی خواہش کو حد شرعی سے نکل جانا فرمایا اور ظاہر ہے کہ حسب مسلمات شیعہ مرویات ائمہ ہدیٰ بھی ممتوعہ زوجہ اور مملوکہ دونوں کے ماسوا ہے۔[1]

یہ آیت مکی ہے لہٰذا یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ شاید کبھی مدنی آیت نے اس کو منسوخ کر دیا ہو اس لیے کہ مدنی آیات سے بھی حرمت متعہ ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں دو آیتیں لکھتا ہوں:

پہلی آیت: قولہ تعالیٰ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (النساء:۳)

یہ آیت حرمت متعہ کی صاف دلیل ہے، اس سے اوپر کی آیت میں چار نکاح تک کی

---

[1] چنانچہ "فروع کافی" جلد دوم صفحہ ۹۱ میں:

عن أبي جعفر عليه السلام في المتعة قال: ليست من الأربع لأنها لا تطلق ولا ترث وإنما مستاجرة.

ترجمہ: امام باقر علیہ السّلام نے ممتوعہ عورت کو فرمایا کہ وہ ان چار میں (جو زوجہ کہی جاتی ہیں) نہیں ہے کیونکہ نہ اس کے لیے طلاق ہے اور نہ میراث بلکہ وہ کرائے کی عورت ہے۔

اور "من لا یحضر" جلد سوم صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

عن الحسين بن يزيد قال سمعت ابا عبدالله عليه السلام يقول محل الفروج بثلاثة وجوه نكاح بميراث و نكاح بلا ميراث بملك يمين.

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ حلت فروج کی تین صورتیں ہیں: ایک وہ نکاح جو میراث کے ساتھ ہو اور دوسرے وہ نکاح جو بغیر میراث کے ہو (یعنی متعہ) اور تیسرے وہ جو ملک یمین کے ساتھ ہو (یعنی لونڈی)۔

چنانچہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم حلت فروج کو دو صورتوں میں منحصر کرے اور امام تین صورتیں فرمائیں؟ کیا صریح مقابلہ قرآن کا کیا گیا ہے۔

اجازت ہے، اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ اجازت انصاف کے ساتھ مشروط ہے، اگر انصاف نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک نکاح یا ایک لونڈی کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ متعہ ہوتا تو سب سے پہلے اسی کا ذکر ہوتا کیونکہ اندیشہ بے انصافی سے نجات متعہ میں ایک نکاح اور (ایک) لونڈی سے بھی زیادہ ہے اس لیے کہ ممتوعہ کے حقوق لونڈی سے بھی کم ہیں۔

دوسری آیت: قوله تعالیٰ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور:۳۳)

یہ آیت بھی بہت صاف ہے، اگر متعہ حلال ہوتا تو نکاح میسر نہ ہونے کی صورت میں صبر کا حکم نہ دیا جاتا بلکہ فرمایا جاتا کہ متعہ کر لو، ایسی ضرورت کے وقت میں بھی متعہ کی اجازت نہ ملی تو متعہ کو حلال کون کہہ سکتا ہے؟ باقی رہی یہ بات کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات میں متعہ کی اجازت دی تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث ناسخ کتاب اللہ تو ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ اجازت بطور رخصت کے بحالت اضطرار تھی جیسا کہ سور کا گوشت کھا لینے کی اجازت بحالت اضطرار مخمصہ خود قرآن میں مذکور ہے، اس اجازت کی بنا پر کون کہہ سکتا ہے کہ قرآن نے سور کا گوشت حلال کیا ہے؟ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ مذہب اسلام میں متعہ حلال ہے، پھر حدیث میں متعہ کی اجازت کے بعد اس کی ممانعت بھی رسول خدا ﷺ سے منقول ہے اور لُطف یہ ہے کہ اس ممانعت کے راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں اور مزید لُطف یہ کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی یہ روایت فریقین کی اعلیٰ ترین کتب معتبرہ میں بہ اسانید صحیحہ معتمدہ موجود ہے۔ اہل سُنّت کی کتب میں صحیحین کو (ہی) لیجیے، ان دونوں میں یہ روایت باسانید متعددہ موجود ہے، چنانچہ صحیح بخاری کتاب النکاح میں ہے:

حدثنا مالك بن اسمعيل حدثنا ابن عينية انه سمع الزهري يقول اخبرني الحسن بن محمد بن علي واخوه عبدالله عن أبيهما ان عليا رضي الله عنه قال لابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن المتعة وعن لحوم الحمر الاهلية زمن خيبر۔

ترجمہ: ہم سے مالک بن اسمٰعیل نے بیان کیا، انھوں نے ابن عینیہ سے، انھوں نے زہری سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ مجھ سے حسن اور عبدالرحمٰن پسران امام باقر نے اپنے والد سے نقل کر کے

بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے اور پالے ہوئے گدھوں کے گوشت سے زمانہ خیبر میں منع فرمایا تھا۔

اسی طرح کتب شیعہ میں اعلیٰ رتبہ اصول اربعہ کا ہے، ان میں سے تہذیب واستبصار دونوں میں یہ روایت موجود ہے کہ:

عن علی علیہ السلام قال: حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ یوم الخیبر لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ۔

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالے ہوئے گدھوں کے گوشت اور متعہ سے منع فرمایا تھا۔

سلطان العلماء جناب مولوی سیّد مُحمد مجتہد اعظم شیعہ نے اس حدیث کی سند میں کچھ جرح کرنے کی کوشش کی تھی مگر کامیابی نہ ہوئی جیسا کہ کتاب کشف الغطاء کے مطالعے سے ظاہر ہے، البتہ ان کا اور نیز ان کے عُلماء سابقین کا یہ جواب بے داغ ہے کہ "جناب امیرؓ نے یہ روایت سُنّیوں کے خوف سے تقیہ کر کے بیان فرمادی ہے، لہٰذا قابل عمل نہیں ہے۔" جواب الجواب کی حاجت نہیں کیونکہ اس جواب میں، معاذاللہ، جناب ممدوح کو کاذب اور رسول اللہ ﷺ پر افترا کرنے والا قرار دیا گیا ہے جس کو غالباً کسی ایمان دار کا ضمیر ایک لمحے کے لیے بھی قبول نہ کرے گا۔ یہ سن کر اور بھی حیرت ہوگی کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی کبھی نہ حلت متعہ کا فتوی دیا اور نہ ہی اس کو رائج کیا۔ مناظرہ امروہہ (سابق ضلع مرادآباد یوپی) میں جب میں نے جناب قاضی نوراللہ شوستری شہیدِ ثالث شیعہ کی کتاب "احقاق الحق" کی عبارت پڑھ کر سنائی جس میں قاضی صاحب نے اس عقدہ لاینحل کو اس طرح حل کیا ہے کہ [1] "جناب امیر علیہ السلام کو خلافت برائے نام ملی تھی، ممدوح اپنے زمانہ خلافت میں بھی اظہار حق پر قادر نہ تھے، جن لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی

[1] اصل عبارت عربی میں ہے اور بہت بڑی عبارت ونہایت نفیس فوائد پر مشتمل ہے، اصلی عبارت بلفظہٖ مناظرہ النجم (لکھنؤ) جلد دوم صفحہ ۱۴ میں ہے اور کارروائی مناظرہ امروہہ کے ۳ میں بھی عنقریب، ان شاء اللہ تعالیٰ، شائع ہوگی (اب یہ کارروائی بحمد للہ عرصہ ہوا شائع ہو چکی ہے، مرتب)

تھی وہ سب ان کے دشمنوں کے گروہ میں میں سے تھے، ان کا اعتقاد یہ تھا کہ شیخین ہر بات میں حق پر اور سب سے افضل تھے، حضرت علی کا منتہائے کمال یہ ہے کہ شیخین کی پیروی میں ثابت قدم رہیں لہٰذا ایسے لوگوں کے سامنے جناب امیر اپنا اصلی مذہب کیسے ظاہر کر سکتے تھے؟" قاضی صاحب کا یہ ارشاد روایات معتبرہ شیعہ کے مطابق اور دوسرے اکابر عُلماء شیعہ کے بیانات کے موافق ہے، لہٰذا اس ارشاد سے میں نے چند نتائج بھی نکال کر پیش کیے تھے جو بجائے خود بہت ہی نتیجہ خیز ہیں، بخوف طول اس وقت ان کو ذکر نہیں کرتا۔

مختصراً یہ کہ اس جواب سے حرمت متعہ کا عقدہ تو کیا حل ہوتا جناب امیر کی شجاعت پر حرف آیا، رسولؐ پر افترا پردازی کرنے اور جعلی حدیث بنانے کا الزام بھی ان پر قائم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کا مذہب ایک ایسا راز سربستہ تھا کہ جس کو خدائے عالم الغیب کے سوا کوئی نہیں جان سکتا اور یہ بات تو بہت ہی قابل غور ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بَیعت کرنے والے ان کی طرف سے لڑنے والے اور جان دینے والے سب ہی شیخینؓ کے معتقد اور پھر ایسے معتقد کیوں تھے۔ مناظرہ امروہہ میں شیعہ مناظر جناب صدر الافاضل مولوی سبط حسن صاحب[1] نے اتنا تو کیا کہ اپنا نسخہ "احقاق الحق" مطبوعہ ایران مجھے دیا کہ اس میں یہ عبارت مجھے نکال دیجیے، میں نے نکال دی تو اس کے بعد مناظرے میں یا اس کے بعد سے اب تک کوئی جواب معقول یا نامعقول کسی قسم کا بھی انھوں نے نہ دیا اور صرف اس بات کا ہی نہیں بلکہ مناظرے کی کسی بات کا بھی جواب انھوں نے دیا ہو یا اب دے سکتے ہوں تو آپ ان سے دریافت کر سکتے ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

---

[1] مولوی سیّد سبط حسن بن سیّد رمضان علی سبزواری جائسی ثم لکھنوی ۱۲۸۴ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مولوی حَبیب حیدر، مولانا محمد حسین بحر العلوم، مولوی سیّد بچھن، تاج العلماء سید علی محمد اور مولانا ابوالحسن سے الگ الگ قرآن، حدیث، فقہ، معقولات و منقولات وغیرہ کا درس لیا اور طبی تعلیم بھی حاصل کی۔ سلطان المدارس لکھنؤ سے تعلیم مکمل کرکے نجف اشرف گئے اور ایران کا سفر کیا اور وہاں سے اجازہ و سند اجتہاد لے کر ہندستان واپس آئے۔ مدرسہ سُلیمانیہ پٹنہ اور مدرسہ منصبیہ میرٹھ اور جونپور کے مدرسے میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کی تصانیف میں صفاح العقبان فی تحریف القرآن، شارع الشرائع، کتاب الزواہر، عرائس الافکار، تحفۃ العوام اور تاج الکرامہ فی اثبات الامامہ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

معاف کیجیے گا! اگر کوئی بات خلاف مزاج میرے قلم سے نکل گئی ہو۔ آپ کی منصفانہ طبیعت اور سلامت فہم نُنے مجھے اس تحریر کی ہمّت دلائی ورنہ شیعہ اس کثرت سے جاوبے جا تقیہ کا استعمال کرتے ہیں کہ ان کی کسی بات پر کسی واقف کار کو مشکل سے اعتبار ہو سکتا ہے، اکثر تحریریں میرے دفتر میں آتی رہتی ہیں جن کا جواب بہ قدر ضرورت تو دے دیا جاتا ہے مگر میں چنداں توجہ بھی نہیں کرتا۔ آپ کا خط مجھے بحالت سفر ملا اور سفر ہی میں اس کا جواب لکھا۔ حق تعالیٰ اس کو نافع بنائے بفضلہٖ وکرمہ آمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین و اخر دعوینا ان الحمدللہ رب العالمین۔

والسّلام کتبہ اضعف عباداللہ محمد عبد الشکور عافاہ مولاہ
شَب پنجشنبہ ۲۸ جمادی الاخری ۱۳۴۱
ورود جلسہ حفیفہ نوشتہ شد

بنام مولوی مُحمّد عبدالقدیر باندوی ☆

دفترِ النجم لکھنؤ

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ

مکرم بندہ! سلام مسنون

☆ ایک صاحب مولوی عبدالقدیر باندوی نے (جن کے کوئی حالات معلوم نہیں ہوسکے) ایک خط حضرت امام اہلِ سُنّت لکھنویؒ کو لکھا جس میں درج ذیل سوالات پوچھے گئے تھے:

(۱) روایات کی حقیقت کیا ہے؟ اگر وہ صحت کے اعلیٰ درجے پر ہوں تو ان سے کس درجے کے مسائل مستنبط ہوسکتے ہیں؟ کیا ان روایات پر اعتقاد کی بنیاد پڑ سکتی ہے؟

(۲) احراق یا قصد احراق خانہ جناب سیّدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی روایت کس درجے کی ہے اور کتب اہلِ سُنّت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

(۳) اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو اس کا الزام جن اصحابؓ پر آتا ہے ان کی کیا پوزیشن ہوگی؟

(۴) صحابہؓ کے عدول ہونے کا کیا مطلب ہے؟

یہ مکتوب گرامی انہی سوالات کے جواب میں سائل کو بھیجا گیا تھا جس کو بعد میں مولاناؒ نے اپنے ماہنامہ رسالہ النجم لکھنؤ بابت شعبان ۱۳۴۱ھ میں بھی برائے افادہ عام شائع کر دیا تھا۔ اس کے حواشی بھی خود مولاناؒ ہی کے مرتب کردہ ہیں۔ اس خط کو سائل نے اس دور کے مختلف علماء کے پاس بھی بھیجا تھا اور یہ لکھا تھا کہ مولوی سیّد علی الحائری شیعہ مجتہد نے اپنے ایک وعظ میں یہ ثابت کیا کہ حضرت عمرؓ نے، معاذاللہ، جناب سیّدہ فاطمہ زہراءؓ کے گھر کو آگ لگائی چنانچہ ان اعتراضات شیعہ کے جواب میں مولوی معوان حسین رامپوری اور مولانا ثناء اللہ امرتسری ایڈیٹر اہل حدیث نے اس واقعہ احراق کی تردید کرتے ہوئے یہ لکھا کہ حضرت عمرؓ نے ہرگز آگ نہیں لگائی، صرف دروازۂ حضرت سیدہؓ پر جا کر دھمکی ضرور دی، مگر وہ دھمکی ان مفسدوں و شرارتیوں و باغی لوگوں کے واسطے تھی جو خلافت ابو بکرؓ کے خلاف چہ میگوئیاں کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں مولوی صاحبان نے دبی زبان سے احراق کا واقعہ تسلیم کر لیا۔ سائل نے اپنے اس مکتوب کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں بھی بھیجا تھا۔ انھوں نے اس خط پر اپنے قلم سے یہ عبارت لکھ کر سائل کے پاس واپس بھیج دیا: "اس کا جواب مجھ سے اچھا مولوی عبدالشکور صاحب دیں گے۔" چنانچہ سائل کے اسی خط کے جواب میں حضرت لکھنویؒ نے یہ مکتوب لکھا تھا۔

آپ کے سوالات کا مفصل جواب تین چار امور کی توضیح پر موقوف ہے۔ اس وقت مختصراً یہ لکھا جاتا ہے کہ امر اول کی تحقیق یہ ہے کہ سنی و شیعہ دونوں ہی کے نزدیک بالاتفاق روایت[۱] بنیاد اعتقاد[۲] نہیں بن سکتی۔ روایت سے صرف اعمال کے مسائل[۳] ہی مستنبط ہو سکتے ہیں نہ کہ عقائد کے۔ عُلمائے فریقین کی بے شمار تصریحات[۴] اس مضمون کی موجود ہیں۔ یہ

[۱] روایات کی دو قسمیں ہیں: متواتر اور احاد، متواتر بنیاد اعتقاد بن سکتی ہے۔

[۲] روایت کا بنیاد اعتقاد نہ بن سکنا ایسا ظاہر ہے کہ بے علم آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اعتقاد یقین کا نام ہے اور یقین کی بنیاد یقینی چیز پر ہی ہونی چاہیے۔

[۳] اعمال کے بھی صرف مسائل ہی مستنبط ہو سکتے ہیں وہ بھی بہت کچھ شرائط کے ساتھ۔ دیکھو کتب اصول فقہ۔ باقی رہے اعمال کے اصول وہ ہرگز روایات سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ اصول اعمال قرآن مجید سے ثابت ہوتے ہیں حتیٰ کہ جن اعمال کے اصول قرآن کریم سے ثابت نہ ہوں ان اعمال کے متعلق کوئی روایت مقبول نہیں ہوتی۔ مثالیں اس کی چاروں فقہ میں بکثرت ہیں یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ بلکہ تمام مجتہدین اہل حق عقائد و اصول میں باہم متفق ہیں۔ اختلاف صرف اعمال کے بعض مسائل میں ہے اور یہی سبب ہے کہ وہ سب اہل سُنّت و جماعت میں ہیں اور سب ناجی ہیں۔

[۴] ان بے شمار تصریحات میں سے بطور مشتے نمونہ از خروارے چند یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ شرح عقائد نسفی میں ہے جو اہلِ سُنّت و جماعت کے عقائد کی کتب معتبرہ میں سے ہے اور داخل درس ہے کہ: أن خبر الواحد على تقدير اشتماله على جميع الشرائط المذكورة في أصول الفقه لايفيد الا الظن، ولاعبرة بالظن في باب الاعتقادات خصوصاً إذا اشتمل على اختلاف رواية وكان القول بموجبه مما يفضي إلى مخالفة ظاهر الكتاب، یعنی خبر واحد جبکہ اس میں وہ تمام شرائط پائے جائیں جو اصول فقہ میں بیان کیے گئے ہیں تب بھی وہ سوائے ظن کے کسی چیز کو مفید نہیں ہوتی اور ظن کا اعتقادات کے بارے میں کچھ اعتبار نہیں خاص کر جبکہ وہ اختلاف روایت پر بھی شامل ہو یا اس کے مضمون کو سچ مان لینے سے کتاب اللہ کی صریح آیت کی مخالفت لازم آتی ہو۔ مولوی دلدار علی (مجتہد اعظم شیعہ جن کو شیعوں کے امام المناظرین مولوی حامد حسین "استقصاء" میں آیۃ اللہ فی العالمین لکھتے ہیں) اپنی کتاب "حسام" کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں "بالجملہ دانستی کہ بنائے اعتقادات امامیہ بر اخبار احاد نیست پس ابن بابویہ در کتاب "اعتقادات" خود روش اعتقادات حقہ امامیہ کہ بنابر آیات واحادیث متواترہ واجماع اہل بیت وادلہ عقلیہ بہ ثبوت پیوستہ مذکور ساختہ و در کتب احادیث موافق باب محدثین اخبار احاد را بہر قسم کہ ماثور گشتہ مندرج فرمودہ و لازم نیست کہ محدثین انچہ روایت کنند مطابق آں ہم اعتقاد داشتہ باشند۔" ترجمہ: الختصر تم کو معلوم ہو گیا کہ امامیہ کے اعتقاد کی بنیاد اخبار احاد پر نہیں ہے پس ابن بابویہ نے اپنی کتاب "اعتقادات" میں امامیہ کے عقائد حقہ کے بڑے بڑے مسائل کو جو بہ بنائے آیات واحادیث متواترہ

واجماع اہل بیت و دلائل عقلیہ سے ثابت ہوئے ہیں ذکر کیا اور کتب احادیث میں محدثین کی عادت کے موافق ہر قسم کے اخبار احاد کو، جو منقول ہوئے ہیں، درج کر دیا ہے اور یہ بات ضروری بھی نہیں کہ محدثین جو کچھ روایات کریں اس کے موافق عقیدہ بھی رکھتے ہوں"۔ مجتہد اعظم شیعہ کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ روایات احاد بنیاد عقائد نہیں بن سکتیں۔ باقی رہا ان کا یہ دعویٰ کہ امامیہ کے عقائد آیات واحادیث واجماع اہل بیت ودلائل عقلیہ سے ثابت ہیں، یہ ایک ایسا دروغ بے فروغ ہے کہ ہر شخص اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ سب سے بڑا اور مہتم بالشان عقیدہ امامیہ کا مسئلہ امامت و عصمت ائمہ ہے، کیا حائری صاحب یا کوئی مجتہد شیعہ اس مسئلے کو کسی آیت یا حدیث متواترہ یا اجماع اہل بیت یا دلائل عقلی سے ثابت کر کے اپنے مجتہد اعظم کی پیشانی سے یہ داغ مٹا سکتے ہیں؟ حاشا ثم حاشا۔ پھر یہی مجتہد اعظم اسی کتاب میں لکھتے ہیں "خبر واحد اگر بے معارض ہم باشد دراصول اعتقادیات بآں تمسک نباید کرد بلکہ نزد محققین شیعہ امامیہ مثل ابن زہرہ وابن ادریس وشریف مرتضی واکثر قدماء ایشاں قابل احتجاج نیست ومتاخرین ایشاں ہمیں مذہب رااختیار کردہ اند لہٰذا اخبار احاد را در دلائل نشمردہ بلکہ ردآں راواجب دانستہ خصوصاً در اعتقادات "یعنی جو روایت خبر واحد ہو اگرچہ اس کے خلاف کوئی دوسری روایت نہ ہو تو بھی اعتقادات میں اس سے تمسک نہ کرنا چاہیے بلکہ محققین شیعہ امامیہ کے نزدیک مثل ابن زہرہ، ابن ادریس و شریف مرتضی اور اکثر متقدمین شیعہ کے نزدیک خبر واحد سے اسی بات پر استدلال ہی نہیں ہو سکتا اور متاخرین نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اسی وجہ سے اخبار احاد کو دلائل شرعیہ میں شمار ہی نہیں کیا بلکہ اس کے رد کو ضروری سمجھا ہے خاص کر عقائد کے بارے میں۔ انہی مجتہد اعظم کے خلف رشید سلطان العلماء مولوی سیّد محمد مجتہد لکھنؤ، جن کو مولوی حامد حسین "استقصاء" میں "الامام الہام، غرۃ جبہۃ اللیالی والایام" وغیرہ وغیرہ جیسے کئی سطر کے القاب سے یاد کرتے ہیں، اپنی کتاب "ضربت حیدریہ" کے صفحہ ۳۶۲ میں، جس کی شیعوں میں بڑی دھوم ہے، فرماتے ہیں "ایں سوال نسبتی است بر عدم درک طریقہ انیقہ متکلمین و مجتہدین امامیہ چہ ایشاں دراصول دینیہ متینہ بر دلائل قطعیہ اعتماد می کنند وبس ظن و تقلید رادراں جائز وسائغ نمی دانند وصحاح وحسان و موثقات و ضعاف دریں مادہ یکساں ست اما در فروع دینیہ پس اعتماد شاں در ضروریات دین ومذهب بر قطع است وبس لاعلی اخبار الاحاد، ودر غیر آں بر ظن ست نہ مطلق ظن بل ما حصل من الادلۃ الاربعۃ کتاباً اوسنۃً واجماعاً اوعقلاً" مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ مصنف "شوکت عمریہ" رحمہ اللہ تعالیٰ کا اعتراض اس بنا پر ہے کہ ان کو امامیہ کے متکلمین ومجتہدین کا نفیس طریقہ معلوم نہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ اصول دین میں صرف دلائل عقلیہ پر اعتماد کرتے ہیں اور بس اور ظن و تقلید کو ان میں جائز نہیں سمجھتے اور روایتیں خواہ صحیح ہوں یا حسن، مضبوط ہوں یا کمزور سب اس بارے میں یکساں ہیں لیکن فروع دینیہ میں ان کا اعتماد ضروریات دین میں یقینی چیز پر ہے نہ کہ اخبار احاد پر اور غیر ضروریات میں ظن پر ہے نہ مطلق ظن پر بلکہ اس ظن پر جو دلائل اربعہ یعنی قرآن وحدیث واجماع وعقل سے حاصل ہوا ہو۔

دوسری بات ہے کہ شیعوں کا ہاتھ چونکہ قرآن سے خالی ہے اس لیے وہ مجبور ہو کر اس مسلّم الکل قانون کی خلاف ورزی میں مبتلا ہیں۔

امر دوم کے متعلق یہ ہے کہ اس قصے کی روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی[1]۔ احراق تو، نعوذ باللہ، بڑی چیز ہے قصدِ احراق کا ثبوت بھی حسب اصول محدثین نہیں ہو سکتا، جس عالمِ اہلِ سُنّت نے وہ جواب دیا ہے جس کو آپ نے لکھا اس نے تنزلاً بربنائے تسلیم روایت دیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تحفہ" میں ایسا ہی لکھا ہے۔ یہ بھی ایک طریقہ جواب دینے کا ہے ورنہ اس جواب کی بالکل حاجت نہیں۔ حائری صاحب (شیعہ مجتہد) کو لازم تھا کہ وہ اس روایت کا صحیح ہونا حسب اصول محدثین ثابت کرتے، مگر یہ ان کے امکان سے باہر ہے۔ ایک مناظر کے لیے یہ بڑا عیب ہے کہ وہ رطب ویابس روایتیں بیان کرے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے علم ہے، محقق نہیں ہے یا بدنیت

---

[1] کسی روایت کا پایہ ثبوت کو نہ پہنچنا دو طریقے سے معلوم ہوتا ہے: اول یہ کہ اس کی سند میں کوئی راوی ناقابل اعتبار ہو۔ دوم یہ کہ اس کے متن یعنی مضمون میں کوئی بات ایسی موجود ہو جو دوسرے دلائل قویہ کے خلاف ہو، متن کے لحاظ سے اس روایت کا پایہ ثبوت کو نہ پہنچنا اسی مضمون کے آئندہ حواشی میں بیان ہوگا۔ باقی رہی سند کی بحث تو، ان شاء اللہ تعالیٰ، ہم اس کو ایک دوسرے مستقل مضمون میں بیاں کریں گے کیونکہ ہم نے اس کامل تحقیقات کی تنقید کی تو اسانید سے معلوم ہوا کہ مشاجرات صحابہؓ کے متعلق جس قدر روایات ہیں ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ راوی ان کے یا شیعہ ہیں یا مجہول۔ بانیان مذہب شیعہ کا اصل مقصد صرف ایک تھا یعنی قرآن کریم کو مشکوک و مشتبہ کر دینا۔ صحابہؓ کرام پر بھی ان کے حملے محض اس وجہ سے ہوئے کہ قرآن عظیم کے پہلے راوی اور اول ناقل وہی ہیں، اور جب کسی چیز کے راوی و ناقل مجروح ہو جائیں تو اس چیز کے غیر معتبر ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ لہٰذا متقدمین شیعہ کبھی تو نفس قرآن پر حملے کرتے رہے اور کبھی راویان قرآن پر اور اس دھن میں صدیوں تک شیعوں کا یہی کام رہا کہ قرآن اور راویان قرآن کے مجروح کرنے کے لیے جعلی روایتیں بنا بنا کر محدثین اہل سُنّت کے سامنے بیان کریں اور اس بات کی کوششیں کریں کہ کسی طرح یہ جعلی روایات کتابوں میں درج ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ جس نور کا محافظ ہو اس کو کون بجھا سکتا ہے ؎

نورِ حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

روایتیں تو درج ہوئیں مگر پھر بھی دشمنوں کا مقصد حاصل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے محدثین اہل سُنّت کے ہاتھوں سے اصول تنقید اور علم رجال کو ایسا مکمل کرا دیا کہ ہر وقت دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جاتا ہے۔ کیسا ہی چھپا ہوا چور ہو مگر ان دونوں علموں کی مدد سے پکڑ لیا جاتا ہے۔ فللہ الحمد علی ذلک حمدا کثیرا۔

ہے، خلق خدا کو فریب دینا چاہتا ہے۔

امر سوم کے متعلق یہ ہے کہ قصہ مذکورہ حضرت صدیقؓ یا حضرت فاروقؓ کی جلالت شان کے معارض نہیں ہو سکتا اور نہ اس محبّت والفت پر جو فیما بین ان حضرات کے ثابت ہے حرف آسکتا ہے کیونکہ اس قصے کی معراج یہ ہے کہ اس کی روایت اخبارِ احاد کے کسی درجے میں صحیح یا حسن ہو جائے جو بنیاد عقیدہ نہیں ہو سکتی اور شیخین رضی اللہ عنہما کی جلالت اور فیما بین ان کے و حضرت علی مرتضیٰؓ کے محبّت ان دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جو بنیاد اعتقاد ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کریم[۱] سے اور اس اجماع متواتر سے جس کی بنا قرآن واحادیث قطعیہ پر ہے اور واقعات[۲] بھی اس کو بتارہے ہیں۔ باقی رہا یہ شبہہ کہ جو خلافت صدیقیہ کے

[۱] شیخین رضی اللہ عنہما کی جلالت و عظمت شان متعدد آیتوں سے ثابت ہے، اس طرح کہ مہاجرین کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور یہ حضرات سر دفتر مہاجرین ہیں اور اس طرح بھی کہ بہت سی آیتوں میں کچھ خاص لوگوں کے نہایت اعلیٰ اعلیٰ مناقب بیان کیے گئے ہیں یا کوئی پیشین گوئی ارشاد ہوئی ہے۔ اگر ان مناقب کا مصداق ان حضرات کو نہ مانا جائے تو ان آیات کا کوئی مصداق نکل ہی نہیں سکتا۔ نہ وہ وعدے سچے ہو سکتے ہیں اور نہ وہ پیشین گوئیاں پوری ہو سکتی ہیں۔ ان آیات کو دیکھنا ہو تو کتاب "ازالۃ الخفاء" (مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) دیکھو اور، ان شاء اللہ، یہ سب مضامین "النجم" میں بھی آئیں گے۔ علی ہذا اجماع بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اب تک تمام مُسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ افضل امت حضرت صدیقؓ ہیں، ان کے بعد حضرت فاروقؓ۔ خود حضرت علی مرتضیٰؓ سے اسّی سندوں کے ساتھ جن میں سے کئی سندیں بخاری میں ہیں منقول ہے کہ: خیر الامۃ بعد نبیہا ابوبکرؓ ثم عمرؓ۔ باقی رہی محبت والفت فیما بین ان حضرات اور علی مرتضیٰؓ کے اس کے لیے یہ نص صریح قرآن کی موجود ہے: وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ یعنی جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اگر اس آیت میں معیت سے سفر حدیبیہ کی بیعت مراد لی جائے تو ظاہر ہے کہ چاروں خلفاء مع دیگر مہاجرین وانصار کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے اور اگر معیت کو مطلق رکھو تب بھی یہ سب حضرات ہمیشہ حضرتؐ کے ساتھ رہے لہٰذا آیت خبر دے رہی ہے کہ ان میں باہم محبّت ہے۔ ایسی صاف وصریح آیت کے بعد ان میں باہم بغض وعناد کا قائل ہونا اسی شخص سے ہو سکتا ہے جو قرآن کریم پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

[۲] منجملہ بہت سے واقعات کے ایک واقعہ نکاح ام کلثوم ہی کو خیال کرو، اگر حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ کو رنج ہوتا تو کبھی یہ نکاح نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک کنواری نوعمر خاتون کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ایسی عُمر میں کہ پیرانہ سالی کا بھی آخری درجہ تھا بغیر محبّت کاملہ اور بغیر اس کے کہ حضرت فاروقؓ کے ساتھ معتقدانہ تعلق

خلاف مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے وہ کون تھے اور یہ کہ وہ ایمان سے خارج ہوئے جاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ سب نام تو مذکور نہیں ہیں۔ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا نام البتہ ہے، تو ان ناموں کا اس روایت میں ہونا ہی اس بات کی غیر معتبر ہونے کی شہادت ہے، کیونکہ ان حضرات کو جو محبّت و حُسن عقیدت شیخینؓ سے تھی اور جیسے جیسے اعلٰی مناقب شیخینؓ کے انھوں نے بیان کیے[1]، اور روایت کیے ان کے دیکھتے ہوئے کس طرح ممکن ہے کہ وہ خلافت صدیقیہ کے خلاف کسی سازش میں شریک ہوتے؟ حضرت علی مرتضیٰؓ سے تو کتب معتبرہ شیعہ[2] میں بھی بے شمار فضائل شیخینؓ کے منقول ہیں اور یہ بھی کہ خلافت

حضرت علیؓ کے دل میں راسخ نہ ہو کسی طرح ممکن نہیں۔

[1] چنانچہ حضرت علی مرتضیٰؓ سے متواتر منقول ہے کہ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کیا اور خود بھی فرمایا کہ شیخینؓ افضل امت ہیں۔ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ: ''امابیان افضلیت شیخینؓ پس ازوی متواتر شدہ مرفوعاً وموقوفاً ہر چندیں مسئلہ مذہب جمیع اہل حق است اماکسے از صحابہؓ آیزا مصرح تر ومحکم چوں علی مرتضی نیاوردہ۔'' ان شاء اللہ تعالیٰ کسی وقت حضرت علی مرتضی کے مرویات وارشادات اس مسئلے کے متعلق یک جا کر کے ہدیہ ناظرین کیے جائیں گے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ:

نرا أبابكر ﷺ أحق الناس بهابعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، إنه لصاحب الغار، وثاني اثنين، وإنا لنعلم لشرفه و كبره، ولقد أمره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصلوٰة بالناس وهو حي۔"

ترجمہ: ہم تحقیق جانتے ہیں کہ ابو بکرؓ رسول خدا ﷺ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ حضرت ﷺ کے رفیق غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم ان کی بزرگی اور بڑائی کو بھی جانتے ہیں اور بے شک ان کو رسولِ خدا ﷺ نے اپنی زندگی میں لوگوں کا امام نماز بنادیا تھا۔

[2] چنانچہ ان بے شمار روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھا جس کا ایک ٹکڑا حسب ذیل ہے:

"وكان أفضلهم في الاسلام كما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخليفة الصديق ﷺ و الخليفة الخليفة الفاروق ﷺ ولعمري ان مكانهما في الاسلام لعظيم وان المصاب بهما لمع في الاسلام شديد يرحمهما الله و جزاهما باحسن ما عملا۔" شرح نہج البلاغہ علامہ محدث کمال الدین بن میثم بحرانی مطبوعہ ایران طبع صفر ۱۲۷۴ھ۔

صدیقیہ کی مخالفت سے حضرت علیؓ نے بہت سختی کے ساتھ روکا اور نہایت بلیغ الفاظ میں منع[1]

ترجمہ: اور اسلام میں سب سے افضل جیسا کہ تم نے لکھا اور اللہ ورسولؐ کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے فائق خلیفہ صدیقؓ تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروقؓ تھے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ان دونوں کا رتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور بے شک ان دونوں کی وفات سے اسلام کو سخت زخم پہنچا ہے۔ اللہ ان دونوں پر رحم کرے اور ان کو جزا دے ان کاموں کی جو انھوں نے سب سے اچھے کیے ہیں۔

[1] نیز حضرت علیؓ نے ایک خط میں حضرت معاویہؓ کو یہ الفاظ کہے تھے:

"انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلی ما با یعوهم علیه، فلم یکن للشاهد ان یختار، ولا للغائب ان یرد، وانما الشوری للمهاجرین والانصار، فان اجتمعوا علی رجل و سموه اماما کان ذلك لله رضی، فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه، فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المومنین، و ولاه الله ما تولی." (نہج البلاغہ، قسم دوم ۷)

ترجمہ: بہ تحقیق مجھ سے بیعت کی ہے ان لوگوں نے جنھوں نے بیعت کی تھی ابو بکر و عمر و عثمان سے، ان ہی شرائط پر جو ان کی بیعت میں تھے، لہٰذا اب نہ حاضر کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو پسند کرے اور نہ غائب کو کہ وہ میری خلافت کو رد کرے، سوا اس کے نہیں کہ مشورہ خلافت کا ہی مہاجرین و انصار کو ہے، وہ جس شخص پر متفق ہو جائیں اور اس کو امام کہدیں وہ خدا کا پسندیدہ ہے پھر جو شخص ان کے کام سے علیحدہ ہو جائے کچھ اعتراض کر کے یا کوئی نئی بات نکال کر تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کو واپس لائیں اسی چیز کی طرف جس سے وہ نکل گیا ہے، اگر وہ نہ مانے تو اسے قتال کریں کیونکہ اس نے ایمان والوں کی راہ کے خلاف راستہ اختیار کیا ہے اور اللہ اسی طرف پھیر دے گا جدھر وہ پھرا ہے۔

چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے:

"ومن کلام له علیه السلام وخاطبه العباس و أبو سفیان فی أن یبایعا له بالخلافة۔

ایها الناس، شقوا امواج الفتن بسفن النجاة، وعرجوا عن طریق المنافرة، وضعوا تیجان المفاخرة، أفلح من نهض بجناح، او استسلم فأراح، هذا ماء آجن ولقمة یغض بها آکلها ومجتنی الثمرة لغیر وقت إیناعها کالزارع بغیر ارضه۔" (شرح ابن میثم جزو ۸ صفحہ ۱۰۴)

ترجمہ: جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے اس حالت میں کہ عباس اور ابو سفیان نے ان سے اس بارے میں کہا کہ ہم آپ سے بیعت خلافت کریں (تو فرمایا) کہ اے لوگو! فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر طے کرو اور مسلمانوں میں باہم نفرت پیدا کرانے کے طریقے سے ہٹ جاؤ اور فخر کے تاج کو اتار رکھو، کامیاب ہوا وہ شخص جو اٹھا قوت بازو کے ساتھ یا صلح کر کے اس نے

فرمایا ہے اور محض خلافت صدیقیہ کے خلاف مشورہ کرنے سے وہ بھی قبل انعقاد اجماع و قبل اتمام بیعت ایمان سے خارج[1] ہو جانا چہ معنی۔ زائد از زائد یہ فعل گناہ ہوگا اور بس۔

امر چہارم کے متعلق یہ ہے کہ صحابہؓ کے عدول ہونے کا تو مطلب صرف اس قدر ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کے نقل کرنے میں صادق و معتبر تھے۔ محدثین کے نزدیک عدالت راوی کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ صحابہؓ معصوم تھے اور ان سے کوئی گناہ نہ ہو سکتا تھا۔ اہلِ سُنّت کے نزدیک معصوم ہونا خصوصیات نبوت میں سے ہے۔

صحابہ کرامؓ کے فضائل[2] بے شک ثابت ہیں اور خاص کر مہاجرین وانصار سے قرآن کریم

لوگوں کو آرام دیا۔ یہ ایک پانی ہے تلخ اور ایک لقمہ ہے جو اپنے کھانے والے کا حلق پکڑ تا ہے اور توڑنے والا پھل کا قبل اس کے پکنے کے، مثل اس شخص کے ہے جو اپنی زمین کے سوا کسی اور زمین میں کھیتی کرے۔

[1] کسی گناہ کے محض ارتکاب سے آدمی خارج نہیں ہوتا ایمان سے کسی کو خارج کہنا سہل بات نہیں ہے۔ خوب یاد رکھنا چاہیے۔ دو باتوں سے آدمی خارج از ایمان ہوتا ہے۔ اول یہ کہ صریح تکذیب خدا اور رسولؐ کی کرے، دوم یہ کہ صریح تکذیب تو نہ کرے مگر کسی ایسے قول و فعل کا ارتکاب کرے جس سے تکذیب لازم آتی ہو اور یہ لزوم ایسا بین ہو کہ اس قول و فعل کے مرتکب کا ذہن اس تکذیب سے خالی نہ ہو سکے جس کو منطقیوں کی اصطلاح میں بین بالمعنی الاخص کہتے ہیں۔ بعض فقہاء کرام نے جو شیعوں کو بوجہ انکار خلافت صدیقیہ کافر کہا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ شیعہ بعد انعقاد خلافت کے منکر ہوئے اور بعد انعقاد منکر ہونے کا نتیجہ لازم یہ ہے کہ تمام مہاجرین وانصار اور کل صحابہؓ جنھوں نے بیعت کی (جن کی تعداد سوا عالم الغیب کے کوئی نہیں جانتا جن کی کثرت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے) باطل پر اتفاق کرنے والا ماننا پڑے گا۔ اس نتیجے کا شیعوں کو اقرار بھی ہے بلکہ وہ اس نتیجے کو بڑے فخر کے ساتھ اپنا جزو مذہب بنائے ہوئے ہیں اور اس اقرار کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ تمام احکام دین وایمان، تمام معجزات نبوت حتیٰ کہ قرآن مجید کا کچھ اعتبار نہ رہا کیونکہ یہ سب چیزیں اسی جماعت کی کی ہوئی ہیں جس کو باطل پر اتفاق کرنے والا مان لیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن کا غیر معتبر ہونا جس عقیدے سے لزوم بین لازم آئے وہ عقیدہ کفر ہے، مگر بانیان مذہب شیعہ تو اس لزوم بین پر بھی قانع نہ ہوئے اور انھوں نے بڑے فخر کے ساتھ عقیدہ تحریف قرآن کو اپنا جزو مذہب بنایا بلکہ اس عقیدے کے اعتقادات اصولیہ میں سے ہونے کی تصریح بھی کر دی ہے۔ دیکھو اساس الاصول ع

آنکہ فخر تست ننگ من است

[2] صحابہؓ کرام کے فضائل قرآن مجید سے اس قدر ثابت ہیں کہ بالکل حاجت کسی روایت کی نہیں، خدا نے قرآن مجید میں جس قدر اہتمام عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ قیامت کا کیا ہے اسی کے قریب قریب صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب کا بھی اہتمام کیا ہے کیونکہ یہی صحابہؓ کرام کلام الٰہی و راوی معجزات رسالت پناہی بننے والے تھے

میں بڑے بڑے مدارج کے وعدے ہیں اور اخص الخواص مہاجرین کے لیے قرآن عظیم نے عصمت تو نہیں مگر عصمت کے قریب ایک رتبہ عطا فرمایا ہے۔ فقط والسّلام

کتبہ افقر عباداللہ محمد عبدالشکور عافاہ مولاہ

گویا ان کے فضائل کا بیان تکملہ عقیدہ نبوت کا ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ النجم کے آئندہ نمبروں میں ہم ان آیات کو اپنے علم ناقص کے موافق پورے استیعاب و تفصیل کے ساتھ لکھیں گے کیونکہ "النجم" کا مقصد اصلی علوم قرآنیہ ہی کی اشاعت ہے۔

بنام حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ ☆

دفتر النجم لکھنؤ
(تاریخ غیر مذکور)

محتـــرم و مکرم زیدت توفیقاتکم، السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد الحمد والصلوٰۃ واضح ہو کہ آپ کا خط ملا۔ دارالعلوم کے بارے میں اپنے احساسات لکھ کر

☆ حکیم الاســلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم اور حجۃ الاسـلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ کے پوتے تھے۔ جون ۱۸۹۷ء میں آپ کی پیدائش ہوئی اور ابتـدا تا انتہا ساری تعلیم آپ کی دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، اس طرح ۱۹۱۸ء میں آپ وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد آپ کو دارالعلوم کے شعبہ تدریس میں لے لیا گیا جہاں سے ترقی کرتے کرتے آپ درجہ علیا تک کی کتابیں پڑھانے لگے۔ ۱۹۲۱ء میں دارالعلوم کے نائب مہتمم اور پھر ۱۹۲۹ء میں مہتمم بنائے گئے جس پر آخر عــمر تک فائز رہے۔ ابتـدا میں شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ سے بیعت ہوئے مگر جلد ہی ان کی وفات ہو جانے سے اپنے استاذ حدیث حضرت مولانا محمد انوار شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کے دامن تربیت میں آگئے مگر حضرت کشمیری کے دارالعلوم چھوڑ دینے کے بعد حکیم الامت حضرت شاہ مولانا اشرف عــلی تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور پھر انہی سے خلافت و اجازت بھی حاصل ہوئی۔ حضرت قاری صاحب نہ صرف ہندو پاک بلکہ پورے عالم اسـلام کے ممتاز ترین اور مشاہیر رجال عــلم ودین میں سے تھے، شخصی وجاہت اور علمی تبحر کے ساتھ خطابت میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ جس کی نظیر اس دور میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ شریعت اسـلامیہ کے اسرار وحکم، فلسفہ ولی اللّٰہی اور حکمت قاسمی کی توضیح و تشریح آپ کا خصوصی موضوع تھا۔ مسلک اہل سُنّت (دیوبند) کے ترجمان اور شارح کی حیثیت سے آپ کو ممتاز ترین مقام حاصل تھا۔ تواضع وانکساری اور مروت و پاس داری آپ کی عادت ثانیہ تھی۔ مضمون نگاری وانشاء پردازی میں بھی قبولیت عامہ حاصل تھی۔ تقریباً سو سے زائد مطبوعہ وغیر مطبوعہ رسالے وکتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ شعر وسخن پر بھی پوری قدرت حاصل تھی چنانچہ تین چار شعری مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ دعوتی و تبلیغی اسفار بھی آپ کے بہ کثرت ہوتے تھے چنانچہ ہندو پاک کے علاوہ بنگلا دیش، افغانستان، جنوبی افریقہ، مصر، سعودی عربیہ، انگلینڈ، فرانس، جرمنی اور امریکہ وغیرہ کے متعدد اسفار کیے۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم نے بڑی ترقی کی۔ ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء میں دیوبند میں وفات پائی اور قبرستان قاسمی میں مدفون ہوئے۔

حضرت لکھنویؒ کا یہ مکتوب حلقہ دارالعلوم میں بہت پسند کیا گیا تھا چنانچہ سب سے پہلے "القاسم" دیوبند نے اس کو ایک "پیغام" کی حیثیت سے شائع کیا۔ پھر دارالعلوم کے صد سالہ جشن کے موقعے پر وہاں کی مجلس استقبالیہ نے بھی اس مکتوب کو پمفلٹ کی شکل میں شائع کرکے تمام مجمع میں تقسیم کیا تھا۔

روانہ کر رہا ہوں، شاید کچھ کارآمد ہوں۔

اول اول ۲ھ میں علوم عربیہ ہمراہ فتوحاتِ اسلامیہ براہ ماوراء النہر وخراستان ہند میں داخل ہوئے۔ پھر یکے بعد دیگرے سندھ، ملتان، لاہور، دہلی، جونپور، لکھنؤ، صوبہ بہار اور مدراس وغیرہ علم کے مراکز بنے، اس طرح اس خاک ہند سے صدہا خاندان اور ہزاروں اہل فضل وکمال پیدا ہوئے مگر آہ! آسمانِ علم کے یہ ستارے غروب ہوگئے جن کی صرف تصانیف اور تذکرے ہی ہنوز کتابوں میں موجود ہیں۔ غرض علمی محفلیں سونی ہوئیں، مسندیں خالی ہوئیں اور ترکہ علم پر خطرۂ ظلمت مُحیط ہوا کہ دفعتاً اس کی آخری ساعتوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت دہلی پر سایہ فگن ہوئی اور انتخابِ قدرت نے مولانا شاہ عبد الرحیمؒ[1] کے گھر میں استاذ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کو پیدا کیا۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی ابر علم آیا، گرجا، برسا اور چلا گیا مگر خدا نے اس اسم بامسمیٰ ولی ذات ستودہ صفات کی معرفت جو ابر کرم نازل فرمایا اس کی جھڑی ہنوز ختم نہیں ہوئی ہے جس سے آج بھی نہ صرف ہند بلکہ بیرونِ ہند بھی سیراب وشاداب ہو رہا ہے۔ مولوی شبلی نعمانی نے ''الکلام'' جلد ۱ صفحہ ۱۵۹ میں بالکل سچ لکھا ہے:

''قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھلانا تھا کہ آخر زمانے میں جبکہ اسلام کا نفس باز پیس تھا شاہ ولی اللہؒ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالیؒ، رازیؒ اور ابن رشد کے کارنامے گرد پڑ گئے۔''

ہندستان کے شہروں کی کثیر آبادی حنفی تھی اور ہے، الحمدللہ شاہ عبد الرحیمؒ، مولانا شاہ ولی اللہؒ، مولانا شاہ اہل اللہؒ، مولانا شاہ عبد العزیزؒ، مولانا شاہ رفیع الدینؒ، مولانا شاہ عبد القادرؒ، مولانا شاہ عبد الغنیؒ اور مولانا شاہ محمد اسحاق مہاجر مکیؒ جیسے حضرات حنفی تھے۔ مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ ''صراطِ مستقیم'' میں لکھتے ہیں:

''در اعمال اتباعِ مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر وخوب است''

اس طرح یہ خاندان ہندستان کے تمام علمی خاندانوں کے علمی ترکے کا تنہا وارث

[1] مولانا عبد الرحیم فاروقی دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد ماجد تھے۔ آپ حنفی اور نقشبندی تھے اور جامع فنون عقلیہ ونقلیہ تھے۔ ۱۱۳۱ھ میں دہلی میں وفات ہوئی اور قبرستان مہندیاں عقب مولانا آزاد میڈیکل کالج نئی دہلی میں مدفون ہوئے۔

ہونے کے علاوہ مذہبِ حنفیہ کا مرکز اور احناف ہند کا مرجع بھی تھا۔

قضا و قدر نے یہ عزت صرف اسی خاندان کو بخشی تھی کہ ان میں سے جس کو دیکھو وہ ماہر طریقت بھی ہے اور عالم شریعت بھی، مفسر و مترجم بھی ہے اور محدث و فقیہ بھی، معقولی و منقولی بھی ہے اور مناظر و متکلم بھی، مؤرخ و صوفی بھی ہے اور مصلح و مجاہد بھی یعنی مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کے بیٹے افلاطون وارسطو بھی ہیں اور غزالیؒ و رازیؒ بھی، جنیدؒ و شبلیؒ بھی ہیں اور شیخ جیلانیؒ و ابن عربیؒ بھی، حامل علم نبوت بھی ہیں اور صاحب زہد و سخاوت بھی، مسندِ علم کی زینت بھی ہیں اور میدانِ رزم کی شوکت بھی۔

ترجمۃ القرآن، اصول تفسیر، اصول حدیث و فقہ، اسرار شریعت، فن طریقت، کلام، تاریخ اور اصلاح و جہاد وغیرہ دین کا کوئی ایسا علمی یا عملی شعبہ نہیں ہے جس میں مسلمان و بالخصوص احناف اس خاندان کے زیر بار منت نہ ہوں۔ معاصر حاسدین نے آسمانِ علم کے ان آفتابوں پر خاک ڈالنی چاہی لیکن اس باد مخالف میں بھی وہ طلوع ہو کر نصف النہار تک پہنچے اور اسلام کو اپنے نور سے منور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان فرشتہ خصلت مخلصوں کا اخلاص کچھ ایسا پسند آیا کہ ان کے فیوض و برکات اور علم و عمل کو دوام اور استمرار بخشا، یعنی تیرہویں صدی ہجری کے وسط میں ولی اللّٰہی ابر نیساں "نانوتہ" پر برسا جہاں کی خاک سے قدرت نے اسی جامعیت کی اہلیت کا حامل ایک "قاسم العلوم" پیدا فرمایا۔ ہاں! نانوتہ سے جو ہلال طلوع ہو کر افق دہلی پر ضوفشاں ہوا تھا، وہ بدر کامل بن کر دیوبند میں چمکا جو حضرت مولانا مُحمد قاسم صاحب حنفی علیہ الرحمہ کی ذاتِ بابرکات تھی۔ اس مجسم علم اور پیکر عقل نے، جو ولی اللّٰہی خزانہ علم کا امین تھا، دنیائے اسلام کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ چمن مُحمدی کا ہر شجر اندرونی معصیت و غفلت اور بیرونی شرک و کفر کے باد سموم سے پژمردہ ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ کوہ وقار تڑپ گیا اور معاً میدان عمل میں گامزن ہوا۔ کبھی یہاں سے بیرون ہند ترکی کو لاکھوں روپیہ فراہم کراتا ہے، کبھی یہاں اسلام کو کفر و شرک کے حملوں سے بچاتا ہے، کبھی میدانِ مناظرہ میں عیسائیوں اور آریوں کے خلاف اسلام کی طرف سے ایک آہنی دیوار بن جاتا ہے اور زبردست مدافعت کرتا ہے، کبھی خود اہل اسلام کو ان کی معصیت و غفلت پر متنبہ کرتا ہے، رات یاد حق میں بسر کرتا ہے تو دن کو طالبانِ علم کے لیے مسند علم کو زینت بخشتا

ہے۔ غرض اس برق صفت نمونہ قدرت نے اپنی فقیرانہ زندگی میں وہ فاتحانہ جدوجہد اور مدافعانہ جہاد کیا کہ جس کے سبب ہند کی دنیائے کفر و جہل میں ایک ہلچل مچ گئی اور باغ اسلام میں پھر بہار آگئی۔ بڑا کارنامہ اس ذاتِ مقدس کا یہ ہے کہ اپنی اس مُخلصانہ داد و دہش میں یہ سمجھ کر کہ آخر یہ ذاتی اور وقتی جدوجہد تا کجے اہل اسلام کے اصل مرض کی تشخیص کی اور اس کی دوا یعنی علم دین تجویز کر کے قصبہ دیوبند میں ایک دینی مدرسہ عربیہ اسلامیہ[۱] قائم کیا۔ مولانا یعقوب نانوتویؒ[۲] جو پیدائشی ولی تھے اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی محدث علیہ الرحمہ[۳] دست و بازو ہوئے جس کی ابتدائی بے سروسامانی گو بظاہر ناقابل اطمینان تھی مگر

---

[۱] یعنی موجودہ دارالعلوم دیوبند، ضلع سہارنپور

[۲] دارالعلوم دیوبند کے اولین صدر المدرسین اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یعقوب صدیقیؒ بن حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ ۱۸۳۳ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ نانوتہ میں ہی قرآن مجید حفظ کیا، گیارہ سال کی عمر میں آپ کے والد اپنے ساتھ آپ کو دہلی لے آئے جہاں آپ نے متوسطات تک کے تمام علوم متداولہ اپنے والد سے حاصل کیے۔ لیکن علم حدیث کی تحصیل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے کی، فراغت کے بعد آپ نے اجمیر، بنارس اور سہارنپور میں بحیثیت ڈپٹی انسپکٹر مدارس خدمات انجام دیں۔ جب دیوبند میں دارالعلوم قائم ہوا تو ۱۸۶۶ء میں آپ دارالعلوم آگئے اور یہاں ۱۹ سال تک مسند صدارت پر فائز رہے۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ دیوبندی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ جیسے نامور علماء شامل تھے۔ بیعت اور خلافت آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے حاصل تھی۔ آپ کے علمی کارناموں میں سوانح قاسمی، مکتوبات یعقوبی، بیاض یعقوبی اور اردو و فارسی کے اشعار کا ذخیرہ ملتا ہے، سخن گوئی میں گُمنامؔ تخلص فرماتے تھے۔ ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں وصال حق فرمایا اور نانوتہ میں مدفون ہوئے۔

[۳] مشہور محدث اور فقیہ، شیخ وقت اور تحریک آزادی کے علمبردار حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مئی ۱۸۲۹ء میں گنگوہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اپنے وطن میں پڑھ کر اپنے ماموں کے پاس کرنال جا کر فارسی کی کتابیں پڑھیں، پھر مولوی محمد بخش رامپوریؒ سے عربی صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۴۵ء میں دہلی آکر مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔ معقولات کی کچھ کتابیں مُفتی صدر الدین آزردہؒ سے بھی پڑھیں۔ آخر میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے حدیث کی تکمیل کی۔ بیعت و خلافت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ شاملی کے میدان میں داد شجاعت دی۔ اسی سلسلے میں آپ گرفتار کر لیے گئے مگر فرد جرم ثابت نہ ہونے پر رہا کر دیے

باطنی بنیاد یعنی ایمان و خلوص میں اس درجے مستحکم تھی کہ وہی معمولی مدرسہ آج ہندستان کا جامعہ ازہر ہے۔ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

گو بقیۃ الخلف حاسدین نے اکثر شور مچایا، کبھی نجدی و وہابی مشہور کیا، کبھی فتویٰ کفر کا تیر برسایا، کبھی اینٹ سے اینٹ بجادینے کے لیے دارالکفر سے دارالاسلام تک دوڑ لگائی مگر نتیجہ وہی ہوا جو عہد نبوت میں فتنہ لہابیت کا ہوا تھا کہ حق کے مقابلے میں معاندین مقہور و مجبور اور ان کے باطل گولے چور چور ہو گئے۔ عالم خاموشی میں بے یار و مددگار کسی غیر مشہور کامل بزرگ کا مدرسہ کے سنگِ بنیاد کے لیے ایک اینٹ رکھ کر اس ہیئت میں خدا سے دعا کرنا اور اس پر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ[1] کا آمین کہنا یہ بھی ایک عجیب منظر تھا، کسے معلوم تھا کہ

گئے، اس کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا جو ۱۸۹۶ء تک جاری رہا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے سر پرست اعلیٰ رہے۔ تمام عمر مشرکانہ رسوم اور خلاف شرع عقائد کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ آپ کی چودہ کتابوں میں امداد السلوک، ہدایۃ الشیعہ، زبدۃ المناسک، ہدایتہ المعتدی، سبیل الرشاد اور فتاویٰ رشیدیہ زیادہ معروف ہیں، آپ کے افادات میں لامع الدراری علیٰ جامع البخاری اور الکوکب الدری بھی انتہائی مفید مجموعات ہیں۔ ۷۸ سال کی عمر میں جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں گنگوہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

[1] حضرت مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی نانوتویؒ رمضان ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء میں ممتاز نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں نانوتہ میں پڑھ کر دیوبند گئے جہاں مولوی مہتاب علی اور شیخ نہال احمد سے تحصیل علم کیا پھر سہارنپور میں مولوی محمد نواز سے عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۶۰ھ میں مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے ساتھ دہلی آئے اور وہاں مولوی مملوک علیؒ اور مفتی صدر الدین آزردہؒ سے تمام متداول کتابیں پڑھ کر حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددی محدث دہلویؒ سے تکمیل حدیث کی۔ بیعت و خلافت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے حاصل ہوئی۔ علم کے حصول سے فراغت کے بعد حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے مطبع احمدی دہلی میں تصحیح کتب کا مشغلہ اختیار کیا اور ساتھ ہی ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا چنانچہ اس وقت کے زیادہ تر نامور علماء آپ کے شاگرد ہوئے۔ ہندستان میں دینی علوم اور اصلاح معاشرہ کی نشاۃ ثانیہ آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی۔ ۱۸۶۶ء میں دیوبند میں دارالعلوم کا انعقاد آپ ہی کے ہاتھوں ہوا۔ ردِ عیسائیت اور ردِ آریہ سماجیت میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی میں حصہ لے کر آپ نے بہادرانہ کارنامے سرانجام دیے۔ دو درجن سے زیادہ آپ کی تصانیف ہیں جن میں آب حیات، تقریر دلپذیر، ہدیۃ الشیعہ، قبلہ نما، انتصار الاسلام، حجۃ الاسلام، قاسم العلوم (مجموعہ مکاتیب)، مباحثہ شاہجہانپور، تحشیہ بخاری شریف وغیرہ بہت مشہور ہوئیں۔ ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء میں

یہ عاجز بندے خاکِ ارضی پر نہیں بلکہ عرش بریں پر فریاد کر رہے ہیں۔ اللہ نے نہ معلوم اپنے دامانِ رحمت میں کس کس محبت سے اپنے مستجاب الدعوات بندوں کی دعائیں ہوں گی جس کا یہ پھل ہے کہ مرکزی حیثیت سے یہی ایک دینی مدرسہ ہے جو آج ہندستان بھر کے ہر سابق علمی خاندان کی علمی وراثت کا امین ہے، محافظ ہے، خادم ہے اور قاسم ہے۔ دنیائے اسلام کا کون سا ایسا گوشہ ہے جہاں (بالذات یا بواسطہ) اس کے متعلم و معلم نہیں، دین کا کون سا شعبہ ہے جس کے یہ خادم نہیں، علم شریعت کا کون سا فن ہے جس کے یہ قاسم نہیں، مسلمانوں کی کون سی مذہبی خدمت ہے جس میں یہ آگے نہیں۔ مدرسہ دیوبند کے سوا کس مدرسے نے شیخ الہند[1] (حضرت مولانا محمود حسنؒ) اور حکیم الامت[2] (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) جیسی

بعمر ۴۹ سال آپ نے وفات پائی اور دیوبند میں مدفون ہوئے۔ اب یہی خطہ "قبرستانِ قاسمی" یا خطہ "مزار قاسمی" کہلاتا ہے۔

[1] شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ بن مولانا ذوالفقار علی دیوبندی ۱۸۰۱ء میں بمقام بریلی پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور ابتدائی فارسی کی کتابیں میاں جی منگلوریؒ سے پڑھیں اور کتب عربیہ اپنے چچا مولانا مہتاب علیؒ سے پڑھنی شروع کیں کہ اس عرصے میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا چنانچہ آپ اس میں داخل کر دیے گئے اور وہاں کے سب سے پہلے استاذ مولانا محمود دیوبندیؒ سے تکمیل نصاب کیا، بعض اعلیٰ کتابیں اپنے والد مولانا ذوالفقار علیؒ سے پڑھیں، صحاح ستہ اور دیگر علوم کی تکمیل حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے کی۔ ۱۲۹۰ھ میں حضرت نانوتویؒ کے ہاتھوں دستار فضیلت حاصل کی۔ بیعت و خلافت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے حاصل کی۔ ۱۲۹۱ھ میں دارالعلوم میں مدرس چہارم اور ترقی کرتے کرتے مسند صدارت پر فائز ہوئے اور تاعمر صدر المدرسین رہے۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی کفایت اللہ دہلویؒ جیسے اساطین امت شامل ہیں۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے فیض یافتہ، اپنے دور کے عظیم محدث، دارالعلوم کے شیخ الحدیث و صدر المدرسین، ریشمی رومال تحریک کے بانی اور جنگ آزادی کے علم بردار تھے، اسی جرم میں تین سال کے لگ بھگ مالٹا میں قید رکھے گئے۔ آپ کو "شیخ الہند" کا خطاب ملک و قوم کی طرف سے عطا کیا گیا۔ آپ کے علمی کارناموں میں اردو ترجمہ قرآن مجید، ادلہ کاملہ، ایضاح الادلہ، احسن القریٰ، جہد المقل، الابواب والتراجم، مختلف فتاویٰ اور سیاسی خطبات مشہور و معروف ہیں۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ بمطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں وفات ہوئی اور پھر میت کو دیوبند لا کر قبرستانِ قاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔

[2] آپ کے حالات گزشتہ صفحات کے حاشیے میں درج ہو چکے ہیں۔

ہستیاں پیدا کیں، کس کے طالب علم (مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ)[۱] نے حرم رسول ﷺ میں بیس برس تک حدیث شریعت کا درس دیا؟ کیا کوئی مدرسہ کسی ایسے شیخ الحدیث (مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ[۲]) کی نظیر پیش کر سکتا ہے؟

کہیں انشا پردازی پر ناز ہے، کہیں علوم جدیدہ پر غرہ، کہیں منطق و فلسفے کا غلبہ ہے، کہیں تاریخ و ادب کا چسکہ، کہیں ملازمت کی دُھن ہے تو کہیں یورپین فیشن کا چربہ، مگر حَبیب خدا ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک "علم دین" اگر ڈھونڈو گے تو مدرسہ دیوبند کے سوا کہیں نہ پاؤ گے۔ خدا ہزاروں برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے قاسم العلوم پر جس کا لگایا ہوا درخت آج اتنا پھلا پھولا کہ جس کا سایہ ہر جگہ موجود اور اس کے ثمر سے ہر مُسلم بہرہ یاب ہے۔

مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند کے فیوض و برکات وہی ہیں جو ولی اللّٰہی خاندان کے تھے۔ وہی

---

[۱] آپ کے حالات بھی صفحات سابقہ میں گزر چکے ہیں۔

[۲] حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ ہندستان کے عظیم محدث، عارف باللہ، دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور بہترین مصنف تھے۔ ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۶ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو بمقام دودواں وادی لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد مزید حصول تعلیم کے لیے ہزارہ کے مدارس میں رہ کر مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں، آخر میں ۱۸۹۲ء میں دارالعلوم دیوبند آئے اور چار سال یہاں رہ کر ۱۸۹۶ء میں سند فراغ حاصل کی۔ حضرت گنگوہیؒ سے سند حدیث کے علاوہ باطنی فیوض سے بھی مستفیض ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۲۰ھ تک مدرسہ امینیہ دہلی میں صدر مدرس رہے، بعد میں کشمیر جا کر مدرسہ فیض عام قایم کیا، ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند آئے اور حضرت شیخ الہندؒ کے ایماء پر کئی سال تک یہاں درس دیتے رہے، ۱۳۳۳ھ سے یہاں کی مسند صدارت سنبھالی جس پر ۱۲ سال تک فائز رہے۔ ۱۳۴۶ھ میں دار العلوم کے اہتمام سے بعض اختلافات کی بنیاد پر فرائض صدارت سے سبکدوش ہو کر ڈابھیل کے مدرسہ (گجرات) میں درس حدیث کا مشغلہ جاری رکھا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے، آپ بے نظیر قوت حافظہ کے مالک تھے۔ آپ کا علمی مقام نہایت بلند تھا۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف مناظرے کیے اور اس کے رد میں کئی کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصانیف میں خاتم النبیین، عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السّلام، خزائن الاسرار، فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب، نیل الفرقدین فی مسئلہ رفع الیدین، عرف الشذی، فیض الباری، بسط الیدین اور مشکلات القرآن وغیرہ آپ کے علمی کارناموں کی یادگار ہیں۔ سیاسی مسلک میں حضرت شیخ الہندؒ کے پیرو تھے، جمیعۃ علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے رکن اعلیٰ تھے۔ ۳ صفر ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء کو تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں دیوبند میں وفات پائی اور عید گاہ دیوبند کے قریب مدفون ہوئے۔

علم ہے، وہی عمل ہے، وہی خلوص ہے اور وہی صداقت ہے۔ کہنے کو تو یوں بوجہ رشک و حسد جس کے جو جی میں آئے کہہ لے یعنی مجددی، وہابی، وغیرہ لیکن حق یہ ہے کہ واقعی دین اسلام کی خدمت اور خالص مذہب حنفیہ کی حمایت و حفاظت کا علمبردار صرف یہی مدرسہ ہے جس نے اول اول نیچریت کا مقابلہ کیا، سب سے پہلے آریت کے حملے کو روکا، بلاخوف لومتہ لائم اہل اسلام کو خلاف شرع باتوں سے منع کیا، ہزاروں کو عالم دین بنایااور صدہاواعظ و مناظر پیدا کیے اور یہ سب افسانہ نہیں حقیقت ہے ع

دیدۂ بینا ہو جس کے شوق سے وہ دیکھ لے

مدرسہ ہٰذا کے دین ومذہب کی خدمت کا صرف ایک شعبہ تصنیف و تالیف ہی کو دیکھو تو حیرت ہوتی ہے کہ نہ علم دین کا کوئی شعبہ چھوٹا ہے نہ اہل اسلام کی کوئی مذہبی ضرورت نظر انداز ہوئی ہے، نہ مخالفین کے کسی حملے کی مدافعت چھوڑی ہے کہ جس کا اہل دیوبند نے جواب نہیں دیا، مقابلہ نہیں کیا، رد نہیں کیا؟ بایں ہمہ بعض اپنے ہی بھائیوں کا ناحق مخالف ہونا اور وہابی کہنا سراسر ظلم وستم نہیں تو کیا ہے؟

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو مدرسہ قاسم العلوم میں پڑھاتے ہیں اور پڑھتے ہیں یا اس کے تعلیم یافتہ ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس سے محبّت رکھتے ہیں اور قابل رشک ہیں وہ لوگ جو اسے مدد دیتے ہیں۔ خدا ہر مُسلم کو اور ہر مومن کو یہ مقام نصیب کرے۔ آمین! فقط

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

بنام محدث جلیل علامہ حَبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ☆

(۱)

مکتبہ فاروقیہ۔ لکھنؤ
۲۳ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

رسالہ "روایاتِ حرمت غنا" بعد التصحیح اور "ردِّ خطبہ صدارت غیر مقلدین" بعد التکمیل، ان شاء اللہ، اس ماہ ذی الحجہ میں مجھے مل جائیں گے، منتظر رہوں گا۔ شیخ غلام مرتضیٰ صاحب رئیس موَآیمہ (ضلع الٰہ آباد) کا خط آیا تھا، جواب میں لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حقیر ابتدائی صفحات خود مصنف کی زبان سے سُن چکا ہے جو کہ فاضلانہ و محققانہ جواب ہے۔ ان شاء اللہ، جلد ہی آپ کو مل جائے گا۔

☆ محدث جلیل ابو المآثر حضرت مولانا علامہ حَبیب الرحمٰن اعظمیؒ سے حضرت مولانا لکھنویؒ کو بڑا خصوصی اور قدیم تعلق تھا، چنانچہ آپ کے بعض علمی کاموں میں انھوں نے معاونت بھی فرمائی تھی اور حضرت لکھنویؒ کے ایماء پر آپ کی کئی تصانیف بھی معرضِ وجود میں آئی تھیں۔ مولانا اعظمیؒ ۱۹۰۱ء میں موَیو پی میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم اور اردو و فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجدؒ سے پڑھیں۔ بعد ازاں دارالعلوم موَ، انجمن اسلامیہ گور کھپور اور مظہر العلوم بنارس میں بھی بعض اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۸ء میں دارالعلوم دیوبند بھی تشریف لے گئے مگر صحت کی خرابی کی وجہ سے گھر واپس آگئے اور پھر دارالعلوم موَ سے ۱۹۲۱ء میں فراغت حاصل کی۔ آپ کی تدریسی خدمات دارالعلوم موَ، مفتاح العلوم موَ، مظہر العلوم بنارس، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، دارالمبلغین لکھنؤ اور مرقاۃ العلوم موَ وغیرہ میں انجام پائیں۔ تھانہ بھون جاکر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے آپ بیعت ہوئے۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۷ء تک یو پی اسمبلی کے رکن رہے۔ تقریباً تین درجن کتابیں آپ نے تصنیف و تالیف کیں، جو اردو اور عربی دونوں زبانوں میں ہیں۔ بہت سے اہم حدیثی ذخیروں کو ایڈٹ کیا اور متعدد مشہور کتابوں پر تعلیقات مرتب کیں۔ اس طرح ساری عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہ کر مارچ ۱۹۹۲ء میں موَ میں وفات پائی۔ آپ نے اپنی حیات ہی میں ان مکتوبات کی نقل راقم الحروف کو بھجوادی تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے یہاں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

اُس روز شاہ گنج (ضلع جونپور) ہی تک کا ٹکٹ ملا اس لیے شاہ گنج سے سیکنڈ کلاس کے ٹکٹ لیے گئے۔ نور چشم مولوی عبد المؤمن[۱] سلمہ کے لیے شفائے کامل کی دعا کیجیے اور دعا کرائیے بھی۔ وھو مجیب السائلین۔ اپنے والد صاحب[۲] اور گھر میں سب کو اور مولوی ایوب صاحب[۳] و مولوی عبد اللطیف

---

[۱] حضرت مولانا عبد المؤمن فاروقیؒ حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے، مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ، مدرسہ نظامیہ فرنگی محل، لکھنؤ یونیورسٹی اور مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھ کر مدرسہ عالیہ عربیہ، محلہ چلہ، امروہہ یوپی سے ۱۹۳۲ء میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۳۳ء میں "النجم لکھنؤ" کی ادارت سنبھالی، کچھ عرصے کے بعد "حرم" نکالا، پھر "ہادی"، "آفتاب" اور "خضر" نکالا۔ کچھ عرصے کے لیے مطبع نولکشور لکھنؤ کے شعبہ تالیفات کے انچارج رہے اور پھر پانچ سال تک مدرسہ عالیہ رام پور میں بحیثیت پرنسپل بھی کام کیا۔ تقریباً ۱۸ مطبوعہ کتابوں کے مصنف تھے۔ ساری عمر دینی صحافت میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ہم زلف اور سمدھی تھے، پوری زندگی کانگریس اور جمعیۃ علمائے ہند کے نظریات کے حامل رہے۔ ۱۹۶۳ء میں لکھنؤ سے دوبارہ ہفت روزہ 'حرم' کا اجراء کیا جو تین سال تک نکلتا رہا۔ جنوری ۱۹۶۷ء میں لکھنؤ میں وفات ہوئی اور اپنے والد ماجد کے مزار کے قریب لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔

[۲] حضرت مولانا اعظمیؒ کے والد ماجد مولانا محمد صابر ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے مولانا عبد الغفار عراقی مؤیؒ، مولانا ابو البرکاتؒ اور مولانا ابو الحسنؒ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۹ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ساری عمر درس و تدریس میں گزاری، مدرسہ مفتاح العلوم مؤ کے نائب ناظم اور خزانچی رہے۔ اپنے وقت کے کاملین میں تھے، نہایت متقی، پاکباز، عابد و زاہد، متواضع و خاکسار اور مکارم اخلاق کے پیکر تھے۔ حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے۔ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ میں مؤ میں وفات ہوئی۔

[۳] حضرت مولانا محمد ایوب اعظمیؒ کا مؤ سے چند میل کے فاصلے پر بختاور گنج میں آبائی وطن تھا۔ آپ کے والد محترم مولانا محمد صابرؒ وہاں سے ہجرت کر کے مؤ آگئے تھے جہاں ۱۳۲۰ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خاندان میں حاصل کر کے مولانا عبد الغفار عراقیؒ سے درسیات کا آغاز کیا، پھر دار العلوم دیوبند آکر تعلیم سے مکمل فراغت حاصل کی، وہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے، ایک عرصے تک مفتاح العلوم مؤ میں ناظم اعلیٰ اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے کام کیا، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں ۲۲ سال تک مسلسل شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی شیخ الحدیث رہے۔ ۱۹۸۴ء میں مؤ میں وفات ہوئی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے دست راست اور ان کے ہر کام میں معاون رہے۔ حضرت لکھنویؒ سے بڑے خصوصی اور مخلصانہ روابط تھے۔ مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی اور مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی موجودہ پرنسپل دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ آپ ہی کے فرزندان گرامی ہیں۔

صاحب[۱] کو بھی سلام مسنون کہہ دیں۔ والسّلام!

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳جمادی الاخریٰ ۱۳۵۳ھ

مکرمی زیدت مساعیکم فی اللہ و شکرت

بعد سلام مسنون۔ کل شام کی ڈاک سے آپ کا کارڈ ملا۔ شدید انتظار میں آپ نے مبتلا رکھا اور دارالمبلغین کو کامل نو دن کے لیے ویران کر دیا، اس لیے "رضاخانیوں" پر جو فتح حاصل ہوئی اس کی مسرت جتنی آپ کو ہے مجھے نہیں ہے لیکن پھر بھی ہے فلہ الحمد حمداً کثیراً۔ "تنبیہ الکاذبین"[۲] کو اب بہت جلد مختصر سے مختصر کر کے پورا کر دیجیے کیونکہ اب "النجم" عنقریب اخباری شکل میں ہفتہ وار ہونے والا ہے۔ مولوی عبداللطیف صاحب سے سلام مسنون بہ اظہار تمنّا کہہ دیجیے۔ مولانا منظور صاحب[۳] کل شب میں آگئے، ان سے مفصل

---

[۱] حضرت مولانا عبداللطیف نعمانیؒ، حضرت مولانا اعظمیؒ کے ہم عمر اور ہم عصر تھے، دیوبند اور مینڈھو ضلع علی گڑھ کے مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۴۱ھ میں دارالعلوم مؤ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ کئی سال وہیں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ بعد میں سنبھل ضلع مرادآباد چلے گئے۔ جب مولانا اعظمیؒ نے بھی مفتاح العلوم کی نشاۃ ثانیہ فرمائی تو آپ کو بھی مفتاح العلوم میں بلا لیا جس سے وہ تادم آخر وابستہ رہے۔ مولانا اعظمیؒ کے رفیق خاص اور بلند پایہ عالم تھے۔ سیاسی سوجھ بوجھ بھی اعلیٰ درجے کی تھی، پانچ سال تک یوپی اسمبلی کے رکن رہے اور پھر ایک عرصے تک مؤ کے میونسپل بورڈ کے چیرمین بھی رہے۔ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ مطابق جنوری ۱۹۷۳ء میں مؤ میں وفات پائی۔

[۲] حضرت لکھنویؒ نے ردشیعیت میں ایک کتاب "تنبیہ الحائرین" لکھی تھی، ایک شیعی مولوی اعجاز حسن بدایونی نے اس کا جواب "تنبیہ الناصبین" کے نام سے لکھ کر شائع کیا تھا۔ بدایونی صاحب کے اس جواب کا رد مولانا اعظمیؒ نے "تنبیہ الکاذبین" لکھ کر دیا تھا جو ۱۳۵۲ھ میں النجم لکھنؤ میں شائع ہوا تھا۔

[۳] رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ۱۸ شوال ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۰۵ء کو سنبھل ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں اور دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں حاصل کی۔ ۱۳۴۰ھ میں مولانا کریم بخش سنبھلیؒ کے ہمراہ دارالعلوم مؤ آئے اور تین سال یہاں رہ کر متوسطات کی تعلیم مکمل کی، وہاں سے دارالعلوم

حال فتح کا معلوم ہوا۔ فلله الحمد اولاً و آخراً۔ والسّلام

عبدالشّکور عفی عنہ

(۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۳؍ رمضان ۱۳۵۲ھ

محبی المکرم زیدت حسنا تکم۔ بعد سلام مَسنُون

جانے کے بعد آپ لوگوں نے کوئی خط بھی نہ بھیجا شاید اس خیال سے کہ میں نان پارہ گیا ہوا تھا، حالانکہ آپ سے کہہ چکا تھا کہ میرا دل کسی طرح جانے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ نتیجۂ امتحان ذرا مفصل لکھ کر بھیجیے اور مطلع کیجیے کہ اُن رسائل کا جواب شروع ہوا کہ نہیں ؟ ایک رسالہ متعہ کے متعلق جواب کے لیے آیا ہے اس کو بھی بھیجتا ہوں تاکہ جواب میں اس سے بھی کچھ تعرض ہو جائے۔ اس وقت بڑی ضرورت یہ تھی کہ آپ یہاں رہتے، کام کی بہت عمدہ اور نادر صورتیں نکل سکتیں ہیں لیکن اب میں آپ سے زیادہ اصرار نہیں کرتا، ہاں! شوال میں اگر آپ سے ملنے کی ضرورت ہوئی تو آپ کو لکھوں گا۔ مولوی عبداللطیف صاحب کو سلام مسنون۔ فقط والسّلام

ناچیز عبدالشّکور عفی عنہ

(۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۶؍ شوال ۱۳۵۳ھ

مکرم بندہ سلام مسنون ! ”شریعت سہلہ“ کے جواب لکھنے کے لیے مولوی حَبیب

دیوبند آئے جہاں سے ۱۳۴۰ھ میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد اپنے وطن میں مدرسہ محمدیہ سے درس و تدرس کا آغاز کیا، ایک سال کے بعد مدرسہ عالیہ عربیہ چلہ، امروہہ میں بساطِ درس بچھائی۔ ۱۳۰۲ھ میں دارالمبلغین لکھنؤ میں بھی مدرس رہے۔ چند سال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں استاذ حدیث رہے۔ مئی ۱۹۳۴ء میں بریلی سے ماہنامہ ”الفرقان“ جاری کیا جو بعد میں لکھنؤ منتقل ہو گیا۔ عمر کا بیشتر حصہ تدریس و تالیف اور فرق باطلہ سے مناظروں میں گزرا۔ آپ کو ان دونوں میں کمال حاصل تھا۔ تصنیفات میں معارف الحدیث، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، بوارق الغیب اور اسلام کیا ہے ؟ بہت زیادہ مقبول ہوئیں۔ ۲۶ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۹۷ء کو ۸ بجے شب کو لکھنؤ میں انتقال فرمایا اور قبرستان عیش باغ لکھنؤ میں دفن ہوئے۔

احمد صاحب کیرانوی[1] ایک ہفتہ سے آئے ہوئے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور جواب لکھ رہے ہیں۔ اب آپ کا جواب بھی تیار ہوگا، فوراً بھیج دیجیے، دونوں سے انتخاب کرلیا جائے گا۔ اپنے آنے کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے (اس کے بارے میں) میں تو پہلے سے کہہ رہا ہوں: در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔ یقیناً آپ کو یہاں ضرور آنا چاہیے۔ بہت کام ہوں گے اور خوب ہوں گے۔ مولوی عبداللطیف صاحب سے سلام مسنون کہہ دیجیے۔ فقط

عبدالشّکور عفی عنہ

(۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۶ر شوال ۱۳۰۲ھ

مکرم بندہ! زیدت مساعیکم فی الدین شکرت

بعد سلام مسنون۔ خطوط آپ کے مع کاپی جاتِ امتحان و تین حضرات پہنچے، مولوی عبدالرّزاق پہلے آچکے ہیں۔ امتحان میں دارالمبلغین کی ضرورت کے مطابق کوئی بھی نہیں کیونکہ دارالمبلغین کو عُلماء کی ضرورت ہے نہ کہ رسمی طلبہ کی۔ بہرکیف سب حضرات کے لیے امکانی صورت کردی گئی ہے۔

جواب "شریعت سہلہ" کا پہنچا، مگر آپ کو شاید اطمینان کا وقت نہیں ملا اس لیے آپ نے مواد کو مرتب کرکے مشکّل بھی نہیں کیا۔ مولوی حَبیب احمد کیرانوی بارہ تیرہ روز تک انتظار کرکے جاچکے مگر کل انھوں نے رسالہ مرتب کرکے بھیج دیا، اب ضرورت ہے کہ آپ اور ان کے دونوں کے جوابات کو جمع و مرتب کرکے ایک تیسرا رسالہ جلد از جلد تیار کرلیا جائے مگر افسوس کہ دارالمبلغین کے موجودہ حضرات سے اتنا بھی نہیں ہوسکا۔ خیر برسر فرزند آدم ہرچہ آید بگذرد۔

---

[1] مولانا حَبیب احمد کیرانویؒ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم دیوبند اور رام پور میں تعلیم حاصل کی۔ مینڈھو ضلع علی گڑھ، جامع العلوم کانپور اور تھانہ بھون کے مدارس میں علمی و تدریسی خدمات انجام دیں۔ علمی استعداد نہایت اعلیٰ تھی اس لیے حضرت تھانویؒ نے اپنی تصانیف پر نظر ثانی کرنے کے لیے اپنے یہاں تھانہ بھون بلالیا تھا۔ انھوں نے قادیانیت اور شیعیت پر بھی متعدد رسالے تحریر کیے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں اپنے وطن کیرانہ ضلع مظفر نگر یوپی میں وفات پائی۔

ان تین حضرات سے معلوم ہوا کہ آپ نے اسی سال قطعی ارادہ کر لیا ہے اور رخصت کی درخواست بھی دے دی ہے۔ مولوی محفوظ صاحب بہرائچی[1] سے معلوم ہوا کہ آپ کے والد صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔ اگر ایسا ہے اور آپ آنا چاہتے ہیں تو جلد از جلد آیئے دیر نہ کیجیے۔ مولوی عبداللطیف صاحب سے سلام مسنون کہہ دیجیے اور شکریہ اس امر کا کہ وہ ان رسائل کے جواب کی طرف متوجہ ہیں۔ مولوی ایوب صاحب سے بھی سلام مسنُون۔

آیئے تو متوسط درجے کے چار تھان گاڑھے کے پائجاموں کے لائق لیتے آئیں اور ایک تھان ویسا جو ۱۰/ گز کے حساب سے مَیں لایا تھا۔ عہ کا تھان تھا اور ۱۶ گز تھا۔ قیمت یہاں سے منی آڈر کر دی جائے گی۔ فقط والسّلام

ناچیز عبدالشّکور عفی عنہ

(۶)

۸ ذی القعدہ ۱۳۵۲ھ، بروز جمعہ

مجی المکرم مولانا حَبیب الرحمٰن صاحب زیدت مساعیکم فی الدین

بعد سلام مسنون آنکہ محمد شاہ صاحب مرحوم کی تعزیت میں آج یہاں پہنچا، دفعتاً آنا ہوا اس لیے آپ کو پہلے سے اطلاع نہ دی جا سکی، مؤ سے گزر ہوا اور آپ سے ملاقات نہ ہو، جسے سوا تقدیرِ الٰہی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

یہاں غازی پور کے لوگ میرے لیے آئے ہوئے تھے جو تقریباً ایک سال سے مجھے غازی پور بلا رہے تھے اور میں نے انکار کر دیا تھا لیکن اس وقت وعدہ کر لیا۔ کل، ان شاء اللہ تعالیٰ، علی الصباح موٹر سے جاؤں گا اور کل شنبہ کا دن گزار کر رات کو وعظ ہو گا۔ کیا اچھا ہوتا

[1] اس نام سے غالباً مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؔ مراد ہیں جو مئی ۱۹۱۱ء میں رسترا ضلع بلیا یوپی میں پیدا ہوئے۔ مولانا نامیؔ فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ اس کے علاوہ فاضل الٰہ آباد بورڈ بھی تھے۔ حضرت مولانا حَبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے بھی شاگرد رہ چکے تھے۔ عمر کا بڑا حصہ بہرائچ میں گزرا، وہاں مدرسہ نور العلوم کی بنیاد آپ ہی نے رکھی تھی۔ یہ مدرسہ آج بھی آپ کی علمی یادگار کے طور پر دینی خدمات انجام دے رہا ہے، مولانا آزاد انٹر کالج بہرائچ کے بانی بھی تھے۔ ۱۹۳۷ء میں کانگریس کے ٹکٹ پر یوپی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور پھر ترقی کر کے پارلیمنٹری سکریٹری بھی بنائے گئے۔ چھوٹی بڑی متعدد دینی کتابیں تحریر کی تھیں جن میں "مفتاح القرآن" بہت مقبول ہوئی۔ ۱۹۶۳ء میں بہرائچ میں وفات پائی اور درگاہ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچیؒ میں مدفون ہوئے۔

کہ رات کو آپ بھی شریک وعظ ہوتے۔ مصارفِ سفر اہل غازی پور دیں گے۔ پھر بروز یک شنبہ ہم اور آپ دونوں سرائے میر چلیں گے، پھر وہاں سے لکھنؤ۔ یہ کسی وجہ سے نہ ہوسکے تو پھر ۱۲ بجے اتوار کے دن آپ مؤ کے اسٹیشن پر سرائے میر کے لیے تیار ہو کر مجھ سے ملیے۔

سرائے میر میں یکشنبہ، دوشنبہ اور سہ شنبہ تین دن کا جلسہ ہے، آپ کا نام بھی اشتہار میں ہے۔ میں سرائے میر صرف ایک دن کے قیام کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مولوی عبد اللطیف صاحب کو سلام مسنون بہ وحدتِ مضمون۔

عبد الشکور عفاعنہ از بڑا گاؤں

(۷)

دار المبلغین لکھنؤ

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

مکرم بندہ زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون آنکہ عنایت نامہ پہنچا۔ جب کسی بات کو خود دل نہ چاہے تو اس کی تدبیر مشکل ہے، ورنہ معاملہ آسان تھا اور اب بھی بہت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ "اتحاد الفریقین"[۱] کا جواب آپ نے بھیجنے کو لکھا ہے، اگر جلد بھیجیے تو بہتر ہے۔ جو رسائل آپ کو اور مولوی عبد اللطیف کو جواب کے لیے دیے تھے اور یکم شوال تک وعدہ ہوا تھا، ربیع الثانی گزرنے پر بھی ان کی خبر نہ ملی۔ بہر کیف جو کچھ ہو جلد ہو۔ آپ نے اپنے آنے کا ارادہ بھی لکھا ہے، اگر ایسا ہو تو زیادہ مناسب ہے، چند ضروری امور میں آپ سے مشورہ بھی کرنا ہے۔ میرے چھوٹے پوتے میاں عبد النور[۲] کے انتقال کی خبر تو آپ نے سنی ہوگی۔ انا اللہ وانا الیہ رجعون

[۱] یہ شیعی رسالہ تھا جس کا جواب مولانا اعظمیؒ نے "ارشاد الثقلین" نام کا رسالہ لکھ کر دیا تھا، اس رسالے میں حضرت علیؓ اور خلفاء ثلاثہؓ کے درمیان باہمی اتحاد و اخوات کو ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا تھا۔ آپ کا یہ رسالہ الداعی لکھنؤ میں ۱۳۵۹ھ میں شائع ہوا تھا۔

[۲] حضرت لکھنویؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا حافظ عبد الغفور فاروقیؒ (م ۱۹۲۵ء) کے چھوٹے صاحبزادے عبد النور تھے، جن کا صغر سنی ہی میں ۱۹۳۴ء میں انتقال ہوگیا تھا۔ مولانا عبد الاوّل فاروقیؒ (م ۱۹۹۲ء) ان کے بڑے بھائی تھے۔

بہت دنوں سے آپ کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا جو آج پورا ہوا۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آپ کو کیا لکھوں۔ اپنے والد صاحب سے سلام مسنون کہہ دیجیے۔ فقط والسّلام

عبد الشّکور عفی عنہ

(۸)

دفتر النجم لکھنؤ

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ

مکرم بندہ زیدت فضائلکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ دستی خط بھی ملا تھا۔ امتثالِ امر اسی وقت کر دیا گیا تھا یعنی تکمیل الطب[1] میں سفارشی خط بھیج دیا تھا۔

معاف کرنے کے متعلق لکھ کر آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں، میں ایسا کب ہو سکتا ہوں کہ آپ سے ناراض ہوں اور آپ اس ناراضی کو کچھ اہمیت دیں۔ ادری کی تاریخیں معلوم ہو جائیں تو پھر عرض کیا جا سکتا ہے۔

"تنبیہ الکاذبین" کا مسودہ آگے کا جلد بھیجیے، اگرچہ چند ہی اوراق ہوں۔ کاپی ناتمام رکھی ہوئی ہے وہ پوری ہو جائے تو آئندہ پرچے میں شائع ہو۔ فقط والسّلام

عبد الشّکور عفی عنہ

(۹)

دار المبلغین لکھنؤ

۲۵ ماہ مبارک ۱۳۵۳ھ

محبی زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون، مدت دراز کے بعد آپ کا خط ملا۔ میں نے تو لکھنؤ کا قیام ترک کر کے کاکوری میں رہنے کا ارادہ کیا تھا، مگر مشیّتِ الٰہی یہی تھی کہ لوگوں نے رہنے نہ دیا۔ آپ دونوں صاحبوں کے وعدے اور عنایت و خلوص کے مقتضیات یاد آتے ہیں تو بہت قلق ہوتا

[1] "تکمیل الطب" کے نام سے لکھنؤ میں ایک طبیہ کالج ہے جو محلہ جھوائی ٹولہ میں واقع ہے۔

ہے۔ رسائل کا اب کسی خط میں تذکرہ بھی نہیں ہوتا۔ آپ جانتے ہیں کہ اب قابلِ سفر نہیں ہوں اور وعظ و بیان کی اہلیت اور قوت بھی نہیں رکھتا پھر بھی اس قدر اصرار کرتے ہیں۔ میں نے زبانی آپ سے شرکتِ جلسہ کے متعلق کیا عرض کیا تھا یاد نہیں، لیکن میں اب اس حالت پر بھی آپ کی بات ٹالنا نہیں چاہتا اس لیے، ان شاء اللہ، ایک دن یا دو دن کے لیے جیسا ہو سکا حاضر ہو جاؤں گا۔ لیکن آخری تاریخ میں شرکت نہ کر سکوں گا بلکہ شروع کی تاریخ میں آؤں گا۔

بعد تحریر ھٰذا نور چشم عبد المہیمن سلمہ[۱] کا خط آیا، ان سے میں نے موافق آپ کے کہنے کے کہہ دیا تھا کہ دو شوال کو مؤ چلے جانا، چنانچہ آج وہ لکھتے ہیں کہ میں ۲ شوال کو گورکھپور سے مؤ چلا جاؤں گا، نور چشم مذکور کی تعلیم و تفہیم میں پوری کوشش کیجیے گا۔ درستیٔ استعداد کی بڑی ضرورت ہے۔ اپنے والد صاحب سے سلام مسنون کہہ دیجیے۔ فقط

عبد الشکور عفی عنہ

(۱۰)

دار المبلغین لکھنؤ

یکم ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ

محبی المکرم زیدت حسناتکم

بعد سلام مسنون آنکہ بحمد للہ یہاں سب خیریت ہے، آپ اپنی خیر و عافیت سے مطلع کیجیے۔ دار المبلغین کا جلسہ ہونے والا ہے، غالباً عید الاضحیٰ کے بعد ہو گا۔ ان شاء اللہ، آپ کو دعوت دی جائے گی، مولانا حسین احمد صاحب (مدنی)[۲] کا خط آیا ہے، وہ عنقریب مؤ جائیں

[۱] مولانا عبد المہیمن فاروقیؒ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۹۲ء) حضرت لکھنویؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے، اس زمانے میں وہ حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ کی زیر نگرانی مؤ میں مقیم تھے، متوسطات تک تعلیم کے بعد دل نہ لگنے کی وجہ سے تعلیم چھوڑ دی۔ ایک عرصے تک اپنے والد ماجدؒ کے مکتبہ اسلامیہ لکھنؤ کی ذمے داری سنبھالی، پھر باقی عمر دوسرے تجارتی کاموں میں مصروف رہے۔ جولائی ۱۹۹۲ء میں کاکوری میں وفات پائی اور وہیں درگاہ شاہ کرامت علیؒ کے جوار میں مدفون ہوئے۔

[۲] شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ﷫ صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء کو قصبہ بانگر مؤ ضلع اناؤ (یوپی) میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد مولوی سید حبیب اللہؒ (م ۱۳۴۴ھ) مڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ وطن اصلی ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر (فیض آباد) تھا۔ آپ کی

گے، امسال ان کا عزم حج ملتوی ہو گیا ہے۔ دارالمبلغین کی طرف سے اب اشاعتِ رسائل کا سلسلہ جلد شروع ہونا چاہیے، جو کچھ آپ نے لکھا ہے مکمل کرکے بھیج دیجیے۔ مولوی عبداللطیف صاحب تو خود مکمل کرکے لانے کو کہتے تھے، ان سے بعد سلام کہہ دیجیے کہ زیادہ انتظار نہ کرائیں۔ اپنے والد صاحب اور دوسرے احباب سے بھی بہ شرط سہولت سلام کہہ دیجیے۔ والسّلام

عبدالشّکور عفی عنہ

(۱۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول میں ہوئی۔ عربی تعلیم کے لیے ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور یہاں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور دیگر ممتاز و مشہور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ ۱۳۱۶ھ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے۔ اسی زمانے میں آپ کے والد نے تمام خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء میں آپ بھی مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور پھر وہاں مدینۃ الرسولؐ کے مشہور و معروف ادیب شیخ آفندی برادہ سے فن ادب کی کچھ کتابیں پڑھیں اور پھر مسجد نبوی میں قرآن و حدیث اور فقہ کے درس کا سلسلہ شروع کر دیا جو کم و بیش ۱۸ برس تک جاری رہا۔ ۱۳۱۹ھ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ مکہ معظمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ۱۳۳۳ھ میں جب کہ حضرت شیخ الہندؒ نے حج و زیارت کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا تو شریف مکہ نے، جو انگریزوں کا ہم نوا تھا، آپ دونوں کو گرفتار کرکے حکومت برطانیہ کے حوالہ کر دیا، جس نے ان حضرات کو تین سال سے زائد عرصے کے لیے مالٹا میں نظر بند کر دیا۔ ۱۳۴۶ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کی صدارت پر فائز کیا گیا جہاں آپ نے بخاری اور ترمذی جیسی احادیث کی کتابوں کا درس دینا شروع کیا جس کا سلسلہ ۱۳۷۷ھ تک جاری رہا۔ ۱۳۴۰ھ میں حریت وطن کی جدوجہد میں حصہ لینے کے "جرم" میں دوبارہ آپ کی گرفتاری عمل میں آئی جس میں دو سال تک آپ مقید رہے، اسی دوران کراچی کا مشہور مقدمہ پیش آیا تھا۔ اس طرح آپ نے متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ساری زندگی سیاسی، سماجی، علمی اور تدریسی سرگرمیوں سے معمور رہی۔ آپ کی ذات بے پناہ صلاحیتوں کا مجموعہ تھی۔ علم و فضل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، فہم و فراست، تفکر و تدبر اور اتباع سنت میں آپ کی نظیر بہت کم ملے گی۔ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو یہ آفتاب جہاں تاب دیوبند میں غروب ہو گیا اور "قبرستان قاسمی" میں تدفین عمل میں آئی۔

۸ صفر ۱۳۵۴ھ

مکرم بندہ زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط پہنچ گیا تھا۔ نتیجہ امتحان شائع کر دیا گیا، صرف ایک شخص کو آپ نے ناکام کیا اور عربیت میں جن لوگوں کے نقصان ہوئے ہیں ان کی تعیین نہیں کی۔

ایک مسئلے کی اس وقت ضرورت ہے، میری نظر سے شامی میں گزر چکا ہے لیکن اس وقت نہیں ملتا وہ یہ کہ کسی میت کا کوئی وارث اور موصیٰ لہٗ نہ ہو تو بہ وجہ اس کے کہ بیت المال آج کل نہیں ہے اس کا متروکہ اس کے کسی غیر وارث رشتہ دار کو دے دیا جائے مثلاً خوش دامن کو یا متبنٰی کو۔ آپ نے کہیں دیکھا ہو تو ورنہ اب دیکھ کر بواپسی ڈاک مطلع کیجیے، تاخیر سے حرج ہو گا۔ یہاں کے حالات بدستور ہیں، مفصل خط بعد میں لکھ دوں گا۔ فقط والسّلام

عبد الشّکور عفی عنہ

(۱۲)

مکتبہ فاروقیہ لکھنؤ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ

محبی المکرم زیدت فضائلکم

بعد سلام مسنون آنکہ عنایت نامہ ملا۔ میں اپنی حالت کیا لکھوں، زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ، اور سب حالات یہاں کے بدستور ہیں۔ خط نہ پہنچنے پر اپنی ندامت کا اظہار آپ نے کیا ہے، یہ محض آپ کی محبت ہے سوا اس کے اور کیا کہا جائے۔ مولوی ابو الحسن صاحب[1] کی کاپیاں بھیجنے کے لیے نور چشم مولوی

---

[1] مولانا ابو الحسن ۱۲۹۶ھ میں مؤمیں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ اور پھر مدرسہ انوار العلوم بلیایوپی میں داخل ہو کر جملہ علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں، گنگوہ جا کر حضرت گنگوہی قدس سرہ سے صحاح ستہ پڑھ کر دورہ حدیث کو مکمل کیا، دارالعلوم دیوبند جا کر حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حلقہ درس میں بھی شرکت کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳۲۷ھ میں جامع مسجد شاہی کٹرہ میں مدرسہ مفتاح العلوم قائم کیا۔ حضرت تھانویؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ آپ بہت وسیع المطالعہ اور کثیر العلم تھے۔ فتویٰ نویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے، حضرت لکھنویؒ سے بڑا تعلق رکھتے تھے، ان کی تصانیف اور انجم کی بڑی قدر کرتے

عبدالمومن سلمہ سے کہہ دیا ہے۔ مولوی ابو الوفاء[1] کا تعلق دارالمبلغین سے منقطع ہو گیا۔ دوسرا انتظام ہو رہا ہے، ارادہ تھا کہ آپ کو اور مولوی عبداللطیف صاحب کو لکھوں کہ دونوں صاحب فوراً تشریف لے آئیں مگر امید نہ تھی، اگر آپ دونوں آسکیں تو بہت خوب ہو گا، یہاں کا سب حال بدستور ہے۔ غائبانہ دعا میں یاد رکھیے۔ اپنے والد صاحب اور مولوی عبداللطیف صاحب سے سلام کہہ دیجیے۔

آپ دونوں صاحبان جو رسائل جواب کے لیے مع کتب متعلقہ لے گئے تھے اب زیادہ دن ہو گئے ہیں ان کو واپس آنا چاہیے۔ فقط

عبدالشّکور عفی عنہ

(۱۳)

دارالمبلغین لکھنوء

۲۶ رجب ۱۳۵۴ھ

مکرم بندہ زیدت حسنا تکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔ محبّت نامہ پہنچا، میرا سفر سندھ کا بفضلہٖ تعالیٰ ملتوی ہو گیا، جب آپ چاہیں آجائیں مگر اطلاع ضرور کر دیجیے گا۔ میری طبیعت کا وہی حال ہے،

تھے۔ ۱۳۶۱ھ میں وفات پائی۔

[1] حضرت مولانا ابو الوفا شاہجہانپوریؒ ۱۹۰۰ء قصبہ لہرپور ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے، تمام درسی کتب دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھیں اور کچھ عرصے تک مدرسہ عالیہ رامپور میں بھی پڑھا۔ اپنے دور کے بے مثال خطیب اور زبردست مناظر تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں استاذ ہوئے لیکن انھوں نے اپنا میدان تقریر و خطاب اور مناظرہ منتخب کیا تھا اس لیے سارے ہندستان میں وہ مقبول و معروف ہوئے، قادیانیوں اور رضاخانیوں سے بہت سے مناظرے کیے۔ جمعیۃ علمائے ہند کے اہم رہنماؤں میں تھے، برطانوی حکومت کے خلاف تقریریں کر کے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ شعر و سخن سے بھی خاصی دل چسپی تھی، حضرت ریاضؔ خیر آبادی سے تلمذ تھا اور عارفؔ تخلص فرماتے تھے۔ صرف نعت و منقبت کے اشعار ہی کہتے تھے، آپ کے شعری مجموعوں میں "صدائے عارف" اور "وظائف عارف" بہت مقبول ہوئے، سیرت پاک ﷺ کے جلسوں کے انتہائی پسندیدہ خطیب تھے۔ ۶ فروری ۱۹۸۰ء میں بعمر ۸۰ سال بمقام شاہجہانپور وفات پائی۔

حق تعالیٰ کا احسان اور فضل کرم ہے۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب[1] بعد تعطیل کے، جو ۲۰ شعبان کے بعد ہوتی ہے، جائیں گے۔ مولوی مطلوب الرحمٰن انجم میں آج کل نہیں ہیں۔ اپنے والد صاحب سے اور مولوی عبد اللطیف صاحب سے سلام کہہ دیجیے۔ فقط والسّلام

عبد الشّکور عفی عنہ

(۱۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ

مکرم بندہ زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون آنکہ مدت کے بعد آپ کو خط لکھ رہا ہوں، اب میری یہی حالت ہے، قابلِ عفو ہوں۔ آپ کا بھیجا ہوا مضمون پہنچ گیا مگر میری کاہلی سے پڑا رہا، اب اس کو کچھ ترمیم کرکے دے دیا ہے، اگرچہ جیسا میں چاہتا تھا ویسا نہ بن سکا کیونکہ اب طبیعت اس طرف متوجہ نہیں ہوتی۔

رسائل موعودہ اب تک نہ آئے، غالباً میرے خط نہ بھیجنے کی وجہ سے آپ بھی غافل ہو گئے، اپنے والد صاحب سے سلام کہہ دیجیے، مولوی عبد اللطیف صاحب سے بعد سلام مسنون کے رسائل کے متعلق یاددہانی کر دیجیے۔ جواب خط جلد دیجیے اور اپنا مفصل حال لکھیے۔ والسّلام

عبد الشّکور عفی عنہ

(۱۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۹ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

محبی المکرم زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون، محبّت نامہ ملا۔ حالات کا علم ہوا۔ یہ آپ نے کیا لکھا کہ خفگی کے ڈر سے الخ، یہ تو آپ کی عنایت ہے کہ آپ میری تکلیف دہی کو قبول کر لیتے ہیں، شکر

[1] آپ کے حالات آئندہ صفحات کے حاشیے پر آرہے ہیں۔

گزاری کے بجائے خفگی چہ معنی؟ میں چاہتا ہوں کہ اب امامیہ مشن[1] کے رسائل کے جواب کا سلسلہ شروع ہو جائے، مدت دراز ہو گئی لیکن یہ سلسلہ آپ کے یہاں سے موعودہ رسائل کے آنے کے بعد ہی شروع ہو گا۔ براہ کرم جو ہو سکے ان کو تمام کر دیجیے اور جو نہ ہو سکے ان کی بابت آگاہ فرمایئے، مولوی عبداللطیف صاحب سے سلام مسنون کہہ دیجیے اور اپنے والد صاحب سے بھی۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب[2] سے آپ کا سلام لکھ دیا۔

میرے مزاج کو آپ کیا پوچھتے ہیں؟ زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ وما کان لنفسٍ ان تموت الا باذن اللهِ کا کرشمہ مشاہدہ کر رہا ہوں[3] مولوی عبدالسّلام سلمہ[4] کو میں نے

---

[1] امامیہ مشن کے نام سے لکھنؤ میں مولوی علی نقی مجتہد نے ایک ادارہ قائم کیا تھا جس کا مقصد ہی صرف ردِ اہل سُنّت تھا، اس ادارے سے متعدد رسائل تردید اہل سُنّت میں نکلے تھے۔

[2] مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، چاند پور ضلع بجنور کے باشندے تھے۔ ۱۳۰۴ھ میں دارالعلوم دیو بند سے فارغ ہوئے، مراد آباد اور در بھنگہ (بہار) وغیرہ کے مدارس میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے، پھر دارالعلوم دیو بند پہنچے اور وہاں شعبہ تعلیم اور شعبہ تبلیغ کی نظامت کے علاوہ درس کی خدمت بھی انجام دی۔ اپنے زمانے کے بلند پایہ خطیب اور بے نظیر مناظر تھے۔ قادیانیوں اور بریلویوں کے خلاف انھوں نے بہت سے معرکے سر کیے۔ ۱۳۵۴ھ کے آس پاس دارالمبلغین لکھنؤ میں بھی کچھ دنوں تدریسی خدمات انجام دی تھیں۔ ۱۹۵۱ء میں اپنے وطن مالوف میں وفات پائی۔

[3] یہ حزنیہ کلمات ان حالات میں زبان پر آئے تھے کہ کچھ ہی ماہ پہلے آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالغفور مرحوم نے داغ مفارقت دیا تھا۔

[4] حضرت مولانا حافظ محمد عبدالسّلام فاروقیؒ (۱۹۰۷۔۱۹۷۳ء) بھی حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے تھے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ، شعبہ السنہ شرقیہ لکھنؤ یونیورسٹی، مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مدرسہ عالیہ چلہ امروہہ اور مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھ کر دارالعلوم دیو بند آئے اور یہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کچھ عرصہ انجمن اسلامیہ گورکھپور کے مدرسے میں استاد رہے۔ ۱۹۳۶ء سے دارالمبلغین لکھنؤ میں تدریس اور انتظام کی ذمے داری قبول کی جس پر تاحیات برقرار رہے۔ آپ کے شاگردوں میں مشہور اور نامور علماء کے نام ملتے ہیں۔ حضرت لکھنویؒ کے بعد ان کے سارے معمولات کو برقرار رکھا۔ آپ انتہائی مقبول خطیب، بے باک مناظر اور ایک تجربہ کار منتظم اعلیٰ تھے۔ ۱۹۷۳ء میں لکھنؤ میں وصال ہوا اور امین آباد پارک میں ایک بڑے مجمع نے نماز جنازہ ادا کی اور محلہ چکنڈی مولوی گنج میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ مولانا عبدالعلیم فاروقی و مولوی عبدالعظیم فاروقی سلمہما آپ ہی کے بیٹے ہیں۔

یہیں بلا لیا ہے۔ دارالمبلغین میں کچھ پڑھاتے ہیں اور دوسرے اوقات میں بھی علمی مشغلہ رکھتے ہیں۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفی عنہ

(۱۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۵ر رجب ۱۳۵۵ھ

مجی المخلص احسن اللہ تعالیٰ الیناوالیکم

بعد سلام مسنون آنکہ مدت سے آپ کا خط نہیں آیا، کچھ حال معلوم نہیں ہوا، اس وقت مجھے کلکتہ کے قریب ایک مقام ہے وہاں جانا ہے۔ دل میں آیا کہ شاہ گنج سے مؤ تک کا سفر آپ کے لیے اور اضافہ کر لوں لہٰذا کل، ان شاء اللہ، پنجشنبہ کا دن گزار کر رات کی گاڑی سے روانہ ہوں گا، غالباً اسٹیشن مؤ پر جمعہ کے دن قریب ۱۲ بجے پہنچوں گا، یہ ایک صورت نکل آئی ورنہ آپ جانتے ہیں کہ اب سفر بالکل ترک ہو چکا ہے۔ اپنے والد صاحب سے سلام کہہ دیجیے اور مولوی عبداللطیف صاحب سے بھی، اور سوا ان دو کے کسی اور کو خبر کرنا بھی ضروری نہیں کیونکہ پھر لوگ خواہ مخواہ وعظ کے لیے مجبور کریں گے جو مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفی عنہ

(۱۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۸ ماہ مبارک ۱۳۰۰ھ

مجی المکرم زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون کل آپ کا خط ملا جس میں خط نہ بھیجنے کی معذرت آپ نے بے ضرورت لکھی ہے اور مجھ سے میرا حال دریافت کیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے، اس کے انعامات ہمارے احساسات سے بھی زائد ہیں، ان کا شمار کرنا کجا اور شکر ادا کرنا تو بمراحل دور۔

۱۴ رمضان المبارک کو میں نے اپنی لڑکی کو، جو سب اولاد میں محبوب تر تھی، رحمت الٰہی

کے سپرد کیا۔ دس ماہ ہوئے اس کا نکاح کیا تھا۔ بچہ پیدا ہونے کے سلسلے میں بیماری اور بیماری کا انجام موت ہوا۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔ دعا کیجیے کہ صبر اور جزائے صبر سے اللہ تعالیٰ محروم نہ فرمائے ورنہ خسر الدنیا والآخرہ۔[1] والسّلام

عبدالشّکور عفی عنہ

(۱۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۶ھ

مکرم بندہ زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون آنکہ مدت دراز کے بعد آپ کا خط ملا۔ بے شک میری طرف سے بھی خط بھیجنے میں کوتاہی ہوئی مگر اب شاید میں اس امر میں معذور سمجھا جاؤں۔ جب آپ نانپارہ آئے ہیں، میں بوجہ ضعف کے نشست و برخاست سے معذور تھا، آپ لکھنؤ ہوتے ہوئے گئے اور آئے، اس کے لیے جو عذر آپ نے لکھا دل نشیں نہیں ہوتا۔ بہر کیف دعائے غائبانہ میں یاد رکھیے۔ فتنۂ احرار کے متعلق جو آپ نے لکھا یہاں بھی وہی حال ہے۔ النجم کی ضمانت کا اب تک انتظام نہیں ہو سکا، متضاد خبریں مشہور کر کے لوگوں کو مطمئن کر دیا گیا، کبھی یہ شہرت

---

[1] اس مکتوب میں اپنی جن صاحبزادی کی وفات کی اطلاع دی ہے ان کا نام بی بی ماریۃ الزہرا تھا جو ۱۹۱۵ء میں کاکوری میں پیدا ہوئی تھیں۔ اپنے آٹھ بھائیوں کی تنہا بہن تھیں اس لیے سب کی بہت چہیتی اور لاڈلی تھیں۔ قرآن مجید کی نہایت عمدہ تعلیم، اردو زبان میں پڑھنے اور لکھنے کی بہت اچھی مشق اور مسائل دینیہ ضروریہ کی پوری معلومات آپ کو خالص گھریلو ماحول میں دلائی گئی تھی۔ فرائض دینیہ کے بعد نوافل کا بے حد اہتمام، رمضان المبارک کے علاوہ احادیث میں جن روزوں کی تاکید آئی ہے ان پر مداومت، قرآن مجید کی بلا ناغہ تلاوت اور شب خیزی کے ساتھ ساتھ والدین کی خدمت اور بھائیوں کی محبت انھیں منجانب اللہ ودیعت ہوئی تھی۔ ان کا نکاح حضرت لکھنویؒ نے اپنے بھتیجے مولانا عبدالحلیم فاروقیؒ (م ۱۹۹۴ء) سے کیا تھا۔ شادی کے دس ماہ کے بعد ۲۶ شعبان ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں ایک بچے کی ولادت ہوئی جو چند سانسوں کے بعد اللہ کو پیارا ہو گیا، اس کے بعد وہ زچگی کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئیں چنانچہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کو لکھنؤ کے کوئن میری اسپتال میں ۲۱ سال کی عمر میں بمرض نمونیہ ان کا انتقال ہو گیا۔ میت لکھنؤ سے کاکوری لے جائی گئی اور اپنے جد امجد کے باغ میں مدفون ہوئیں۔

ہوئی کہ ضمانت معاف ہو گئی، کبھی یہ کہ ضمانت داخل ہو گئی، دیکھیے مشیّتِ الٰہی کیا ہے؟اپنے والد صاحب سے میرا سلام کہہ دیجیے، مولوی عبداللطیف صاحب کو بھی سلام کہہ دیجیے، وہ تو کبھی سلام بھی نہیں لکھواتے، "متعہ" کا رسالہ ہو گیا ہو تو مع ان کتب کے جو یہاں سے لے گئے تھے بھیج دیں۔ نانپارہ کی حالت اچھی ہے۔ رضاخانیوں کا بطلان اچھی طرح سب پر واضح ہو گیا۔ مولوی نور محمد خاں صاحب[۱]، پھر بلائے گئے اور ان کے وعظ خوب ہوئے۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفی عنہ

(۱۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۴رجب ۱۳۰۹ھ

محبی المکرم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب زیدت حسنا تکم

بعد سلام مسنون۔ پرسوں شام حالت انتظار میں آپ کا خط ملا، پڑھ کر افسوس ہوا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی سامان کر دے اور اس کی[۲] اصلاح فرما دے آمین۔ بعد میں اگر کوئی بات سمجھ میں آئی تو آپ کو لکھوں گا۔ مولوی ضیاء الحسن[۳] کو خط لکھ کر ملفوف ہٰذا بھیجتا ہوں، وہیں سے لفافہ میں بند کرا کر انگریزی میں پتا لکھوا دیجیے اور اس پر

---

[۱] مولانا نور محمد خاں مظاہری فیض آبادیؒ اپنے دور کے مشہور واعظ اور مبلغ تھے۔ آریوں، عیسائیوں، قادیانیوں، رضاخانیوں اور روافض سے کامیاب مناظرے کیے۔ مدرسہ عربیہ سلطانپور اور مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر میں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۴۳ھ میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ راجن پور ضلع پٹیالہ، مظاہر علوم سہارنپور اور مدرسہ کنزالعلوم ٹانڈہ میں درس و تدرس اور تبلیغ کے فرائض انجام دیے۔ ملک سے باہر دیگر کئی ممالک میں بھی اپنی خدمات انجام دی تھیں اور قادیانیت، شیعیت اور رضاخانیت کے ردّ میں تقریباً بیس کتابیں لکھیں۔ ۴جون ۱۹۸۳ء میں قصبہ ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر یوپی میں وفات پائی۔

[۲] یہ اشارہ حضرت لکھنویؒ کے صاحبزادے مولوی عبدالمہیمن فاروقیؒ کی طرف ہے جو اس زمانے میں مؤ میں زیر تعلیم تھے۔

[۳] ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(پرائیویٹ) بھی لکھوا دیجیے۔

اپنے والد صاحب کو اور اپنے گھر میں سب کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ مولوی عبداللطیف صاحب سے بھی سلام مسنون کہہ دیجیے۔ فقط والسّلام

از عبدالشّکور عفاعنہ

(۲۰)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۷شوال ۱۳۵۸ھ یوم چہار شنبہ

جامع الفضائل جناب مولانا حَبیب الرحمٰن صاحب زیدت محاسنکم

السَّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ رقعہ ملا، حامل رقعہ کے لیے حسب تحریر قیام کا انتظام کر دیا گیا ہے، باقی خدمات کے لیے بھی، ان شاء اللہ، سعی کی جائے گی، آپ نے "رجال بخاری" کے جواب میں جو رسالہ ترتیب دیا ہے اس کی طباعت کا انتظام ہو گیا ہو تو ہوالمطلوب، ورنہ اسے یہاں بھیج دیجیے انتظام کر دیا جائے گا۔ حسب ارشاد رسالے کے لیے حسب ذیل نام تجویز کیے جاتے ہیں اس میں سے کوئی پسند خاطر ہو تو رکھ لیجیے ورنہ خود ہی تجویز کر لیجیے:

(۱) نکال الباری برمؤلف رجال بخاری

(۲) کمال بخاری بجواب رجال بخاری

(۳) ہدایۃ القاری بجواب رجال بخاری

مجھے بہت تعجّب تھا کہ یہاں کا واقعہ اور خوں بار واقعہ [1] جو ۱۹ رمضان کو ہوا اور اخباروں میں شائع ہوا اس پر آپ کا کوئی خط نہ آیا۔ آج کے خط میں بھی اس کا کوئی ذکر آپ نے نہیں لکھا، خیر مضی ما مضی۔ اب یہ فرمادیجیے کہ دارالعلوم ندوہ میں کب آپ پہنچیں گے؟ مجھے اس کی مسرت کچھ کم نہیں معلوم ہوتی کہ آپ وہاں آجائیں گے تو کم از کم ہر جمعے کو نہیں تو مہینے میں ایک دو بار آپ سے ملاقات ہو جایا کرے گی خواہ دوسروں کے طفیل ہی سہی۔

اپنے والد صاحب کو اور اپنے گھر میں سب کو سلام و دعا کہہ دیجیے اور مولوی عبداللطیف

[1] اُس سال لکھنؤ میں زبردست شیعہ سنی فساد ہو گیا تھا جس میں سُنّیوں کا بہت نقصان ہوا تھا۔

صاحب اور سب اہل مدرسہ کو بھی۔ فقط

از عبد الشکور عفاعنہ

(۲۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۶ شوال ۱۳۵۱ھ یوم جمعہ

جامع الفضائل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب احسن اللہ تعالیٰ الینا والیکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محبت نامہ ملا، حالات معلوم ہوئے، مؤ کے تردداتِ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن کر دیافللہ الحمد علیٰ ذلك۔ لکھنؤ کے خوں بار واقعات پر ایک مضمون میں نے اسی زمانے میں لکھ کر شائع کیا تھا، وہ آپ کو بھی بھجوایا تھا، اس کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے، مقدمات چل رہے ہیں، انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ آنچہ آں خسرو کند شیریں بود۔

ندوہ میں آپ کے آنے کا خیال بہت دنوں سے دل کو خوش کر رہا تھا مگر آج مشاھرے کی تعداد سن کر افسوس ہوا۔ اس سے زیادہ تو میں آپ سے کہہ چکا تھا اور، ان شاءاللہ، وہ اب بھی ہو سکتا ہے یہاں رہ کر آپ کو آزادی کے ساتھ اپنے علمی مشاغل کے لیے جو سہولتیں فراہم ہو سکتیں ہیں، مؤ میں ان کا عشر عشیر بھی ناممکن ہے۔ یہاں کتب خانے متعدد موجود، پریس متعدد موجود، وغیر ذلك ممالابدمنه

”رجال بخاری“ کے جواب کا نام غالباً پسند نہیں آیا، جب آپ کا جی چاہے مسودہ بھیج دیں، میرا مقصد صرف اس کی اشاعت ہے۔ مصارف طبع کا تخمینہ اسی وقت ہو سکتا ہے، آپ جس قدر روپیہ شریک کرنا چاہیں گے بخوشی ہو سکے گا۔ جواب ”رجال بخاری“ کے متعلق جو کچھ کرنا ہو جلد ہونا چاہیے۔

اے زفرصت بے خبر درہر چہ باشی زود باش

فقط والسّلام

از عبد الشکور عفاعنہ

(۲۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۰ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

محبی الاکرم زیدت فضائلکم و علیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔

کارڈ آپ کا ملا۔ اگرچہ مدت انتظار ختم ہو جانے کے بعد۔ امتثالاللامر "جواب رسالہ رجال بخاری" کے متعلق اپنی رائے لکھ کر ملفوف ہذا بھیجتا ہوں۔ الحمد للہ سب لوگ بہ خیریت ہیں لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے خیریت کے جو معنی لکھے ہیں کہ حضرت مولیٰ جل شانہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہو یہ خیریت مفقود ہے؟

مولوی سُلیمان خیر آبادی[1] سمجھ دار معلوم ہوتے ہیں، ابھی اور زیادہ حالات کا علم نہیں۔ اپنے والد صاحب سے سلام مسنون کہہ دیجیے اور بچوں کو دعا، مولوی عبداللطیف صاحب اور دوسرے احباب کو بھی سلام مسنون۔

فقط از عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] جناب مولانا محمد سُلیمان خیر آباد ضلع اعظم گڑھ یوپی کے رہنے والے تھے، ابتدائی تعلیم مدرسہ منبع العلوم خیر آباد میں حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم مؤمیں رہ کر اپنی تعلیم مکمل کی اور وہیں سے فارغ ہوئے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، حضرت مولانا عبداللطیف اعظمیؒ، حضرت مولانا محمد ایوب اعظمیؒ اور مولانا عبدالباری مؤیؒ آپ کے اساتذہ میں تھے۔ فراغت کے بعد دارالمبلغین لکھنؤ میں داخلہ لیا۔ حضرت لکھنویؒ کی خدمت میں رہ کر مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا اور فن مناظرہ کا درس لیا اور تحریر و تقریر میں کمال حاصل کیا۔ آپ بہترین مقرر تھے، تصنیف و تالیف کا بھی ذوق تھا، نہایت خوشنویس اور ماہر خطاط تھے، مختلف رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہو چکے ہیں، شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی اور شمسی تخلص تھا۔ دارالمبلغین سے فراغت کے بعد کچھ دنوں وہیں کام بھی کیا تھا، وہیں سے منبع العلوم خیر آباد جا کر ایک عرصے تک درس و تدریس میں مشغول رہے، کچھ دنوں مدرسہ مدینۃ العلوم رسولی ضلع بارہ بنکی میں بھی درس دیا۔ اس کے بعد دارالعلوم محمدیہ مالے گاؤں ضلع ناسک (مہاراشٹر) میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے، اس کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم، اکل کوا (مہاراشٹر) میں شیخ الحدیث رہے۔ کسی وقتی ضرورت سے ناندیڑ گئے ہوئے تھے چنانچہ وہیں بیمار ہو کر وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

(۲۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۲ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ

امابعد از بندۂ ناچیز عبدالشکور عفاعنہ بعد سلام مسنون متفحص باد، منی آرڈر کوپن میں آپ نے چند سطور جو اس حقیر کے نام لکھی ہیں ان سے آپ کی علالت معلوم کرکے قلق ہوا۔ شافی حقیقی جلد شفادے آمین۔ درد گردہ کبھی حصاۃ کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی قبض مفرط کے سبب سے، یہ حقیر بھی مبتلا رہ چکا ہے۔ نسیم صاحب[1] کروشن سالٹ کی شیشی لے آئے تھے، اسی سے دفع ہوا۔ وہ ہر دو صورت میں مفید ہے۔ جب آپ نے علالت کی اطلاع دی تو اب ضروری ہے کہ دوسرے تیسرے روز حالات سے مطلع کرتے رہیے۔ اپنے والد صاحب سے اور سب احباب سے سلام کہہ دیجیے۔

فقط از عبدالشکور

(۲۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۵محرم ۱۳۶۰ھ

مکرم بندہ زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا مرسلہ رسالہ مع خط پہنچا، رسالہ پڑھ کر دل خوش ہوا، اسی دن سے ارادہ خط لکھنے کا کر رہا ہوں، پتہ لکھ کر کارڈ کئی دن سے رکھا ہے، آج نوبت آئی۔ الحمد للہ

[1] آنرایبل مولوی محمد نسیمؒ۔ بیرسٹر گڑھی سجلول ضلع بارہ بنکی (یوپی) کے رہنے والے تھے، ان کا شمار اودھ کے چوٹی کے وکیلوں میں ہوتا تھا، ایک زمانے میں تو لکھنؤ میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ اسی کے ساتھ دینی رجحان بھی ان میں نمایاں تھا۔ مولانا شاہ وارث حسن کوڑہ جہان آبادیؒ مقیم لکھنؤ (م ۱۹۳۶ء) سے بیعت کا تعلق تھا اور نہایت خوش اوقات بزرگ تھے۔ آخر عمر میں دینی کتابوں کے مطالعے اور اذکار و اشغال سے ہی شغل رہ گیا تھا۔ اپنے دور کے علمائے دین اور مذہبی و علمی اداروں سے خصوصی تعلق تھا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ سب سے بڑے محمد وسیم بیرسٹر جو پاکستان کے پہلے ایڈوکیٹ جنرل تھے، دوسرے پروفیسر محمد حبیب سابق صدر شعبہ تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ تھے، اور تیسرے پروفیسر محمد مجیب سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی تھے۔ ۷ے۱۲کتوبر ۱۹۵۳ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

یہاں کے حالات بدستور ہیں، کوئی امر جدید نہیں ہے۔ عبد الغنی[1] کی طبیعت کچھ دنوں سے زیادہ خراب ہے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے۔ دو تین روز سے مجھے بھی زکام ہے۔ بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی، دل چاہتا ہے۔ آپ کی علالت کی مجھے اطلاع نہ تھی، اب اس خط سے صحت کا حال معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ اپنے والد صاحب سے سلام کہہ دیجیے اور جن جن اصحاب نے سلام لکھوایا ہے اُن سے بھی۔ فقط والسّلام از

عبد الشّکور عفاعنہ

(۲۶)

دار لمبلغین لکھنؤ

۷ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ، یوم شنبہ

مکرمی زیدت اجورکم وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

کارڈ آپ کا پہنچا، حوادث کا حال پُر ملال پڑھ کر بہت قلق ہوا۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کو ذخیرۂ آخرت بنائے، دنیا میں یہ حوادث روزانہ پیش آتے رہتے ہیں اور ان حالات پر بھی ہم دنیا پر فریفتہ ہیں اور آخرت سے غافل۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس دنیا کی حقیقت کو سمجھ گئے ہیں اور مرنے سے پہلے انھوں نے اس سے قطع تعلق کرلیا۔

اے خدا چہ بود کہ جامی راکنی درکار شاں

اپنے والد صاحب کو میری طرف سے سلام کہہ دیجیے اور یہ خط سنا دیجیے۔ مولوی

[1] مولانا حکیم عبد الغنی فاروقیؒ حضرت لکھنویؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے آپ کی پیدائش ۱۹۲۶ء میں امروہہ ضلع مراد آباد میں ہوئی تعلیم آپ کی کچھ گھر پر اور کچھ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں ہوئی جہاں سے آپ نے ۱۹۴۱ء میں باضابطہ درس نظامی کی تکمیل کی۔ بخاری شریف و دیگر کتب حدیث اپنے والد ماجدؒ سے دارالمبلغین میں پڑھیں۔ انہی سے تین بار پورے قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کا دور بھی کیا۔ تکمیل الطب کالج میں داخل ہو کر ۱۹۵۰ء میں بی آئی ایم ایس کی ڈگری لی۔ آپ کو تصنیف و تالیف سے بھی شغف تھا، آپ نے حضرت لکھنویؒ کے بعض رسائل اور کچھ مکاتیب بھی شائع کیے تھے۔ شعر و سخن سے بھی دل چسپی تھی۔ کاکوری میں اپنی چچازاد بہن کے ساتھ عقد ہوا جن سے اِس وقت دو بیٹے اور ایک بیٹی بحمد للہ موجود ہیں۔ کاکوری کے نواح میں ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا ہے۔

عبد اللطیف صاحب اور دوسرے احباب کو بھی سلام مسنون۔ فقط از
عبد الشکور عفاعنہ

(۲۷)

دار المبلغین لکھنؤ

۱۹ رجب ۱۳۶۰ھ یوم پنجشنبہ

مکرم بندہ ضاعف اللہ تعالیٰ اجرکم وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محبّت نامہ ملا۔ حوادث کا حال معلوم ہوا، اس دنیا میں سوا اس کے کیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے صبر عطا فرمائے۔ خود اس حقیر کے حوادث پر ایک نظر ڈالیے تو شاید باعثِ تسکین ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان حوادث کو دنیا میں اس لیے رکھا ہے کہ دنیا سے دل برداشتہ ہو۔

منہ دل بریں منزل خاستاں
کہ دروی نہ بینی دلے شادماں

آپ کا بنارس آنا اور ملنے کے لیے کہنا مجھے معلوم ہوا تھا۔ رہائی[1] کے بعد ایک شَب مولوی عبد الجبار[2] کے یہاں قیام ہوا تھا۔ اصل معاملہ "مدح صحابہ" میں کچھ نہ ہوا، کوشش ہو

---

[1] ۱۹۴۱ء میں جلوس مدح صحابہؓ کے ساتھ ساتھ مخالفین صحابہؓ کو "جلوس قدح صحابہ" نکالنے کی اجازت دینے کے خلاف مسلمانان لکھنؤ نے عید گاہ عیش باغ لکھنؤ میں احتجاجی جلسہ کیا تھا جس کے خلاف حکومت یوپی نے حضرت لکھنویؒ اور ان کے رفقاء کو گرفتار کر لیا۔ آپ کو لکھنو جیل میں رکھا گیا پھر بنارس جیل میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس مکتوب میں اسی گرفتاری اور رہائی کی طرف اشارہ ہے۔ اس گرفتاری میں آپ کو دو سال کی سزا کا اعلان ہوا تھا۔

[2] غالباً یہاں مولانا عبد الجبار مؤیؒ (م ۱۹۹۳ء) مراد ہیں جو کہ اس زمانے میں مدرسہ مظہر العلوم بنارس میں استاذ حدیث و تفسیر تھے۔ مولانا عبد الجبار حضرت مولانا اعظمیؒ کے شاگرد رشید اور تلمیذ خاص تھے ۱۳۲۳ھ کے قریب مؤ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۴۴ھ میں دار العلوم مؤ سے فارغ ہوئے۔ درس و تدریس میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ مفتاح العلوم کے علاوہ مظہر العلوم بنارس اور مرقاۃ العلوم مؤ میں مدرس و شیخ والحدیث رہے۔ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور ذی علم شخص تھے، تقریباً ۲۷ سال علامہ اعظمیؒ کے رفیق و ملازم رہے۔ آپ کی تصنیفات میں التصویبات لما فی حواشی البخاری من التصحیفات، ایثار آخرت اردو ترجمہ کتاب الزھد والرقائق لابن مبارک اور باکورات اردو ترجمہ منشورات بہت مقبول ہیں۔ ۱۷ رجب ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۳ء کو مؤ میں وفات پائی اور علامہ اعظمیؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

رہی ہے مگر عدل وانصاف تو بالائے طاق ہے، سوا اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے کوئی سہارا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے والدین کو دیر تک بعافیت رکھے، ان سے میرا سلام کہہ دیجیے۔ اس حقیر کی حالت کیا پوچھتے ہیں۔ ما کان لنفس ان تموت الا باذن الله کتابا مؤجلا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے بہت عافیت سے ہوں۔ فقط والسَّلام

بہ ہجران طفلے کہ در خاک رفت
چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت

(سعدی)

از عبدالشّکور عفاعنہ

(۲۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۷ ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ

اکرم الاحباب زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون آنکہ نور چشم مولوی محمد عبدالسَّلام سلمہ نے آپ کو خط بھیجا تھا، تعجّب ہے کہ آپ نے اب تک جواب بھی نہ دیا لہٰذا اب میں خود یہ خط لکھ رہا ہوں، اس خط کو دیکھتے ہی آپ تشریف لے آئیں، بالکل توقف نہ کریں اور اگر دو ایک دن کی تاخیر ہو تو خیر و عافیت سے فوراً مطلع کریں۔

یہ صورت دارالمبلغین میں آپ کے لیے کوشش کرکے نکالی گئی ہے، اگر آپ یہاں آجائیں گے تو میرا ایک ذاتی کام ہے وہ بھی امید ہے کہ ہو جائے گا۔ پیش تر یہ تجویز کر رہا تھا کہ کسی آدمی کو بھیجوں مگر بالفعل خط پر اکتفا کرتا ہوں۔ جب آپ آئیے گا تو کپڑا، جو آپ کہہ گئے تھے، ہمراہ لائیے گا۔ اپنے والد صاحب سے سلام کہہ دیجیے، بچوں کو دعائیں۔ فقط

عبدالشّکور عفی عنہ

(۲۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۴ ذی الحجہ یوم الاثنین ۱۳۶۰ھ

اعزالاحباب واکرمہم عافانااللہ وایاکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔

پیش تر آپ کا جواب بجواب اس حقیر کی درخواست کے اور اب دستی خط مع دو تھانوں کے ملا، جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔ میری درخواست کی بنیاد یہ تھی کہ دل چاہتا تھا کہ کچھ دنوں آپ کے ساتھ رہتا لیکن جف القلم بماھو کائن۔ اس درمیان میں میری طَبیعَت بھی کچھ ایسی ہی رہی، بائیں گھٹنے میں ایک مہینے سے درد پیدا ہو گیا تھا جواب تک ہے مگر کم ہے، تعزیہ داری[1] کا جو رسالہ آپ لے گئے تھے اس کا جواب جلد ہو جاتا تو بہتر تھا۔ اپنے والد صاحب کو اس حقیر کی طرف سے سلام پہنچادیجیے اور اپنے گھر میں اور بچوں کو دعا، مولوی عبداللطیف صاحب بھی سلام قبول کریں اور دوسرے احباب بھی۔ فقط والسّلام از

عبدالشّکور عفاعنہ

(۳۰)

دارالمبلغین لکھنؤ

۴ جمادی الاولیٰ چہار شنبہ ۱۳۶۱ھ

اکرام الاحباب واعزھم احسن اللہ تعالیٰ الیناوالیکم

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ کارڈ آپ کا ملا، جواب میں بہت تاخیر ہوئی، کچھ مطبوعہ کاغذات جو آپ کو آپ کا کارڈ پہنچتے ہی بھیجے جاچکے ہیں اُن سے مفصل واقعات نہ سہی تو مجملاً

[1] اس دور میں محرم میں تعزیہ داری کی حمایت میں شیعوں کی طرف سے ایک رسالہ شائع ہوا تھا جس کا جواب لکھنے کی فرمائش حضرت لکھنویؒ نے علامہ اعظمیؒ سے کی تھی چنانچہ مولانا اعظمیؒ نے اس کا مکمل جواب لکھ کر ربیع الاول، ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ میں ماہنامہ الفرقان بریلی میں قسط وار شائع کرادیا تھا۔ یہاں اسی رسالے کی طرف اشارہ ہے۔

معلوم ہو چکے ہوں گے۔ایک اطلاع آپ کو یہ دینا ہے کہ نور چشم مولوی عبد العزیز[1] وغیرہ رہا ہو گئے ہیں اور مقدمات اٹھا لیے گئے ہیں۔ آپ کو بہت کچھ لکھنا تھا مگر اب لکھنے میں بہت کاہل ہو گیا ہوں اور اس درمیان میں کچھ طبیعت بھی خراب رہی۔

آیت کریمہ لا تجهر بصلوٰتك۔۔۔ سے اعلان مدح صحابہؓ کا ممنوع ہونا ثابت کر کے فتویٰ شائع ہوا ہے، غالباً آپ نے دیکھا ہو گا۔ وہ لوگ گالی پر متفق ہو گئے اور یہاں تعریف پر اتفاق نہ ہو سکا۔ آپ کا رسالہ "نصرۃ الحدیث"[2] پہنچا اور پڑھا گیا مگر اس پر کچھ نہ لکھ سکا۔ اس وقت اسی مختصر خط پر اکتفا کرتا ہوں۔ اپنی خیر وعافیت اور ضروری حالات سے مطلع کیجیے۔ ان شاء اللہ آپ کا خط آنے پر مفصل لکھوں گا، اپنے والد صاحب کو اپنے گھر میں سب کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ "رسالہ تعزیہ داری" کا جواب ضرور بھیج دیجیے، طباعت نہ ہو سکی تو بھی پڑھا جائے گا اور، ان شاء اللہ، محفوظ رہے گا۔ والسّلام

عبد الشّکور عفی عنہ

---

[1] مولانا حافظ عبد العزیز فاروقیؒ بھی حضرت لکھنویؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے، ۱۹۱۹ء میں کاکوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے، مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں قرآن مجید حفظ کیا اور وہیں مختلف اساتذہ سے اور بعض فارسی اور عربی کی کتابیں اپنے والد ماجدؒ اور برادر اکبر حضرت مولانا عبد السّلام فاروقیؒ سے پڑھیں، فن تجوید کے مشہور استاد قاری عبد المعبودؒ سے اخذ کیا۔ ۱۹۳۸ء میں والد ماجدؒ کے ہمراہ حج کے لیے گئے وہاں مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے سند تجوید حاصل کی، اسی سفر میں استاذ المحدثین حضرت مولانا شیخ عبد الغنی محدث دہلویؒ مہاجر مدنی کی صاحبزادی صاحبہ سے تبرکاً صحاح ستہ کی احادیث اوائل سنا کر سند حاصل کی تھی۔ آپ کو صغر سنی میں ہی حضرت شاہ ابو احمد بھوپالیؒ سے شرف بیعت حاصل ہو چکا تھا، آپ جید حافظ ہونے کے ساتھ فن تجوید کی پوری رعایت رکھتے ہوئے تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ مدح صحابہؓ کی تحریک میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں دار المبلغین میں بحیثیت استاذ تقرر ہوا تھا لیکن جلد ہی اس سے سبکدوشی حاصل کر کے تجارت کا پیشہ اختیار کیا جس میں بہت کامیاب ہوئے محرم ۱۹۵۴ء میں لکھنؤ میں وفات پائی اور چکنڈی میں اپنے والد ماجدؒ کے قریب دفن ہوئے۔

[2] "نصرۃ الحدیث" نامی رسالہ ایک منکر حدیث کے رسالے کی رد میں مولانا اعظمیؒ نے ۱۹۳۴ء میں لکھا تھا جو مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے پریس میں چھپا تھا۔ منکر حدیث نے اپنے رسالے میں انتہائی سوقیانہ انداز میں سلف صالحین وائمہ محدثین یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ تک پر بھی بہتان طرازی وافترا پردازی کی تھی۔

(۳۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۷ جمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ

اکرم الاحباب زیدت محاسنکم

وعلیکم السّلام رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامے کو آئے ہوئے زیادہ دن ہوگئے، نادم ہوں کہ جواب میں اتنی زیادہ تاخیر ہوئی، اب دیکھیے میں بہت کاہل ہوگیا ہوں۔ اعلانِ مدح صحابہؓ کی ممنوعیت قرآن مجید سے ثابت کی گئی ہے، خوامخواہ مجھے جواب لکھنا پڑا۔ افسوس ہے کہ آپ قریب نہیں ورنہ وہ جواب آپ کو دکھلا دیتا[۱] عجیب لُطف ہے کہ مدح صحابہؓ تو بدعت کہی جائے اور سیزدہ سالہ یادگار حسینی جو شیعوں کی ایجاد کی ہوئی اور شیعیت کی بہترین تبلیغ ہے اس کی تائید کی جائے۔ "رسالہ تعزیہ داری" دیکھیے کب تک ملتا ہے، اگر نامناسب نہ ہو تو یاد دہانی کر دیجیے۔ " نصرۃ الحدیث" پر کئی بار لکھنے کا ارادہ کیا مگر رہ رہ گیا۔ مذکورہ دونوں مقام جن میں خلجان ظاہر کیا گیا ہے میں نے دیکھے مگر وہ خلجان مجھے نہیں ہوا۔ "شرح مواہبِ لدنیہ"[۲] میں روایت موجود ہے کے تمام انبیاء علیہم السّلام کے لیے یہ چیز ہوئی ہے۔ آپ ضرور ان کو لکھیے، زیادہ کیا لکھوں بجز اس کے کہ غائبانہ دعا میں فراموش نہ کیجیے۔ اپنے والد صاحب سے سلام کہہ دیجیے۔ ممکن ہے کہ امروز فردا میں جو جواب میں نے لکھا ہے اور جو فتویٰ یادگار حسینی کے متعلق ہے آپ کو بغرض تصدیق بھیجوں۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۳۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

تاریخ غیر مذکور

---

[۱] اسی تحریر کی طرف اشارہ ہے جو مولانا حکیم عبدالباری گونڈویؒ کے استفتاء کے جواب میں لکھی گئی تھی جس کا ذکر گزشتہ صفحات کے حاشیے میں کیا گیا ہے۔

[۲] شرح مواھب لدنیہ شیخ ابراہیم بیجوریؒ کی تالیف ہے اور فن حدیث سے متعلق ہے۔

اکرم الاحباب زیدت حسناتکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل بوقت عصر آپ کا خط ملا اور مولوی عبدالحلیم[1] سلمہ بوقت عشاء تیار ہو کر آئے کہ میں جارہا ہوں مگر رات کے وقت کچھ زیادہ معذوری ہو جاتی ہے ورنہ دستی خط کے ساتھ یہ کارڈ بھی واپس ہو جاتا۔

آپ کی والدہ صاحبہ کی طرف سے تو اطمینان ہوا، فللہ الحمد علیٰ ذلک، اللہ تعالیٰ ان کو دیر تک آپ کے سر پر سایہ فگن رکھے اور ان کے حقوق کے ادا کرنے کی کما ینبغی توفیق دے آمین۔ لیکن آپ کے ہاتھ میں چوٹ کا حال معلوم ہو کر اور یہ کہ چوٹ سخت ہے قلق ہے، اللہ تعالیٰ شفائے کامل وعاجل عطا فرمائے۔

بمبئی جانے کا ارادہ تو تھا اور ان لوگوں کو لکھ بھی دیا تھا کہ اس ارادے کو وعدہ نہ تصور کریں مگر کئی دن سے وہ ارادہ بھی مذبذب ہے، بہرکیف یہاں سے منگل کو روانگی تجویز ہوئی ہے۔ نور چشمان مولوی حافظ محمد عبدالسّلام اور مولوی عبدالحلیم سلمہما تو ضرور، ان شاء اللہ، جائیں گے اور ممکن ہے کہ اس وقت تک میں بھی آمادہ ہو سکوں۔ آپ کے یہاں کے جلسے میں میری شرکت کیا مفید ہو سکتی ہے، بغرض ملاقات تو شرکت ہو سکتی ہے مگر جلسہ کا مقصد تو ملاقات کرانا ہرگز نہیں ہے۔ بمبئی کا جلسہ جمعہ، ہفتہ، اور اتوار بتاریخ ۱۹۔۲۰۔۲۱ جنوری کو ہے لہٰذا پنجشنبہ کو وہاں پہنچنا چاہیے۔ اپنے والد صاحب کو اور سب احباب کو فرداً فرداً بشرط سہولت سلام

---

[1] جناب مولانا عبدالحلیم فاروقی علیہ الرحمہ حضرت لکھنویؒ کے حقیقی بھتیجے اور داماد تھے۔ ۱۹۱۴ء میں کاکوری میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کاکوری کے پرائمری اسکول سے شروع ہو کر مدرسہ نظامیہ فرنگی محل، اشرف العلوم کانپور، مدرسہ اسلامیہ عربیہ امروہہ اور پھر آخر میں ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں اختتام پذیر ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت لکھنویؒ کی اکلوتی بیٹی سے شادی ہوئی مگر ایک ہی سال کے اندر ان کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ ۱۹۳۹ء میں یوسف پور محمد آباد ضلع غازی پور میں عقد ثانی ہوا جس سے آپ کی نسل آگے بڑھی۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۷۲ء تک دارالمبلغین لکھنؤ سے وابستہ رہے، ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۶ء تک دارالمبلغین کے ترجمان ماہنامہ "الداعی" کے مدیر رہے۔ تحریک مدح صحابہؓ میں اہم خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۶ء میں کاکوری میں ایک دینی مدرسہ دارالعلوم فاروقیہ کی بنیاد ڈالی۔ دو بار اللہ تعالیٰ نے حج کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ۳ اور ۴ جون ۱۹۹۴ء کی درمیانی شب میں داعی اجل کو لبیک کہا اور لکھنؤ میں احاطہ شیخ شوکت علی کے عقب میں مدفون ہوئے۔

مسنون کہہ دیجیے۔ فقط والسلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۳۴)

دارالمبلغین لکھنو

۱۸ محرم ۶۲ ۱۳ھ پنجشنبہ

اکرم الاحباب زیدت مساعیکم فی الدین وشکرت

سلام مسنون۔خیال تھا کہ یہاں کے پندرہ روزہ جلسوں[1] میں آپ کی شرکت ہوگی اور اس سلسلے میں کئی روز آپ کو یہاں روکا جائے گا تاکہ اطمینان سے ملاقات ہو، اسی خیال سے آپ کے خط کا جواب نہیں دیا تھا مگر مشیّت الٰہی نہ تھی۔

آخری خط میں آپ نے اپنی والدہ صاحبہ کی علالت لکھی تھی اور لکھا تھا کہ بشرط سکون آؤں گا لہٰذا آپ کے نہ آنے سے اور کچھ حال نہ معلوم ہونے سے بہت تردد ہے، یہ خط اسی لیے بھیج رہا ہوں کہ دو کلمہ خیر وعافیت سے مطلع کیجیے۔ بواپسی ڈاک جواب دیجیے تاخیر نہ کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ صاحبہ کی شفائے کامل کی خبر سنائے آمین۔ مولوی جمال الدین کو آپ کا خط ملتے ہی صہ میں نے دلوا دیے تھے اور، ان شاءاللہ، آئندہ بھی خیال رکھا جائے گا۔ اپنے والد صاحب سے سلام کہہ دیجیے اور مولوی عبداللطیف صاحب ومولوی ایوب صاحب سے بھی۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

[1] یہاں پندرہ روزہ جلسوں سے مراد وہ مشہور جلسے ہیں جو "شہدائے اسلام" کے نام سے ہر سال یکم محرم الحرام سے ۱۵ محرم الحرام تک روزانہ ہوتے ہیں۔ان کی ابتدا ۱۹۳۲ء سے ہوئی تھی اور آج تک ان جلسوں کا انعقاد ہر سال لکھنؤ میں احاطہ شیخ شوکت علی مرحوم میں ہوتا چلا آرہا ہے۔ اب یہی احاطہ "مولانا عبدالشکور ہال" کے نام سے منسوب ہے، انہی جلسوں کے آخر میں ۱۶ محرم کو ہر سال مدح صحابہؓ مشاعرہ بھی منعقد ہوتا ہے جس میں لکھنؤ اور بیرون لکھنؤ کے مشہور ومقبول شعراء نعت ومنقبت کے کلام سے سامعین کو نوازتے ہیں۔ان جلسوں کی ایک شاندار تاریخ رہی ہے اور ان سے دینی بیداری اور سماجی اصلاح کا خوب کام ہوا ہے۔ حضرت لکھنویؒ کے علاوہ برصغیر کے تقریباً تمام ہی مشہور علمائے کرام ان جلسوں میں شرکت فرماتے رہے ہیں۔ آج بھی یہ جلسے حضرت لکھنویؒ کے لیے ایک صدقہ جاریہ کا کام کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

(۳۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳جمادی الاولیٰ شنبہ ۶۲ ۱۳ھ

بعد سلام مسنون۔مدت سے آپ کا نہ کوئی خط آیا نہ خبر ملی، یہاں کے واقعات کا علم تو آپ کو ہوا ہوگا، ولو اجمالا، اب وہ واقعات تو ختم ہو چکے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔یہ حقیر بھی اب بخیریت ہے، حق تعالیٰ خیریت حقیقی عطا فرمائے۔کئی روز ہوئے مولوی ابو الوفاء[۱] سے معلوم ہوا کہ کشف المغالطات کا جواب[۲] آپ لکھ رہے ہیں یا ارادہ کر رہے ہیں۔بے شک اس کا جواب

---

[۱] یعنی مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوریؒ (م ۱۹۸۰ء)

[۲] رسالہ کشف المغالطات کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ جس زمانے میں لکھنؤ میں تحریک مدح صحابہؓ پوری شد و مد کے ساتھ جاری تھی، اس زمانے میں مدح صحابہؓ کے جواز اور اس کی ضرورت و اہمیت کے سلسلہ میں ہندستان کے نامور عُلماء سے دو بار فتوے حاصل کر کے شائع کیے گئے تھے، چنانچہ پہلی بار ۱۹۰۹ء میں اور دوسری بار ۱۹۳۷ء میں ان فتووں کی اشاعت "مجموعہ فتاویٰ مدح صحابہ" کے نام سے ہوئی تھی۔اسی مجموعے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا مدح صحابہؓ کے جواز اور حمایت میں ایک فتویٰ بھی شامل تھا۔بعد میں کچھ وقتی حالات کے پیش نظر سابقہ فتووں کے برعکس رسالہ "النور" تھانہ بھون (یوپی) میں جمادی الاخریٰ ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) میں ایک جدید فتویٰ شائع ہوا جس میں مدح صحابہؓ کے بالاعلان و بالجہر طریقے کو ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔اس جدید فتوے کو اس مخصوص طبقے نے خوب اچھالا اور تشہیر کی جس سے اہل سُنّت و جماعت میں انتشار و بے چینی پھیلنا بدیہی بات تھی، چنانچہ گونڈہ یوپی کے معروف عالم جناب حکیم عبدالباری انصاریؒ نے اس کے متعلق ایک استفتاء مرتب کر کے حضرت لکھنویؒ کے پاس بھیجا اور ان کی شرعی رائے معلوم کی۔آپ نے اس کا مفصل و مدلل جواب لکھ کر مستقل ایک رسالے کی شکل میں ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ (۱۹۴۲ء) میں انھیں بھیج دیا۔حضرت لکھنویؒ کے اس فتوے کی تردید میں مولانا حبیب احمد کیرانویؒ (م ۱۹۴۷ء) سابق شیخ الحدیث و صدر المدرسین مدرسہ جامع العلوم کانپور نے ۱۹۴۳ء میں ایک رسالہ "کشف المغالطات" کے نام سے شائع کیا۔ انھوں نے اس میں حضرت لکھنویؒ کی ہر دلیل کی کاٹ انتہائی رکیک انداز میں کی تھی جس سے یہ رسالہ بادی النظر میں ایک شیعہ حامی رسالہ نظر آتا تھا۔مولانا کیرانوی ؒ کے اس رسالے کا رد حضرت مولانا عبدالوہاب (م ۱۹۴۷ء) مدرس اول و ناظم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ (بہار) نے "اشرف المدارات لصاحب المغالطات" کے نام سے کیا جو ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۲ھ یعنی ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا۔مولانا عبدالوہابؒ نے اس رسالے میں انتہائی متانت و سنجیدگی اور عالمانہ انداز میں مولانا کیرانویؒ کے رسالے کا رد کیا تھا۔حضرت تھانویؒ کے یہ قدیم و جدید

ضروری ہے، اس سے طرح طرح کے مفاسد پیدا ہو رہے ہیں اور اس کی اشاعت میں پوری قوت صرف کی جا رہی ہے، ارباب حکومت کو بھی وہ رسالہ پہنچایا جا رہا ہے۔ آپ لکھیں گے تو، ان شاء اللہ، بہت عمدہ ہوگا۔ اپنے والد صاحب کو اور سب بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے اور دوسرے احباب کو بھی بشرط سہولت۔ مکرر یہ کہ اس کارڈ کے لکھنے کے بعد نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالسّلام سے آپ کا خط ملا۔ خیر و عافیت معلوم کر کے یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤائمہ (ضلع الہ آباد) کے جلسے میں آپ شرکت کریں گے۔ رسالہ مذکورہ کا جواب میری طرف سے ہونا مناسب نہیں اور میری طبیعت بھی نادرست ہو رہی ہے، ضعف اب تک بہت ہے۔ جواب کا انتظار رہے گا۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۳۵)

دارالمبلغین لکھنو

۵ جمادی الاخریٰ چہار شنبہ ۶۲ ۱۳ھ

اکرم الاحباب کثر اللہ فینا امثالکم

سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ تعجّب ہے کہ مولوی ابوالوفا صاحب نے کیسے یہ خبر مجھ سے بیان کی اور پھر اس وثوق کے ساتھ کہ مجھے اپنے حوالے سے دریافت کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ جواب کسی دوسرے کی طرف منسوب کیا جا سکتا تھا اور ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ ماثور بھی تھا مگر جو مصالح آپ کی ہیں ان کا احساس مجھے بھی ہے لہٰذا میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔

ایک اور صاحب نے صوبہ بہار سے جواب لکھ کر بھیجا ہے مگر وہ مجھے پسند نہیں آیا، انھوں نے اس میں ترمیم کا اختیار مجھے دیا ہے۔ میری حالت یہ ہے کہ کبھی کوئی ایسی مصلحت تو سدِ راہ نہیں ہوتی البتہ اب کام نہیں ہو سکتا۔ پرسوں بوقت عصر ضعف کا دورہ پڑ گیا تھا، مغرب و عشاء کی نماز کے لیے مسجد نہ جا سکا، کل وہ حالت رہی مگر آج افاقہ ہے۔ اس قسم کا دورہ اکثر ہو جاتا ہے۔

دونوں فتوے، حضرت لکھنویؒ کا تفصیلی جواب کشف الغالطات از مولانا کیرانویؒ اور اشرف المدارات لصاحب المغالطات از مولانا عبدالوہاب در بھنگویؒ وغیرہ کے تمام مجموعے کو سید علی مطہر نقوی امروہوی نے ناظم آباد کراچی سے علمی تحقیقات کے نام سے شائع کر دیا ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

مولوی عبد الحلیم سے کوئی جدید بات معلوم نہیں ہوئی، میں ان سے بار بار دریافت کرتا رہا کہ زبانی یا تحریری کوئی جواب میرے خط کا ہے؟ وہ اپنی لاعلمی ظاہر کرتے رہے۔ مئو آئمہ سے خط آیا ہے۔ جلسہ انھوں نے ملتوی کرکے بارش کے بعد ارادہ ظاہر کیا ہے، خدا کرے پورا ہو۔ کیا ماہ شعبان میں دار المبلغین کے امتحان کے لیے آپ آسکیں گے؟

اپنے والد صاحب سے سلام مسنون کہہ دیجیے اور بچوں کو بھی سلام و دعا فقط والسّلام اولاً وآخراً

عبد الشکور عفاعنہ

(۳۶)

دار المبلغین لکھنؤ

۲۶ شوال چہار شنبہ ۱۳۲۶ھ

اکرم الاحباب زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون کارڈ آپ کا پہنچا، بادراکِ خیریت و عافیت مسرت ہوئی۔ اپنی تقریر قلم بند کرکے آپ ضرور بھیج دیجیے۔ رسالہ "اشرف المدارات" پھر دوبارہ بھیجا جارہا ہے، جس جلسے میں شرکت کے لیے آپ نے لکھا ہے اگرچہ اب میری شرکت چنداں مفید نہیں تاہم آپ کے لکھنے سے، ان شاء اللہ، کوشش کروں گا۔ دس ذیقعدہ سے پندرہ تک تعیین تاریخ کے لیے آپ نے لکھا ہے، اب آپ خود معین کرکے مطلع کیجیے، ان شاء اللہ، حاضر ہونے کی سعی کروں گا۔ سب احباب سے سلام مسنون کہہ دیجیے۔ مولوی عبد الحلیم سلمہ بعد سلام کہتے ہیں کہ "رسالہ تعزیہ داری" میں صرف آٹھ صفحے چھپنے کو باقی ہیں۔ فقط والسّلام

عبد الشکور عفاعنہ

(۳۷)

دار المبلغین لکھنؤ

۱۰ ذیقعدہ سہ شنبہ ۱۳۶۳ھ

اکرم الاحباب زادکم اللہ توفیقاً

بعد سلام مسنون۔ منی آرڈر چودہ روپے کا پہنچ گیا۔ کئی روز سے طبیعت خراب ہے یعنی

ضعف بڑھ گیا ہے مگر حتی الامکان، ان شاء اللہ، آپ کے لکھنے پر عمل کروں گا اور بروز شنبہ ۹ بجے دہرہ ایکسپریس سے چل کر اسی دن شب کو ۸ اور ۹ بجے کے درمیان میں، ان شاء اللہ، پہنچوں گا۔

"اشرف المدارات" (ماہنامہ) "الداعی" میں بھی شائع ہوا ہے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اُسے علیحدہ سے نہیں بھیجا گیا ہے۔ "الداعی" کا وہ پرچہ اب آپ کو مل گیا ہوگا، مزید کئی اور نسخے بھی، ان شاء اللہ، ساتھ لیتا آوں گا۔ موٗائمہ والی اپنی تقریظ آپ نے قلم بند کرلی ہوگی۔ ان شاء اللہ اس کو دیکھوں گا اور وہیں سے اس کو روانہ کیا جائے گا۔ سب احباب کو بالخصوص اپنے والد صاحب کو اور بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔

عبدالشکور عفاعنہ

(۳۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۷ ربیع الاول یوم جمعہ ۱۳۶۳ھ

اکرم الاحباب زیدت محاسنکم

سلام مسنون۔ جواب خط میں غیر معمولی تاخیر سے مجھے معذور سمجھ کر معاف فرمایئے۔ نور چشم مولوی عبدالمؤمن تقریباً ایک سال سے علیل تھے مگر دو ماہ سے ان کی علالت شدید ہوگئی۔ ہفتہ گزشتہ میں پانچ دن ان کی حلق بند رہی، نہ آواز نکل سکی نہ پانی کا یا دوا کا ایک قطرہ اتر سکا۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ وہ حالت نہیں ہے اور نسبتاً کچھ سکون ہے مگر علالت اور اس کے عوارض قائم ہیں۔

آج میں نے شیخ غلام مرتضیٰ صاحب کو لکھ دیا ہے کہ وہ بجائے میرے، مسودہ آپ کے پاس بھیجیں اور آپ سے تخمینہ دریافت کرکے مصارفِ طبع کی رقم آپ کو بھیج دیں۔ یہاں کاغذ نایاب ہے اور کوئی کام کرنے والا بھی نہیں ہے۔ مثلِ سالِ گزشتہ اس سال بھی وہ لوگ جلاوطن کردیے گئے۔ اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ سب احباب کو سلام مسنون۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۳۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۲ شعبان پنجشنبہ ۱۳۶۳ھ

اکرم الاحباب احسن اللہ تعالیٰ الیناوالیکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محبّت نامہ پہنچا۔ یہ حقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے اور یہاں کے سب حالات بدستور ہیں البتہ ضعف زائد ہو گیا ہے۔ ماہ گزشتہ پنجاب کا سفر پیش آیا، بائیس دن کے بعد واپسی ہوئی۔ خدا کرے یہ سفر بے نتیجہ نہ رہے۔ ماہ مبارک میں یہاں آنے کا ارادہ ظاہر کرکے آپ نے مسرور کیا لیکن ماہ مبارک کا اکثر حصہ، ان شاءاللہ، بھوپال میں گذرے گا، اس لیے اس خوش خبری کا اثر معکوس ہوا۔ شوال میں آپ اس حقیر کو بلارہے ہیں، اس وقت تک زندگی رہی اور ہو سکا تو، ان شاءاللہ، عذر نہ ہوگا۔ "الداعی" کے مضمون کے متعلق مولوی عبدالحلیم سلمہ کہتے ہیں کہ وہ دستی آپ کو خود دیں گے۔ اپنے والد صاحب کو سلام کہہ دیجیے اور یہ کہ حسنِ خاتمہ کی دعائے غائبانہ میں یاد رکھیں۔ حدیث (یا فاطمۃ اعملی اعلمی لاتتکی علیٰ انك بنت رسول اللہ ﷺ) جواب خط میں کچھ دیر ہو گئی اس کا مجھے افسوس ہے۔ غالباً بیس شعبان کے بعد ہی میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ مولوی عبدالطیف صاحب اور مولوی ایوب صاحب کا سلام خط میں بھی نہیں ملتا، ہو سکے تو ان دونوں سے سلام مسنون کہہ دیجیے۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفاعنہ

(۴۰)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳ ذیقعدہ شنبہ ۱۳۶۳ھ

اکرم الاحباب زیدت حسناتکم وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محبّت نامہ ملا، یاد آوری کا شکریہ ادا کرنے کے بعد افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ شاید اس مرتبہ نہ حاضر ہو سکوں گا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس سلسلے میں آپ سے ملاقات ہو جاتی مگر اب بھی نہ ہوگی۔

لکھنؤ دارالمبلغین میں مستقل طور سے آنے کے لیے تو میں اب نہیں کہتا مگر کیا چند روز کے لیے بھی آپ کا آنا نہیں ہو سکتا؟ مشاعرہ ایک سو تک ہو سکتا ہے۔ اپنے والد صاحب کو اور سب احباب کو سلام مسنون اور گھر میں بچوں کو دعا۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۴۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۳ ذیقعدہ دوشنبہ ۱۳۶۳ھ

اکرم الاحباب زیدت حسناتکم وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۸ ذیقعدہ کا کل گیارہ ذیقعدہ کو ملا، معلوم نہیں اتنی دیر کیوں ہوئی؟ آپ نے اس فقیر کے لیے اصرار کو حد تک پہنچایا حالانکہ اب سفر کرنا اور تقریر کرنا دونوں ہی کام نہیں ہو سکتے۔ بہر کیف اس قدر اصرار کے بعد جس طرح بھی ہو سکے گا حاضری کی کوشش کروں گا، ان شاء اللہ، ۱۸ ذیقعدہ یوم یکشنبہ کو دہرہ ایکسپریس سے روانہ ہوں گا۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس ارادے کو پورا کرے۔ دارالمبلغین کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے تو اگر کام اسی پر موقوف ہے کہ کسی بات کی شنوائی نہ کی جائے تو یہ بات دارالمبلغین کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۴۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۰ ماہ مبارک جمعہ ۱۳۶۶ھ

اکرم الاحباب زیدت محاسنکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ

مدت دراز کے بعد آپ کا کارڈ ملا، آج پہلی مرتبہ یہ حال پُر ملال علم میں آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے والد مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنی رحمت سے سرفراز فرمائے۔ درحقیقت بہت شکایت کا مقام ہے اور بڑے تعجّب کی بات ہے کہ آپ نے اس واقعے کی اطلاع نہ دی اور اس

خیال پر قانع رہے کہ عبدالحلیم اطلاع دیں گے۔ مولوی عبدالحلیم نے مجھ سے ذکر بھی نہ کیا اور وہ معذور تھے کیونکہ میں ۱۰ ربیع الاول کو یہاں پہنچا جبکہ بسلسلہ مدح صحابہؓ وہ لوگ ماخوذ تھے۔ مرحوم میں بہت اوصاف تھے، غفر اللہ لہ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ رمضان کے بعد آپ نے آنے کا ارادہ لکھا ہے، خداوند کریم اس ارادے کو پورا کرے، ایک کارڈ بھیج کر دریافت کرلیجیے گا کیونکہ بعد رمضان مجھے بھی ایک جگہ جانا ہے جس کی تاریخ ابھی معین نہیں ہوئی ہے۔ مولوی عبدالجبار اور مولوی رشید احمد[1] سلمہ اللہ تعالیٰ کو سلام ودعا۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفاعنہ

(۴۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

اکرم الاحباب زیدت حسناتکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔ دستی خط آپ کا ملا۔ میں ضرور آتا، ملاقات کو دل چاہتا ہے مگر رمضان مبارک کے بعد مجھے ضعف بہت ہوگیا ہے پھر راستے کی حالت جو ہے وہ ظاہر ہے کہ نور چشم مولوی حافظ مُحمد عبدالعزیز سلمہ کئی ماہ سے علیل ہیں، وہ بہت لاغر اور کمزور ہوگئے ہیں، ان کی شفاء کے لیے دعا کیجیے۔ غرض کہ ان وجوہ سے میرا آنا اس وقت نہ ہو سکا۔ امید ہے کہ آپ معاف کریں گے۔ اس خط کے جواب میں اپنی خیر و عافیت سے مطلع کیجیے۔ زیادہ کیا لکھوں مُسلمانوں کے لیے دعا کیجیے، بہت نازک وقت آگیا ہے، ارحم الراحمین رحم فرمائے، دعائے غائبانہ کا طالب ہوں کہ ایمان پر خاتمہ ہو۔ فقط

عبدالشّکور عفاعنہ

---

[1] مولانا رشید احمد اعظمی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ مدرسہ مفتاح العلوم مؤ میں تعلیم حاصل کی اور اپنے والد معظم سے بھی اکتساب فیض کیا۔ مفتاح العلوم ہی سے دورہ حدیث کرکے فراغت حاصل کی۔ آپ ہمیشہ اپنے والد محترمؒ کے ساتھ جملہ علمی کاموں میں ان کی معاون رہے اور جب حضرت محدث اعظمیؒ نے مؤ میں "مرقاۃ العلوم" کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تو آپ اس کے ناظم بنائے گئے، اب آج کل اس کے مہتمم بھی آپ ہی ہیں۔ اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحقیق اور مطالعے کے کاموں میں مصروف ہیں اور علوم دینیہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں تادیر زندہ و سلامت رکھے۔ آمین

(۴۴)

دراالمبلغین لکھنؤ (تاریخ ندارد)

اکرم الاحباب زادنااللہ تعالیٰ وایاکم احساناوتوفیقا

بعد سلام مسنون! رجسٹری ٹھیک وعدے پر پہنچ گئی، جزاکم اللہ تعالیٰ الجزاء الاوفی۔ رجسٹری کے اندر کا خط مورخہ ۲۱ ذیقعدہ بھی ملا جس میں آپ نے اپنی نادرستی طبیعت کو لکھا ہے، قلق ہوا۔ اب جلد خبر صحت وعافیت سے مطمئن کیجیے۔ میں بھی سفر سے آکر ایسا ہوگیا کہ مسجد تک جانا دشوار ہوگیا، ایک دن تین نمازیں اپنی جگہ پر پڑھیں انااللہ واناالیہ راجعون۔ یہی سبب اس خط کی تاخیر کا ہوا اور نہ آپ کی علالت معلوم کرتے ہی خط آپ کو لکھا جاتا۔ اب مجبور ہو کر کل سے علاج شروع کیا ہے۔

"علم الفقہ" ہر پنج جلد کے تین نسخے روانہ ہوچکے، مل گئے ہوں گے۔ اس میں "کتاب الصلوٰۃ" کے تین نسخے بھی ہیں، دوبارہ طباعت میں نظر ثانی نہیں ہوئی ورنہ پچپن تیس برس پہلے کے مضامین میں کچھ تجدد وترفع کی امید تھی۔ مولوی طیب صاحب[۱] کے خطبہ صدارت پر سنا ہے کہ اہل حدیث حضرات میں تنقید شروع ہوگئی ہے، اس حقیر کی تقریر پر بھی بہت برافروختگی ہے، ٹانڈہ کے ایک شخص نے ایک اہل حدیث کی طرف سے یہ خواہش بیان کی کہ اس تقریر کو قلم بند کرکے ان کے حوالے کردوں تاکہ وہ مولوی ثناء اللہ صاحب[۲] ومولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی[۳] کو بھیجیں، اگر ہوسکا تو، ان شاء اللہ، قلم بند کرکے آپ کے پاس

---

[۱] آپ کے حالات گزشتہ صفحات کے حاشیے پر لکھے جاچکے ہیں۔

[۲] مولانا ثناء اللہ امرتسری مشہور اہل حدیث عالم ومناظر تھے ۱۲۸۷ھ میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد اللہ امرتسری اور مولانا عبدالمنان وزیر آبادی سے پڑھ کر دارالعلوم دیوبند آئے اور منقولات وفقہ کی تعلیم وہاں حاصل کی پھر کانپور آکر مولانا احمد حسن کانپوریؒ سے پڑھا۔ ۱۳۱۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ امرتسر میں اپنا مطبع قائم کیا اور وہیں سے اپنا مشہور ہفت روزہ اخبار "اہل حدیث" نکالا جو ۴۴ سال تک مسلسل نکلتا رہا۔ رد قادیانیت اور رد آریہ میں آپ کی بیش تر تصانیف ہیں۔ آپ کی دیگر تالیفات میں تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن (عربی)، تفسیر ثنائی (اردو) اور تقابل ثلاثہ (اردو) تھیں۔ ملکی تحریکات میں بھی حصہ لیا۔ تقسیم ملک کے بعد امرتسر سے سرگودھا (پاکستان) منتقل ہوگئے تھے۔ جہاں ۱۳۶۷ھ میں آپ نے وفات پائی۔

[۳] مولانا محمد ابراہیم میر بن عمر دین سیالکوٹی اپریل ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ خاندانی طور پر بہت آسودہ

بھیجوں گا۔ آپ اس پر ایک نظر ڈال لیجیے گا۔

خطبہ صدارت[1] کا جو جواب آپ لکھ رہے تھے خدا کرے آپ کی صحت ترقی کرے اور جلد مل جائے، میں شیخ غلام مرتضیٰ صاحب رئیس مؤائمہ کو لکھ چکا ہوں کہ اس ہفتے میں، ان شاء اللہ، وہ میرے پاس آجائے گا اور میں آپ کو بھیجوں گا، انھوں نے اس کی طباعت کا انتظام کر لیا ہے۔ سب احباب کو خصوصاً اپنے والد صاحب کو سلام مسنون پہنچا دیجیے۔ فقط

محمد عبد الشکور عفا عنہ

(۴۵)

دار المبلغین لکھنو

۲۰ رمضان ۱۳۶۹ھ

اکرم الاحباب زیدت حسناتکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ پہنچا اگرچہ مدت دراز کے بعد۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ آپ کا خط آنے سے بڑی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سب کو دین پر قائم رکھے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے

حال تھے۔ میٹرک تک کی اسکول کی تعلیم حاصل کی پھر عربی تعلیم مولانا غلام حسن سے شروع کی، مزید تعلیم مولانا عبد المنان وزیر آبادی سے حاصل کی، دہلی آکر مولانا میاں نذیر حسین سے حدیث کی سند حاصل کی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے رفقاء میں سے تھے۔ اہلحدیث کانفرنس کے بانیوں میں اور تحریک پاکستان کے زبردست حامیوں میں تھے، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے تاسیسی اجلاس میں بھی شریک ہوئے۔ سیالکوٹ میں انجمن تائید الاسلام کی بنیاد رکھی۔ محلہ میانہ پورہ سیالکوٹ میں دار الحدیث کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں بھی تدریسی فرائض انجام دیے۔ آپ کی ادارت میں سیالکوٹ سے ماہنامہ "الہادی" بھی مدتوں نکلتا رہا۔ مناظرے ومباحثے سے بھی بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ عیسائی، آریہ سماجی، قادیانی، رضاخانی، اور حنفی علماء سے برابر مناظرے کیے۔ آپ کی تصانیف میں تاریخ اہل حدیث، شہادۃ القرآن (دو حصوں میں) سیرۃ المصطفیٰ ﷺ (دو حصوں میں) اور بہت سی کتابوں کے نام ملتے ہیں۔ جنوری ۱۹۵۴ء میں سیالکوٹ میں وفات پائی۔

[1] اپریل ۱۹۴۳ء میں مؤآئمہ ضلع الہ آباد میں اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کی صدارت مولانا ابو القاسم سیف بنارسی نے کی تھی ان ہی کے خطبہ صدارت کا مولانا اعظمیؒ نے تجزیہ کر کے ایک جواب لکھا تھا جو بعد میں "تحقیق اہل حدیث" کے نام سے اکبر پریس الہ آباد سے ۱۹۴۳ میں شائع ہو گیا تھا۔ یہاں اسی خطبہ صدارت کا تذکرہ ہے۔

اٹھائے آمین۔ امید ہے کہ آپ بھی اس ماہ مبارک میں اس حقیر کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں گے۔

امام حسن بصریؒ کی جو روایت آپ نے لکھی ہے مجھے بھی یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کہیں دیکھی ہو۔ زیادہ اس وقت کیا لکھوں۔ اپنے بچوں کو سلام ودعا کہہ دیجیے۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

بنام مولانا سیّد غنیمت حسین بختیار پوریؒ ☆

(۱)

دفتر النجم لکھنؤ

۱۳ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

مکرم احباب زیدت حسناتکم، وعلیکم السَّلام ورحمۃ اللہ۔

آپ کے پہلے خط کا جواب بھیج چکا ہوں، آج دوسرا محبّت نامہ ملا، حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ [۱] کے انتقال کا جس قدر صدمہ ہے میں بیان نہیں کر سکتا، ایک دفعہ

☆ مولانا حکیم سیّد شاہ غنیمت حسینؒ ایک جید عالم، خطیب اور مناظر تھے۔ مولانا لکھنویؒ کے ساتھ اکثر وبیش تر مناظروں میں شریک رہے تھے۔ آپ کا میدان زیادہ تر رد بدعت، رد قادیانیت اور رد غیر مقلدیت تھا۔ مولانا موصوف کا وطن اور جائے پیدائش موضع مخدوں چک، سمری بختیار پور ضلع سہرسہ (بہار) تھا۔ ابتدائی تعلیم بھاگلپور میں حاصل کر کے پٹنہ آئے اور یہاں ایک مدرسے میں داخل ہو کر درس نظامی کی تکمیل کی اور پھر طب کی تعلیم بھی یہیں مولانا لطیف حسینؒ سے حاصل کی۔ تجوید کی سند قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے بڑے بھائی سے مکہ معظمہ میں حاصل کی۔ خطاطی کی مشق معروف خطاط مولانا بہرام خان دربھنگویؒ سے کی۔ مولانا سید حسین اشرف بسکھارویؒ سجادہ نشین درگاہ حضرت سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانیؒ کچھوچھہ ضلع امبیڈکر نگر یوپی سے بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ آپ پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ آپ کی مطبوعہ علمی یادگار میں دو کتابوں "ابطال اعجاز مرزا" اور "احکام موتیٰ" کے نام ملتے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۹۳۸ء میں اپنے آبائی وطن میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

[۱] حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ ۲۸ جولائی ۱۸۴۶ء میں بمقام کانپور پیدا ہوئے، مُفتی عنایت احمد کاکورویؒ، مولوی سیّد حسن شاہ کشمیریؒ اور مولوی لُطف اللہ کوئلی سے کانپور میں تعلیم حاصل کی، سہارنپور جاکر مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے حدیث پڑھی۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ سے بیعت کی اور انہی سے خلافت حاصل ہوئی۔ ابتداً مدرسہ فیض عام کانپور میں درس دیا۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ قیام کے بعد آپ ہی اس کے پہلے ناظم بنائے گئے۔ ۱۹۰۳ء میں ندوۃ سے استعفاء دے کر مونگیر میں سکونت اختیار کر لی اور رشد وہدایت میں

تو مونگیر اور جاؤں گا باقی قصہ ختم ہو گیا۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔

آپ کے دیکھنے کے لیے میرا آنے کا ارادہ پہلے ہی سے ہے، مگر اتفاقات ایسے در پیش رہے کہ اب تک نہ آسکا۔ ان شاءاللہ، جلد آپ سے ملوں گا۔ کچھو چھویوں کے فتنے کا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کرے کہ مسلمانوں میں ناحق تفرقہ اندازی کرتے پھرتے ہیں۔ فاخر[۱] و نثار احمد[۲] آجائیں تب بھی آپ کافی ہیں۔ لڑکے سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط ناچیز

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲)

دفتر النجم لکھنؤ

۸ جمادی الاولیٰ ۴۶ھ

اکرم الاحباب زیدت محاسنکم، وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔

مشغول ہو گئے۔ عیسائیت اور قادیانیت کے رد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تقریباً سو کتابیں اور رسائل آپ نے تالیف فرمائیں۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۷ء کو مونگیر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

[۱] الہ آباد کے مشہور بریلوی عالم و مناظر مولانا سیّد محمد فاخر، دائرہ شاہ محمد اجمل الہ آباد کے سجادہ نشینوں میں سے تھے، ابتدائی تعلیم وہیں ہوئی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عبید اللہ ولائتی کانپوریؒ، مولانا نصیر الزماں خاں شاہجہان کانپوریؒ، ور مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادیؒ وغیرہ شامل تھے۔ سلوک و معرفت میں اپنے والد مولانا محمد زاہد الہ آبادیؒ سے مجاز تھے۔ سلسلہ ابو العلائیہ و چشتیہ سے آپ کا تعلق تھا۔ فن طب کو اپنے بڑے بھائی حکیم محمد افضل الہ آبادی سے حاصل کیا تھا اس لیے آپ مطب بھی کرتے تھے۔ شعر و سخن سے بھی دلچپی تھی اور بیخودؔ تخلص تھا۔ اپنے دور کی ملکی اور علمی سیاست میں بھی خوب حصہ لیتے تھے اور اس سلسلے میں گرفتار بھی ہوئے۔ جمعیۃ علماء کے اجلاس امرتسر میں آپ کو یوپی سے ممبر نامزد کیا گیا تھا آپ کو اپنے مسلک میں بڑا غلو تھا اور علمائے اہل سُنّت سے مناظرے بھی کرتے تھے ۲۱ جولائی ۱۹۳۰ء کو بعمر ۷۴ سال الہ آباد میں وفات پائی اور اپنی خانقاہ میں اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

[۲] مولانا نثار احمد کانپوری اپنے والد مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ مولانا شاہ عبید اللہ اور مولانا قاضی عبد الرزاق کانپوری اور اپنے خالو مولانا محدث سورتیؒ سے درس نظامی پڑھا۔ پورے ملک میں آپ کے وعظ کی شہرت تھی۔ آپ آزادی ہند کے رہنماؤں میں سے تھے۔ کراچی کے مشہور مقدمے میں ماخوذ ہو کر قید کی سزا پائی۔ تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا۔ اپنے فرقے کی تائید و نصرت میں بہت پُر جوش تھے۔ ۱۹۳۰ء میں سفر حج کے دوران جدہ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

تین روز ہوئے تیرہ دن کے سفر کے بعد واپس آیا۔ سب حالات آپ کو عزیزی مولوی فضل صاحب سے معلوم ہوئے ہوں گے۔ واپس آکر آپ کا محبّت نامہ ملا، محضر نامہ بھی دیکھا، فیصلہ نہ ملا، اچھا اسی کا خلاصہ کروں گا، ان شاء اللہ، بہت جلدی اس کے چھاپنے میں کی جائے گی۔ منی آرڈر ابھی نہیں ملا۔

اس سفر میں خیال سے زیادہ وقت صرف ہوا، النجم کی حالت بہت سقیم ہوگئی۔ اس مرتبہ سالانہ قیمت کے ویلو (Value) کئی سو واپس آگئے، النجم کے بقا کی فکر سب سے اہم ہے۔ آپ سے بہت کچھ کہنا تھا مگر افسوس موقع نہ ملا۔ چھپرہ جانے کا ارادہ تو ہے مگر اب سفر کو دل نہیں چاہتا، مشاغل بھی فرصت نہیں دیتے، ہوسکا تو کچھ مؤخر کروں گا، جب جاؤں گا تو آپ کو مطلع کروں گا۔

روداد کا نام "نصرت آسمانی بر فرقہ رضا خانی"[1] اور لقب "تبشیر اہل مونگیر و بھاگلپور بہ ہزیمت و فرار محدث فحوز" رکھا ہے۔ دیہات میں دورہ کرنے کو جو آپ نے لکھا ہے اس سلسلے میں آپ کے حکم کے امتثال میں عذر نہیں مگر اتنی فرصت کہاں؟ کوشش کروں گا کہ آنا ہو تو تین دن آپ کے یہاں کے لیے رکھوں، آئندہ خدا کو اختیار ہے۔ میری التجا ہے کہ غائبانہ دعا میں خصوصاً نماز کے بعد مجھے یاد رکھیے، للہ فی اللہ میرے لیے دعا کیجیے۔ فقط والسّلام۔

ناچیز محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۳)

دفتر النجم لکھنؤ

۲۰ جمادی الاخرہ ۴۶ھ

مکرم احباب زیدت محاسنکم

---

[1] یہ رسالہ حضرت امام اہل سُنّت لکھنویؒ کے دو مناظروں کی روداد پر مشتمل ہے، اس میں پہلا مناظرہ بھاگلپور بہار میں اکتوبر ۱۹۲۷ء میں مولوی سیّد محمد فاخر الٰہ آبادی (م ۱۹۳۰ء) سے ہوا تھا اور دوسرا مناظرہ نومبر ۱۹۲۰ء میں مولوی سیّد شاہ علی حسین کچھوچھوی (م ۱۹۳۶ء) اور مولوی سیّد محمد محدث کچھوچھوی (م ۱۹۶۳ء) سے بھاگلپور اور کچھوچھہ ضلع فیض آباد یوپی (حال ضلع امبیڈکر نگر) میں ہوا تھا۔ ان دونوں مناظروں میں حضرت امام اہل سُنّتؒ کو بڑی شان دار فتح حاصل ہوئی تھی۔ دونوں مناظروں پر مشتمل یہ رسالہ ۱۹۲۷ء میں عمدۃ المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔

سلام مَسنُون! محبّت نامہ بعد انتظار پہنچ کر کاشف مافیہ ہوا، روئداد مکمل ہو چکی ہے، کتابت وطباعت بھی قریب ختم ہے۔ کچھوچھہ کی روئداد کا ضروری اقتباس لے لیا ہے۔ مصارف کے لیے آپ نے لکھا ہے لیکن پہلے فرماتے تو روئداد میں حذف واختصار کیا جاتا، پانچ سو چھپے گی اس پر بھی سو روپیہ سے کم لاگت نہیں آسکتی۔

فاخر[۱] پھر گونڈہ کے ایک جلسے میں ملے، واقعی حیاء وجرأت ان لوگوں کی قابل صد ہزار آفرین ہے۔ میں نے شیخ اجیر الحق صاحب کو کتابیں بذریعہ وی پی نہیں بھیجیں بلکہ بذریعہ ریلوے پارسل بھیج کر حساب سمجھا دیا تھا کہ وہ خود منی آرڈر بھیج دیں گے، لیکن نہ ان کا منی آرڈر آیا نہ خط۔ ڈاکٹر صاحب کو حسب تحریر آپ کے "ازالۃ الخفا" کا وی پی بھیجا تھا مگر واپس آگیا۔ میں دو ہفتے سے بیمار ہوں، بخار و سر درد رہتا ہے۔

ان شاء اللہ، رجب کے مہینے میں آپ کی طرف آنے کا قصد کروں گا۔ نور چشم مولوی عبد الغفور سلمہ[۲] کے گھر میں فرزند پیدا ہوا ہے، نام عبد الاول[۳] رکھا ہے۔ دعا کیجیے کہ حق

---

[۱] مولانا سید محمد فاخر الہ آبادی مراد ہیں۔

[۲] مولانا حافظ عبد الغفور فاروقیؒ (۱۹۰۲ء۔ ۱۹۳۵ء) حضرت لکھنویؒ کے بڑے بیٹے تھے، مدرسہ عالیہ فرقانیہ، شعبہ السنہ شرقیہ لکھنؤ یونیورسٹی اور کچھ عرصہ مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۰ء میں ہریش چندر انٹر کالج لکھنؤ میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ آپ جید حافظ اور انتہائی عابد و زاہد و مستجاب الدعوات انسان تھے، تسخیر اجنہ اور عملیات میں بھی بڑی مہارت تھی۔ ۱۹۳۵ء میں بعمر ۳۳ سال لکھنؤ میں وفات ہوئی اور کاکوری میں تدفین عمل میں آئی۔ مولانا عبد الاول فاروقیؒ (م ۱۹۹۳ء) آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔ جن کا ذکر نیچے آرہا ہے۔

[۳] مولانا عبد الاول فاروقیؒ حضرت لکھنویؒ کے بڑے پوتے تھے۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں جناب حافظ معصوم علی سے حفظ کیا، پھر عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی وہیں پڑھیں، اس کے بعد آپ کو مدرسہ عالیہ عربیہ محلہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد بھیج دیا گیا جہاں درسیات کا بڑا حصہ مکمل کیا۔ دورہ حدیث کی تکمیل کے لیے دار العلوم دیوبند بھیجے گئے، جہاں حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ بچپن ہی میں اپنے والد ماجد کے انتقال ہو جانے کی وجہ سے حضرت لکھنویؒ کی براہ راست سرپرستی میں آئے۔ آپ جید حافظ تھے، ہر سال تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے اور کامیاب مقرر بھی تھے۔ کچھ عرصہ دھولیہ (مہاراشٹر) اور سلطان پور (یوپی) کے مدارس میں تدریسی خدمات انجام دے کر دار المبلغین لکھنؤ میں مدرس مقرر ہوئے۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ کے دو رسالے "سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ" اور "بزرگان دین کی تعلیمات" میری نظر سے گذر چکے ہیں۔ تحریک مدح صحابہؓ کی تاریخ پر بھی لکھنا شروع کیا تھا مگر زندگی نے مہلت نہ دی۔ چند ماہ

تعالیٰ اس کو میری باقیات صالحات میں بنائے۔ مولوی فضل صاحب کے خطوط آئے ہیں۔ مولوی اسحاق صاحب کی طبیعت روبصحت معلوم ہوتی ہے۔ مولوی لُطف اللہ بھی آئے تھے۔ باقی سب خیریت ہے۔ صاحبزادگان سے سلام ودعا فرمایئے۔

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۴)

دفتر النجم لکھنؤ

۶ شعبان ۴۶ھ

مکرم احباب زیدت محاسنکم

سلام مسنون! محبّت نامے کے جواب میں بہت تاخیر ہوئی مگر میری حالت لائقِ عفو ہے۔ آپ کے یہاں سے واپس آکر برابر بیمار ہوں، اسی حال میں کئی سفر کرنا پڑے یک سر و ہزار سودا کا مضمون ہے۔ اب مجبور ہو کر چند شرائط اپنے سفر کے لکھ دیے ہیں، ان شاء اللہ، اب سفر کم ہو جائے گا۔

''نصرت آسمانی'' کو میں جس قدر جلد شائع کرنا چاہتا تھا۔ اتنی دیر ہوئی، خدا کی اس میں کوئی مصلحت تھی۔ فاخر[۱] نے ایک اشتہار شائع کیا ہے اس کا جواب بھی درج ہو گیا۔ کئی فارم چھپ چکے ہیں، کچھ باقی ہے۔ خدا نے چاہا تو ہفتہ عشرہ میں تیار ہو جائے گی۔ الٰہ آباد کے لوگ فاخر سے مباحثے کے لیے مجھے اصرار کے ساتھ بلا رہے ہیں۔ مگر اب کہاں تک ہر ایک سے بحث کرتا پھروں؟ شاید جانا ہی پڑے تو کیا تار دینے پر آپ آسکیں گے؟ چودھری صاحب کا منی آرڈر آگیا۔ مولوی عبدالوہاب[۲] کا اصرار برابر جاری ہے۔ مگر میں نہیں جاسکا۔ دعائے غائبانہ کا بصد التجا طالب و امیدوار ہوں۔ والسّلام ناچیز

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

بیمار رہ کر جنوری ۱۹۹۲ء میں وفات پائی اور لکھنؤ میں اپنے دادا کے مزار کے جوار میں مدفون ہوئے۔

[۱] یعنی مولانا سید محمد فاخر الٰہ آبادی (م ۱۹۳۰ء) مشہور بریلوی عالم۔

[۲] ان کے حالات آگے آرہے ہیں۔

(۵)

دفتر النجم لکھنؤ ۱۸ شعبان ۴۶ھ

مکرم احباب زیدت محاسنکم

بعد سلام مسنون آنکہ محبت نامہ پہنچا، بے شک بہت تاخیر روئداد کی اشاعت میں ہوئی، مجھے خود قلق ہے مگر آپ خود خیال فرمائیں کہ سب کام میرے ہی ذمے پڑا؟ ایسا قحط فرق باطلہ میں نہیں ہے۔ میری حالت یہ ہے کہ اب مسلسل طبیعت خراب رہتی ہے، کل بھی عصر مغرب کے لیے مسجد نہ جاسکا، اسی حالت میں سفر بھی کرنا پڑتا ہے، چنانچہ ۲۳ شعبان کو ضلع بستی میں غیر مقلدوں سے بڑے معرکے کا مناظرہ ہے، مولوی ثناء اللہ وغیرہ سب اس طرف آرہے ہیں، وہاں مجھے بھی جانا ہے۔

روئیداد بالکل میں نے مکمل کردی تھی، کاتب بھی فراغت کر چکا ہے، نصف کے قریب چھپ چکی ہے، خدا کرے رمضان تک آپ کو پہنچ جائے۔ اب میں سفر نہ کرنا اپنے لیے ضروری سمجھتا ہوں، چنانچہ اب قطعی ارادہ ہے کہ اپنے سفر کی فیس مقرر کردوں۔ دربھنگہ میں مولوی عبدالوہاب صاحب[1] نے ایک سو خریدار النجم کے فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ مگر اپنے اختیار سے سفر کرنا میرا دشوار ہے، اب تک نہ جاسکا۔ چودھری صاحب نے روپیہ بھیج دیا۔ صاحبزادگان سلام مسنون قبول فرمائیں۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] مولانا عبدالوہاب دربھنگوی حضرت لکھنویؒ کے مخلصین میں سے تھے۔ ۱۸۷۳ء میں بلاسیور حیاگھاٹ ضلع دربھنگہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ مڈل کلاس تک انگریزی پڑھی اس کے بعد مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں عربی پڑھنا شروع کیا اور پھر اس کے بعد دارالعلوم دیوبند گئے جہاں سے ۱۳۲۳ھ میں فراغت حاصل کی۔ فارغ ہونے کے بعد ان کو مدرسہ امدادیہ میں ہی صدر مدرس بنایا گیا۔ یہیں ساری زندگی گذاردی۔ پورے بہار میں آپ سے بہت فیض پہنچا۔ بہار میں دینی تعلیم کے فروغ میں آپ کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔ ۱۹۴۷ء میں دربھنگہ میں وفات پائی۔ آپ کا ایک رسالہ "اشرف المدارات لصاحب المغالطات" نظر سے گذرا ہے۔

بنام حافظ مُحمد صدیق سیوانی ☆

(۱)

بہرائچ ۲۹ر ربیع الاول ۱۳۳۵ھ - یوم چہار شنبہ

عزیزی و محبی زیدت اخلاصکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میں آپ لوگوں سے رخصت ہو کر بخیریت یہاں پہنچا، ابھی دو چار روز یہاں قیام ہے۔ اطراف و شہر کے لوگ نہیں چھوڑتے ورنہ آج روانہ ہو جاتا۔

اُس وقت اسٹیشن سے جس وقت گاڑی روانہ ہوئی میں آپ لوگوں کو دیکھتا رہا، جب آپ لوگ نظر سے اوجھل ہو گئے، تو میرے دل کی عجیب کیفیت تھی، اسی حالت میں یہ چند اشعار خیال میں آ گئے۔ میں شعر کہنے کا عادی نہیں اور نہ چاہتا ہوں کہ ان اشعار کا کسی سے آپ ذکر کریں، میں نے صرف آپ کو یہ اشعار لکھے ہیں یا جناب حکیم مُحمد احسن صاحب کو۔ اپنے اور سب گھر کے لوگوں کی خیریت سے اطلاع دیجیے اور سب سے سلام و دعا کہیے۔

فقط مُحمد عبدالشّکور

اے صبا با اہلِ سیواں از زبانِ ما بگو — کای سر باطل پرستاں خاکِ میدانِ شما
سعیہا کردید در ارغام اعداء رسولؐ — درترقی باد دائم سعی و سامانِ شما
جندا نورے کہ چشم اہل باطل خیرہ کرد — باد روشن تر زمر و ماہ برہانِ شما

☆ حافظ مُحمد صدیقؒ ساکن نیابازار سیوان (بہار) حضرت لکھنویؒ کے بہت گہرے عقیدت مند اور محب مخلص تھے مگر ہمیں آپ کے کوئی تفصیلی حالات نہیں معلوم ہو سکے۔ اس مکتوب کی ایک تاریخی حیثیت یہ ہے کہ اس میں حضرت لکھنویؒ نے اپنے کچھ فارسی اشعار تحریر کیے ہیں۔ یقینی طور پر آپ کا یہ منظوم کلام ہے اس کے علاوہ اور کہیں اب تک کوئی دوسرے کلام کا نمونہ حاصل نہیں ہو سکا ہے۔ مرتب

شیعیاں را نیست بر قرآں ایمان و یقین مصحفِ عثمانؓ بلاریب ست قرآن شما
بر رسول حق چساں ایمان خود ثابت کنند ہست این دولت ز مخصوصاتِ اذعان شما
بس بود بہر شما ایمانِ قرآن و نبیؐ "کافی" و"تہذیب" و"استبصار" قربانِ شما
بر غریبے کسمپرسے، بے کمالے، بے ہنر کز کرم مہائے شماگردید مہمانِ شما
لطفہا کردید بے امید تحسین و جزا از خدا آید جزاء لُطف واحسانِ شما

باہزاراں ابتھال وباہزاراں التجا
از خدا خواہیم حفظِ دین وایمانِ شما

(۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۷محرم ۱۳۶۴ھ – چہار شنبہ
محبی و مخلص احسن اللہ تعالیٰ الینا والیکم

سلام مسنون! آپ کا خط ملا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی، اللہ تعالیٰ اسی طرح خیر و عافیت رکھے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھائے۔ آمین۔ حافظ عبدالرحمٰن نے جو میرے آنے کی خبر بیان کی معلوم نہیں کیسے بیان کی، میرا ارادہ تو محض آپ کے خط کی وجہ سے ہوا تھا اور خط میں آپ نے لکھا تھا کہ میں یہاں انتظام کر کے مطلع کروں گا، یہ دوسری بات ہے کہ جب سیواں تک پہنچ جاتا تو شاید آگے بھی چلا جاتا۔ اب اس وقت کسی طرح بھی وقت نہیں نکالا جا سکتا اور شاید مزید کئی ماہ تک موقع نہ مل سکے گا۔ زندگی کتنے دن کی ہے، اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ بہر حال میرا دل خود اُدھر ایک مرتبہ آنے کو چاہتا ہے، مگر مشیت ِالٰہی پر ہر کام موقوف ہے۔ حافظ محمد اسحاق[1] سے آپ کا پیغام، ان شاء اللہ، کہہ دوں گا، یہاں حسب دستور قدیم محرم کے پندرہ روزہ جلسے ہو رہے ہیں جو کل ختم ہو گئے۔ حافظ اسحاق بھی اُن میں مشغول تھے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور

[1] حافظ محمد اسحاقؒ مجلس تحفظ ملت لکھنؤ کے اوّلین سکریٹری تھے اور کئی بار تحریک مدح صحابہؓ میں حصہ لینے کے جرم میں قیدوبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حضرت لکھنویؒ سے والہانہ تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں وقتی طور پر پاکستان گئے ہوئے تھے وہیں وفات ہو گئی۔

(۳)

دارالمبلغین لکھنؤ ۱۳ ماہ مبارک سہ شنبہ ۱۳۶۴ھ
مجی و مخلصی احسن اللہ تعالیٰ الینا والیکم
وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔ محبّت نامہ پہنچا، حالات معلوم ہوئے اور مسرت ہوئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء

یہاں بھی جمعہ کو پہلا روزہ ہوا اور رویت ہلال بھی ہوئی۔ نہ معلوم کتنے رمضان پائے مگر سب غفلت میں گزار دیے اور اب بھی وہی حال ہے باوجودیکہ بظاہر اب آئندہ رمضان تک زندہ رہنے کی امید بھی نہیں۔ ایک قرآن مجید تراویح میں ختم ہو چکا ہے، کل سے دوسرا شروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو محض فضل ہے۔

سیوان آنے کو بہت دل چاہتا تھا، یہ خواہش پوری ہو گئی مگر حالت بہت بدلی ہوئی پائی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کبھی کبھی دعائے غائبانہ میں یاد کر لیا کیجیے، محبّت کا اصلی نتیجہ یہی ہونا چاہیے۔

سب مُخلصین کو جہاں تک سہولت ہو سلام مسنون کہہ دیجیے۔ فقط
محمد عبدالشّکور

(۴)

دارالمبلغین لکھنؤ
۱۶ شوال۔ جمعہ ۱۳۶۵ھ
مجی و مُخلصی زیدت توفیقاتکم
بعد سلام مسنون ودعاہا۔ واضح ہو کہ انتظار کرتے کرتے مایوسی کا وقت آگیا۔ اب اس وقت آپ کا خط ملا۔ رفع تردد ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب خیریت رکھے۔

اس کارڈ میں آپ نے آنے کا ارادہ لکھا ہے، شاید آپ کو پہلے لکھ چکا ہوں کہ اس سال درخواست حج کی منظوری آگئی ہے اور اب انتظار ہے کہ حج کمیٹی کی طرف سے طلبی کا خط آئے اور فوراً روانہ ہو جاؤں۔ ممکن ہے کہ آج خط آجائے اور کل چلا جاؤں لہٰذا ایسی حالت میں آپ نے یہاں آنے کا ارادہ کیا تو کیا فائدہ؟

نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالسلام سلمہ اس مرتبہ میرے ساتھ ہیں، غائبانہ دعا میں یاد رکھیے گا اور میں بھی، ان شاءاللہ، یاد رکھوں گا۔ سب احباب کو سلام مسنون کہہ دیجیے۔ زیادہ کیا لکھوں، پابہ رکاب انتظار میں بیٹھا ہوں۔

سیوان کی فضا کو آپ نے کس لحاظ سے مکدر لکھا ہے، اس کی تفصیل کیوں نہیں لکھی؟ اس خط کا جواب اگر جلد بھیجیے تو یہاں اگر میں نہ ہوا تو وہ خط یہاں سے بمبئی پہنچادیا جائے گا اور وہاں مجھے، ان شاءاللہ، مل جائے گا اور نہ بھی ملا تو دو پیسہ ضائع ہی سہی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت یہ ہے کہ وہاں سے پھر یہاں واپس آؤں تو، ان شاءاللہ، صفر یا ربیع الاول میں آپ کو خط لکھوں گا ورنہ ختم، اللہ لی بما ھو خیر۔ فقط۔

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ سہ شنبہ

محبی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ! آپ کا کارڈ ابھی ابھی ملا، خیریت معلوم ہوئی۔ خداوند کریم ایمان پر قائم رکھے اور ایمان کے ساتھ اٹھائے آمین۔

حافظ محمد اسحاق ایک سال سے زائد ہوا انتقال کر گئے۔ یہاں سے ایک عارضی ضرورت سے پاکستان گئے تھے وہاں انتقال ہو گیا۔ یہاں کے حالات بھی سب بدستور ہیں۔ سیوان میں جو لوگ اس حقیر کے جاننے والے ہوں بقدر سہولت سب کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ اپنے گھر میں اور بچیوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ فقط

محمد الشکور عفاعنہ

(۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۴ محرم، دوشنبہ ۶۲ ۱۳ھ

محبی و مخلصی احسن اللہ الینا والیکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ! خط آپ کا ملا۔ ناسازیٔ طبیعت کا حال پڑھ کر قلق ہے۔ براہ

مہربانی صحت وعافیت سے مطلع کیجیے، اللہ تعالیٰ شفائے کامل عاجل عطا فرمائے آمین۔

ہاں! دنیا انہی ترددات و تفکرات کا نام ہے، مگر افسوس اس بات کو جانتے ہوئے ہم اسی میں غرق ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اور آپ سب کو اس سے رہائی عطا فرما کر اپنی محبّت کا اسیر بنائے آمین۔

ان شاء اللہ تعالیٰ، پانی پت سے واپس آکر میں آپ کی صحت وعافیت کا خط پاؤں گا اور اپنی واپسی کی اطلاع آپ کو دوں گا۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۸ ذیقعدہ، جمعہ ۷۳ ۱۳ھ

مجی و مخلصی احسن اللہ تعالیٰ الینا والیکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ!

خط آپ کا ملا۔ آپ نے بالکل سچ لکھا ہے کہ جو وقت مل رہا ہے اور گذر رہا ہے بہت غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی توفیق دے کہ یہ وقت اُس کی یاد میں گذرے۔ آمین۔

در ذکر خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست

میں اپنا حال کیا لکھوں، اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکریہ کیسے ادا ہو سکتا ہے ؟اب ضعف بڑھتا جا رہا ہے اور سب خیریت ہے، بس ایمان پر خاتمے کی دعا ہونی چاہیے۔

جو وقت آرہا ہے مُسلمانوں کے لیے سخت ابتلا کا ہے، ارحم الراحمین کے رحم کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ آپ کا یہ کارڈ پہلے کا رکھا تھا، اسی پر جواب لکھ رہا ہوں۔ اب رعشے کی وجہ سے خط لکھنے میں مشکل ہوتی ہے۔ گھر میں اور بچیوں کو سلام ودعا۔ جن لوگوں نے سلام لکھوانا ہے ان کو جواب سلام پہنچا دیجیے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

بنام حاجی محمد اسماعیل انصاری و حاجی شکر اللہ انصاری ☆

اعطانا اللہ وایاھم مایحب ویرضی
دارالمبلغین لکھنؤ
۹ ربیع الثانی سہ شنبہ ۱۳۶۳ھ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ! میں بعض معذوریوں کی بنا پر حسب وعدہ تاریخ معین پر نہیں پہنچ سکا جس کا تفصیلی حال قاری صاحب[1] سے معلوم ہوگا۔ ان شاء اللہ، ۱۱ ربیع الثانی اور پنجشنبہ کو اسی ٹرین یا دہرہ ایکسپریس سے فیض آباد پہنچوں گا۔ قاری صاحب کو میں نے اس لیے بھیج دیا ہے کہ تاریخ معین پر میرے نہ پہنچنے سے آپ لوگوں کو پریشانی نہ ہو اور میری معذوری کا حال بھی معلوم ہو جائے اور محفل وعظ کے نظام میں بھی کوئی خلل نہ واقع ہو۔

میری معذوری کا خلاصہ یہ ہے کہ نور چشم حافظ محمد عبدالمومن کو تو اب سکون ہے مگر نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالعزیز سلمہ سخت علیل ہو گئے، آج کچھ سکون ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ کل اور حالت بہتر ہو جائے گی۔

☆ حاجی محمد اسماعیل اور حاجی شکر اللہ بھدرسہ ضلع فیض آباد (یوپی) حضرت لکھنویؒ کے مرید اور معتقد تھے اور بھدرسہ میں آپ کے میزبان بھی ہوتے تھے۔ ان حضرات نے وہاں ایک دینی مدرسہ بحر العلوم کے نام سے فراہم کیا تھا اور تحریک مدح صحابہؓ میں بڑا تعاون کرتے تھے۔ اب یہ سب حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

[1] یہاں قاری صاحب سے مراد ہیں جناب مولانا قاری محمد صدیق لکھنویؒ جو دارالمبلغین کے ایک ذمے دار اور نہایت فاضل استاذ تھے۔ حضرت لکھنویؒ کے شاگرد اور مرید بھی تھے، سیرت مقدسہ اور فضائل صحابہؓ پر آپ کی تقریریں بہت پسند کی جاتی تھیں۔ شیعوں اور رضاخانیوں سے نہایت کامیاب مناظرے بھی کیے تھے۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے سند فراغ حاصل کی تھی۔ درسیات پر بڑی گہری نظر تھی۔ ساری عمر دارالمبلغین کی خدمت درس میں گذار دی۔ حضرت لکھنویؒ آپ پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں وفات پائی اور محلہ چکنڈی لکھنؤ میں جہاں حضرت لکھنویؒ مدفون ہیں وہیں آپ بھی دفن کیے گئے۔

حامل ہٰذا مولوی قاری مُحمد صدیق دارالمبلغین کے اچھے مقررین میں ہیں اور الحمد للہ ان کا وعظ حقیقی معنی میں وعظ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا ضرغام الدین صاحب [1] کی خدمت میں سلام مَسنُون و درخواست دعا۔ جمعہ کی نماز فیض آباد میں پڑھوں یا بھدرسہ میں؟ جیسا ارشاد ہوگا عمل کروں گا۔ ان شاء اللہ، ان کی خدمت والا میں حاضر ہو کر بھدرسہ جاؤں گا۔ فقط والسّلام!

مُحمد عبدالشّکور

---

[1] حضرت مولانا ضرغام الدین صدیقیؒ قصبہ کوال ضلع مظفر نگر یوپی کے رہنے والے تھے، قدیم زمانے سے آپ کے خاندانی اکابر قصبہ کوال کے قاضی تھے اور بڑی عزت واحترام سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کی پوری تعلیم دارلعلوم دیوبند میں ہوئی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے آپ خصوصی شاگرد تھے اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے ہم درس بھی تھے۔ فیض آباد کے ایک بزرگ شیخ احمد علی مرحوم کی فرمائش پر حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو فیض آباد بھیجا تھا چنانچہ آپ وہاں مسجد ٹاٹ شاہ کے مدرسہ احمدیہ حنفیہ میں مدرس ہوگئے۔ شروع ہی سے آپ اپنے علمی شغف کے ساتھ ساتھ نہایت صالح، زاہد، عابد اور ریاض واقع ہوئے تھے۔ فیض آباد کا ماحول اور فضا آپ کو بہت موافق آئی چنانچہ آپ نے وہیں اقامت اختیار کرلی، وہاں کے لوگوں میں آپ کے لیے بے حد محبّت وعقیدت تھی۔ کچھ عرصے کے بعد مدرسہ اپنی علیحدہ عمارت میں محلہ مغلپورہ کی ایک مسجد کے قریب منتقل ہوگیا اور فیض آباد کے مُسلمانوں میں اس کو مرکزی حَیثیّت حاصل ہوگئی۔ مولانا علیہ الرحمہ کی وجہ سے فیض آباد اور اس کے اطراف میں بہت فیض پہنچا۔ حضرت مولانا لکھنویؒ سے آپ کو بڑا تعلق تھا۔ اپنے مدرسہ اور فیض آباد کے اکثر دینی جلسوں میں آپ کو مدعو کرنے کے لیے مولانا ضرغام الدینؒ خود تشریف لاتے تھے۔ راقم الحروف نے بھی آپ کی زیارت کی تھی اور آپ کا حلیہ وغیرہ اب تک حافظے میں محفوظ ہے۔ ۱۹۴۸ء میں فیض آباد میں آپ نے وفات پائی۔

بنام مولانا محمد حسن مجددی سندھی ☆

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

(تاریخ و سنہ ندارد)

امابعد از بندہ معترف بہ عجز و قصور محمد عبدالشکور عافاہ ربہ العفو الغفور بخدمت بابرکت حضرت میاں محمد حسن مجددی دامت برکاتہم متضح باد۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ازاں بعد کہ بوقتِ مراجعت از حرمین شریفین در سفینۂ سعادت زیارت سراپا بشارت جناب والا حاصل شدہ بود داعیہ ارسال عریضہ درخاطر فاتر متمکن بود امانشانِ آنجناب فراموش شدہ بود تا آنکہ از صاحبزادگانِ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہر دو نشان آنجناب

☆ حضرت مولانا حافظ محمد حسن فاروقی مجددیؒ ۱۸۶۲ء میں بمقام قندھار (افغانستان) پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے خاندان سے تھا چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ سے آپ کا نسب جا کر متصل ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش کے کچھ عرصے بعد آپ کے والد ماجد خواجہ عبدالرحمٰن فاروقیؒ ۱۸۷۸ء میں قندھار سے ہجرت کرکے ٹھکڑ (مضافات حیدرآباد سندھ) میں آکر آباد ہوگئے۔ مولانا محمد حسن نے ٹھکڑ کے قریب بمقام ٹنیاری ایک مشہور عالم اور بزرگ مولانا لعل محمد متعلوی سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۷۹ء میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں پانچ سال قیام کرکے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ (م ۱۸۹۱ء) سے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم حاصل کی اور مکہ معظمہ کے معروف شافعی عالم و مفتی شیخ احمد بن دحلان سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔ حیدرآباد سندھ اور اس کے اطراف میں سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت میں آپ نے بڑا کام کیا اور اس علاقے میں آپ کا بڑا اثر تھا۔ غالباً آپ کو اپنے والد ماجد سے ہی بیعت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کی تصنیفات میں "انیس المریدین" اور "مقدمہ العقائد الصحیحہ" کے نام سے دو تصنیفات کے نام ملتے ہیں، آپ کی حضرت مولانا لکھنویؒ سے کسی سفر حج کی واپسی پر بحری جہاز پر ملاقات ہوئی تھی اور آپ ان کے علم و فضل اور نقشبندی مجددی سلسلے کے بزرگ ہونے کے سبب کافی متاثر ہوئے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں اپنے وطن میں وفات پائی اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

بحصول پیوست لہٰذا اجراتِ ارسال عریضہ بعمل آمد۔

یادایام زیارت ہیچگاہ ازدل نمیرد و مسؤل از بارگاہ جامع المتفرقین اینکہ بار دگر سعادت مذکورہ حاصل شود و از برکاتِ مجددیہ رشحے بایں عمر ضائع کردہ ہم برسد۔

احبا الصالحین ولست منہم

لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

ہمراہ ایں عریضیہ چند رسائل ہم بطور تحفہ در کمر بستہ علیحدہ ارسال نمودہ می آمد، امید کہ از راہ کرم قبول نمودہ از جواب عریضہ سرفراز فرمائند واز کوائف مزاج مبارک آگاہی بخشیدہ منت بریں حقیر مبذول فرمایند۔ صاحبزادگان کہ در سفینہ ہمراہ جناب بودند و جمیع برادران اسلامی کہ بخدمت مبارک حاضر باشند سلام مَسنُون قبول فرمایند۔ معلوم نیست کہ اخبار ایں جا بآنجا میرسند یانے۔ غالباً بہ سلسلہ مدح صحابہؓ وادفاع فتنہ رفض وقائع کہ انیجا پیش آمدہ موجب عبرت ست از سندھ ہم روافض اینجا آمدہ بودند محض فضل خداوندی بود کہ مکائد ایشاں رائگاں شد ورنہ بلاکم وکاست مصداق وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال بود۔

ترجمہ

بعد ازں عرض ہے کہ حرمین شریفین سے واپسی کے موقع پر جہاز پر جناب والا کی زیارت حاصل ہوئی تھی، اسی لیے اس خط کے ارسال کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، مگر جناب والا کا پتہ ذہن سے نکل گیا تھا اس لیے حضرت شاہ ابو الخیر صاحبؒ کے صاحبزادگان سے جناب کے دونوں پتے حاصل کیے اس طرح اس عریضے کے بھیجنے کی ہمّت ہوئی۔

جناب والا کی زیارت کے ایام اب تک دل سے محو نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے، جو کہ متفرق لوگوں کو جمع کرنے والی ہے، دعا ہے کہ یہ زیارت کی سعادت دوبارہ حاصل ہو اور برکاتِ مجددیہ کے وہ بابرکت قطرات جو اب تک کی عمر میں ضائع ہو چکے ہیں پھر ان کا حصول ہو سکے۔

میں اگرچہ نیکوں میں نہیں ہوں مگر ان سے محبّت کرتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی صلاح وفلاح کی دولت سے نواز دے۔

اس عریضے کے ہمراہ ایک علیحدہ پیکٹ میں چند رسائل بطور تحفہ ارسال خدمت کیے جارہے ہیں امید کرتا ہوں کہ قبول فرمائیں گے اور جواب سے سرفراز کریں گے و نیز حالات اور مزاج گرامی سے مطلع فرمائیں گے اور اس حقیر کی طرف توجہ مبذول کریں گے۔ جناب والا کے صاحبزادگان جو جہاز میں ہمراہ سفر تھے اور دیگر دوسرے برادران اسلامی جو اُس وقت خدمت گرامی میں حاضر تھے وہ سب حضرات سلام مسنون قبول فرمائیں۔ معلوم نہیں کہ یہاں کے اخبارات وہاں پہنچتے ہیں کہ نہیں ؟ مدح صحابہؓ کے سلسلے میں اور فتنہ رفض کے دفعیہ کے سلسلے میں یہاں جو واقعات پیش آئے ہیں وہ موجب عبرت ہیں۔ اس سلسلے میں سندھ سے بھی روافض یہاں آئے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی تدبیریں رایگاں ہوئیں ورنہ بعینہٖ ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ ان کی سازشیں ایسی تھیں کہ وہ پہاڑوں کو بھی ہلا کر رکھ دیتیں۔

بنام مولانا حکیم قیام الدین بخت جون پوری ☆

عمدۃ المطابع لکھنؤ دفتر النجم

۱۸ محرم ۱۳۳۲ھ

مخدوم و مکرم۔ سلام مسنون

محبّت نامہ، مولوی عبید اللہ صاحب امجھری کے مضمون کی اور بھی کئی اصحاب نے تعریف کی ہے۔ پتا ان کا یہ ہے:

مولوی عبید اللہ صاحب، موضع امجھر، ڈاکخانہ منسپورہ ضلع گیا۔

حضرت معاویہؓ کے مطاعن میں حیدر آباد سے ایک صاحب نے وہ کتاب مجھے بھیجی تھی مگر اب تلاش کرنے سے نہیں ملتی، گم ہوگئی۔ الحمد للہ کہ اب آپ کو دنیاوی تفکرات سے مہلت مل گئی، امید ہے کہ اب آپ کی توجہ النجم کی جانب ضرور مبذول ہوگی۔ النجم کی حمایت کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے ایسا نہ ہو کہ تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔

فقط ناچیز محمد عبد الشکور عفا عنہ

☆ مولانا حکیم قیام الدینؒ بخت محلہ ملا ٹولہ جونپور کے رہنے والے تھے، اپنے وقت کے جید عالم اور طبیب حاذق تھے۔ طب کی تعلیم حکیم عبد العلی لکھنویؒ سے حاصل کی تھی۔ برطانوی حکومت نے آپ کو آنریری مجسٹریٹ کا عہدہ بھی عطا کیا تھا۔ تحریک مدح صحابہؓ کے سلسلے میں ایک بار لکھنؤ آکر گورنر سے ملاقات کی تھی۔ لکھنؤ آنے پر حضرت لکھنویؒ کے یہاں قیام کرتے تھے۔ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۷ء میں جونپور میں وفات پائی۔

بنام مولانا حکیم مُحمد جمال الدین جونپوری ☆

(۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۴ ذیقعدہ سہ شنبہ ۱۳۶۲ھ

عزیزی و مُخلصی مولوی مُحمد جمال الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

سلام مسنون۔ کارڈ آپ کا پہنچا۔ جس حادثہ فاجعہ کی خبر آپ نے دی ہے فی الحقیقت بہت اندوہناک واقعہ ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ان کے بچوں کو اور تمام اعزہ کو صبر اور جزائے صبر عطا فرمائے آمین، حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اس دار غرور میں کون ہے جو ان مصائب و مکارہ سے محفوظ ہو؟ روزانہ اس قسم کے حوادث پیش آتے ہیں اور ہمیں عبرت نہیں ہوتی۔

وأعجب شئ لو تأملت أنها منازل
تطوى والمسافر قاعد

مجھے مؤ میں انتظار رہا اور یہاں آکر خط کا جواب بھی خطوط مجتمعہ میں نہ پایا تو تعجّب و تردد تھا۔

☆ جناب مولانا حکیم جمال الدینؒ کا آبائی وطن محلہ ملاٹولہ جون پور (یوپی) ہے۔ آپ نے درس نظامی مدرسہ کرامتیہ جون پور میں مکمل کیا۔ طب کی تعلیم علی گڑھ سے حاصل کی، آپ کا مطب بہت کامیاب تھا، نباضی میں آپ کو غیر معمولی مہارت، حاصل تھی۔ لاتعداد مریضوں نے آپ کے علاج سے صحت و شفاء حاصل کی تھی۔ حکمت کے ساتھ ساتھ آپ اپنے وقت کے درویش کامل بھی تھے۔ آپ بڑے وسیع المطالعہ اور غیر معمولی قوت حافظہ کے مالک تھے۔ تمام درسی کتابیں تمام عمر زبانی یاد رہیں۔ مولانا جمال الدینؒ کا خاندانی تعلق ہادی بنگال و آسام حضرت مولانا شاہ کرامت علی جونپوریؒ سے تھا، جن کے ہاتھ پر تقریباً پونے دو کروڑ افراد مُسلمان ہوئے تھے۔ حضرت شاہ کرامت علیؒ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ مولانا جمال الدینؒ کا سال وفات نہیں معلوم ہو سکا۔

معلوم نہیں آپ سفر میں ہیں یا سفر ملتوی کر دیا۔ اسی وجہ سے لفافہ پر پتا مولوی محمد فاخر صاحب کا ہے۔ فقط والسّلام۔

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳ربیع الثانی شنبہ ۱۳۶۷ھ

عزیزی الاعزاکرمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ کارڈ آپ کا، جس میں آپ نے والد ماجد رحمہ ارحم الرحمین کا واقعہ ناگزیر مرقوم کیا ہے، پہنچا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم اس حقیر کے قدیم کرم فرما تھے۔ ۱۹۰۷ء یا ۱۹۰۸ء میں جب مدح صحابہؓ پر بندش ہوئی تو وہ لکھنؤ گورنر سے ملنے آئے تھے۔ غالباً اسی زمانے میں ان کو کوئی خطاب ملا تھا۔ حقیر کے یہاں قیام کیا اور مدح صحابہؓ کے متعلق گورنر سے میں نے کچھ کہلوایا جو انھوں نے کہہ دیا، اگرچہ نتیجہ نہ نکلا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت خاصہ سے سرفراز کرے اور مغفرت فرمائے آمین۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبرے نیست

فرداست دریں بزم زماہم اثرے نیست

حق تعالیٰ آپ سب کو صبر اور جزائے صبر عطا فرمائے اور مرحوم کے باقیات صالحات میں بنادے ع

نظامی سبک باش یاران شد

فقط محمد عبدالشکور عفاعنہ

بنام مولانا محمد فاخر جونپوری ☆

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۴ ذیقعدہ سہ شنبہ ۱۳۶۲ھ

عزیزی الاکرم جناب مولوی محمد فاخر صاحب احسن اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون! میرے خط میں اگرچہ کوئی جواب طلب بات نہ تھی مگر پھر بھی جواب کا انتظار رہتا ہی ہے۔

میرے پیچھے شیخ حیدر حسین جونپور سے آئے تھے، نور چشم مولوی حافظ عبدالعزیز سلمہ نے ڈیڑھ سو روپیہ ان کو ایک شخص سے دلوایا۔ باقی سب حال بدستور ہے، اپنے گھروں میں سب کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ فقط والسّلام اوّلاً و آخراً

محمد عبدالشکور عفاعنہ

☆ جناب مولانا محمد فاخر ۲۰ محرم ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) میں جونپور میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور عالم و بزرگ حضرت مولانا عبدالاول جونپوریؒ کے صاحبزادے تھے۔ اپنی پوری تعلیم مدرسہ کرامتیہ ملاٹولہ جونپور میں حاصل کی، پھر رشد و ہدایت میں مشغول ہوگئے۔ اس سلسلے میں تقریباً بیالیس سال تک آسام بنگلا دیش اور مغربی بنگال وغیرہ میں اصلاحی خدمات انجام دیں، سیکڑوں مدارس قائم کیے، قرآن مجید سے خصوصی شغف تھا، اہل علم حضرات اور اعزہ و اقرباء کے ساتھ بڑے اکرام کا معاملہ کرتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں خانقاہ کرامتیہ کوچ بہار میں علیل ہوئے اور کچھ افاقہ ہوتے ہی جونپور واپس آگئے۔ وفات سے قبل اپنے چھوٹے بھائی مولانا عبدالآخرؒ سے فرمایا کہ میری تین خواہشیں تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان میں سے دو پوری کر دی ہیں، اب تیسری کے پوری ہونے کی امید نہیں ہے۔ پہلی خواہش تھی کہ میری عمر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے مطابق ہو، یہ پوری ہوگئی، دوسری خواہش یہ تھی کہ میری موت ربیع الاول کے ماہ میں ہو، یہ بھی پوری ہوگئی۔ اب تیسری خواہش تھی کہ موت کا دن جمعرات ہو لیکن یہ خواہش پوری ہوتی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ کئی بار سوتے اور جاگتے میں زیارت رسول ﷺ سے بھی مستفیض ہوئے۔ ۲ مئی ۱۹۷۲ء میں پوری تیاری اور ہوش و حواس کے ساتھ وفات پائی اور جونپور میں ہی دفن کیے گئے۔ پسماندگان میں اہلیہ، دو صاحبزادے اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔ حضرت مولانا عبدالباطن جونپوریؒ آپ کے بڑے بھائی تھے۔

بنام منشی عبد الرحمٰن خاں ملتانی رحمہ اللہ☆

دارالمبلغین لکھنؤ
۳۱ محرم پنجشنبہ ۱۳۶۵ھ
مکرم بندہ زیدت توفیقاتکم
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کا تحفہ یعنی کتاب "تعارفِ قرآنی" اور خط ملفوف پہنچا۔ تعجّب ہوا کہ آپ نے سلام نہیں لکھا، شاید سہو ہوگیا ہے، حالانکہ قرنِ صحابہ کرامؓ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی جس سے معلوم ہوا کہ یہ سُنّت موکدہ متوارثہ ہے۔ آپ کی کتاب کو شروع سے آخر تک حرفاً حرفاً پڑھنے کی نہ تو اس وقت قوت ہے اور نہ اتنی مہلت ملی۔ جستہ جستہ بعض بعض مقامات سے پڑھا اور مسرت حاصل کی۔

اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ماخوش کردی

درحقیقت قرآن مجید مسلمانوں کا مقدمہ وحید ہے اور یہی کتاب عزیز ہماری سعادت دارین کی متکفل اور قیامت تک کے لیے ہماری ہر قسم کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظمؓ کا وہ مقولہ جو سید الانبیاء ﷺ کے سامنے آخر وقت میں انھوں نے عرض کیا اور آپؐ اس کلمہ پر بغیر کسی نکیر کے دنیا سے تشریف لے گئے مُسلمانوں کو قرآن مجید کی

☆ منشی عبد الرحمٰن خاںؒ ۱۹۱۳ء میں ملتان (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک کی تعلیم حاصل کی اور پھر صحافت کے شعبے سے وابستہ ہوگئے۔ ملتان کے مشہور اخبارات جیسے آفتاب، بیدار، بے دھڑک، طوفان، روزنامہ زمیندار، ملتان پنچ، روزنامہ شمس، شہباز، آزاد، اور نوائے وقت وغیرہ میں صحافتی خدمات انجام دیں۔ ملتان ہی میں اپنا مکتبہ قائم کیا، جو ان کی وفات کے بعد بھی اشاعت کتب میں مصروف ہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے خاص طور سے ان کی چند کتابیں "انداز سخن"، "اسلامی اخلاق و آداب"، "تعارف قرآنی" اور "سیرت اشرف" (سوانح حیات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ) قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۸۹ء کے اوائل میں ملتان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

طرف متوجہ کرنے کے لیے بہترین مشعلِ راہ ہے یعنی: حسبنا کتابُ اللہ۔ اس کلمے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اب نہ حدیث کی ضرورت ہے نہ فقہ کی، بلکہ بات یہ ہے کہ سُنت نبویہ اور سُنت خلفائے راشدین کتاب اللہ کی اصلی کاشف اور حقیقی مفسّر ہے اور ائمہ مجتہدین کی مساعی جمیلہ کتاب وسُنت کی بہترین تفصیل اور توضیح ہیں۔

المختصر آپ نے بڑی ضرورت کا احساس کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ احساس سب مُسلمانوں میں پیدا فرمائے۔ آمین۔ اگر طباعت سے پہلے اپنا مسودہ آپ نے دیکھنے کے لیے بھیجا ہوتا تو شاید کچھ اور بھی عرض کر سکتا۔

فقط والسلام اولا واخر علیکم وعلیٰ من حضرنا الیکم
عبد الشکور عفاعنہ

بنام مولانا فقیر محمد بے جاپوری ☆

از دفتر النجم لکھنؤ

۱۳۴۴ھ

سلام مسنون، آپ لوگوں نے اپنے خط میں یہ لکھ کر آپ کا علاقہ فتنہ مرزائیت سے پاک ہو گیا ہے اور یہ کہ ان مواعظ کی برکت سے، جو وہاں ہوئے، دین داری کا ولولہ مُسلمانوں کے دل میں پیدا ہوا، خدا کی مسجدیں آباد ہو گئیں مجھے مسرور و خوش کیا، جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا۔ یہ نتائج میرے ناچیز بیان کے نہیں ہیں بلکہ یہ تاثیر ان آیات قرآنیہ کی ہے جو ان مواعظ میں پڑھی گئیں۔

ایں قدر مستی و مدہوشی نہ حد بادہ بود
باحریفاں انچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

مگر پوری مسرت کا وقت وہ ہے جب میں سنوں کہ اب اس علاقے میں کوئی سات برس کا بچہ، لڑکا یا لڑکی کسی مُسلمان گھر میں بے نمازی نہیں ہے بلکہ تمام مرد عورت اور بچے سب کے سب نماز کے پابند ہو گئے ہیں اور موجودہ مساجد نمازیوں کے لیے ناکافی ہو گئی ہیں۔ مزید یہ کہ اصلی مسرت اس وقت ہو گی جب اس حالت پر استقامت کی خبر معلوم ہو جائے۔ حق تعالیٰ نے

☆ مذکورہ بالا مکتوب مولوی فقیر محمد مؤلف "تحفہ ایمانی" ساکن گونجاڑہ علاقہ سانت واڑی متعلقہ سابق ریاست بے جاپور دکن کے ایک مکتوب کے جواب میں ہے جس میں انھوں نے حضرت لکھنوی کو اطلاع دی تھی کہ ساونت واڑی میں آپ کی مدد اور آپ کے مواعظ سے لوگوں کے دلوں میں دین داری کا جذبہ موج زن ہو گیا ہے اور وہاں کی ساری مسجدیں جو اب تک ویران رہا کرتی تھیں اب آباد و بارونق ہونے لگی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں قادیانی ربّیوں سے مناظرے کے لیے مولانا علیہ الرحمۃ ساونت واڑی تشریف لے گئے تھے۔ قادیانی ربّیوں میں حکیم محمد یونس، مولوی روشن علی، مولوی عبدالکریم اور مولوی عبدالرحمٰن مناظر تھے اور علمائے اسلام میں صرف امام اہل سُنّت حضرت لکھنویؒ نے مناظرہ کیا تھا جس میں قادیانیوں کو زبردست شکست ہوئی تھی۔

ان لوگوں پر سخت ناخوشی کا اظہار کیا ہے جو خدا کی عبادت شروع کر کے پھر چھوڑ دیتے ہیں:

قوله تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ‌ ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ ۨاطۡمَاَنَّ بِهٖ‌ ۚ وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ۔ (الحج:۱۱)

ترجمہ: بعض لوگ وہ ہیں جو ایک کنارے پر (یعنی ناپائیدار حالت میں) خدا کی عبادت کرتے ہیں کہ اگر ان کو کچھ بھلائی پہنچی تو اس بھلائی پر مطمئن ہو گئے اور اگر کچھ آزمائش پیش آگئی تو اپنے منہ کے بل (یعنی جدھر سے آئے تھے اسی طرف) لوٹ گئے۔

استقامت کی تدبیر یہ ہے کہ تذکیر کا سلسلہ برابر قائم رہے اور قرآن کریم کے مطالب عالیہ مُسلمانوں کے کان تک پہنچتے رہیں۔ کم از کم نماز کے متعلق جو ننانوے آیتیں میں نے "کتاب الصلوٰۃ"[۱] میں مع ترجمہ و تفسیر جمع کر دی ہیں اسی کا کچھ حصہ روز سنایا جائے گا۔ اگر کتاب الصلوٰۃ نہ مل سکے تو النجم[۲] (دور جدید) کی جلد اول کے پہلے نمبر میں کچھ آیتیں لکھی گئی ہیں ان ہی کو بطور وعظ سنایا جائے اور سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ کسی دین دار عالم کو ساونت واڑی میں قیام کی تکلیف دی جائے اور وہ کتاب اللہ کا باقاعدہ درس دیا کریں۔ ایمان کیا چیز ہے؟ توحید کی حقیقت کیا ہے؟ عقیدۂ رسالت کا کیا مطلب ہے؟ قیامت کا یقین کیسا ہونا چاہیے؟ خدا کا خوف، خدا کی عبادت اور عبادت کے نتائج وغیرہ جیسی تمام باتیں کتاب اللہ سے بے تعلق ہو کر نہیں معلوم ہو سکتیں۔

خدا کا جو بندہ اپنے بھائیوں کے دین دار بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک سب سے اچھا اور سب سے پیارا ہوتا ہے:

قال الله تعالیٰ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ

ترجمہ: اور اس سے زیادہ اچھی کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف لوگوں کو بلائے۔

وقال النبی صلی الله علیه وسلم اَحَبُّ العِبَادِ اِلَى اللهِ مَن حَبَّبَ اللهَ اِلَى عِبَادِهٖ

---

[۱] یہ حضرت لکھنویؒ کی ایک تالیف ہے جو نماز کی اہمیت اور اس کی تاکید و فضائل سے متعلق ہے۔

[۲] یہ حضرت لکھنویؒ کی زیر ادارت نکلنے والا ایک دینی و علمی ماہنامہ تھا۔

یعنی سب سے زیادہ خدا کو محبوب وہ بندہ ہے جو اللہ کی محبّت بندوں کے دلوں میں پیدا کرے۔

فتنہ مرزائیت کا اس وقت تو بے شک بفضلہٖ تعالیٰ قلع و قمع ہو گیا ہے مگر اس پر مطمئن ہو جانا نہ صرف بے عقلی بلکہ بے دینی کی علامت ہے، چاہیے کہ مرزا کے رد میں جو کتابیں ہندستان کے عُلماء نے لکھی ہیں وہ سب جمع کی جائیں اور ان کا مطالعہ کیا اور کرایا جائے اور ان کے ضروری مطالب کی اشاعت ہو، اگر صرف خانقاہ رحمانیہ مونگیر (بہار) کی کتابیں منگالی جائیں تو وہ بھی کافی ہیں، ان کے مطالعے سے معمولی عِلم و فہم کا آدمی بھی مرزائیوں کے بڑے بڑوں سے مناظرے کرنے کے قابل ہو سکتا ہے اور مرزا کے دجال و کذاب ہونے کو اچھی طرح ثابت کر سکتا ہے۔

المختصر دین کی محبّت ہونی چاہیے اور دین کی خدمت کرنی چاہیے۔ ایک مُسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ دین کی فکر سے کسی وقت بھی خالی نہ ہو اور دین کو ہر چیز پر مقدم کرلے۔

غم دیں خور کہ غم غمِ دین است
ہمہ غمہا فرو تراز این ست

آخری بات یہ ہے کہ اپنی دعاؤں میں اس ناچیز کو بھی یاد رکھیے، حق تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا کرے کہ ایمان پر قائم رکھے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھائے۔ آمین۔

والسّلام
محمد عبدالشّکور عفاعنہ

بنام علامہ سید نورالحسن شاہ بخاری ☆

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۹؍رمضان ۱۳۶۷ھ

مخلصی المکرّم زیدت حسناتکم

بعد سلام مسنون آنکہ مدت دراز کے بعد آپ کا محبّت نامہ ۸؍رمضان کی شام کو ملا۔ گویا ایئر میل کا چلا ہوا خط نویں دن یہاں پہنچا۔ اگر آج ہی مضمون لکھ کر روانہ کر دیا جائے تب بھی ۱۰؍رمضان کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اب ضعف کی وجہ سے مضامین لکھنا میرے لیے کچھ آسان نہیں ہے تاہم اگر وقت کی گنجائش ہوتی تو جس طرح بھی ہو سکتا "تنظیم اہل سُنّت" کے لیے ضرور مضمون لکھتا۔ اخبار "تنظیم" برابر آرہا ہے، جزاکٗ اللہ تعالیٰ۔ تنظیم اہل سُنّت اور دفاع عن المذاہب دین کا اہم فریضہ ہے جس سے اس وقت اکثر لوگ غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے۔ والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

☆ مولانا علامہ سیّد نورالحسن بخاری بن مولوی سید محمد شاہ بخاریؒ ۱۰؍جنوری ۱۹۱۱ء کو بمقام ڈیرہ غازی خان پیدا ہوئے۔ ابتداء میں انگریزی تعلیم حاصل کر کے اسکول میں ٹیچر ہو گئے، لیکن ۱۹۳۶ء میں اس ملازمت سے رخصت لے کر دارالعلوم دیوبند پہنچے جہاں مولانا قاری محمد طیبؒ نے آپ کی تعلیم کے لیے کچھ ممتاز طلباء کو مقرر کیا جن سے آپ نے ابتدائی عربی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مولانا مُفتی محمد شفیعؒ سے دورہ حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ ۱۹۴۵ء میں اپنے علاقے میں "تنظیم اہل سُنّت" کی تشکیل فرمائی اور پھر آخر وقت تک اس کے ذریعے تبلیغی کاموں میں سرگرم رہے۔ آپ پاکستان کے ممتاز عُلماء میں سے تھے اور ایک مقبول خطیب، بہترین ادیب، مصنف، شاعر اور صحافی تھے۔ دو درجن سے زائد آپ کی تصانیف ہیں، جن میں سے ایک الاصحاب فی الکتاب رب الارباب چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ سیرت امام مظلوم سیدنا عُثمانؓ، حضرت امیر معاویہؓ، عادلانہ دفاع، نبی و صدیقؓ اور بشریت النّبیؐ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کچھ عرصے کے لیے دارالمبلغین لکھنؤ آکر حضرت امام اہلِ سُنّتؒ سے بھی پڑھا تھا۔ ۵؍جنوری ۱۹۸۴ء کو پاکستان میں وفات پائی۔

بنام جناب سیّد معشوق علی سلطان پوری ایڈوکیٹ ☆

(۱)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۸؍ماہ مبارک ۵٦ھ

مخلصی المکرّم سیّد معشوق علی صاحب

بعد سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین۔ اسی وقت ابھی ابھی آپ کا خط ملفوف پہنچا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ نور چشم مولوی عبدالمومن سلمہ کو دے کر تاکید کردوں گا کہ آپ کے پاس جواب بھیجیں۔ آپ کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے سب مُخلصین کے لیے فلاح دارین

☆ سیّد معشوق علی سلطانپوری وکیل ۱۸۹۳ء میں جگدیش پور ضلع سلطان پور کے تاریخی قصبے نہال گڑھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عباس علی تھا جو مذہباً شیعہ تھے۔ والدہ غالباً سُنّی تھیں۔ فوجداری کے اچھے اور کامیاب وکیلوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ حضرت لکھنویؒ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ انجمن تنظیم اہل سُنّت سلطان پور کے تاحیات سیکریٹری رہے اور اسی کے زیر اہتمام سلطان پور میں ہر سال سہ روزہ تبلیغی اجتماع و اصلاحی اجلاس ہوتا تھا جس میں حضرت لکھنویؒ خصوصی طور پر شرکت کرتے تھے۔ آپ کا گھر تحریک مدح صحابہؓ کا مرکز تھا۔ نہایت پابند صوم و صلوٰۃ اور تہجد گزار تھے۔ عقیدے کی پختگی کا یہ حال تھا کہ اپنے والد سے بے انتہا محبّت اور ان کی شفقت کے باوجود جب ۱۹۴۰ء میں انہی کی کوٹھی میں ان کا انتقال ہو گیا تو سید معشوق علی نے بوجہ ان کے شیعہ ہونے کے جنازے میں نہ ہاتھ لگایا اور نہ کاندھا دیا بلکہ شیعوں کو بلا کر لاش کو ان کے سپرد کر دیا کہ وہ اپنے مسلک کے مطابق ضروری کارروائی کریں۔ والد کے انتقال کے بعد سیّد معشوق علی نے حضرت لکھنویؒ سے اپنے صدمے کا اظہار کیا اور پوچھا کہ وہ ان کی آخرت کے لیے کیا کریں تو حضرت نے جواباً لکھا کہ: ”آپ کے والد کے انتقال کی خبر سے افسوس ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ فرض محبّت پر غالب آیا۔ ایسے موقعوں پر بڑے بڑے عُلماء و فضلاء کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں۔ بس اب کچھ نہ کیجیے یہی ان کی سب سے بڑی خدمت ہے۔“ ۱۹۵٦ء میں سیّد معشوق علی صاحب کا انتقال ہوا۔ مولانا عبدالاوّل فاروقی لکھنوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت لکھنوی اس وقت رامپور گئے ہوئے تھے۔ اس لیے بعد میں تعزیت کے لیے سلطان پور تشریف لائے اور فرمایا کہ اب یہاں میرا آنا آخری آنا ہے حضرت سے تاعمر ان کی خط و کتابت اور آمد و رفت رہی۔

کی دعا کرتا ہوں۔ فرزندِ جدید مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو سعید و صالح و خادم دین بنائے۔ آمین۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۷/ماہ مبارک ۱۳۶۸ھ دو یکشنبہ

مخلصی المکرّم بارک اللہ لکم و علیکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین۔ واضح ہو کہ اب کی مرتبہ خلاف معمول آپ کے خطوط کے جواب میں اس قدر تاخیر ہوئی کہ معذرت کی گنجائش ہی نہ رہی۔ تین لفافے آپ کے یکے بعد دیگرے پہنچے۔ آخری لفافے میں آموں کی بلٹی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر قسم کے برکات عطا فرمائے۔

پوتے کا نام جو آپ نے رکھا ہے وہ بھی اچھا ہے۔ میں نے مقبول احمد اور مقصود احمد تجویز کیا تھا۔ ان دونوں میں جو پسند ہو رکھ لیا جائے۔

آخری شعبان میں سب سے چھوٹی پوتی نور چشم مولوی محمد عبدالمہیمن سلمہ کی لڑکی جو کاکوری میں تھی، بعارضۂ چیچک انتقال کر گئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خداوند کریم سب کو صبر اور جزائے صبر عطا فرمائے آمین۔ کاکوری بار بار جانا ہوا۔ یہ بھی ایک سبب تاخیر خط کا تھا۔ آپ کے خطوط میں جو اور باتیں ہیں ان کا جواب، ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ، بعد میں لکھوں گا۔ اس وقت صرف اس قدر لکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اور حضرت شاہ نقشبند فرما چکے ہیں کہ: "در طریق ما محرومی نیست "(یعنی ہمارے طریقے میں محرومی کا نام نہیں ہے) بے شک آپ کو اور آپ کے گھر میں اس حقیر اور متعلقین کے ساتھ بڑی محبّت وبغایت عنایت رہی ہے اور ہے۔ اس چیز کا مجھے خوب احساس ہے۔ بحالت موجودہ اسی مختصر پر کفایت کرتا ہوں۔

نور چشم حافظ مولوی محمد عبدالعزیز سلمہ کو آپ کا خط دے کر خود بھی تاکید کر دوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲۰/ ماہ مبارک ۱۳۶۸ھ یکشنبہ

مُخلصی المکرّم احسن اللہ تعالیٰ الینا والیکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محبّت نامہ ملا، خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ فلہ الحمد علیٰ ذلك۔

آم وصول ہوئے بہت اچھے تھے۔ قبل از وقت توڑنے کے باعث بعض مرجھا گئے مگر پکے نہیں۔ آپ ہر سال یہ تکلیف کرتے ہیں اور میں اس لیے منع نہیں کر سکتا کہ آپ انتہائی محبت سے ایسا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس للّٰہی محبّت کا ثمرہ دارین میں عطا فرمائے۔

سیّد تصدق حسین سلمہ[۱] کا خط میرے نام آیا تھا۔ جواب اسی دن میں نے بھیج دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ اس سے رحم کی دعا مانگنا چاہیے۔ یہ حقیر سب کے لیے دعا کرتا ہے اور، ان شاءاللہ، کرتا رہے گا، واللہ مجیب السائلین۔

آپ سوا پارہ پڑھتے ہیں، یہ بہت اچھا ہے۔ یہاں ایک ختم ہو چکا۔ دوسرا کلِ سورۂ حج تک پہنچا ہے۔ اپنے گھر میں اور سب بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ اس وقت دیر سے امروہہ میں اپنا گزرا ہوا وقت یاد آرہا تھا اور گزرے ہوئے لوگ بھی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے۔

اے کہ بامائی ز اوّل تا بآخر تو بماں
واں کہ گاہے ہست و گاہے نیست باما تا بکے[۲]

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

---

[۱] میر نجم الثاقب بہلول پوری کے صاحبزادے جو مولانا سید فخر الحسن مرحوم سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کے سمدھی تھے۔

[۲] اے وہ قدیم ذات جو ازاوّل تا آخر ہمارے ساتھ ہے تو ہی ہمارے ساتھ رہ اور وہ ذات جو کبھی ہے اور کبھی نہیں، وہ ہمارے ساتھ کب تک رہے گی۔

(۴)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲۰/ محرم ۲۷ ۱۳ھ شنبہ

مُخلصی المکرّم وفقنا اللہ وایاکم

بعد سلام مسنون۔ مسرور سلمہ[۱] نے آپ کا دستی خط دیا اور شہد اور گھی بھی۔ بار بار یہ تکلیف آپ کیوں کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ آپ آنا چاہتے ہیں۔ مسرت ہوئی۔ جب آیئے تو پہلے سے دریافت کر لیجیے گا اس لیے کہ میرا ارادہ پاکستان جانے کا ہے۔ بہت دنوں سے وہاں کے لوگوں کا اصرار ہے، اگرچہ اب ضعف کے سبب سے سفر بھی آسان نہیں رہا اور تقریر بھی مشکل ہے۔ ہوائی جہاز سے ان لوگوں نے انتظام کیا ہے۔

والدہ مسرور سلمہ کو خارش کی تکلیف معلوم کر کے قلق ہوا۔ خداوند کریم شفا عطا فرمائے۔ آمین۔ یہاں سب خیریت ہے۔ اپنے یہاں سب کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ مخلصی سیّد اعزازالحسن صاحب[۲] کو بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ آپ کا کارڈ ملا۔ حالات و خیر و عافیت معلوم ہوئے۔ نومبر میں کیا ہے جو آپ مجھے بلانا چاہتے ہیں؟ منشی آفتاب الدین[۳] کو اور مولوی عبدالودود[۴] کو جواب سلام پہنچا دیجیے۔ مولوی حافظ محمد عبدالاول سلمہ کو آپ کا

---

[۱] مولانا حکیم محمد اسمٰعیل عباسی مرحوم کے صاحبزادے تھے جو کئی سال بغرضِ تعلیم لکھنؤ میں مقیم رہے اور حضرت لکھنویؒ ہی کے یہاں ان کے قیام و طعام کا انتظام رہا تھا۔ راقم الحروف سے بڑی بے تکلفی تھی اور دوستی بھی۔ وہ گھر پر مجھے سائنس کے مضامین پڑھاتے بھی تھے۔ ایم ایس سی کرنے کے بعد وہ گورنمنٹ انٹر کالج میں لکچرر ہو گئے تھے۔ کچھ عرصہ فتح پور شہر میں رہے۔ پھر اس کے بعد ضلع علی گڑھ میں کسی سرکاری انٹر کالج میں تبادلہ ہو گیا تھا۔ وہیں وہ بیمار پڑے اور چند ہی دنوں میں یعنی ۱۵/ اگست ۱۹۸۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

[۲] آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد میں تھے، بعد میں کراچی چلے گئے تھے۔

[۳] منشی آفتاب الدین فریدی مرحوم جونیئر ہائی سکول امروہہ کے ہیڈ ماسٹر تھے اور حضرت لکھنویؒ کے عقیدت کیش مرید تھے۔

[۴] آپ منشی عبدالشکور قائلؔ کے صاحبزادے اور حضرت لکھنویؒ کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ مدرسہ چلّہ میں پڑھایا بھی تھا۔

پیغام پہنچادیا ہے[1]۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

[1] یہ چاروں مکاتیب حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہویؒ کے مرتب کردہ مضمون ماہنامہ البدر کاکوری جولائی رستمبر ۱۹۸۱ء کے امام اہل سُنت نمبر سے لیے گئے ہیں۔

بنام مولانا حافظ مغیث الدین احمد الٰہ آبادیؒ ☆

(۱)

دفتر النجم، لکھنؤ

۱۱ر ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

سلام مسنون و دعا ہا۔ تمہارے کئی خط آئے، حالات معلوم ہوئے، اللہ تم کو اس سعادت مندی کی جزائے خیر دے۔ یہاں سب خیریت ہے، لڑکے بھی سب اچھے ہیں اور گھر

☆ مولانا حافظ مغیث الدین احمد الٰہ آبادیؒ جنوری ۱۹۰۲ء میں بمقام نارہ ضلع الٰہ آباد میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے لکھنؤ آئے اور یہاں عربی و فارسی کی کچھ کتابیں حضرت مولانا لکھنوئیؒ سے پڑھیں اور انہی کے گھر پر قیام رہا۔ الٰہ آباد بورڈ اور لکھنؤ یونیورسٹی کے السنۂ شرقیہ کے شعبے سے عربی و فارسی کے امتحانات پاس کیے، کچھ عرصے کے لیے مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ فراغت کے بعد ایم۔ ایس۔ وی انٹر کالج سلطان پور یوپی میں فارسی و اردو کے استاذ مقرر ہوئے۔ وہاں ۳۹ سال تک کام کیا اور پھر وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ دوران ملازمت اردو کی بڑی خدمت کی۔ سلطان پور کے بہت سے اسکولوں میں سہ لسانی فارمولے کے تحت جدوجہد کر کے اردو کی تعلیم کا بندوبست کرایا جہاں آج بھی اردو پڑھائی جارہی ہے۔ سلطان پور میں جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کا انتظام بھی سب سے پہلے آپ ہی نے کرایا تھا۔ نوعمری میں ہی حضرت لکھنوئیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوگئے تھے، تمام عمر اوراد و وظائف کے انتہائی پابند رہے اور اس طرح سلوک کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد الٰہ آباد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ مولانا مرحوم کے تین صاحبزادے ہوئے۔ بڑے بیٹے افتخار احمد فہمی ناروی تھے جو شعر و سخن میں داغ دہلوی کے جانشین حضرت نوح ناروی کے شاگرد تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۶۹ء میں ہوگیا۔ یہ بڑے اچھے اور قادرالکلام شاعر تھے۔ دوسرے بیٹے نور احمد ناروی ہیں جو الٰہ آباد کے ایک کالج میں ریاضی کے استاذ رہ چکے ہیں اور تیسرے بیٹے اسرار احمد ناروی ہیں وہ بھی الٰہ آباد کے ایک اسکول میں انگریزی کے استاذ ہیں اور اردو کے مقبول کہانی کار اورر معروف سوشل ورکر ہیں جو اسرار گاندھی کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ مولانا مغیث الدین احمد نے ۴ر اپریل ۱۹۸۴ء میں وفات پائی اور الٰہ آباد ہی میں مدفون ہوئے۔ انھوں نے اپنی حیات ہی میں یہ تمام مکتوبات راقم الحروف کو عنایت فرمادیے تھے۔ حضرت علامہ لکھنوئیؒ اور ان کے خاندان سے بے حد فدائیانہ تعلق رکھتے تھے اور خود حضرتؒ بھی انھیں مثل اولاد کے سمجھتے تھے۔

میں بھی صحت ہے فالحمدللہ۔ تمہاری تعلیم کا بخوبی انتظام ہو جانے سے بہت خوشی ہوئی اور اطمینان ہوا۔ میرا خط اگر دیر میں پہنچے تو اس کا خیال نہ کرو اور اپنے ضروری حالات سے اطلاع دیتے رہو۔ غالباً راستہ پنجاب کا درست ہو جانے کے بعد میں پنجاب جاؤں۔ ان شاء اللہ تم کو اطلاع دوں گا کہ اسٹیشن پر ملاقات ہو جائے۔ اہل امروہہ کا اصرار اب تک بدستور ہے، میں نے ابھی تک اقرار نہیں کیا، تمہاری یاد یہاں اکثر ہوا کرتی ہے اور تمہارا ذکر ہوتا ہے۔ قاری صاحب سے سلام مسنون کہدو۔ فقط ناچیز

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲)

دفتر النجم، لکھنؤ

۱۵ جمادی الاخرہ ۱۳۴۳ھ

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین۔

سفر پنجاب سے واپس آکر تمہارا خط ملا جس میں تم نے اپنے والد[۱] کے انتقال کا حال لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ بلاشک یہ بڑا حادثہ ہے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانا معمولی واقعہ نہیں ہے، حق تعالیٰ ان کو جنّت الفردوس میں جگہ دے آمین۔

تم نے یہ نہیں لکھا کہ یہ خط کہاں سے بھیجا ہے، قیاس سے نارہ کا پتہ لکھ کر بھیجتا ہوں خدا کرے تم کو مل جائے۔ باقی یہاں کا حال لائق شکر ہے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳)

دفتر النجم، لکھنؤ

۲۶ ذی حجہ ۴۳ھ

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون! تمہارے دو کارڈ آئے، مجھے جواب بھیجنے میں دیر ہوئی۔ اس سبب سے کہ میں

---

[۱] آپ کا نام مولوی زین العابدینؒ تھا، جو نارہ ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے۔ ۱۳۴۳ھ میں وفات ہوئی۔

چاہتا تھا کہ کوئی ارادہ قائم ہو جائے تو تم کو خط لکھوں۔ یہاں سب خیریت ہے۔ سندھ کا سفر ملتوی رہا لیکن بمبئی سے متعدد تار آئے لہٰذا وہاں جانا پڑا، آج روانہ ہو جاؤں گا۔ بمبئی سے واپس آکر امروہہ کا ارادہ ہے کیونکہ امروہہ سے بھی متعدد خطوط اصرار کے آئے ہیں۔ بمبئی کا پتہ یہ ہے۔ شہر بمبئی پوسٹ نمبر ۹، بذریعہ منیجر مسجد خوجہ اہلِ سُنّت جماعت۔ تمہاری پڑھائی اور کھانے وغیرہ کا انتظام معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو کامیاب کرے۔ میرے لیے بھی دعا کرنا شاید تمہاری ہی دعا زیادہ مفید ہو۔ قاری مولوی عبداللہ صاحب[1] سے سلام مسنون کہہ دینا۔ فقط ناچیز

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۴)

دفتر النجم، لکھنؤ

۲۴ر ربیع الثانی ۷۴ھ

عزیزم سلّمکم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ!

ہاں مجھے تمہارے آنے کا علم ہوا تھا، ملاقات نہ ہونے کا افسوس مجھے بھی ہوا۔ طبیعت میری کچھ دنوں سے نادرست ہے اور اسی حالت میں امروہہ اور اس کے بعد کان پور جانا پڑا جس سے اور زیادہ نادرست ہو گئی۔

---

[1] مولانا قاری عبداللہ تھانوی ثم مراد آبادی نے ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی، اس کے بعد مولانا قاری ضیاء الدین الہ آبادیؒ اور شیخ التجوید قاری عبدالرحمٰن مکی ثم الہ آبادیؒ کی خدمت میں رہ کر قرأت سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ کچھ عرصے مدرسہ رحمانیہ محلہ پیر غیب مراد آباد میں مدرس، امام وخطیب رہے، اس کے بعد مدرسہ امدادیہ میں منتقل ہوگئے۔ شوال ۱۳۵۰ھ میں مدرسہ شاہی مراد آباد میں شعبہ تجوید کے سربراہ بنائے گئے، فن تجوید وقرأت کے علاوہ قومی وملی تحریکات میں بھی وافر حصہ لیتے رہے اور اس سلسلے میں قید بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ انہی اسباب سے مقامی حلقوں میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ فن تجوید میں متعدد کتابوں کے مؤلف بھی تھے۔ ۳ر جولائی ۱۹۴۳ء کو مراد آباد میں انتقال ہوا اور حوض والی مسجد لال باغ کے پیچھے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ کی وفات کے تقریباً دس سال کے بعد ۱۹۷۲ء میں بارش کی کثرت کی وجہ سے آپ کی قبر کا سرہانہ کھل گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اتنا عرصہ گذرنے کے باوجود آپ کا چہرہ بالکل تر و تازہ تھا۔

فیض آباد کے جلسے کی تاریخیں ۲۳ لغایت ۲۵ اکتوبر تجویز ہوئی ہیں؟ ممکن ہے کہ ایک دو دن آگے پیچھے ہوں۔ اس کے متعلق منشی مصطفےٰ علی مختار فیض آباد محلہ نخاس کو خط لکھ کر معلوم کر لینا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۵)

لکھنؤ، دفتر النجم

۱۷؍ جمادی الاولیٰ ۷۴ھ

مخلصی۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

خط تمہارا ملا۔ فیض آباد میں تمہارا انتظار رہا۔ یہاں ایک سخت حادثہ ہو گیا۔ عزیز از جان مولوی عبدالرحیم سلمہ [1] کے گھر میں جمعہ کے دن انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعائے مغفرت کرنا چاہیے اور ہو سکے تو قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرو اور باقی سب لوگ بخیریت ہیں۔ فقط والسلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] مولانا عبدالرحیم فاروقیؒ حضرت لکھنویؒ کے تنہا حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۸۷ء کو کاکوری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ قدیمہ فرنگی محل میں شمس العلماء مولانا عبدالحمید فرنگی محلیؒ اور شمس العلماء مولانا عبدالمجید فرنگی محلیؒ سے پڑھا۔ بعض کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت لکھنویؒ سے بھی پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا حفیظ اللہ اعظمیؒ، مولانا عبدالوحیدؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور مولانا عبداللطیفؒ جیسی عظیم شخصیات تھیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں پڑھایا، خزینۃ العلوم کے نام سے لکھنؤ میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔ جب دار المبلغین لکھنؤ کا قیام عمل میں آیا تو آپ بھی اس میں بحیثیت استاذ مقرر ہوئے اور پھر ساری زندگی اسی مدرسے کی خدمت میں گزار دی۔ آپ بے حد ذہین، صاحب علم وفضل، دوست نواز، متواضع اور عابد شب زندہ دار تھے۔ درسیات پر اور شعر و سخن میں بے حد عبور حاصل تھا۔ تحریک مدح صحابہؓ میں بھی پیش پیش رہے اور وعظ و خطابت میں بھی بہت مقبول تھے۔ ۲۴؍ دسمبر ۱۹۵۶ء میں لکھنؤ میں وفات پائی اور اپنے بڑے بھائی کے جوار میں مدفون ہوئے۔ آپ کا عقد اول اپنی چچازاد بہن کے ساتھ کاکوری میں ہوا تھا۔ مذکورہ بالا مکتوب میں انہی اہلیہ مرحومہ کے انتقال کی خبر دی گئی ہے۔ ان اہلیہ کا انتقال نومبر ۱۹۶۸ء میں ہوا تھا اور کاکوری میں درگاہ حضرت شاہ کرامت علیؒ کی مغربی دیوار کے باہر خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ مولانا عبدالحلیم فاروقیؒ (متوفی ۱۹۹۴ء) کی والدہ یہی تھیں۔

(۶)

دفتر النجم، لکھنؤ
۶ر شعبان ۴۷ھ
مخلصی زیدت توفیقاتکم
وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ!

میں سفر سورت سے لوٹ کر بہت بیمار ہو گیا تھا، تقریباً ایک ماہ سے مسجد نہیں جاسکا، اب چند روز سے نماز ظہر کے لیے جاتا ہوں۔ اب کی مرتبہ جون پور کا جلسہ میری علالت کے باعث ملتوی رہا، مگر اب اسی ہفتے میں وہاں جانا ہو گا اور سب خیریت ہے۔ فقط والسّلام

ناچیز محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۷)

دفتر النجم، لکھنؤ
۷ر رجب ۴۸ھ
مخلصی زیدت توفیقاتکم
وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ

میری طَبیعت اب ایسی ہی رہتی ہے، الحمد للہ اچھا ہوں، کوئی شکایت کسی قسم کی نہیں ہے۔ حالت کا قابل رحم ہونا تو اچھا ہے مگر دین سے بیگانگی کا افسوس اگر دل سے ہو گا تو، ان شاء اللہ، یہ بیگانگی زائل ہو جائے گی۔ حکیم صاحب[1] سے ملاقات ہو تو سلام کہہ دینا۔ ان کے

[1] حکیم صاحب سے مراد مولوی حکیم سید عبدالحقؒ ہیں جو جائس ضلع رائے بریلی کے رہنے والے تھے مگر بعد میں سلطان پور میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ حکیم صاحب مرحوم حضرت لکھنوئیؒ کے ہم عمر اور ان کے احباب اور ارادت مندوں میں تھے۔ حضرت جب بھی سلطان پور جاتے تو ان سے ضرور ملاقات فرماتے تھے۔ حکیم صاحب پیشے کے لحاظ سے ایک طبیب حاذق بھی تھے۔ ۱۹۴۰ء میں سلطان پور میں ان کا انتقال ہوا۔ مولوی حکیم سید محمود الحق، حکیم عبدالحقؒ کے جانشین ہوئے۔ مسجد عبدالسّلام سلطانپور کے امام وخطیب جمعہ تھے اور شعر و سخن سے بھی دل چسپی تھی۔ حضرت لکھنوئیؒ کی وفات پر انھوں نے منظوم خراج عقیدت بھی پیش کیا تھا جو ہفت روزہ اشرف سلطان پور، ہفت روزہ حرم لکھنؤ میں بھی شائع ہوا تھا۔

صاحبزادہ کا نام داخل ہو چکا ہے مگر پھر کچھ نہ معلوم ہوا کہ وہ امتحان کی تیاری کر رہے ہیں۔ فقط والسّلام

ناچیز محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۸)

دفتر النجم، لکھنؤ

۲۲ر شعبان ۴۸ھ

مخلصی سلام مسنون۔ الحمد للہ علی کل حال۔

اپنی علالت تو کچھ ایسی نہیں ہے جو قابل ذکر ہو البتہ نور چشم عبد المہیمن کی علالت جس کو اب مدت ہو گئی ضرور مشوش ہے، ان کے لیے ضرور غائبانہ دعا کرو۔

مولوی عبد السّلام سلمہٗ کے متعلق تم نے شاید سنا ہوگا کہ اسی طوفان میل میں دیو بند سے آرہے تھے جو ریزہ ریزہ ہو گیا مگر خدا نے اپنی قدرت سے ان کو بچا لیا۔ میں اپنے مخلصین کے لیے دعائے خیر سے غافل نہیں ہوں۔ فقط والسّلام

ناچیز محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۹)

دفتر النجم، لکھنؤ

۲۴ر ربیع الاول ۴۹ھ

مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ کارڈ جوابی تمہارا ملا اور اس سے پہلے بھی تمہارے خطوط پہنچے۔ اولاً خود میں بیمار رہا، تپ و لرزہ شدید آیا پھر نور چشم مولوی عبد الغفور بیمار ہیں اور اب عبد المہیمن کی علالت ہے۔ ان ہی وجوہ سے جواب نہیں لکھ سکا، معاف کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ سب کو صحت دے، خداوند کریم تم کو بھی شفا عطا فرمائے، اپنی مفصل حالت لکھو۔

فقط محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۱۰)

دفتر النجم، لکھنؤ

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۴۹ھ

مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون ودعاہائے حُسنِ عاقبت معلوم ہو کہ خط تمہارا ملا، حالات معلوم ہوئے۔ خداوند کریم مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ یہاں آنے کے لیے جب جی چاہے اور فرصت ہو آسکتے ہو، لیکن پہلے سے دریافت کرلینا کہ میں موجود ہوں یا نہیں۔ یہاں اس وقت بحمدہ تعالیٰ سب خیریت ہے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب الٰہ آبادی کا انتقال ہو گیا۔

فقط والسّلام

ناچیز محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۱)

دفتر النجم، لکھنؤ

۱۶/ ماہ مبارک ۴۹ھ

مخلصی وعزیزی۔

بعد سلام مسنون آنکہ میں برہما کے طویل سفر سے رمضان کے قبل واپس آگیا تھا، اس سفر میں طبیعت بہت خراب رہی اور کام بھی بہت ہوا۔ فالحمد للہ۔ اب اچھا ہوں۔ تم آنا تو پہلے دریافت کرلینا کیونکہ عید میں نانپارہ (ضلع بہرائچ) جانا ہوگا پھر کان پور میں رضاخانیوں سے مناظرہ ہونے والا ہے، غالباً وہاں بھی مجھے جانا ہوگا۔ حکیم صاحب سے مل کر میرا سلام کہہ دینا اور ان کے گھر کی حالت دریافت کرکے لکھنا کیونکہ وہ اس زمانے میں بیمار تھیں اور جو کچھ حکیم صاحب کہیں وہ بھی لکھنا۔

فقط محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۲)

دفتر النجم، لکھنؤ

۲۱/ ماہ مبارک ۵۰ھ

مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ یہ کارڈ تمہارا بہت دنوں کا آیا ہوا ہے، جواب میں تاخیر ہوئی۔ اب کی مدت سے تم نہیں آئے، رمضان المبارک بھی قریب ختم ہے۔ کل سے میں اعتکاف میں ہوں۔ مولوی حافظ عبدالغفور سلمہ نے کل سے دوسرا قرآن شروع کیا ہے، چار پارے روز پڑھتے ہیں مگر چونکہ سلسلہ بیماری کا باقی ہے اس لیے پاؤں پر ورم بڑھ گیا ہے۔ تم نے معلوم نہیں کہ اب کی مرتبہ کہیں پڑھایا نہیں۔

حکیم صاحب سے، شیخ عبداللطیف[۱] صاحب سے اور عبدالواحد صاحب[۲] سے ملاقات ہو تو سلام مسنون کہہ دینا۔ مولوی فخر الدین سلمہ[۳] سے بھی۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۳)

دفتر النجم، لکھنؤ

۱۲ر محرم ۱۳۵۱ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعا۔ خط پہنچا، حالات معلوم ہوئے یہاں سب خیریت ہے۔

آج کل یہاں یکم محرم سے میرے وعظ ایک خاص سلسلہ سے ایک مقام پر ہو رہے ہیں۔ ۱۵ محرم تک ہوں گے، حالات قابل دید ہیں، بیان میں نہیں آسکتے۔

پھولپور سے میرے لیے بہت اصرار ہے، شاید جانا پڑے۔

فقط محمد عبدالشکور

---

[۱] شیخ عبداللطیف وکیل حضرت لکھنویؒ کے قدیم معتقدین میں تھے اور ان کے استقبال و گل پوشی میں پیش پیش رہتے تھے۔ آپ النجم کے حلقہ اشاعت کے بڑھانے میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اس دور میں ضلع مُسلم لیگ کے صدر تھے۔ ان کے بعض سیاسی خیالات سے اتفاق نہ رکھنے کے باوجود حضرت نے ان سے ذاتی مراسم برقرار رکھے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان چلے گئے اور ہیں ۱۹۵۰ء میں انتقال ہوا۔

[۲] حاجی عبدالواحد مرحوم ہڈی کے ایک بڑے تاجر تھے اور سلطان پور میں میونسپل کمشنر بھی تھے، حضرت لکھنویؒ کے متوسلین میں سے تھے۔ ۱۹۵۵ء کے بعد ان کی وفات ہوئی۔

[۳] مولوی فخر الدین کے حالات دستیاب نہیں ہوسکے۔

(۱۴)

لکھنؤ، دفتر النجم
۲۱ یکشنبہ ر صفر ۱۵ھ
عزیزی و مخلصی

بعد سلام مسنون آنکہ خط پہنچا۔ حق تعالیٰ شفائے کامل وعاجل عطا فرمائے۔
دنیا میں ان پریشانیوں کے سوا اور ہے کیا مبارک ہیں وہ لوگ جن کو حق تعالیٰ کی محبت اور حق تعالیٰ کی یاد ان تمام چیزوں سے غافل کردے۔

خوش آں دل کاندرو منزل کند عشق
زکار عالمش غافل کند عشق

سلطان پور سے حکیم صاحب کے اور وکلاء کے پے درپے خطوط آئے آدمی آیا، چنانچہ ان شاء اللہ، پنجشنبہ کو وہاں جاؤں گا۔

فقط محمد عبدالشکور

(۱۵)

دفتر النجم، لکھنؤ
۱۴ ربیع الثانی ۱۵ھ
عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ خط تمہارا ملا۔ تمہاری گھر کی علالت بدستور معلوم کرکے قلق ہوا۔ ایک چینی کی سفید رکابی میں آیات شفا لکھ کر پلاؤ اور روزآنہ سوتے وقت معوذتین پڑھ کر ہاتھ پر دم کرکے سارے جسم پر پھیرنا چاہیے، ان شاء اللہ، جلد شفا ہوگی۔ سب لوگ تم کو سلام ودعا کہتے ہیں۔ حکیم صاحب، شیخ عبداللطیف صاحب اور معشوق علی صاحب[1] سے سلام مسنون کہہ دینا اور کہنا کہ سلطان پور کی حالت سے کبھی کبھی مطلع کرتے رہا کریں تو، ان شاء اللہ، جب بھی موقع ملے گا میں بھی کچھ نہ کچھ لکھ دیا کروں گا۔ نور چشم مولوی عبدالمومن کو سخت آشوب چشم ہے، دعا کرو۔ ناپنارہ (ضلع بہرائچ، یوپی) میں ایک قادیانی منیجر نے بہت مظالم کر رکھے ہیں

[1] سید معشوق علی وکیل کے حالات ان کے نام خطوط کے ذیل میں آئندہ آرہے ہیں۔

فرض نمازوں کے بعد ظالم کے دفعیہ اور مظلومین کی نجات کے لیے ضرور بالضرور دعا کرو۔ فقط

ایک نہایت ضروری بات یہ ہے کہ شیخ عبداللطیف صاحب وکیل سے یہ کہہ دینا کہ آپ نے سیّد نصیر احمد صاحب نقوی بی۔اے ایل ایل بی وکیل مسافرخانہ کے نام النجم کا وی پی بھجوایا تھا جو آج بتاریخ ۱۸/ اگست واپس آگیا۔ پھر جو جواب وہ دیں اس سے مجھے مطلع کرنا۔

فقط محمد عبدالشّکور

(۱۶)

دفتر النجم، لکھنؤ

یکم جمادی الاخرہ ۱۳۵۱ھ

عزیزی و مخلصی زیدت حسنا تکم

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔ خط تمہارا ملا، حکیم سیّد عبدالحق صاحب سے تمہاری علالت کا حال معلوم ہوا تھا مگر اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اب صحت ہو چلی ہے۔ حق تعالیٰ جلد صحت عطا فرمائے۔ ناظم صاحب[۱] کے خط سے ولادت فرزند کا حال معلوم ہو کر مسرت ہوئی، حق تعالیٰ مبارک کرے، نام تم خود عمدہ رکھ سکتے ہو۔ محی الدین مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ تاوقت صحت تامہ اپنے حالات سے مطلع کرتے رہو۔ ۸۔۹ اور ۱۰ اکتوبر کو فیض آباد میں جلسہ ہے اگر تمہاری طبیعت درست ہوتی تو تم کو وہاں بلاتا۔ ناظم علی صاحب سے سلام مسنون کہہ دینا۔ فقط

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۷)

دفتر النجم، لکھنؤ

۲۳/ رجب ۱۳۰۱ھ

عزیزی و مخلصی۔ بعد سلام مسنون و دعا آنکہ تمہاری صحت و عافیت معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ تم کو مع متعلقین کے بصحت و عافیت رکھ کر اپنی یاد کی توفیق دے آمین۔

---

[۱] ناظم علی ساکن پلٹن بازار سلطان پور حضرت لکھنویؒ کے متوسلین میں تھے، آپ نہایت دین دار، متشرع اور فعال شخص تھے اور مکتوب الیہ مولانا مغیث الدین کے قریبی عزیزوں میں تھے۔

میں پرسوں بہاولپور پنجاب کے سفر سے ۲۶ دن کے بعد بہت خستہ و بیمار ہو کے واپس آیا ہوں، اب مجھ سے سفر نہیں ہو سکتا۔ ارادہ ہے کہ اب ترک سفر کا اعلان کر دوں۔

بہاول پور میں ایک بڑا ہی معرکے کا مقدمہ مرزائیوں پر دائر عدالت ہے۔ یہ مقدمہ سیکڑوں مناظروں سے زیادہ مفید ہے۔ اس کے سلسلے میں میرا جانا ہوا تھا۔ سلطان پور سے معشوق علی صاحب وکیل نے انجمن تنظیم کے جلسے میں مجھے مدعو کیا ہے۔ یہ کیسی انجمن ہے؟ اطلاع دو، میں نے جواب میں اپنی معذوری ظاہر کر دی ہے۔ حکیم عبدالحق صاحب اور تمام احباب سے سلام مسنون کہنا اور ایک بات یہ ہے کہ معشوق علی صاحب نے لکھا ہے کہ ایک عالم کو اور بھی جلسے میں مدعو کیا جائے۔ میں اس کے متعلق غور کر رہا ہوں، اگر کوئی خیال میں آ گیا تو اطلاع دوں گا لیکن اگر انھوں نے از خود کسی رضاخانی کو بلا لیا تو کام خراب ہو جائے گا اور میں تو پھر قطعاً پرہیز کروں گا۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۸)

لکھنؤ۔ دفتر النجم

۱۲ر شوال ۱۳۵۱ھ

عزیزی و مخلصی

بعد سلام مسنون و دعا، آنکہ خط ملا، معشوق علی صاحب کا خط بھی آیا، تواریخ جلسہ کا علم ہوا۔ خلیل داس کو نہ بلانا ضروری تھا۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کو مؤسے، حکیم عبدالشکور صاحب[۱] کو مرزاپور سے اور مولوی نعمت اللہ صاحب کو مانک پور سے اگر چاہیں تو بلالیں

---

[۱] مولانا حکیم عبدالشکور حنفی مرزاپوری کا وطن اصلی جونپور تھا، مگر قیام مرزاپور یوپی میں تھا اور وہیں مطب کرتے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں ''مدرسہ الٰہیات'' (کانپور) سے فراغت حاصل کی۔ اس مدرسے کی نسبت سے آپ اپنے نام کے ساتھ الٰہی لکھا کرتے تھے۔ آپ بلند پایہ عالم اور نہایت محقق مصنف تھے۔ طبیعت میں ظرافت اور بذلہ سنجی بہت تھی۔ مختلف مذاہب اور مختلف فرقوں کے عقائد و ادیان کا تقابلی مطالعہ بہت گہرا تھا۔ النجم لکھنؤ میں آپ کے اکثر مضامین اور رسائل شائع ہوتے رہتے تھے، اسی لیے حضرت لکھنویؒ سے بڑے خصوصی علمی روابط تھے۔ آپ کی وفات مرزاپور میں ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں ہوئی۔ آپ کی جن تصانیف کا علم ہو سکا ہے وہ یہ ہیں: دشمنانِ حسینؓ، قاتلان حسینؓ، تحفہ امامیہ، ارتداد شیعہ، تحریف وید، مطالبہ حق، آریہ توڑ، تحفہ آریہ، بیان الحق وغیرہ۔

خواہ سب کو یا کسی ایک جیسا مناسب ہو۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ شاید نہ آسکیں گے۔ ان کو لکھنا فضول ہے۔ میری بات یہ ہے کہ یہاں مدرسہ دارالمبلغین کا افتتاح ہونے والا ہے، ایسی حالت میں یہاں سے ایک دن کے لیے بھی ہٹنا مشکل ہے تاہم ایک دو دن کے لیے جس طرح ہو سکے گا آؤں گا۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۹)

دفتر النجم، لکھنؤ

۱۶ر ربیع الاول ۵۲ھ

عزیزی و مخلصی بعد سلام مسنون آنکہ خط تمہارا ملا۔ بزرگوں کے حالات پڑھنے سے ضرور، ان شاء اللہ، ان کی محبّت اور ان کے ساتھ روحانی نسبت پیدا ہوگی اور یہی مقصود بھی ہے، مگر اس کے ساتھ ذکر بھی بطریق معلوم روزانہ ہونا چاہیے تو پورا فائدہ، ان شاء اللہ، ہوگا۔ حق تعالیٰ تم کو شفا دے۔ بعد صحت کے النجم کی قیمت وصول کر کے بھیج دینا۔ آج میں جون پور جا رہا ہوں۔ اگرچہ اب میں بالکل معذور ہوں، لیکن لوگ آئے ہیں اور مقدمے کی اہمیت پر اصرار کر رہے ہیں، غالباً دو دن وہاں قیام رہے، امید نہیں کہ موقع ملے، ورنہ واپسی میں ایک ٹرین سے سلطانپور اتر لیتا۔ فقط

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۲۰)

دفتر النجم، لکھنؤ

۲۷ر ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ خط تمہارا ملا، بدریافت خیریت اطمینان ہوا۔ ہاں میں ایک دن کے لیے امروہہ (ضلع مراد آباد) گیا تھا۔ حکیم اسماعیل صاحب و مولوی شعیب احمد صاحب آئے اور بہت اصرار کیا ورنہ میں اب باہر جانے کے قابل نہیں ہوں۔ اب آئندہ ماہ میں جب آنے کا ارادہ ہو تو پہلے اطلاع دے دینا۔ حکیم عبدالحق صاحب، شیخ عبداللطیف صاحب اور معشوق علی

صاحب سے اور سب احباب سے سلام مسنون کہہ دینا۔ اشرف حسین صاحب کو جب تم نے خط دکھلایا تو انھوں نے کیا جواب دیا۔ میں برابر سب کے لیے دست بہ دعا رہتا ہوں۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۱)

دفتر النجم، لکھنؤ

۲۵/ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ۔ شنبہ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ تمہارا خط ملا، بدریافت خیر وعافیت اطمینان ہوا۔ تعطیل دسہرہ میں ۲۷۔۲۸۔۲۹ ستمبر یوم چہار شنبہ، پنجشنبہ وجمعہ فیض آباد (یوپی) میں وہی جلسہ ہے جس کی بنیاد میں نے ڈالی تھی[1] اس لیے غالباً خواہ مخواہ وہاں شرکت کرنا پڑے گی لہٰذا جمعہ کو وہاں آخری دن شرکت کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اشرف حسین اور عبدالغفور سے کہہ دینا کہ اب ان کے نام وی پی بھیجا جائے گا۔ حکیم صاحب، شیخ عبداللطیف صاحب اور سب احباب سے سلام مسنون کہہ دینا۔ فقط والسلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۲)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۳۰/ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ

محبی و مخلصی احسن اللہ تعالیٰ الینا والیکم

بعد سلام مسنون ودعا ہا۔ خط تمہارا ملا، خیر وعافیت معلوم ہوئی۔ ہاں میں شملہ گیا تھا، مولوی عبدالرحیم وعدہ کر آئے تھے ورنہ اب باختیار خود کہیں جانا معلوم ہے۔ اکتوبر میں فیض آباد کا جلسہ ہے، مولوی ضرغام الدین صاحب تشریف لائے تھے، مجھے جانا پڑے گا۔ بہتر ہے کہ تم وہیں آکر مل لو، اس زمانے میں تعطیل بھی ہوگی۔ محمد سعید کے متعلق تمہارا خیال معلوم ہوا، میں بھی ابھی متامل ہوں۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ وہی مقدر کرے جو خیر ہو۔ فقط

[1] یہ جلسے انہی متعینہ تاریخوں میں اب بھی "شفائے روح" کے عنوان سے ہوتے ہیں۔

والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۳)

دارالمبلغین، لکھنوٴ

۲۲ر ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ خط تمہارا ملا۔ وعدے کا الزام تو میرے اوپر نہ قائم کرو۔ ہاں، ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ، ارادہ ضرور ہے کہ پنجشنبہ کو دن میں یہاں سے چل کر دن ہی میں پہنچوں۔ رات کو تقریر کرنے میں مجھے دشواریاں ہیں۔ دن میں ہو تو بہتر ہے ورنہ پھر جیسی تم سب کی خوشی ہو۔

دارالمبلغین سے کسی کو ساتھ لانے کے لیے لکھتے ہو، اچھا ہو سکا تو، ان شاء اللہ، مولوی محمد عبدالرحیم سلمہ کو ہمراہ لیتا آوٴں گا اور ان کو وہاں چھوڑ کر میں چلا آوٴں گا۔ آگے اللہ مالک ہے۔

یہ خط ایک دن پڑا رہ گیا۔ منی آرڈر آٹھ روپیہ کا فرستادہ معشوق علی صاحب آگیا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۴)

کاکوری۔ یوم شنبہ

۱۶ر رجب ۱۳۵۳ھ

عزیزی و مخلصی۔ بعد سلام مسنون۔

لفافہ مع ٹکٹ پہنچا مگر تین پیسے کے بجائے چار پیسے اغیار کی جیب میں ڈالنے کو دل نہ چاہا۔ خیر۔

جو حالت اپنی تم نے لکھی ہے اس پر حق تعالیٰ کا شکر کرو تو، ان شاء اللہ تعالیٰ، ترقی ضرور بالضرور ہوگی۔ وعدہ ہے کہ: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ۔ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "در طریقہ ما محرومی نیست۔" الحمدللہ تعالیٰ میں بخیریت ہوں اور سب متعلقین بھی بخیریت ہیں۔ دعائے حسن خاتمہ میں مجھے یاد رکھنا۔ فقط والسّلام

ناچیز محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۵)

کاکوری۔ ۱۶ شعبان
۱۳۵۳ھ یوم شنبہ
مخلصی المکرم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہا۔ تمہارا بچہ امید ہے کہ، ان شاء اللہ، بخیریت ہوگا۔ نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالمومن[1] کا نکاح روز دوشنبہ ۲۵ شعبان حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی بھتیجی سے بمقام ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہوگا، اس تقریب میں میں نے خاص خاص اعزہ کو بھی مدعو نہیں کیا اور نہ کسی کو احباب میں سے بلایا لیکن اگر تم چاہو تو شریک ہو سکتے ہو۔ یک شنبہ ۲۴ شعبان کو چار بجے پسنجر سے ہم لوگ فیض آباد پہنچیں گے، یہ وہی گاڑی ہے جس سے اس مرتبہ فیض آباد گئے تھے۔ بس تم فیض میں ٹانڈہ کا ٹکٹ لیے ہوئے مل جاؤ اور ساتھ ہی سوار ہو جاؤ۔ سہ شنبہ کو علی الصباح ٹانڈہ سے واپسی ہو جائے گی۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] جناب مولانا عبدالمومن فاروقیؒ (م ۱۹۶۷ء) حضرت لکھنویؒ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا عقد ۲۵ شعبان ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء بروز دوشنبہ قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد (حال ضلع امبیڈکر نگر) یوپی میں مولوی سید بشیر الدینؒ (م ۱۹۵۶ء) کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ مولوی سید بشیر الدین صاحبؒ اپنے علاقے کے ایک خوشحال زمیندار تھے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (م ۱۹۵۷ء) سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علمائے ہند کے چچازاد بھائی تھے۔ جناب مولانا عبدالمومن فاروقیؒ کی یہ اہلیہ محترمہ انتہائی دین دار، سلیقہ شعار اور عابدہ شب زندہ دار خاتون تھیں۔ آپ کی اولادوں میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک یہ راقم الحروف ہے، دوسری میری چھوٹی بہن ہیں جو مولانا سید ارشد مدنی استاذ دارالعلوم دیوبند سے منسوب ہیں۔ میرے دوسرے چھوٹے بھائی عزیزی عبدالقیوم فاروقی سلمہ ہیں جو دہلی میں سرکاری ملازم ہیں۔ میری دوسری چھوٹی بہن ۱۹۸۷ء میں تین بچوں کو چھوڑ کر وفات پاچکی ہے اور ایک سب سے چھوٹا بھائی عبدالہادی مرحوم جون ۱۹۴۸ء میں وفات پاچکا ہے۔ ہم بھائی بہنوں کی والدہ مرحومہ جن کے عقد کا مذکورہ بالا مکتوب میں ذکر ہے وہ بھی ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو دہلی کے مجیدیہ اسپتال میں اپنے مالک حقیقی سے جاملیں اور پھر اسی شب میں انھیں دیوبند لے جاکر قبرستان قاسمی میں سپرد لحد کر دیا گیا۔

(۲۶)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۸شوال ۱۳۵۳ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعائے نافعۂ دارین واضح ہو۔نانپارے والوں کے متعدد خطوط و تار اور ان کے سخت اصرار سے نانپارہ جانا پڑا، واپسی بعد عید ہوئی، اس سبب سے جواب خطوط میں دیر ہوئی۔ تم نے آخری خط میں مجھے جن القاب سے یاد کیا ہے میں تو کانپ گیا۔اتنا مبالغہ نہ چاہیے۔

تمہاری حالت، ان شاء اللہ تعالیٰ، امید افزا ہے۔اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔میں، ان شاء اللہ، اسی پنجشنبہ کو چار بجے شام کو اکبرپور کی طرف سے فیض آباد پہنچوں گا پھر یا تو اسی وقت یا صبح کو بروز جمعہ بھدرسہ (ضلع فیض آباد) چلا جاؤں گا۔ تم اگر آسکو تو جمعہ کے دن علی الصباح بھدرسہ پہنچو اور اگر اس وقت نہ آسکو تو پھر جب موقع ہو، اگر تم آگئے تو زبانی ورنہ بعد واپسی خط لکھوں گا۔

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۷)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۲۵شوال ۱۳۵۳ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ تمہارے خط پہنچے، تم جواب کا انتظار کرتے ہوگے مگر یہاں حالت یہ ہے کہ لکھنا اب ایک امر اہم معلوم ہوتا ہے۔

تمہاری حالت اچھی ہے، حق تعالیٰ کا شکر کرو تو: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کی نعمت حاصل ہو۔ بھدرسہ نہیں پہنچ سکے تو کچھ معذرت کی ضرورت نہیں، پھر جب بوقت فرصت آؤ گے تو دیکھا جائے گا۔ النجم کے متعلق کوشش ہو رہی ہے نتیجے کی امید محض خداوند کریم کی تائید غیبی سے ہے۔

کتاب "تذکرہ پیران طریقت"[۱] کی تالیف کے لیے دعا کرو کہ حق تعالیٰ اتمام کو پہنچا دے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۸)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۱۱ر صفر ۱۳۵۴ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہا واضح ہو شب کو تمہارا کارڈ ملا، حال معلوم کرکے بہت قلق ہوا۔ حق تعالیٰ سے دعا کی گئی۔ زیادہ پریشان ہونے کی بات نہیں ہے، اول تو، ان شاء اللہ تعالیٰ، یہی جگہ ملے گی ورنہ اس سے بہتر کوئی دوسرا انتظام ہوگا۔

خدا گر بہ حکمت بہ بندد درے
کشاید بہ فضل وکرم دیگرے

جو کچھ حال ہو اس سے جلد جلد مطلع کرتے رہو اور تردد مت کرو، اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔

فقط محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۹)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۲۰ر جمادی الاخرہ ۱۳۵۴ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہا۔ خط ملا، حالات کا علم ہوا۔ مولوی محمد اشرف کا انتقال معلوم ہوا، اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔ فیض آباد کی تاریخیں ۶۔۷۔۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء ہیں۔ اصرار زائد ہے مگر میرا دل آمادہ نہیں ہوتا۔

بٹن[۲] کے متعلق ابھی تک کوئی مختتم رائے قائم نہیں ہوئی لیکن، ان شاء اللہ تعالیٰ، اسی

---

[۱] اس کتاب کے مسودے کے ابتدائی چند اوراق راقم کی نظر سے گذر چکے ہیں، یہ کتاب مکمل نہیں ہو سکی۔

[۲] یہ حضرت لکھنویؒ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں، اصلی نام ماریۃ الزہراء تھا لیکن گھریلو نام بٹن تھا۔ اللہ تعالیٰ

ماہ میں کچھ نہ کچھ فیصلہ ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ بہ احسن وجوہ جلد اس فرض سے مجھ کو سبکدوش کرے آمین اور سب خیریت ہے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳۰)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۵/رجب ۱۳۵۴ھ

عزیزی و مخلصی زیدت حسناتکم

بعد سلام مسنون آنکہ خط تمہارا ملا، حالات معلوم ہوئے، گھر جانے کی ضرورت ہے تو بلا تکلف گھر جاؤ۔ دیوالی کی تعطیل میں یہاں آنے کا ارادہ ہو تو پہلے دریافت کر لینا کیونکہ اسی ماہ میں ایک معرکے کا مناظرہ سندھ میں روافض سے ہونے والا ہے، شاید مجھے وہاں جانا پڑے۔ پرسوں بروز دوشنبہ میں فیض آباد کا قصد رکھتا ہوں اور یہاں بفضلہٖ تعالیٰ سب حال بدستور ہے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳۱)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۸/شعبان ۱۳۵۴ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ کارڈ تمہارا ملا۔ سندھ کا سفر بفضلہٖ تعالیٰ ملتوی ہو گیا۔ الحمد للہ یہاں سب لوگ بخیریت ہیں، کوئی امر جدید نہیں۔

ڈپٹی صاحب کو میری طرف سے جواب سلام کہہ دینا۔ اول تو میرے پاس آنا تکلیف لاحاصل ہے دوسرے یہ کہ اسی ماہ میں دو تین مرتبہ ایک ایک دو دو روز کے لیے باہر جانا ہے، تحفّظ ملت [۱] کو پھر از سر نو درست کیا ہے۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵ شعبان کو استقبال رمضان کے

غریق رحمت کرے۔ ان کے مکمل حالات گزشتہ صفحات کے حاشیے میں لکھے جا چکے ہیں۔

[۱] تحریک مدح صحابہؓ کے دور میں لکھنؤ میں حضرت امام اہل سُنتؒ کے ایماء پر "مجلس تحفّظ ملت" کے نام سے

مواعظ، ان شاء اللہ تعالیٰ، ہوں گے۔ سب احباب سے بشرط سہولت سلام کہہ دینا۔ فقط
محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۳۲)

دارالمبلغین، لکھنؤ
۱۹/ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ
عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ خط ملا، حالات معلوم ہوئے۔ الحمد للہ اب مجھے صحت ہے۔ ضعف البتہ ہے تو وہ اب مقتضائے عمر بھی ہے اور سب خیریت ہے۔

شوال کی اخیر تاریخوں میں نور چشمی[1] کے عقد سے فراغت ہو گئی۔ یہی مناسب معلوم ہوا کہ گھر ہی میں کیا جائے چنانچہ اللہ نے فراغت دے دی والحمد للہ علی ذلک۔ فقط
محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۳۳)

دارالمبلغین، لکھنؤ
۲۳/ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ
عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون۔ خط میں جواب کے لیے کارڈ یا ٹکٹ بھیج کر تم جواب کے لیے مجبور کر دیتے ہو مگر پھر بھی ادائے فرض سے قاصر رہتا ہوں۔ تمہاری حالت معلوم ہو کر مسرت ہوئی، اللھم زد ولاتنقص یہ برکت ہے اس کی کہ تم نے قرآن مجید کی خدمت شروع کر دی، ورنہ یہ نہ میری صحبت کا اثر ہے اور نہ دعا کا۔

ایک تنظیم کے قیام کا بندوبست کیا گیا تھا، اسی وقت کے تمام جلسے اور جلوس اور حکومت سے گفت و شنید کے تمام کام اسی کے ذریعے کیے جاتے تھے۔ آج بھی لکھنؤ میں "شہدائے اسلام" نامی پندرہ روز جلسے اسی مجلس کے زیر اہتمام ہوتے چلے آرہے ہیں۔ مجلس تحفظ ملت کے ذریعے اصلاح معاشرہ اور مذہبی بیداری کے بہت سے کام انجام پذیر ہوئے۔

[1] یہاں حضرتؒ نے اپنی اکلوتی صاحبزادی مرحومہ کے عقد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اب چاہیے کہ قرآن مجید کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ تھوڑا ہی سا وقت ہو مگر ناغہ نہ ہو، علیٰ ہذا وظیفہ بھی اس مقدار سے کم نہ ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ، رفتہ رفتہ کام بن جائے گا۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں ۔

طلبگار باید صبور وحمول
کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

اپنے گھر میں سب کو اور حکیم صاحب کو، شیخ عبد اللطیف صاحب و سیّد معشوق علی صاحب کو اور سب احباب کو سلام مسنون کہہ دینا۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۳۴)

دار المبلغین، لکھنؤ

۲۵ر بیع الثانی ۵۵ھ

عزیزی و مخلصی زیدت حسناتکم

بعد سلام مسنون و دعا۔ خط ملا، خیریت معلوم ہوئی، یہاں بھی سب لوگ بخیریت ہیں، کوئی امر جدید رونما نہیں ہوا۔ بارش کل سے موقوف ہوئی ہے۔

خطوط میں تم میرے لیے القاب اتنے بڑے بڑے لکھتے ہو کہ دیکھ کر کانپ جاتا ہوں۔ میں اس سے خوش نہیں ہوتا لہٰذا آئندہ اس سے پرہیز کرو۔

اب کی مرتبہ اپنے وظیفہ کا التزام رکھو، ان شاء اللہ، محرومی نہ ہوگی۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۳۵)

دار المبلغین، لکھنؤ

۲۱ر شعبان ۱۳۵۵ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعا۔ کارڈ تمہارا بنام نور چشم مولوی حافظ محمد عبد السلام پہنچا، وہ دو دن کے لیے باہر گئے ہوئے ہیں۔ یہاں سب خیریت ہے، تمہارے موجود نہ ہونے کے

باعث وصولی وغیرہ میں بہت قلیل رقم فراہم ہوئی مثل نہ ہونے کے۔ خیر'

دیوالی کی تعطیل کب ہے۔ گورنر نے وفد کے ملاقات کی تاریخ ۱۴ر نومبر دی ہے اور کونسل میں سوالات بھی بہت عمدہ پیش ہوگئے ہیں۔ان کے جوابات کے لیے اسی منگل کو گورنمنٹ نے وعدہ کیا ہے۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔دعا کرنا چاہیے۔ حکیم صاحب سے، سیّد معشوق علی سے اور سب احباب سے بشرط سہولت سلام مسنون کہہ دینا۔ کیا اس سال ماہ مبارک میں، قرآن مجید سنانے کا ارادہ ہے؟ حفظ قرآن مجید بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی حفاظت ضروری ہے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور

(۳۶)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۵ر صفر ۱۳۵۶ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعا ہا۔ ایک خط تمہارا بمبئی میں بھی ملا تھا مگر نوبت جواب لکھنے کی نہیں آئی۔اس خط میں تم نے اپنے گھر کی حالت اچھی لکھی تھی، اب پھر تردد انگیز لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے اپنے فضل و کرم سے شفا دے آمین۔ یہاں طبیعت زیادہ گھبراتی تھی اس لیے بمبئی چلا گیا تھا خیال تھا کہ کچھ دنوں بھوپال قیام کروں گا مگر یہاں سے تار پر تار پہنچے کہ کمیشن[1] قائم ہوگیا جلد آئیں لہٰذا آنا پڑا، ایک ہفتہ ہوا یہاں پہنچا، پرسوں سے کمیشن کا اجلاس شروع ہوگا۔ مجھے شہادت دینا ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مدد کرے اور انجام بخیر ہو۔

اب ضعف روز بروز ترقی پذیر ہے۔ بڑا حصہ عُمر کا غفلت میں گذرا، اب ضعف میں گذر رہا ہے، سوا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کوئی سہارا نہیں۔ گھر میں اب جو کیفیت ہو اس سے مطلع کرو۔ حکیم صاحب، معشوق علی صاحب، شیخ عبداللطیف صاحب اور جن احباب سے بوقت

---

[1] تحریک مدح صحابہؓ کے سلسلہ میں حکومت یوپی نے اپنی پالیسی طے کرنے کے لیے السپ کمیشن اپریل ۱۹۳۷ء میں قائم کیا تھا جس میں مختلف علماء اور ماہرین قانون کے بیانات قلم بند کیے گئے تھے۔ یہاں اسی کمیشن کی طرف اشارا ہے۔

ملاقات یادرہے میری طرف سے سلام مسنون کہنا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳۷)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۲۸؍رجب ۱۳۵۶ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہا۔ خط ملا، حالات کا علم ہوا۔ بار بار وظیفہ ترک کر دینے کے باعث حالت خراب ہو جاتی ہے اور کچھ بات نہیں ہے۔

طلبگار باید صبور وحمول
کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

فیض آباد کی تاریخیں ۷۔۸۔۹ اور ۱۰ شعبان ہیں، اصرار بہت ہے مگر میرا کچھ ارادہ نہیں، جو وقت پر ہو جائے۔ معشوق علی صاحب پرسوں یہاں آئے تھے، کل واپس گئے ہیں۔ حکیم صاحب کا حادثہ سن کر بہت افسوس ہوا۔ میری طرف سے سلام کے بعد کلمات تعزیت کہہ دینا اور کہنا کہ میرے حالات سے عبرت لیجیے۔ فقط والسلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳۸)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۸ شوال ۵۶ھ۔ یوم یکشنبہ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم۔

بعد سلام مسنون ودعاہا، واضح ہو کہ کئی روز سے تمہارا خط ملفوف جواب کے لیے رکھا ہوا ہے۔ آج نوبت آئی، وہ بھی خود نہیں لکھ سکا۔ جو حالات اپنے تم نے لکھے ہیں، بہت مبارک ہیں۔ مگر ان حالات کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے۔ اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔ نسبت رابطہ کے لیے اتنا ہی تصور کافی ہے جتنا تم نے لکھا ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ زیارت حرمین شریفین کا ارادہ اس سال پختہ ہو گیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، مولوی

عبدالرحیم اور نور چشمان عبدالعزیز و عبدالغنی بھی ہمراہ ہوں گے۔ یہاں سے روانگی کی تاریخ ابھی معین نہیں کی اور تعین کے بعد بھی اس کا اظہار نہ کیا جائے گا۔

حکیم صاحب، سیّد معشوق علی صاحب وکیل، شیخ عبدالرشید صاحب وکیل[۱] اور شیخ عبدالواحد صاحب وغیرہ احباب کو سلام کہہ دینا اور اس کی خبر کر دینا، مگر اس کے ساتھ ہی جو صاحب ملنے کے لیے آنا چاہیں ان کو منع کر دینا کیونکہ میرے ملنے کا اب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

در ذکر خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست
سیاحئ دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست

فقط والسّلام
محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳۹)

دارالمبلغین، لکھنؤ
۶/ جمادی الاخرہ ۱۳۵۷ھ

عزیزی و مخلصی۔ بعد سلام مسنون اب کی مرتبہ خلاف عادت جیسے تم گئے ہو آج دوسرا خط تمہارا آیا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گھر میں شفا دے، ان کو لکھ بھیجو کہ جس قدر ہو سکے اٹھتے بیٹھتے: رَبِّ اِنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ کی تکرار کریں۔

ظفر الملک صاحب[۲] اور مولوی عبدالسّلام سلمہٗ دہلی گئے ہوئے ہیں اور اس مقصد

---

[۱] شیخ عبدالرشید وکیل کے حالات کا علم نہیں ہو سکا۔

[۲] مولوی اسحاق علی بن منشی حمایت علی کاکوروی اپنے تاریخی نام "ظفر الملک" سے مشہور ہوئے۔ ۱۸۸۴ء میں بمقام کاکوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ پہلے اسکولی تعلیم حاصل کی، انٹرنس تک پہنچ کر تعلیم ترک کر دی۔ بغرض تجارت کلکتہ، رنگون، ہانگ کانگ اور امریکہ کا سفر کیا۔ برما میں ملازمت بھی کی۔ ہندستان واپس آ کر حیدرآباد چلے گئے، وہاں مولانا عبدالحلیم شرر، مولانا ظفر علی خاں، علامہ تمنّا عمادی، میر محفوظ علی بدایونی جیسی شخصیتوں کی صحبت ملی۔ ۱۹۰۵ء میں لکھنؤ آ کر اپنا مشہور ماہنامہ "الناظر" نکالا جس نے جلد ہی اپنا علمی مقام بنالیا۔ خلافت تحریک میں بھی حصہ لیا۔ مہاتما گاندھی، علی برادران اور پنڈت موتی لال نہرو سے بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ ۱۹۳۷ء سے مدح صحابہ تحریک میں تن من دھن سے لگ گئے اور ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ حضرت مولانا عین القضاۃ لکھنویؒ سے بیعت کی تھی۔ لکھنؤ میں سُنّیوں کے لیے ایک اسکول قائم

سے گئے ہیں کہ غالباً، ان شاء اللہ، مدح صحابہؓ[1] کا معاملہ اب جلد طے ہو گا۔ انجمن فلاح المسلمین کے کاغذات ظفر الملک صاحب یا مولوی عبد السّلام بھیج سکتے ہیں، لہٰذا جب وہ دہلی سے آجائیں اس وقت لکھنا۔ فقط

محمد عبد الشکورؒ

(۴۰)

دار المبلغین، لکھنؤ

۲۰/ ماہ مبارک ۷۵ھ یوم دوشنبہ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

کیا جو آج سنی کالج کہلاتا ہے۔ ۱۹۴۶ء میں جمعیۃ عُلمائے ہند کے اکابر سے مدح صحابہؓ پر گفتگو کرنے کے لیے سلطانپور گئے اور وہیں انتقال ہو گیا۔ میت لکھنؤ اور کاکوری لائی گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

[1] تحریک مدح صحابہؓ کے سلسلہ میں پوری تفصیلات راقم الحروف اپنی کتاب "امام اہلِ سُنّت مولانا علامہ محمد عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ: حیات و خدمات" میں لکھ کر شائع کر چکا ہے۔ یہاں مختصراً اس کے بارے میں اتنا لکھ دینا کافی ہو گا کہ یہ تحریک لکھنؤ میں ۱۹۰۴ء سے شروع ہوئی تھی۔ انگریزوں کے دور میں حکومت پر اثر اور دباؤ ڈال کر مُسلمانوں پر یہ پابندی عائد کرا دی گئی تھی کہ وہ کسی مجمع عام یا جلوس میں صحابہ کرامؓ کا ذکر خیر نہیں کر سکتے ہیں، ورنہ ان کو ایک مخصوص فرقے کی دل آزاری اور نقض امن کے الزام میں سزا دی جائے گی، چنانچہ اس قانون کے خلاف سُنّیوں نے احتجاج شروع کر دیا، متعدد بار اسی سلسلے میں یہاں فسادات بھی ہوئے، جس میں کثیر جانی و مالی نقصانات ہوئے۔ حکومت نے ان اختلافات کی جانچ کرانے کے لیے دو مرتبہ تحقیقاتی کمیشن بھی مقرر کیے۔ پہلا کمیشن ۱۹۰۸ء میں "پگٹ کمیشن" کے نام سے اور دوسرا ۱۹۳۷ء میں "السپ کمیشن" کے نام سے مقرر کیا، مگر معاملات سُنّیوں کے حسب منشاء طے نہیں ہوئے اور احتجاجات جاری رہے۔ مدح صحابہؓ کی دینی و شرعی حیثیت واضح کرنے کے لیے ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ میں آل انڈیا عُلماء کانفرنس بلائی گئی جس میں مختلف مکتبہ فکر کے عُلماء شریک ہوئے اور یہ متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ موجودہ حالات میں مدح صحابہؓ صرف مستحب ہی نہیں بلکہ اب ضروریات دین کے زمرے میں داخل ہو گئی ہے، لہٰذا حکومت کی طرف سے اس میں رکاوٹ ڈالنا مداخلت فی الدین ہے۔ نومبر ۱۹۳۶ء میں یوپی اسمبلی میں بھی یہ معاملہ اٹھایا گیا اور حکومت کی مذمت کی گئی۔ یہی حالات کم و بیش ۱۹۴۷ء تک چلتے رہے، مگر تقسیم ملک کے بعد حالات بدل گئے اور پھر جدوجہد شروع کی گئی جس میں کامیابیاں حاصل ہوئیں اور اب تو یہ مسئلہ اس طرح حل ہو گیا ہے کہ شیعہ و سنی دونوں فرقے اپنے مذہبی جلسے و جلوس کر سکتے ہیں اور کسی قسم کی کوئی نمایاں پابندی نہیں ہے۔

بعد سلام مسنون! سول نافرمانی کی مہم حق تعالیٰ نے اس حسن وخوبی کے ساتھ ختم کرادی کہ صحابہ کرامؓ کی روشن کرامت کہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے ۲۸ سال کی غَصب شدہ سُنّیوں کی مذہبی عزت واپس دلادی فللہ الحمد حمداً کثیراً۔ جمعہ کے دن ۱۷ر ماہ مبارک کو فتح غزوہ بدر کی یہی تاریخ تھی اور یہی دن تھا عین اس حالت میں جب ہم لوگ سول نافرمانی کرکے اپنے کو جیل کے لیے پیش کرنے والے تھے اور پہلے جتھے میں میں نے اپنا نام دیا تھا یکایک گورنمنٹ کا کمیونک شائع ہوگیا، جس میں ہمارے کل مطالبات کا حق ہونا تسلیم کرکے روپیہ میں ۱۴ر تو اسی وقت دے دیے گئے اور ۲ر کے لیے عنقریب کا وعدہ ہوا۔ فوراً سول نافرمانی ملتوی کردی گئی، اب شیعوں کے یہاں ماتم ہے اور ان کے اخبار چیخ اٹھے۔ اشتہار مطبوعہ کل تک، ان شاء اللہ، روانہ ہوگا۔ سب احباب سلطانپور کو بعد سلام مسنون یہ بشارت سنادو۔ ان شاءاللہ، پرسوں بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر احاطہ شیخ شوکت علی مرحوم میں عظیم الشان جلسہ اسی انعام الٰہی کی تفاصیل سنانے کے لیے منعقد ہونے والا ہے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۴۱)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۱۵ر شوال ۱۳۵۷ھ یوم پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ مدت کے بعد تمہارا خط آیا، خط نہ بھیجنے کی ندامت کا اظہار چنداں مفید نہیں یا بے ضرورت ہے۔ تمہاری طبیعت کی نادرستی سے قلق ہوا لیکن تم نے یہ نہ لکھا کہ کیا علالت ہے۔ سات شوال کے بعد سے میری طَبیعت بھی خراب رہی ہے، ضعف زیادہ ہوگیا ہے، ایک روز تو بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ آخری وقت ہے، مولوی عبدالسّلام سلمہ نے جواہر مہرہ کھلایا، یہ حالت دیر تک نہیں رہی مگر یہ وقت تو پیش آنے ہی والا ہے، دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ کرے۔

حکیم صاحب سے بالقصد جاکر سلام کہہ دینا اور سیّد معشوق علی صاحب کے یہاں بھی بالقصد جاکر میری طرف سے عیادت کرنا اور ان کی مفصل حالت سے مطلع کرنا۔ شیخ

عبد اللطیف صاحب اور دوسرے احباب کو بھی سلام مسنون کہہ دینا۔ بڑے دن کی تعطیل میں کیا معنی اب کہیں بھی میں جانے کے قابل نہیں رہا، البتہ مدح صحابہؓ کا جو جز باقی رہ گیا ہے اس کو بھی حق تعالیٰ کامیابی سے ختم کرا دے تو چند روز کے لیے بھوپال کا قصد ہے، لیکن معلوم نہیں کہ اس وقت تک زندگی بھی ہوگی یا نہیں۔

الداعی[1] کے لیے تم نے پہلے بہت کچھ لکھا تھا مگر پھر معلوم نہ ہوا کہ تم نے کیا کیا۔ دعا کے لیے مجھ سے کہنا تحصیل لاحاصل ہے، میں کیا اور میری دعا کیا مگر پھر بھی غافل نہیں ہوں۔ فقط والسّلام

محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۴۲)

لکھنؤ۔ دار المبلغین

۱۹ر ذیقعد ۱۳۵۷ھ

عزیزی و مخلصی! بعد سلام مسنون ودعا ہا واضح ہو کہ تمہارے دونوں کارڈ جوابی یکے بعد دیگرے پہنچے۔ بے شک جواب لکھنے میں مجھ سے دیر ہو گئی۔ چاہتا تھا کہ کچھ مفصل لکھوں ورنہ اتنی دیر نہ ہوتی۔

تم نے اپنے اوقات کے انضباط اور حفظ قرآن کی مشق اور وظیفہ کو پندرہ ہزار بالالتزام جاری رکھنے کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ موجب مسرت ہے بشرطیکہ اس کی مداومت ہو۔ ذکر کے لیے وضو شرط نہیں مگر اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان بلا عذر بے وضو نہ رہے۔ حضرت امام ربانیؒ مکتوب ۸۴ حصہ نہم، دفتر سوم میں فرماتے ہیں:

”باوضو و بے وضو ذکر گوید وایستادہ ونشستہ وافتادہ بہ ہمیں کار مشتغل باشد و آمد و رفت ودر خور وخفت از ذکر خالی نباشد۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است
پاکیِ دل ز ذکرِ رحمٰن است

[1] ”الداعی“ کے نام سے دار المبلغین لکھنؤ کا ترجمان ماہنامہ ۱۹۳۸ء میں نکلنا شروع ہوا تھا، اس کے مدیر حضرت مولانا عبد الحلیم فاروقیؒ (م ۱۹۹۴ء) تھے۔ ۱۹۴۶ء میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس کی اشاعت بند ہو گئی۔

چنداں بد دام ذکر پرواز غیر مذکور از ساحت سینہ
او رخت بندد و ازما سوائے مذکور نامے و نشانے

درباطن او نماند انتھی بقدر الضرورہ

جو کچھ تم نے لکھا ہے اگر اس پر مداومت ہوئی تو، ان شاء اللہ، بہت جلد قلب جاری ہو جائے گا۔ معشوق علی صاحب کا ایک خط آیا تھا اس میں الداعی کے لیے دو خریداروں کے نام تھے، وہ خط الداعی کے دفتر میں، میں نے دے دیا۔ یاد کر کے ان سے مل کر ان کو اور ان کے گھر کے سب لوگوں کو میری طرف سے سلام ودعا کہہ دینا۔ آج ان کے نام بھی خط لکھنے کا ارادہ تھا مگر اب ضعف طاری ہو گیا۔ تمہارے پیچھے پھر ایک دورہ ضعف و برد اطراف کا ہوا جس کا اثر اب تک ہے۔ حکیم صاحب سے بھی سلام کہہ دینا اور سب احباب سے بھی جہاں تک یاد رہے۔ فقط

محمد عبد الشکور

(۴۳)

دار المبلغین، لکھنؤ

۵/ذیحجہ ۱۳۵۷ھ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہا۔ تمہارے دونوں خط پہنچے، حالات کا علم ہوا، مبارک ہو۔ اگر اسی طرح تمہاری مشغولی رہی تو کام بن جائے گا۔ یہ حقیر کیا اور اس کی توجہ کیا، جو کچھ کام ہو گا وہ اُوپر کے پیران طریقت کی برکت سے اور ان کے ساتھ محبّت کرنے سے ہو گا۔ حضرت امام ربانی مکتوب ۲۶۲ حصہ چہارم دفتر اول میں لکھتے ہیں:

"بہر وضعے کہ باشند از اوضاع شرعیہ محل مضایقہ نیست بشرط آنکہ رشتہ ایں محبّت گسستہ نشود بلکہ روز بروز قوت پیدا کند و نائرہ این اشتیاق سرد نہ گردد بلکہ ساعۃً فساعۃً در التہاب بیفزاید چہ ارتباط ما جہی است و نسبت ما انعکاسی و انصباغی۔"

قرآن شریف کا ورد اس وقت نہیں ہو سکتا تو تھوڑے دنوں کے بعد سہی، مگر حفظ قرآن بڑی نعمت ہے۔ یہ نعمت حاصل ہونے کے بعد زائل ہو جائے تو بڑی مُصیبت ہے۔

جو کتاب حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ [۱] کی تم لے گئے ہو جس قدر جلد فارغ ہو کر آجائے بہتر ہے کیونکہ اکثر اوقات میری بے چینی کو اسی سے سکون ہوتا ہے۔ "آفتاب" [۲] کی اشاعت پر اثر نہ پڑنا چاہیے۔ میں نے عبدالمومن کو پھر سمجھادیا ہے کہ کانگریس کی موافقت و تائید سے محترز رہیں۔

حکیم صاحب، سید معشوق علی، شیخ عبداللطیف صاحب، وجیہہ الدین صاحب، حافظ عبدالرؤف [۳] اور سب احباب و مُخلصین سے سلام کہہ دینا۔ مولوی حافظ صدیق صاحب سے بھی سلام کہہ دینا، وہ غالباً عید میں آئیں گے اور مجھ سے ملیں گے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۴۴)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۱۱رذلحجہ ۱۳۵۷ھ یوم پنجشنبہ

عزیزی و مُخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہا واضح ہو کہ تمہارا خط پہنچا، حالات کا علم ہوا۔ الحمدللہ کہ جو حالت تم نے لکھی ہے وہ بہت امید افزا ہے۔ ابھی تمام جسم سے ذکر کے جاری ہونے کا خیال نہ کرو صرف قلب کی طرف خیال رکھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، اب کی مرتبہ ملاقات میں قلب کے بعد

---

[۱] سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ غلام علی بن شاہ عبداللطیف ۱۱۵۸ھ میں بٹالہ ضلع گرداسپور پنجاب میں پیدا ہوئے اٹھارہ برس کی عمر میں دہلی آئے اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ سے مرید ہوئے اور پندرہ برس تک ان کی خدمت میں رہ کر علوم دینیہ اور سلوک و معرفت میں کمال حاصل کیا، عوام و خواص کو آپ کی ذات سے اس قدر فیض ہوا جس کی دوسری کوئی مثال نہیں ملتی۔ سلسلہ نقشبندیہ کی نشرواشاعت تمام بلاد اسلامیہ میں آپ کی ذات سے ہوئی اور یہ سلسلہ دوسرے اسلامی ممالک میں پھیلا، آپ کے ہزاروں مرید اور سیکڑوں خلفاء تھے، ساری عمر تجرد اور قناعت پسندی میں گزار دی۔ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ میں دہلی میں وفات پائی اور اپنے مرشد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

[۲] حضرت امام اہل سُنّت کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالمومن فاروقیؒ اُس دور میں سہ روزہ اخبار "آفتاب" کے نام سے نکالتے تھے۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

[۳] حافظ عبدالروف بھی حضرت لکھنویؒ کے متوسلین میں سے تھے۔ زیادہ حالات نہیں معلوم ہوسکے۔

کا سبق ہو گا۔ طبیعت کی نادرستی کا علاج کرنا چاہیے، اپنی صحت کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ ذکر کرنے سے قلب پر کوئی صدمہ نہیں پہنچتا بلکہ قلب کو راحت ملتی ہے جیسا کہ: اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبِ نص قرآنی ہے۔

مولوی صدیق کے کاموں کو معلوم کرکے مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ اور زیادہ توفیق دے۔ نمازیوں کی کثرت بہت بڑی چیز ہے بشرطیکہ اس میں اِستقلال ہو اور، ان شاء اللہ، اگر کچھ دنوں یہ سلسلہ رہا تو اِستقلال بھی ہو جائے گا۔

آفتاب[1] کی اشاعت کے متعلق میں جانتا ہوں کہ تم کو خیال ہے، میں نے احتیاطاً لکھ دیا تھا۔ الداعی کی اشاعت کو پابندی وقت پر لانے کی کوشش ہو رہی ہے اور امید ہے کہ جلد ایسا ہو جائے گا۔ یہ خط آج ۱۳ ذی الحجہ کو روانہ ہوتا ہے۔ کچھ اور لکھنے کے لیے اس وقت ملتوی کیا تھا مگر اب خیال نہیں آتا کہ کیا لکھنا چاہتا تھا۔

مخلصی سیّد معشوق علی صاحب سے بعد سلام مسنون کہہ دینا کہ ان کے قلم کی سطور موجب شکر گذاری ہوئیں۔ الداعی کے لیے انھوں نے ایک خریدار اور دیا اور مبلغ پانچ روپیہ کا منی آرڈر بھی دار المبلغین کے لیے بھیجا۔ دفتر کل کھل جائے گا، غالباً کل ہی رسید ان کے پاس روانہ ہو۔ سب احباب سے سلام کہہ دینا۔ قاری محمد صدیق ابھی تک مجھ سے نہیں ملے اور اب غالباً ان سے ملاقات بھی نہ ہو کیونکہ میں آج بہ سلسلہ مدح صحابہؓ دہلی جارہا ہوں۔ فقط والسّلام

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۴۵)

دار المبلغین، لکھنؤ

۲۴ر ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ بروز جمعہ

عزیزی و مخلصی

بعد سلام مسنون ودعاہا۔ کارڈ تمہارا ملا، قاری محمد صدیق و منشی مقبول کی مشغولی کا حال

---

[1] حضرت لکھنویؒ کے صاحبزادہ حضرت مولانا عبد المومن فاروقیؒ اس دور میں سہ روزہ اخبار آفتاب کے نام سے نکالتے تھے۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

معلوم کرکے مسرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا کرے کہ اپنے یاد سے غافل نہ ہونے دے اور یہ مشغلہ ترک نہ ہو، ایسی ہی حالت کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے کہ نعوذباللہ من الحور بعد الکور۔ سیّد معشوق علی صاحب کا خط ابھی نہیں آیا، لیکن تمہارے خط سے حال معلوم ہوگیا، ان سے بعد سلام مسنون کہہ دینا کہ تاریخوں کی تبدیلی کے لیے ذرا بھی غور نہ کریں جو تاریخیں ہیں وہ قائم رکھیں، میں اگر بھوپال نہ جاسکا جیسا کہ اب تک باوجود پے در پے عزیمتوں کے ہوا تو، ان شاء اللہ، ضرور شریک ہوں گا، گو میری شرکت محض برائے بیت ہوگی۔ برائے بیت اس زائد بے معنی لفظ کو کہتے ہیں جو شعر کا وزن پورا کرنے کے لیے بڑھائی جائے۔ جن جن لوگوں نے سلام لکھوایا ہے یاد کرکے سب کو فرداً فرداً جواب سلام کہہ دینا۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۴۶)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۲۴؍ ماہ رمضان مبارک۔ ۱۳۵۸ھ سہ شنبہ

عزیزی مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ خط تمہارا کئی روز سے آیا ہوا ہے مگر جواب لکھنے کی مہلت نہیں ملی۔ یہاں کے حالات اخباروں سے معلوم ہی ہوں گے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ دارالمبلغین محفوظ رہ گیا البتہ حافظ محمد اسلم صاحب[1] شہید ہوگئے جن کا خون، ان شاء اللہ، بالا بالا نہ جائے گا۔ مفصل حالات کی اطلاع، ان شاء اللہ، تم کو بعد کو ہوسکے گی۔ میرے آنے کے لیے جو تم نے لکھا ہے، ان شاء اللہ، کوشش کروں گا کہ شوال میں آؤں اور وہ بھی غالباً شروع تاریخوں میں لیکن ابھی وعدہ نہیں کرتا اور تاریخ کی تعین بالکل میری رائے پر رکھو، سفر خرچ بجائے منی آرڈر

---

[1] حافظ محمد اسلم مرحوم لکھنؤ کے ایک انتہائی دیندار اور عابد وزاہد بزرگ تھے اور حضرت علامہ لکھنویؒ کے بے حد عقیدت مند تھے۔ رمضان ۱۳۵۸ھ میں لکھنؤ میں شیعہ سنی فساد ہوگیا تھا چنانچہ اسی موقعے پر وکٹوریا اسٹریٹ سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ جانے والی گلی میں واقع مسجد میں انھیں شہید کردیا گیا تھا اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے گئے تھے۔

سے بھیجنے کے قاری محمد صدیق صاحب کے ہاتھ بھیج دینا اور نہ بھیجو جب بھی کوئی حرج نہیں۔ سیّد معشوق علی صاحب، قاری محمد صدیق صاحب، وجیہہ الدین صاحب، حافظ عبدالرؤف صاحب، منشی مقبول صاحب، عبدالرحیم صاحب[1]، منشی ناظم علی صاحب اور حکیم عبدالحق صاحب سے سلام مسنون کہہ دینا۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۴۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۰ ر جمادی الاولی ۱۳۵۹ھ پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعا ہا۔ بہت انتظار کے بعد کئی روز ہوئے تمہارا خط ملا۔ انتظار کا بڑا سبب یہ تھا کہ قاری عبدالمعبود صاحب نے الٰہ آباد سے واپس آکر کہا کہ مغیث الدین کا خط آپ کو پہنچا ہوگا، اس کے کہنے کے قریباً آٹھ دس روز بعد تمہارا خط آیا۔ بہر کیف تمہاری خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ میں دعا سے غافل نہیں ہوں اور اس کا اثر بھی تمہارے اندر ہے، ضرورت اس کی ہے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز مقصود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو شرک سے نفرت ہے، لا الٰہ الا اللہ کا مطلب یہی ہے کہ لا مقصود الا اللہ۔ کام سب وہی کرتے رہو جو کرتے ہو مگر سب کاموں کو غیر مقصود سمجھ کر جس طرح کہ پاخانے میں بیٹھتے ہیں اور اس بیٹھنے کو کوئی شخص بخوشی یا بلا ضروری نہیں گوارا کر سکتا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہ طفیل پیران عظام یہ حالت اس حقیر کو بھی عطا فرمائے۔ یہاں سب خیریت ہے۔ محافل کا سلسلہ بدستور جاری ہے اور سب حال مستوجب شکر ہے۔ کل سلطانپور سے معشوق علی صاحب کا خط آیا ہے ان کو اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول کا آنریری پر منتخب کیا گیا ہے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] منشی مقبول احمد اور عبدالرحیم صاحب بھی حضرت کے متوسلین وارادت مندوں میں تھے۔ زیادہ حالات کا علم نہیں ہو سکا۔

(۴۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۲رذی الحجہ یوم سہ شنبہ ۱۳۵۹ھ

عزیزی و مخلصی حافظ مغیث الدین سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون ودعاہا! تمہارے خطوط سفر میں بھی ملتے رہے اور حافظ عبدالرؤف صاحب کے لفافے میں لکھنؤ پہنچ کر بھی ملا۔

سفر سے واپس ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا مگر ابھی تک طبیعت درست نہیں۔ اب بخوبی معلوم ہو گیا کہ سفر کی اہلیت بالکل نہیں، صرف ہمت ہی ہمّت ہے۔ سفر سے واپسی پر خستگی اور ضعف کا احساس بہت زیادہ ہوا اور دوسری پریشانیاں بھی لاحق ہوئیں، جن میں سب سے زیادہ نور چشم عبدالغنی سلمہ کی علالت ہے۔ مفصل حال شاید قاری صدیق بیان کر سکیں۔ شجرۂ طیبہ کی طباعت کے لیے اس مرتبہ پھر صاحبزادہ صاحب[1] نے فرمایا، وہاں بھی بعض لوگ داخل سلسلہ ہوئے اگرچہ صاحبزادہ صاحب جس شہر میں موجود ہوں وہاں اس نالائق کو اس کام کی جرأت کرنا ایک قسم کی بے حیائی ہے لیکن مجبوری۔

---

[1] یہاں صاحبزادہ صاحب سے مراد حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی نقشبندیؒ ہیں جو حضرت لکھنویؒ کے پیرزادے تھے۔ احتراماً آپ کبھی ان کا نام نہیں لیتے تھے۔ حضرت شاہ محمد یعقوب کی پیدائش بمقام بھوپال ہوئی، قرآن مجید حفظ کرنے کے دوران ہی ۱۹۰۴ء میں آپ نے حیدرآباد کا سفر کیا، وہیں سے ۱۹۰۵ء میں حجاز روانہ ہوگئے۔ ۱۹۰۶ء میں وہاں سے حیدرآباد ہی واپس ہوئی جہاں مختلف مقامات پر رہ کر آپ حصول تعلیم میں منہمک رہے۔ اس طرح تقریباً ۱۷سال تک آپ کا قیام حیدرآباد میں رہا۔ وہاں ہر مشرب کے عُلماء ومشائخ اور صوفیہ سے صحبتیں رہیں، انہی اسباب سے خیالات میں وسعت، بے تعصبی اور فراخی آگئی تھی اور جفاکشی اور نفس کشی کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں والد ماجد کے اصرار پر بالکلیہ بھوپال آگئے اور خانقاہ شریف کی ذمہ داری سنبھال لی۔ آپ کے دور میں خانقاہ شریف تعلیم و تدریس کا مرکز بن گئی۔ والد ماجد انہی سے بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت بھی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سلسلہ نقشبندیہ کی خوب ترویج کروائی۔ آپ کو طب میں بھی خاصی مہارت تھی اور علاج ومعالجہ بھی کرتے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں ضلع مظفر نگر یوپی میں آپ کا عقد ہوا جن سے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ ۱۹۷۰ء میں مختصر علالت کے بعد بھوپال میں وصال ہوا اور اپنے خاندانی قبرستان جہانگیر آباد میں مدفون ہوئے۔

شجرہ طیبہ کی طباعت میں پچیس ۲۵ تیس روپیہ سے کم صرف نہ ہوں گے۔ تم نے بار بار مصارف طباعت کو پوچھا اس لیے لکھا گیا۔ ان شاء اللہ، موجودہ پریشانیوں سے نجات پاتے ہی کتابت کے لیے دے دوں گا۔

ذکر ناغہ نہ ہو، تعداد میں کسی مجبوری سے کمی ہو جائے تو خیر۔ "مکتوبات معصومیہ" کے پہلے دونوں دفتر میرے پاس نہیں ہیں۔ ملفوظات بھیج دیتا مگر بہتر یہ ہے کہ جو وقت اس میں صرف ہو تا وہ ذکر میں صرف ہو، ان شاء اللہ، محرم میں جب تم آؤ گے تو اس وقت دیکھا جائے گا۔ والسّلام

محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۴۹)

دار المبلغین، لکھنؤ

۲۵ ذی الحجہ سہ شنبہ ۱۳۶۰ھ

عزیزی و مخلصی کان اللہ تعالیٰ لنا و لکم

بعد سلام مسنون و دعا۔ اس وقت تمہارا کارڈ ملا، بے شک بہت دنوں سے خط بھیجنے کی نوبت نہیں آئی، سواستی اور کاہلی کے کیا کہا جائے۔ جوانی در غفلت و مستی و پیری در ضعف و سستی کا پورا مصداق ہوں۔ لفافے پر تمہارا پتہ لکھا ہوا تقریباً پندرہ دن سے رکھا ہوا ہے، قاری محمد صدیق کو دکھا بھی دیا ہے۔ بہر کیف یہاں سب لوگ بخیریت ہیں اگرچہ حضرت امام ربانیؒ نے خیریت کے جو معنی ایک مکتوب میں بیان فرمائے ہیں وہ کہاں۔

قاری صاحب کے ذریعہ سے زبانی اور ہو سکا تو لکھوا کر کچھ باتیں تم سب کے لیے، ان شاء اللہ، بھیجوں گا۔ بچے کا حال کچھ نہیں لکھا، ان شاء اللہ، اس کا سبب یہی ہے کہ وہ اچھا ہو گا، حکیم عبد الحق صاحب کی علالت معلوم کر کے قلق ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے۔ سلام پہنچا دینا۔ حافظ عبد الرؤف صاحب و مقبول صاحب کو بھی سلام کہہ دینا۔ حافظ عبد الرؤف کی تبدیلی کا کیا ہوا، ان کو بہت تشویش تھی۔

معشوق علی صاحب وکیل سے بعد سلام و دعا کہنا کہ بجواب آپ کے خط کے کارڈ بھیجا گیا تھا جواب نہیں آیا۔ کیا تعویذ والا خط اب تک نہیں پہنچا؟ ان کے بچوں اور ان کے اہل بیت کو

بھی سلام ودعا۔ وجیہہ الدین صاحب کو بھی سلام مسنون۔ فقط

محمد عبدالشکور

(۵۰)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۸ر شعبان ۱۳۶۰ھ دوشنبہ

عزیزی و مخلصی حافظ مغیث الدین سلمکم اللہ تعالی

بعد سلام مسنون ودعاہا! وجیہہ الدین صاحب نے میرا پیغام پہنچادیا ہوگا اس پر بھی تمہارا خط نہ آیا۔ اپنے لڑکے کی حالت سے اطلاع دو۔ معشوق علی صاحب کل ۱۲ بجے دن کو یہاں آئے، میں اس وقت لیٹ جاتا ہوں اور کل کئی دن کے بعد کچھ نیند بھی آگئی تھی لہٰذا ان کے پاس جاکر میرا اسلام ان کو پہنچادینا اور کہنا کہ ملاقات نہ ہونے کا افسوس و قلق ہے، اب کب تک وہ آئیں گے۔ اگر وہ مجھے جگالیتے تو مجھے ناگوار نہ ہوتا۔

صالح میاں[1] صاحبزادہ صاحب کے بڑے فرزند جو بیمار تھے اور بمبئی بغرض علاج ان کو لے گئے تھے بمبئی میں ان کا انتقال ہوگیا، غالباً بغرض تعزیت جب وہ بھوپال آجائیں تو جاؤں گا۔ سب مخلصین کو سلام مسنون کہہ دینا۔ سب لوگ اپنے وظیفہ کے حالات لکھتے رہیں تو بہتر ہے۔ اگر ہوسکے تو صالح میاں مرحوم کے لیے ایک ختم قرآن یا جس قدر بھی بسہولت ایصال ثواب ہوسکے کرادو۔ آج یہاں دو قرآن ختم کرکے ایصال ثواب کیا گیا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۵۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۹ر شعبان ۱۳۶۰ھ دوشنبہ

عزیزی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہا۔ کل مولوی فضل اللہ کے خط کے جواب میں بھی تمہارے نام

[1] حضرت میاں محمد صالحؒ حضرت مولانا محمد یعقوب مجددی بھوپالیؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ بیس سال کی عمر میں بمبئی میں ایک شدید بیماری میں ۱۳۶۰ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ تعالی۔

ایک خط بھیجا ہے۔ خیر الحمد للہ تمہارے کارڈ امروزہ سے خیریت دریافت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ شفائے کلی عطا کرنا مطمئن کرے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بڑی خاصیت یہ ہے کہ پھر دنیا کی پریشانیاں اطمینان میں مخل نہیں ہوسکتیں: اَلَابِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنے ذکر کی توفیق دے۔

صالح میاں مرحوم و مغفور کے حادثے کی اطلاع کل کے خط میں دے چکا ہوں۔ شجرہ تیار ہوجاتا اگر واقعات معلومہ پیش نہ آتے۔ اب پھر، ان شاء اللہ، کوشش کروں گا۔ کاغذات و مسودات میرے پیچھے تلف ہوگئے ہیں، گھر میں بھی چوری ہوئی جو جیل سے آنے کے بعد معلوم ہوئی۔ جن جن لوگوں نے سلام لکھوایا ہے ان سب کو جواب سلام کہہ دینا اور ان کے علاوہ بھی، بشرطیکہ کچھ زحمت نہ ہو۔ القاب میں مبالغہ نہ کیا کرو، امام اہلِ سُنّت، وغیرہ یہ سب مبالغہ ہے، بس نام لکھ دیا کرو، کافی ہے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۵۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۶ر محرم سہ شنبہ

عزیزی و مخلصی حافظ مغیث الدین سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا۔ ۱۱ محرم کو میں پانی پت سے واپس آیا۔ سفر کی بے اعتدالیوں سے بخار آگیا، اب افاقہ ہے۔ اب کی مرتبہ وہاں بھی بفضلہٖ تعالیٰ بہت کام ہوا جس کا اثر، ان شاء اللہ، پنجاب کے دوسرے مقامات تک بھی پہنچے گا، یہاں کے جلسے باوجود شدت سرما کے بہت کامیاب رہے، کل آخری جلسہ تھا مگر لوگوں کے بہت زیادہ اصرار سے دو دن اور اضافہ کیے گئے، آج میرے بیان پر اصرار ہے، خداوند کریم مدد فرمائے آمین۔

تم نے اپنا حال جو لکھا ہے بہت مسرت اور شکریے کے لائق ہے۔ یہ سب فیض اوپر کے بزرگوں کا ہے، ذکر کی کثرت اور پیران طریقت کی محبت اصل چیز ہے، صُحبت کی تاثیرات بے شمار ہیں اور طریقہ نقشبندیہ میں مدار ترقی صحبت پر ہے مگر یہ نااہل کجا اور یہ تاثیرات کجا۔ یہ

سب فیوض اوپر کے ہیں۔ دیکھو اب ذکر کی مداومت کرو اور اوقات منضبط کرو۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است
پاکیِ دل ز ذکر رحمان است

یادگار حسینی میں ایک سنی کی بھی شرکت قابل افسوس ہے۔ تبرا ایجی ٹیشن کے بعد شیعوں کے ساتھ شرکت کرنا خصوصاً مذہبی امور میں انتہائی بے غیرتی ہے۔ مولوی فضل اللہ سے سلام کہہ دینا اور سب حال بیان کر دینا اگر وہ آنا چاہیں تو آسکتے ہیں۔ منشی مقبول احمد سے بھی سلام کہہ دینا، ان کا رقعہ بھی ملفوف ہذا ملا، ان کی علالت کا افسوس ہے، شافی برحق شفا دے۔ اپنے حال سے مطلع کریں۔ حکیم صاحب سے بالخصوص سلام کہہ دینا اور ان کا حال ضرور ہر خط میں لکھا کرو۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۵۳)

دار المبلغین لکھنؤ

۲ر صفر ۱۳۶۱ھ چہار شنبہ

عزیزی و مخلصی حافظ مغیث الدین سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعاہا۔ خط ملا، اگرچہ طول زیادہ ہے، مگر پورا پڑھ لیا۔ الحمد للہ تمہاری حالت بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہے مگر خدا کے لیے اب اپنے اوقات کا مضبوط نظام قائم کرو، اسی وقت میں آدمی کچھ کر سکتا ہے اور روزانہ اپنا حساب لیا کرو کہ آج نظام کے خلاف تو نہیں ہوا، ہوا تو کیوں؟ ان شاء اللہ، اگر اوقات تقسیم کر کے نظام قائم کر لیا تو نمایاں ترقی ہر چیز میں، خصوصاً حالات باطنی میں، محسوس کرو گے، اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے کہ کسی کے اوقات میں وہ نظم و برکت عطا فرمائے۔ حضرت صاحب[1] رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنا کہ حضرت مولانا شاہ غلام علی قدس سرہ اقدس کی تعریف میں سب سے بڑی بات یہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں بڑی برکت دی تھی۔

سیّد معشوق علی کا خط آیا، قاری صاحب (قاری محمد صدیق لکھنویؒ) کے لیے انھوں نے

---

[1] یہاں مراد حضرت مولانا شاہ ابو احمد بھوپالیؒ سے ہے۔

کوشش کی ہے اور اس وقت ان کو بھی دستی خط بھیج رہا ہوں، اس میں بہت تاکید لکھ دی ہے کہ، ان شاء اللہ، ان کی ترقی ہو جائے گی اور ان سے سلطان پور میں دین کی خدمت ہو رہی ہے اور ہو گی۔ حکیم صاحب (یعنی مولانا سید عبد الحقؒ) سے سلام مسنون کہہ دینا۔ وجیہہ الدین صاحب سے بعد سلام مَسنُون کہہ دینا کہ مدت سے ان کا خط نہیں آیا ہے۔ کیا فرید الدین صاحب[1] علاج سے فارغ ہو کر لکھنؤ سے گئے؟

مدح صحابہؓ کے مشاعرے کی سال پیوستہ کے پیمانہ پر تیاری ہو رہی ہے، ان شاء اللہ، صفر کے آخر میں ہوگا، ابھی اشتہار وغیرہ نہیں چھپے۔ باقی حال مولوی فضل اللہ زبانی کہیں گے۔ فقط

والسّلام محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۵۴)

دار المبلغین، لکھنؤ

۲۵ ربیع الثانی سہ شنبہ ۱۳۶۱ھ

عزیزی و مُخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون دعاہا۔ خط تمہارا ملا، حالات معلوم ہوئے، اللہ تعالیٰ تم کو صحت کامل عطا فرمائے آمین۔ نور چشم عبد العزیز سلمہ وغیرہ غیر مشروط طور پر رہا کیے گیے اور اب غالباً مقدمات بھی نہ چلیں گے، حافظ غضنفر اللہ گورنر سے ملے تب یہ رہائی ہوئی۔ تمہاری تعطیل کا حال معلوم ہوا، جب یہاں آنے کا خیال ہو تو کارڈ لکھ کر دریافت کر لینا، کیونکہ غالباً مجھے بھدرسہ (ضلع فیض آباد) جانا ہو گا۔ سب مُخلصین سے فرداً فرداً سلام کہہ دینا، قاری محمد صدیق سے دریافت کر کے مطلع کرنا کہ مکتوبات شریف کے انتخاب کے سلسلے میں کیا ہوا۔

---

[1] شیخ فرید الدین سلطانپوریؒ، شیخ وجیہہ الدینؒ، جن کا ذکر پہلے آچکا ہے، کے بڑے بھائی تھے اور بحیثیت تحصیل دار سرکاری ملازم تھے۔ حضرت لکھنویؒ سے بے حد تعلق رکھتے تھے۔ جناب ایثار احمد ایڈووکیٹ انھیں کے صاحبزادے ہیں۔ خود حضرت لکھنویؒ کو بھی ان سے اور ان کے گھرانے سے بے حد تعلق تھا۔ ۱۹۴۹ء میں بحیثیت تحصیل دار چھبرامؤ ضلع فرخ آباد یوپی میں وفات پائی۔

والدہ صاحبہ[1] مرحومہ کے لیے قرآن خوانی جس قدر بھی ہو اس کا خاص احسان مجھ پر ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۵۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۵؍رمضان پنجشنبہ ۱۳۶۱ھ

عزیزی و مخلصی عافانا اللہ تعالیٰ وایاکم

بعد سلام مسنون دعاہا۔ الحمد للہ یہاں سب لوگ خیریت سے ہیں، قاری صاحب کو ان کے خط کے جواب میں لکھ چکا ہوں کہ اگر وہ چاہیں تو عید تک وہاں قیام کر سکتے ہیں۔ حافظ عبد الرؤف کو اور انھیں کے لفافے میں مولوی فضل اللہ[2] کو خط، ان شاء اللہ، بھیجوں گا اور منشی مقبول کو بھی ان کا بھی کارڈ بہت دنوں کا آیا ہوا رکھا ہے، اس کے بعد وہ خود بھی آئے تھے۔ تقسیم اوقات اور پابندی وظیفہ اور پختگی حفظ قرآن مجید کے لیے بہت دنوں سے امروز فردا کر رہے ہو۔ حدیث شریف میں ہے: هلك المسوفون، حضرت امام ربانیؒ اس کا ترجمہ مکتوبات قدسیہ میں لکھتے ہیں: ''ہلاک شدند سوف افعل گویندگان۔'' سوف افعل کے معنی عنقریب اس کام کو کر لوں گا کے ہیں۔

رمضان المبارک کا اخیر عشرہ بڑی مقبولیت کا ہوتا ہے اور عموماً ہر روزہ دار سے بوقت افطار قبولیت کا وعدہ ہے، لہٰذا اپنے سب احباب و مخلصین سے میری درخواست ہے کہ میرے لیے

---

[1] حضرت لکھنویؒ کی والدہ ماجدہ یعنی اہلیہ مولوی حافظ ناظر علی کاکورویؒ تحصیل دار و آنریری مجسٹریٹ قصبہ صفی پور ضلع اناؤ یوپی کے سیّد نصیر الدینؒ بن سید مسیح الدین کی بیٹی تھیں۔ انھوں نے کافی بڑی عُمر پائی، انتہائی دین دار، منتظم اور سلیقہ مند خاتون تھیں اور ان کے چہرے سے خاندانی وجاہت و حشمت ظاہر ہوتی تھی۔ راقم الحروف کو بھی ان کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ تقریباً ۸۹ سال کی عمر میں ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں کاکوری ضلع لکھنؤ میں ان کی وفات ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

[2] مولوی فضل اللہؒ اور مولوی مقبولؒ دونوں حضرات حضرت لکھنویؒ کے متوسلین میں سے تھے۔ مولوی فضل اللہ بعد میں کراچی ہجرت کر گئے اور غالباً وہیں وفات پائی۔

حسن خاتمہ کی دعا کریں۔ فقط والسلام

محمد عبدالشکور

(۵۶)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۱۸/ ماہ مبارک چہار شنبہ ۱۳۶۱

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعا۔ خط تمہارا پہنچا، اب کی مرتبہ تمہارے خط میں کچھ آثار بیداری کے محسوس ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے تقسیم اوقات جس نہج سے چاہو کر لو، مقصود یہ ہے کہ وقت ضائع نہ ہو۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

صوفی ابن الوقت آمد ای پسر

حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں: الصوفی ابوالوقت۔

اب کی مرتبہ تراویح میں قرآن مجید سنایا، پرسوں ختم ہو گیا۔ یہ محض فضل ہی فضل تھا اسباب ظاہر کچھ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بے فصل کا میوہ عطا فرمایا[1] قاری محمد صدیق منشی مقبول حافظ عبدالرؤف مولوی فضل اللہ سے سلام مسنون اور اپنے بچوں کو دعا وسلام جو بچہ بیمار ہے اللہ تعالیٰ اس کو شفا کامل عطا فرمائے آمین فقط والسلام

محمد عبدالشکور

(۵۷)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۸/ ذی الحجہ۔ پنجشنبہ ۱۳۶۱ھ

عزیزی و مخلصی حافظ مغیث الدین سلمہ اللہ تعالیٰ کو بعد سلام مسنون ودعا واضح ہو۔ جوابی کارڈ تمہارا پہنچا۔ قاری محمد صدیق کو دے دیا تھا کہ تمہاری فرمائش لیتے جائیں اور یہاں

[1] حضرت لکھنویؒ نے بڑھاپے کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا، آپ بچپن سے حافظ نہ تھے، یہاں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

سب حال لائق شکر ہے کوئی جدید بات نہیں ہے۔ حکیم عبدالحق صاحب کے انتقال کا حال مشتاق حیدر خان صاحب[1] سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ میں اور وہ ہم عمر تھے، ان کی مدت سفر ختم ہو گئی لہٰذا وہ وطن اصلی واپس گئے، وحسبنا اللہ ونعم الو کیل۔

حافظ عبدالرؤف سے سلام مسنون کہہ دینا اور خیریت بیان کر دینا۔ مفصل حال قاری محمد صدیق سے زبانی معلوم ہو گا۔ فقط

محمد عبدالشکورؒ

(۵۸)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۲۵ر شعبان یوم جمعہ ۱۳۶۴ھ

عزیزی و مخلصی احسن اللہ تعالیٰ الینا والیکم

سلام مسنون دعاہا۔ تمہارے کئی خط پہنچے، دستی خط بھی ملا۔ منشی مقبول کا تقرر ہو گیا ہے اور حسب قاعدہ ابھی تین ماہ کے لیے ہوا ہے، مجھے خود بھی ان سے وہی توقعات ہیں جو تم نے لکھی ہیں۔ خدا کرے وہ توقعات صحیح ثابت ہوں۔

دنیا کے افکار و مصائب کے باوجود قلب کا اطمینان زائل نہ ہو اور حق تعالیٰ کی طرف نگرانی و توجہ میں خلل نہ پڑے یہ بڑی دولت اور آئندہ کے لیے بڑی اچھی علامت ہے، اس کا شکر کرنا چاہیے: لئن شکرتم لازیدنکم قاری محمد صدیق یہاں سے یکشنبہ کی صبح کو روانہ ہو کر ایک دن فیض آباد میں قیام کریں گے اور دوشنبہ کو، ان شاء اللہ، سلطان پور پہنچ جائیں گے۔

نور چشم حافظ عبدالاول سلمہ کا اپریشن اللہ تعالیٰ نے بہت آسان کر دیا اور زخم برائے نام باقی ہے۔ اچھا ہو رہا ہے۔ ابھی روٹی نہیں کھا سکتے۔

فقط والسلام
محمد عبدالشکورؒ

[1] مشتاق حیدر خاں سلطانپوریؒ بھی حضرتؒ کے متوسلین میں تھے، ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(۵۹)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۱۵/ماہ مبارک۔ پنجشنبہ ۱۳۶۴ھ

عزیزی و مخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون ودعاہا واضح ہو۔ خط تمہارا پہنچا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اب تمہارے گھر میں صحت ہوگی۔ اب کی مرتبہ چکنڈی والوں کے اصرار سے میں نے وہیں قرآن مجید پڑھا۔ ضعف کے سبب سے ہمّت ہی نہ ہوتی تھی، مگر شروع کر دیا الحمدللہ کل سورۃ ق تک پڑھ چکا ہوں، وجیہہ الدین صاحب کو معافی کا ملنا باعث مسرت تو ہے مگر اس صورت میں کہ یہ چیز کاموں میں خلل انداز نہ ہو۔

وجیہہ الدین صاحب، معشوق علی صاحب، مولوی عبدالباری صاحب[1]، قاری صدیق صاحب اور سب احباب کو سلام مسنون۔ قاری صاحب کے مصارف کا حساب لکھ کر بھیج دینا تاکہ دارالمبلغین سے برآمد کرا کر تم کو بھیج دیا جائے۔ معشوق علی صاحب کا خط آیا ہوا ہے، ان شاءاللہ، کل ان کو خط بھیجوں گا۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفاعنہ

(۶۰)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۴/ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ چہار شنبہ

عزیزی و مخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

[1] مولانا عبدالباری نوریؒ بہرائچ ضلع کے رہنے والے اور مدرسہ نورالعلوم بہرائچ و مدرسہ دارالمبلغین لکھنؤ کے فارغ التحصیل ایک عالم تھے۔ حضرت لکھنوی کی تجویز پر آپ کو خطیب جامع سلطانپور مقرر کیا گیا، آپ نہایت جری بے باک اور ایک باوقار خطیب و مقرر تھے، کئی بار فرق ضالہ سے مناظرے بھی کیے تھے، اس وقت کے مُسلم لیگی ڈپٹی کمشنر سلطانپور کی سازش سے انھیں جامع مسجد سے علیحدہ کر دیا گیا، پھر اس کے بعد انھیں جامع مسجد بیا کا خطیب مقرر کیا گیا۔ اس مسجد کی توسیع حضرت لکھنویؒ کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی۔ وہاں جمعیۃ عُلماء کا قیام بھی انہی کا مرہون منت ہے۔ اسی دور میں اس مسجد میں ایک مدرسہ عربیہ بھی قائم کیا گیا تھا' جو آج "جامعہ اسلامیہ دانش گاہ اسلام" کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۹۵۵ء میں مولانا عبدالباری کا ایک مختصر سی عمر میں انتقال ہو گیا۔

بعد سلام مسنون ودعاہا۔ کارڈ تمہارا پہنچا، خیر وعافیت معلوم ہوئی فلہ الحمد۔ یہاں سب خیریت ہے۔

جون پور میں مولوی علی حسن[1] کا انتقال ہوگیا۔ اس لیے تعزیت کی غرض سے گیا تھا واپس آکر تمہارا کارڈ ملا جواب میں اسی وجہ سے تاخیر ہوئی۔

اور کوئی بات قابل ذکر نہیں۔ سب احباب مُخلصین سے بشرط سہولت سلام کہہ دینا۔

فقط والسّلام

عبدالشّکور عفاعنہ

(۶۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۷/ ذیقعدہ۔ جمعہ ۱۳۶۳ھ

عزیزی و مُخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مَسنُون ودعاہا۔ میں تم کو خط لکھنے ہی والا تھا کہ تمہارا دستی خط ملا۔ بے شک تم کو افسوس ہوا ہوگا اور مجھے بھی قلق ہوا۔ میں نور چشم مولوی محمد عبدالمومن سلمہ کو دیکھنے گیا تھا، وہ بیمار ہیں اور آج کل اپنی سسرال ٹانڈا میں ہیں۔ ان کے شفا کے لیے دعا کرو اور کراؤ۔ دعا کی قبولیت کا وعدہ قرآن مجید میں ہے۔ بالخصوص غائبانہ وحاضر دعا قبول ہوتی ہے۔ تمہارے گھر میں سب کی خیر وعافیت معلوم ہوئی، اللہ تعالیٰ اسی طرح رکھے۔ آمین۔ تمہارے کوئی عزیز حبیب احمد ہیں، ان کا دستی خط بھی ملا ان کو لایلاف قریش کا وظیفہ بتادو، تمہارے سامنے کئی آدمیوں کو میں نے بتایا ہے ان کو جواب سلام بھی پہنچادینا۔

---

[1] مولوی علی حسن قدوائی تحصیل منڈیاہوں ضلع جونپور (یوپی) کے رہنے والے تھے، تقسیم ملک کے زمانے میں جو فسادات ہوئے اس میں مُسلمانوں کے تحفّظ کے سلسلہ میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ ماہ ربیع الاول کے موقع پر جونپور کے جلوس، انجمنوں کے پروگرام اور مدح صحابہؓ کے جلسوں کے انعقاد میں بڑی جانفشانی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔ بے حد ذہین وفطین اور علم کے شیدائی تھے۔ معمر ہونے کے باوجود حضرت مولانا عبدالعزیز پنجابیؒ سے از سرِ نو عربی کی نحوی اور صرفی کتابیں پڑھی تھیں۔ حضرت لکھنویؒ سے بہت زیادہ روابط تھے، پندرہ روزہ النجم لکھنؤ میں آپ کے علمی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ۱۹۴۳ء میں آپ نے وفات پائی۔

مولوی حکیم محمود الحق اور ان کے بھائی کو سلام ودعا کہہ دینا اور مولوی عبد الباری کو بھی۔
فقط عبد الشّکور

(۶۲)

دار المبلغین، لکھنؤ

۲۱؍ صفر چہار شنبہ ۱۳۶۳ھ
عزیزی سلّمکم اللہ تعالیٰ وعافاکم

بعد سلام مسنون ودعا۔ اس وقت اس خط کے لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنی حالت سے مطلع کرو، تمہارے منہ سے خون آنے کا حال سن کر تردد ہے۔ عبد المؤمن سلمہ کے ساتھ ساتھ تمہاری شفا کے لیے میں دعا کرتا ہوں۔ نور چشم مولوی عبد المؤمن سلمہ کی حالت وہی ہے، کئی روز سے پیشاب رکا ہوا ہے اور اس وقت غفلت میں ہیں، اب کی مرتبہ ان کی علالت کی پریشانی مشاعرے کی شرکت سے بھی مانع رہی سب احباب کو سلام مسنون۔ فقط
عبد الشّکور عفا عنہ

(۶۳)

دار المبلغین لکھنؤ

۱۶؍ ربیع الاول یکشنبہ ۱۳۶۳
عزیزی ومخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ واعطاکم شفاءً کاملاً عاجلاً

سلام مسنون ودعا۔ تمہارا کارڈ ملا جس سے تمہاری نادرستی طبیعت معلوم کرکے بہت قلق ہوا، حق تعالیٰ شفائے کامل عاجل عطا فرما کر اپنی یاد میں مشغول رکھے آمین۔
ایسی حالت میں نہ آنا ہی حق بجانب ہے، اللہ تعالیٰ پھر عنقریب کوئی موقع ملاقات کا عطا فرمائے۔ اگر جلد جلد اپنے حالات سے تاحصول صحت نہ مطلع کرتے رہوگے تو تردد رہے گا۔
نور چشم مولوی حافظ محمد عبد المومن کو پہلے سے بہت سکون ہے اس درمیان میں حضرت صاحبزادہ[1] دامت برکاتہم کی سخت علالت کی خبر نے عبد المؤمن کی علالت کو گویا فراموش کرا

[1] حضرت صاحبزادہ صاحب سے مراد حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالیؒ ہیں جن کے حالات گزشتہ صفحات کے حاشیے میں درج کیے جاچکے ہیں۔

دیا۔ اگر چہ تار اور خطوط میں فی الجملہ افاقے کی خبر ہے مگر طبیعت میں بہت پریشانی ہے، آج مشتاق علی خان[1] کو بھوپال بھیجا ہے، میں خود جاتا مگر یہاں کے بعض جدید حالات کی وجہ سے نہیں جا سکا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک سائے کو ہم خدام کے سروں پر قائم رکھے۔ بڑا سہارا ہے، ارحم الراحمین رحم فرمادے۔

مبادا سایہ اواز جہان دور
زفقدش دیدہ ایام بے نور

تم اپنی شفایابی کے لیے دعائے ایوبی یعنی: رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین (ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھ کو تکلیف پہنچ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے) کی کثرت کرو جس قدر کثرت ممکن ہو اس میں کوتاہی نہ ہو، ان شاء اللہ، دافع مرض کے لیے تیر بہدف ہے۔ اپنے گھر میں اور بچوں کو دعا کہہ دو۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۶۴)

دار المبلغین لکھنؤ

۲ربیع الثانی سہ شنبہ ۱۳۶۳ھ

عزیزی ومخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون۔ تمہارا دستی خط قاری محمد صدیق نے آج دیا، وہ بھول گئے تھے، ورنہ جواب نانپارہ (ضلع بہرائچ) ہی سے لکھ دیتا۔ تمہاری صحت وعافیت پڑھ کر اطمینان ہوا فلہ الحمد۔

---

[1] مولوی مشتاق علی خانؒ تحصیل شاہ آباد ضلع ہردوئی یوپی کے رہنے والے تھے اور فوج کے محکمے میں اکاؤنٹنٹ تھے۔ تمام عمر شادی نہیں کی، حضرت مولانا شاہ ابواحمد مجددی بھوپالیؒ کے مرید تھے۔ چودھری خلیل الرحمٰن تعلقہ دار علی آباد ضلع بارہ بنکی سے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے، ریٹائر ہونے کے بعد وہیں اقامت اختیار کر لی تھی، وہاں ایک مسجد، ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ بنام "خانقاہ شاہ ابواحمدیہ" قائم کی تھی، جو آج بھی بحمد للہ باقی ہے۔ حضرت لکھنویؒ کا بھی سال میں اکثر مرتبہ وہاں جانا ہوتا تھا اور اس جگہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ مولوی مشتاق علی خان ۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو بوقت تہجد اپنے مصلے پر ہی وفات پا گئے اور وہیں خانقاہ شریف کے ایک گوشے میں مدفون ہوئے۔

شافیِ مطلق بقیہ شکایات بھی دفع فرمادے آمین۔

کل یہاں ایک بڑے پیمانے پر محفل مدح صحابہؓ تھی، اثناء بیان میں آندھی اور بارش شروع ہوئی، ایک دیوار گری، مگر مجمع میں کسی نے محفل ختم کرنے یا چلے جانے کا خیال تک نہ کیا۔ دیوار جو گری اس کے قریب جو لوگ بیٹھے تھے کوئی زخمی بھی نہ ہوا، سب محفوظ رہے حالانکہ ایک اینٹ بھی کسی پر گر جاتی تو زندہ رہنا مشکل تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ میرا بیان ہوا جس میں اشعار مدح صحابہؓ اور شعراء مدح صحابہؓ کے فرائض کا بیان آیات قرآنی سے ہوا، بہت جامع بیان ہو گیا، قابل لکھنے کے تھا، فللّٰہ الحمد۔

فیض آباد کے جلسہ کی تاریخیں ۷، ۸، ۹ اور ۱۰ اپریل جمعہ، شنبہ، یکشنبہ اور دو شنبہ مقرر ہیں۔ مولانا ضرغام الدین صاحب حسب معمول آئے اور مصر ہوئے، لہٰذا جمعہ کے دن صبح کو ڈیرہ ایکسپریس سے روانہ ہوں گا۔ نماز جمعہ، ان شاء اللہ، فیض آباد میں پڑھوں گا، تمہاری طَبیعت اگر بالکل صاف ہو جائے تو آنا ورنہ ہرگز نہیں، پھر اللہ تعالیٰ ملاویگا، معشوق علی صاحب سے سلام مسنون کے بعد کہہ دینا کہ اپنے گھر کی حالت وخیریت سے مطلع کریں، ان کی طَبیعت خراب تھی اس لیے فکر لاحق ہے، مولوی عبدالباری، حکیم محمودالحق اور ان کے بھائی اور سب مُخلصین کو سلام مَسنُون۔ فقط

محمد عبدالشّکور

(۶۵)

از لکھنو۔ دارالمبلغین

۳۰؍رجب۔ چہار شنبہ ۱۳۶۳ھ

عزیزی و مُخلصی سَلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مَسنُون ودعاہا۔ کل ۲۳ دن کے بعد پنجاب کے دشوار گذار سفر سے واپس آیا، سفر ختم ہونے کے بعد تکان اس قدر ہے کہ دماغ بھی درست نہیں۔ خط لکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر بہت سے خطوط جمع ہیں سب سے پہلے تمھیں کو لکھ رہا ہوں۔

سفر کامیاب رہا، جاتے وقت حضرت امام ربانی اور حضرات پیران طریقت کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لیے سرہند اتر گیا تھا۔ انہیں حضرات کی برکات سے یہ سفر اس طرح ختم

ہوا۔فللہ الحمد علی ذلك۔ تقسیم اوقات کرکے جس وقت سے پابندی شروع کروگے اس وقت سے کام ٹھیک ہوگا۔زیادہ اس وقت کیا لکھوں۔فقط والسّلام

عبدالشّکور عفاعنہ

(۶۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۱ذیقعدہ چہار شنبہ ۱۳۶۳ھ

عزیزی و مُخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعا۔ابھی ابھی تمہاراخط ملا،حال معلوم ہوافالحمدللہ علی ذلك۔آج صبح سے بعد درس قرآن مجید، ختم حضرت مجددؒ شروع کردیاگیا،یااللہ حامیانِ مدح صحابہ کرامؓ کو لکھنؤ میں فتح دے اور سلطان پور اور رائے بریلی میں بھی اور دوسرے مقامات پر بھی اور اعداء صحابہ کرامؓ اوران سے میل رکھنے والوں کو ناکام کردے، آمین۔

رائے بریلی سے ایک آدمی کل آیااور ایک آج، وہاں ایک احراری مولوی روافض کی حمایت کے لیے پہنچ گئے ہیں اور وہی سب کام کررہے ہیں جو سلطانپور میں ہوئے۔گونڈہ سے بھی آدمی آیاوہاں بھی ایک احراری کام کررہاہے، تم اس کو جانتے ہو مگر نام لینے سے کیانتیجہ۔ ان شاءاللہ، ۱۱نومبر کو بعد فراغت تمہارے مطلوبہ دونوں اشخاص کو رائے بریلی روانہ کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ وہ ۱۲ نومبر کو سلطانپور براہ پھاپھامؤ پہنچ جائیں، اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے۔میری طبیعت اب ٹھیک ہے وہ تکلیف اب نہیں ہے،فللہ الحمد علی ذلك۔آخر خط میں جو کچھ تم نے لکھاہے اس سے تمہاری محبت کا ظہور ہورہاہے مگر محبّت کاخاصہ ہے کہ احکام پر عمل کیاجائے مگر ایساکیوں نہیں ہوتا؟ حفظ کو صاف اور پختہ کرنے اور وظیفے کو ناغے سے بچانے کی طرف توجہ کیوں نہیں ہوتی۔

توتاکیے گور مرداں را پرستی
بگرد کار ایشاں گرد درستی

وجیہہ الدین صاحب کو سلام پہنچادینااور سید معشوق علی صاحب کو بعد سلام کہہ دیناکہ آپ کے خط کاجواب نہ لکھنے کامجھے افسوس ہے، مگر میں اس وقت معذور تھاجیساکہ حافظ

مغیث الدین نے آپ سے کہا ہوگا۔ مولوی عبدالباری سے کہنا کہ ان کے تار کا جواب ان کو دے دیا گیا کہ مولوی حمید الدین[1] مؤ کے قریب ایک گاؤں میں گئے ہیں، یہاں موجود نہیں ہیں۔ رضاخانیت و سُنّیت کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۶۷)

انجمن ہدایت المسلمین ودارالمبلغین لکھنؤ

مورخہ ۳۰/ ذیقعدہ جمعہ ۱۳۶۳

عزیزی و مخلصی حافظ مغیث الدین سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون۔ تمہارا دستی خط پہنچا جس میں تم نے جواب کے لیے کارڈ خواہ مخواہ رکھ دیا تھا جو ٹوٹ کر خستہ ہو گیا مگر امانتاً رکھا ہے۔

یہاں کے حالات جس قدر مفصل لکھ سکا معشوق علی صاحب کے خط میں لکھ دیے ہیں

---

[1] حضرت مولانا حمید الدین بن الحاج شاہ محبوب علی موضع ہنسور ضلع امبیڈکر نگر یوپی میں جنوری ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تکمیل کے بعد مقامی مدرسہ اشاعت العلوم میں ابتدائی فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند آئے، مگر یہاں ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ وہاں دارالعلوم کی مشہور اسٹرائیک کی بنا پر آپ اپنے اساتذہ حضرت مولانا علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ہمراہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل (گجرات) چلے گئے جہاں سے آپ نے ۱۹۲۸ء میں فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک مدرسہ اشاعت العلوم اور مدرسہ عربیہ پیر جھنڈا کلاں سندھ میں پڑھا کر مدرسہ نورالعلوم بہرائچ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسہ عالیہ کلکتہ اور دارالعلوم دیوبند جیسی تعلیم گاہوں میں شیخ الحدیث، صدر المدرسین اور شیخ التفسیر جیسے عہدوں پر فائز رہے۔ اکثر مدارس اور بالخصوص دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے قریبی عزیزی اور ہم زلف و سمدھی بھی تھے، حضرت مدنیؒ سے بیعت تھے، پھر ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ سے تجدید بیعت کر لی تھی۔ پوری زندگی درس و تدریس، عبادت و ریاضت اور تقویٰ و اتباع سُنت میں گزری، مزید بر آں صلہ رحمی اور حقوق العباد کی حد درجہ پاسداری آپ کا وصف خاص تھا، بے شمار عُلماء و آج کے اکابر آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت لکھنویؒ سے بڑا خصوصی تعلق تھا، حضرت انھیں اپنے یہاں کے جلسوں میں برابر بلایا کرتے تھے۔ ۱۵/ نومبر ۱۹۶۸ء میں دہلی سے دیوبند بذریعہ کار جاتے ہوئے مظفر نگر کے قریب ایک سڑک حادثے میں جام شہادت نوش کیا اور ۱۶/ نومبر ۱۹۶۸ء میں قبرستان قاسمی میں مدفون ہوئے۔

ان سے معلوم کرو۔ آج میں نے دوائی مسہل استعمال کی ہے اس وجہ سے یہ خط متعدد نشستوں میں بمشکل پورا کر سکا۔

یہاں کے حالات خداوندی اور انعامات لائق صد ہزار شکر ہیں۔ سلطان پور کے واقعات البتہ قابل رنج ہیں مگر، ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ، بہت جلد مخالفین کو معلوم ہو جائے گا کہ شکست معشوق علی صاحب کو یا تحریک مدح صحابہؓ کو نہیں ہوئی بلکہ انہیں مخالفین کو ہوئی۔ سچ کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ع

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے

سلطان پور واقعہ سننے کے ساتھ ہی تو مجھے بھی سخت صدمہ ہوا، مگر کچھ دیر بعد اللہ تعالیٰ نے تسکین دے دی۔ سورہ نساء کی ایک آیت[1] تلاوت میں آئی جس سے یہ مفہوم ہوا کہ سلطان پور کے واقعہ میں جو اس وقت بظاہر شکست سے تعبیر کیا جا سکتا ہے نہ معلوم کتنی فتوحات اور برکات دنیاوی واخروی حامیان مدح صحابہؓ و تحریک مدح صحابہؓ کے لیے مضمر ہیں۔ دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ان فتوحات و برکات کو بہ طفیل صحابہ کرامؓ جلد سے جلد ظاہر فرمائے۔

آمین بالنبی الامین صلی اللہ علیہ و علی الہ و صحبہ اجمعین

گھی کا چونکہ میں نے کہا تھا اس لیے اس کی قیمت چار روپیہ لے کر بقیہ رقم کی کتب بھیجنا اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔

والدہ زبیر احمد سے کہہ دینا ان کا خط پہنچا، استفتا دفتر دارالمبلغین میں دے دیا ہے، وہاں سے جواب اس کا، ان شاء اللہ، جلد روانہ ہوگا۔

خط کے جواب میں دیر اس وجہ سے ہوگی، وزیر گنج وارڈ کا نتیجہ کل سنایا گیا، کل یہاں کی حالت قابل دید تھی فالحمدللہ حمدا کثیرا۔ حکیم عبدالحق صاحب کے لڑکے منظور یہاں آئے تھے، مجھ سے ملے میں نے ان سے کہا کہ تم ٹانڈا چلے جاؤ اور ایک خط ٹانڈا والوں کو لکھ دیا کہ مولوی نور محمد خاں اور مولوی حمید الدین کو پہلی گاڑی سے ان کے ہمراہ سلطان پور بھیج دیں اور ایک خط اکبر پور والوں کو لکھ دیا کہ ان کا اسباب رکھ لیں اور ٹانڈا کے لیے سواری کا انتظام بہت جلد کر دیں، میں ان کو کرایہ دے رہا تھا اور کئی بار اصرار کیا لیکن انھوں نے کہا کہ میرے

[1] وہ آیت یہ ہے: ولیمحص اللہ الذین امنوا و یمحق الکافرین۔ الی آخرہ ۱۳

پاس ہے اور ایسا ہی ہے تو سلطانپور میں لے لوں گا۔ میں نے ان سے بہت تاکید کر دی اور انھوں نے وعدہ کر کے مجھے دھوکا دیا ٹانڈا گئے، کسی اور کے ہاتھ میرا خط بھیجا جو کئی دن بعد ٹانڈا والوں کو ملا، اگر منظور ملیں تو ان سے کہہ دینا کہ مجھے اس کا افسوس ہے۔ اپنے گھر اور بچوں کو دعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور۔

(۲۸)

انجمن ہدایت المسلمین ودارالمبلغین لکھنؤ

مورخہ ۶/ ذی الحجہ پنجشنبہ ۱۳۶۳ھ

عزیزی و مخلصی حافظ مغیث الدین سلمہ اللہ تعالیٰ۔

سلام مسنون و دعا ہا۔ کل شام کو تمہارا خط پہنچا۔ سلطان پور کے واقعے کے جو اسباب تم نے لکھے ہیں یہی سب باتیں بڑی تفصیل کے ساتھ عزیزی مولوی عبدالباری سلمہٗ اللہ تعالیٰ کے خط کے جواب میں لکھوا کر رکھی تھیں۔ خط ڈاک میں نہیں پڑا تھا کہ تمہارا خط آ گیا، لہٰذا اس کی ضرورت باقی نہ رہی۔ مولوی عبدالباری سے سلام مسنون کے بعد کہنا کہ ان کا جوابی کارڈ اسی وجہ سے ملفوف ہذا واپس کیا جاتا ہے کہ جو باتیں میں نے لکھی تھیں وہاں تک بفضلہٖ تمہارا ذہن بھی پہنچ گیا، میں نے اپنے خط میں حنین کی عارضی شکست کا واقعہ بھی لکھا تھا اور یہ آیت نقل کی تھی: وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ الی آخر الآیۃ۔ لیکن اسی قسم کی عارضی شکست کے ذریعے سے متنبہ کرنا خاص عنایت خداوندی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جب کسی بات پر کسی بندے کو تنبیہہ کی جاتی ہے اور بندہ متنبہ ہو جاتا ہے تو بلا تاخیر و بلا توقف غیبی مدد نازل ہوتی ہے چنانچہ اسی حنین کے واقعے میں اختتام جنگ مسلمانوں کی فتح پر ہوا، آیت مذکورہ بالا کا آخری حصہ یہ ہے: ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ أَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۔ ہاں! تم نے اپنے خط امروزہ میں جن جن کاموں کی اہمیت بتائی ہے اس کو بھی میں نے لکھا تھا خط بہت طویل ہو گیا تھا، مولوی عابد علی بہرائچی سے، جو اس سال دارالمبلغین میں داخل ہوئے ہیں، لکھوایا تھا۔

مولوی عبدالباری سلمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کہہ دینا کہ آج مولوی کلیم اللہ[۱] آ گئے ہیں کتب خانے سے کسی کتاب کا نکالنا بغیر ان کے دشوار تھا اب، ان شاء اللہ، فتاویٰ رضویہ میرے ہمراہ آئے گی میرے آنے میں اب دس بارہ ہی دن تو باقی ہیں۔

مڑوی آنے کا بالکل ارادہ نہ تھا جیسا کہ تم کو معلوم ہے مگر سیّد معشوق علی صاحب کا تار آیا، خط آیا لہٰذا میں نے ارادہ کر لیا اللہ تعالیٰ پورا کرے۔

اس وقت ٹانڈا جارہا ہوں، ان شاء اللہ، دو دن کے بعد واپسی ہو جائے گی نور چشم عبدالحی[۲] سلمہ اللہ تعالیٰ وہیں ہیں، زیادہ تر اسی کے اصرار سے جارہا ہوں۔

ضلع ڈیرہ غازی خان کا مناظرہ ملتوی ہو گیا۔ کل علی الصباح وہاں سے بہت مفصل تار (خط کی برابر مضمون ہے) آیا، روافض نے اقراری فرار کیا، ان کے اقراری دستخط تحریری فرار کا فوٹو عنقریب، ان شاء اللہ، شائع ہوگا۔ وہیں کے لوگ شائع کریں گے۔

آج کل یہاں خوب کام ہو رہا ہے اور بڑے خوشگوار آثار اور عمدہ نتائج نظر آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی نعمتوں کو پورا فرمائے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۶۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۵ر محرم پنجشنبہ ۱۳۶۴

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

---

[۱] مولانا کلیم اللہ الہ آبادیؒ موضع للہٹ ڈاکخانہ پھول پور ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرکے دارالمبلغین لکھنؤ میں داخلہ لیا، جہاں مناظرہ اور مذاہب کے تقابلی مطالعے کی تربیت حضرت لکھنویؒ سے حاصل کی، پھر دارالمبلغین ہی میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک درس و تدریس اور تبلیغ و مناظرے کے شعبے میں کام کرتے رہے۔ تحریک مدح صحابہؓ کے پر جوش رہنما اور ہر دلعزیز خطیب تھے۔ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۷ء تک دوبارہ دارالمبلغین کا نظم و نسق سنبھالا۔ صحت کی خرابی کی بنا پر یہاں سے سبکدوش ہو کر وطن چلے گئے جہاں ۷ر فروری ۱۹۹۲ء میں وفات پائی۔

[۲] یہ اشارہ راقم الحروف کی طرف ہے جو اس وقت اپنی نانیہال قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد (موجودہ امبیڈکر نگر) میں مقیم تھا۔

سلام مسنون ودعاہا۔خط تمہارا پہنچ گیا تھا مگر تمہارے جانے بعد ہی سے طبیعت خراب ہے جس کا سبب غالباً ابر و بارش اور سردی کی شدت ہے، جو آج تک قائم ہے بہر حال آج کچھ سکون طبیعت میں ہے۔اس وقت رائے بریلی سے آدمی آیا نور چشم عبد العزیز کے گھر میں پورے دن کا مُردہ لڑکا پیدا ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔افتخار احمد سلمہ کی علالت اور کسی حکیم کا یہ بیان کہ حرارت قائم ہو گئی ہے موجب تردد ہے۔ حصن حصین میں ایک دعا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی زبان مبارک سے منقول ہے اس کا ورد کرو کچھ گنتی شمار نہیں نہ اور کوئی شرط ہے وہ دعا یہ ہے: یا حلیم یا کریم اشف افتخار احمد ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کرم اللہ وجہہ کی زبان مبارک کی برکت سے ضرور بالضرور شفا ہو گی۔ قاری عبد المعبود صاحب کو عبد الودود کے لیے اور بہت لوگوں کو میں نے یہ دعا بتائی اللہ تعالیٰ نے کسی کو ناکام نہیں رکھا۔ بمبئی جانا خواہ مخواہ ضروری ہو گیا۔ کُل ۲ ٹکٹ سکنڈ کلاس کے خریدے گئے بدھ کے دن نو بجے صبح کو میل میں دو سیٹ ریزرو ہو گئیں۔ ایک سوا ایک روپیہ دو ٹکٹ پر صرف ہوا مولوی حافظ محمد عبد السّلام بھی ہمراہ ہوں گے۔یہاں شاید اب تمہارا خط نہ مل سکے بمبئی کا پستہ درج ذیل ہے (دفتر جمعیۃ العلماء وزیر بلڈنگ۔ بمبئی پوسٹ ۳) چہار شنبہ کو صبح ۹ بجے چل کر دوسرے دن پنجشنبہ کو ۴ بجے شام کو، ان شاء اللہ، بمبئی پہنچوں گا۔ شجرہ وہیں رجسٹری کرا کر جلد بھیج دو اور اپنی اور افتخار احمد سلمہ کی مفصل حالت سے اطلاع دو۔ مولوی عبد الباری کے خط کا جواب بھی آج ہی لکھ رہا ہوں۔ فقط والسّلام

عبد الشّکور

(۷۰)

دار المبلغین لکھنؤ

۳؍ ربیع الاول شنبہ ۱۳۶۴ھ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ، سلام مسنون و دعاہا۔خط پہنچا حالات معلوم ہوئے معشوق علی صاحب کا خود بھی خط آیا ہے۔

مسجد[1] بڑے حوصلے سے بڑے پیمانہ پر بننا چاہیے، کام شروع کر دینا روپیہ، ان شاء اللہ،

---

[1] سلطانپور (یوپی) میں جامع مسجد بنیا ہے، جس میں اب ایک بڑا مدرسہ بھی قائم ہے، یہاں اسی مسجد کی

آتا رہے گا۔ غالباً جس وقت سنگِ بنیاد رکھیں گے وہ لوگ مجھے اطلاع دیں گے۔

حافظ ابوالبرکات[۱] صاحب کی صحت سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ شفا کامل دے، ان سے سلام کہہ دینا۔ اور مشتاق حیدر صاحب بھی ملیں تو ان سے بھی سلام کہہ دینا۔ یہاں کی پریشانیوں کا سلسلہ شروع ہے اس وقت بھی دارالمبلغین کا گویا محاصرہ ہے، اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔ نور چشمان یہاں نہیں ہیں آئندہ جو حال ہوگا مطلع کروں گا، فقط بچوں کو اور ان کی والدہ کو دعا کہہ دینا۔ بعد تحریر خط ہذا جلاوطنی کے نوٹس سب پر تعمیل ہوگئے۔ سوا نور چشماں کے اب کی مرتبہ ظفر الملک کا اضافہ ہوا[۲]۔

عبدالشکور

(۷۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۵ ربیع الثانی۔ سہ شنبہ ۱۳۶۴ھ

عزیزی سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا۔ میں نانپارہ ہی میں تھا یہاں سے آدمی پہنچا، لاہور سے لوگ آئے ہوئے ہیں، وہاں مرکز تنظیم اہلِ سُنّت کا سالانہ جلسہ تھا اور میں نے جانے سے عذر کیا تھا بہرکیف نانپارہ سے آکر لاہور جانا پڑا، آج وہاں سے واپس آکر تمہارا خط ملا حالات معلوم ہوئے۔

اب سب جلاوطن لوگ واپس آگئے۔ مشاعرے کی ابھی کوئی تاریخ معین نہیں ہوئی عنقریب، ان شاء اللہ، معین ہوگی۔ تم کو اطلاع ہوجائے گی۔ غیر اللہ کے تعلقات سے نجات

توسیع کی طرف اشارہ ہے۔

[۱] حافظ ابوالبرکات شہر کے نہایت بزرگ حضرات میں سے تھے، انھوں نے شہر کی نالے والی مسجد کے حجرے میں رہ کر ساری زندگی گذاردی اور ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ حضرت لکھنویؒ ان کی علالت کے دوران اسی مسجد میں جاکر ان کی عیادت کرتے تھے۔ ان کے سالِ وفات کا علم نہ ہوسکا۔

[۲] تحریکِ مدحِ صحابہؓ کے سلسلے میں حضرت مولانا عبدالسلام فاروقیؒ اور مولانا عبدالعزیز فاروقیؒ (دونوں صاحبزادگان حضرت لکھنویؒ) ہر سال لکھنؤ سے جلاوطن کردیے جاتے تھے، اب اس فہرست میں مولانا ظفر الملک کا بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ یہاں اسی طرف اشارہ ہے۔

دلانے والی کثرت ذکر ہے۔ حضرت امام ربانی مکتوبات قدسیہ میں لکھتے ہیں کہ بغیر کثرت ذکر کے ماسوی سے نسیان نہیں ہوتا اور بغیر نسیان ماسوی کے کام نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ یہ دولت مجھ کو بھی عطا فرمائے اور تم کو بھی۔ مایوس نہ ہونا چاہیے رحمت بہت بڑی ہے اور بہت وسیع ہے۔ تمہاری نادرستی طبیعت کا حال پڑھ کر قلق ہے، اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی قائم رکھے۔ آمین۔

ان شاء اللہ، فیض آباد کی یہی تاریخیں ہیں جو تم نے لکھی ہیں اور اس سے پہلے گونڈا میں جلسہ ہے اس میں بھی ایک دن کے لیے جانا پڑے گا۔ سید معشوق علی صاحب کا خط بھی آیا ہے ان کی خاموشی و بے تعلقی اگر نادرستی طبیعت کے باعث سے نہیں ہے تو ان کو اسی طرح آمادہ کرنا ضروری ہے۔ سب بچوں کو اور گھر میں دعا و سلام۔ فقط

عبد الشکور

(۷۲)

دار المبلغین لکھنؤ

۱۳ر جمادی الآخرہ یوم سہ شنبہ ۱۳۶۴

عزیزی و مخلصی حافظ مغیث الدین سلمکم اللہ تعالی

بعد سلام مسنون و دعا ہا واضح ہو۔ کل شام کو پنجاب میل سے یہاں پہنچا ایک کارڈ تمہارا بری پور میں ملا تھا اور ایک یہاں پہنچ کر ملا۔ آخری کارڈ پڑھ کر رنج ہوا جو لوازم شریعت سے ہے۔

عزیزہ صدیقہ [۱] جس کے نام کے ساتھ اب بجائے سلمہا اللہ تعالیٰ کے رحمہا اللہ تعالیٰ لکھنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور وسیلۂ شفاعت روز قیامت قرار دے اور اس سے تعلق رکھنے والوں کو صبر اور جزائے صبر عطا فرمائے اور توفیق دے کہ سوا کلمۂ طیبہ انا للہ وانا الیہ راجعون کے ان کی زبان سے اس کے خلاف کوئی بات نہ نکلے۔ آمین۔

تمہارے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کو بڑا صدمہ ہوا اور صدمے کا واقعہ بھی ہے

[۱] صدیقہ نامی بچی مولانا مغیث الدین الہ آبادیؒ (مکتوب الیہ) کی تھی جس کی کم سنی میں انہی ایام میں وفات ہوئی تھی۔ اسی بچی کی تعزیت میں یہ خط لکھا گیا تھا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صدمے میں بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کا خیال قائم رہا، یہ انعام خداوندی ہے۔

دنیا انھیں مکارہ ومصائب میں ہر طرف سے گھری ہوئی ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ کی یاد میں رہ کر ان مکارہ ومصائب کے احساس سے کسی حد تک خالی ہو گئے ہوں۔

جب سب سے پہلے لڑکے میاں عبدالرؤف[1] کا انتقال ہوا جس کی عمر پانچ سال کے قریب تھی تو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس صدمے کی کیفیات کا اندازہ بھی اب میں نہیں کر سکتا۔ اسی صدمے کی حالت میں بوستان کی ایک حکایت نظر میں آئی، حضرت سعدیؒ کے ایک کم عمر صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تھا اس واقعہ کو اس حکایت میں نظم فرمایا ہے پہلا شعر یہ ہے

بہ صنعا درم طفلے اندر گزشت
چہ گویم کز ان حال برمن چہ گشت

اسی رنج وصدمے میں بے خود ہو کر فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ قبر کھود کہ اسی بچے کو پھر ایک بار دیکھ لوں تو اسی بچے کی آواز آئی "زفرزند دلبندم آمد بگوش"

وہ آواز یہ تھی کہ اے باپ! تم میرے لیے کیوں اس قدر رنج کرتے ہو، میں تو پاک آیا تھا اور پاک چلا گیا، اپنی فکر کرو کہ پاک تم بھی آئے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ ناپاک ہو کر جاؤ کہ "ننگ ست ناپاک رفتن بخاک" اس حکایت کو پڑھ کر بہت ہی تسکین اس وقت ہو گئی تھی۔

پرسوں یعنی ۱۷ر مئی کو دربھنگہ جانے کا ارادہ ہے، وہاں مدح صحابہؓ کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا ہے، شاید ایک ہفتے سے زائد اس سفر میں لگ جائے لہٰذا یہاں آنے کا خیال ابھی نہ کرنا، بالفعل وہاں تمہارا رہنا بہت ضروری ہے تاکہ تسلی وتسکین دیتے رہو اور صبر کی تلقین کرتے رہو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

اپنے گھر میں اور سب بچوں کو دعا وسلام کہہ دینا اور صبر اور رضا بالقضا کی زیادہ سے زیادہ نصیحت پہنچا دینا۔ دنیا سے سب کو جانا ہے مگر یہ بچپن کی رحلت اس جانے والے کے لیے کتنے فوائد اور کتنے راحت کی چیز ہے۔ ذکر کی کثرت کرو، تعطیل کی فرصت غنیمت سمجھو، اللہ

[1] میاں عبدالرؤف حضرت امام اہل سُنّتؒ کے ایک کم سن صاحبزادے تھے جن کا ۱۹۰۸ء میں انتقال ہوا تھا۔

کی یاد میں بڑی بڑی تاثیرات ہیں۔ تین لطیفوں سے کم از کم اس قدر ذکر بلاناغہ ہوتا رہے جس قدر تم کو بتایا گیا ہے سفر سے واپس آتے ہی، ان شاء اللہ، تم کو اطلاع دوں گا۔ فقط

عبد الشّکور عفاعنہ

(۷۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۳؍رجب۔ یکشنبہ ۱۳۶۴

عزیزی و مُخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا۔ خط پہنچا، حال معلوم ہوا۔ میں نے تم کو کانپور کے پتے سے بھی خط بھیجا اور نارا کے پتے سے بھی۔

یہاں نہ آسکنے کا افسوس تم کو بھی ہو گا اور مجھے بھی ہے مگر مشیّت یوں ہی تھی پھر اللہ تعالیٰ کسی اور بہتر وقت میں ملائے۔ اپنی حالت سے جلد اطلاع دینا ورنہ تردد ہو گا۔ آج کل وہاں رفاقت حسین[1] کا فتنہ بہت زور پر ہے، یہاں سے دارالمبلغین کے دو شخص مع کتب کے مولوی عبد الباری کی طَلَب پر پہنچ گئے ہیں۔ معلوم نہیں ہوا کہ یہ مباحثہ سلطانپور میں ہو گیا

---

[1] مولوی فاقت حسین کا آبائی وطن ضلع حاجی پور بہار تھا، لیکن وہ لگ بھگ ۱۳۳۰ھ میں بمقام بھوانی پور ضلع مظفر پور بہار میں پیدا ہوئے۔ درجہ چار تک اسکولی تعلیم حاصل کر کے کچھ دنوں مدرسہ احمدیہ مظفر پور میں پڑھ کر مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں داخل ہوئے اور یہیں سے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۳۴۵ھ میں مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخل ہوئے، اس کے بعد دارالعلوم معینہ عُثمانیہ اجمیر میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۷۰ھ میں مولانا سید شاہ علی حسین کچھوچھوی سے بیعت کی اور انہی سے اجازت بھی ملی۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ تدریس کے فرائض مدرسہ منظر اسلام بریلی، مدرسہ محمدیہ جائس ضلع رائے بریلی، مدرسہ جامع مسجد سلطانپور، مدرسہ احسن المدارس کانپور، دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد اور مدرسہ مسکینہ دھوراجی ضلع راجکوٹ گجرات میں انجام دیے۔ آخر میں مدرسہ احسن المدارس کانپور کو اپنا مستقل مستقر بنالیا تھا۔ بریلویوں کے حلقے کی طرف سے انھیں مُفتی اعظم کا خطاب دیا گیا۔ عمر کا بڑا حصہ عُلمائے اہلِ سُنت سے مناظروں میں گزرا۔ کچھ متفرق کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ حضرت امام اہلِ سُنتؒ کے فرزند مولانا محمد عبد السّلام فاروقی لکھنویؒ اور مولانا قاری محمد صدیق لکھنویؒ سے بھی کئی بار ان کے مناظرہ ہوئے۔ ۱۹۷۱ء تک آپ حیات تھے مگر اس کے بعد کے حالات دستیاب نہیں ہوسکے۔

فیض آباد میں۔ اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔

مولوی عبد الباری کو، معشوق علی صاحب کو اور ان کے گھر میں سب کو سلام و دعا کہہ دینا۔ فقط والسّلام

عبد الشّکور عفاعنہ

(۷۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۸؍شوال۔ یوم شنبہ ۱۳۶۴ھ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ۔

سلام مسنون و دعاہا۔ اب کی مرتبہ تم نے غیر معمولی تاخیر کی کہ آج تمہارا خط پہنچا، کل بعد نماز جمعہ آسیہ بیگم[1] مرحومہ نے اس دار فانی سے رحلت کی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی وصیت کے موافق ان کی نعش کاکوری لے جاکر اپنے قبرستان میں دفن کی۔ ۳ بجے شَب کو فراغت کرکے ہم سب لوگ صبح کو یہاں واپس آگئے۔ ان کے بھائی نواب عبد الرحمٰن خان اسِسٹنٹ منیجر نانپارہ بھی پہنچ چکے تھے۔ نماز جنازہ اور دفن میں ان کی شرکت بھی ہوگئی۔ بآسانی ممکن ہو تو ان کے لیے ختم قرآن کروادو اور دعائے مغفرت۔ بڑی نیک بی بی تھیں اور مجھے راحت پہنچانا اور میری اور سب کی خدمت کرنا تو ان کی زندگی کا اصل مقصد تھا۔ اللہ کا نام لیتی تھیں اور رمضان مبارک میں شب کو قطعاً سوتی نہ تھیں دن میں تھوڑا سا سوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنّت الفردوس عطا فرمائے۔ ان کی موت نے ہمارے یہاں صدماتِ سابقہ کے زخم تازہ کردیے۔ کل صبح کو میں ہسپتال ان کے دیکھنے کے لیے گیا تو کہنے لگیں کہ

---

[1] مرحومہ آسیہ بیگم نواب سردار علی خان نانپارہ ضلع بہرائچ یوپی کی اہلیہ تھیں اور نواب عبد الرحمٰن خاں اسِسٹنٹ منیجر ریاست نانپارہ کی بہن تھیں حضرت لکھنویؒ کی بے حد عقیدت مند مرید تھیں اور ان کے پورے گھرانے سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ اپنے ایک قریبی عزیز کے یہاں لکھنؤ آئی ہوئی تھیں وہیں بالائی منزل سے نیچے اترتے ہوئے زینے سے پھسل کر گر پڑیں جس سے ان کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی چنانچہ لکھنؤ میڈیکل میں داخل کی گئیں، مگر وقت آچکا تھا صحت نہ ہو سکی لہٰذا شوال ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوگیا۔ راقم الحروف بھی ان کی تدفین میں شریک ہوا تھا۔

آپ اطمینان رکھیے مجھے اب آرام معلوم ہوتا ہے اور میں نے رات میں یہ خواب دیکھا ہے کہ میں حج کے لیے گئی ہوں۔ میرے بعد تقریباً دو گھنٹہ کے سے ان کے بھائی ہسپتال گئے تو ان سے کہا میں تو صبح سے بالکل تیار ہوں مالک کے حکم کا انتظار کر رہی ہوں، ابھی حکم میں دو ڈھائی گھنٹے کی دیر ہے اس کے بعد پورے ڈھائی گھنٹہ وقفے کے بعد ہسپتال میں غریب کی موت ان کو ملی۔ وھوارحم الراحمین۔

یہ خط معشوق علی صاحب کو دے دیناوہ بھی ان سے واقف ہیں خصوصاً ان کے گھر کے لوگ۔ زین العابدین ابھی دہلی سے واپس نہیں آئے اور آج ظفر الملک از خود دہلی گئے۔ یاد رہا تو تمہارا خط قاری صاحب کو دے دوں گا ورنہ معاف کر دینا۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفاعنہ

(۷۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۵ر شوال شنبہ ۱۳۶۴ھ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعاہا۔ خط پہنچا تمہاری زکامی خلش کے اب تک دفع نہ ہونے کا قلق ہے۔ شافی حقیقی دفع فرما دے۔ آسیہ بیگم مرحومہ کا انتقال "زخمے ست کہ مرہمے ندارد" تمہارے یہاں کے قرآن مجید ختم ہوئے۔

تم نے اپنے متعلق جو کلمات لکھے ہیں ان سے ایک قسم کی مایوسی مترشح ہوتی ہے حالانکہ مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ تم کو بھی اس حقیر کے ساتھ محبت ہے اور اتنی محبّت ہے کہ میں اس کا مستحق نہیں اور امید ہے کہ، ان شاء اللہ، یہ محبّت پیران عظام کی محبت تک پہنچا دے۔ ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ۔

درخواست حج کی منظوری نہیں ہوئی بلکہ قطعی نامنظوری کا جواب آگیا۔ مشیّت پر بندے کو راضی رہنا چاہیے۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفاعنہ

(۷۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

یکم ذیقعدہ دوشنبہ ۱۳۶۴

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعاہا۔ ابھی ابھی تمہارا یہ جوابی کارڈ ملا۔ نہایت عجیب بات ہے تم کو اور مولوی عبد الباری کو بیک وقت خط لکھا گیا اور دونوں خط لٹر بکس میں، میں نے اپنے ہاتھ سے ڈالے، تمہارا خط کہاں غائب ہوا معلوم ہوتا ہے تم نے اپنی ڈاک کی حفاظت کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا۔ جب تمہاری رائے خلاف تھی اس وقت بھی میں نے تم کو یہی لکھا تھا کہ قاری مُحمد صدیق کے بیان سے سمجھ میں یہی آیا ہے کہ معشوق علی صاحب کی رائے حق وانصاف پر مبنی ہے۔ یہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور اب بھی لکھتا ہوں کہ عزیزی مولوی حکیم محمود الحق سلمہ کو میرا خط دکھا دیا جائے، ان شاء اللہ، وہ خلافِ حق کوئی بات نہ کریں گے یا اس سے جلد رجوع کریں گے۔

سُنّی انتخابی بورڈ کی تجویزات لکھنؤ کے سب اخباروں میں شائع ہو گئی ہیں ان کو پڑھ کر جو الجھن تمہارے دل میں پیدا ہوئی ہے وہ دفع ہو جانا چاہیے۔ تعطیل دسہرہ میں تمہارے آنے کا انتظار تھا اور اسی وجہ سے کئی لوگوں سے دریافت کیا گیا کہ تعطیل مذکور کب ہوتی ہے؟ تم نے یہ خیال نہ کیا کہ تعطیل دسہرہ کی لفظ میرے لیے ایک معمی ہو گی۔ بہر کیف اب معلوم ہو گیا کہ تم تعطیل مذکور میں نہ آسکو گے۔ خیر اپنی ضرورت اور راحت کے موافق جو مناسب سمجھو وہی کرو۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۷۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

یکم محرم ۱۳۶۵ھ جمعہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ، سلام مسنون ودعاہا۔ میں تم کو خط لکھنے ہی والا تھا، تمہارا یہ جوابی کارڈ پہنچ گیا۔

اب مسجد تو جانے لگا ہوں اور وضو بھی کر لیتا ہوں مسحی موزوں کے سبب سے آدھا وضو

کرنا ہوتا ہے۔

تم نے اپنے آنے کو لکھا ہے، ضرور آؤ۔ مولوی فضل اللہ بھی گونڈا سے اس تعطیل میں آئیں گے اور شاید کوئی اور بھی آجائے خداوند کریم اس اجتماع کو خالص اپنے لیے کرلے۔ آمین

آسمان سجدہ کند بہر زمینے کہ برو
یک دکس یک دو نفس بہر خدا بہ نشینند

آج سے، ان شاء اللہ تعالیٰ، وہ مواعظ پندرہ روزہ بھی شروع ہوجائیں گے، جن کا سلسلہ پندرہ سال سے بعونہ تعالیٰ قائم ہے۔ مولوی عبدالباری سلمہ کے ایما سے تم نے جو بات پوچھی ہے اب تو تم آرہے ہو، ان شاء اللہ، زبانی جواب دوں گا۔

تم نے ۱۴ر نومبر سے تعطیل لکھی ہے اور مولوی فضل اللہ نے ۱۳ر نومبر سے یہ اختلاف کیوں ہے؟

قاری ضیاء الدین[1] صاحب کے گھر کے لوگوں کا انتقال پڑھ کر قلق ہوا، اپنا غم یاد آگیا۔ ارحم الراحمین مغفرت کرے اور سب کو صبر دے۔ سید معشوق علی صاحب سے جواب سلام کے بعد کہہ دینا۔

جو کیفیت شدت نزلہ کی آپ کو ہے وہ اب مجھے بھی ہے، شافی مطلق دونوں کو شفا دے۔

عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] شیخ القراء قاری ضیاء الدین صدیقی قصبہ نارا ضلع الٰہ آباد میں ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ قرآنیہ دائرہ شاہ محب اللہ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ فارسی مولوی مہدی سے پڑھی، عربی مولانا محمد فاروق چریاکوٹی، مولانا منیر الدین اور مولانا احمد حسن کانپوری سے پڑھی۔ تجوید شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکی سے پڑھی اور مشق کی۔ مدرسہ اسلامیہ جامع امروہہ میں تجوید وقرات کے مدرس ہوئے۔ اسی دوران مولانا احمد حسن امروہوی اور مولانا عبدالرحمٰن سے علوم نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل کی۔ امروہہ کے بعد مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور، مدرسہ فاروقیہ جونپور، مدرسہ قرأۃ القرآن کانپور، مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد اور مدرسہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر ضلع اعظم گڑھ میں درس دے کر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں تدریس شروع کی۔ آپ کے تلامذہ پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ آپ نہایت منکسر المزاج، متقی وپرہیزگار، خلیق ومہمان نواز تھے۔ آپ کی تصانیف میں خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن (عربی میں) اور ضیاء القراءۃ (اردو میں) ملتی ہے۔ ۵ر جنوری ۱۹۵۲ء کو لکھنؤ میں وفات پائی۔ اس مکتوب میں ان کی اہلیہ کے انتقال پر اظہار افسوس کیا گیا ہے۔

(۷۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۳؍ربیع الاول ۱۳۶۶ھ چہار شنبہ

عزیزی و مُخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ، سلام مسنون ودعاہا۔ آج پہلا دن ہے کئی ماہ کے بعد قلم ہاتھ میں لیا اور یہ پہلا خط لکھ رہا ہوں۔

تمہاری علالت معلوم کرکے قلق ہوا، مگر الحمدللہ انجام صحت وعافیت پر ہوا۔ ضعف کی حالت میں، آنے کی تکلیف نہ کرنا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ بہت راحت اس سفر میں رہی۔ یہاں پہنچنے کے بعد البتہ ضعف وغیرہ محسوس ہوا۔ نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالسّلام بھی بہ خیریت ہیں۔ مدحِ صحابہؓ کے متعلق جو تم نے سنا صحیح ہے۔ مگر اس کریم کارساز کا شکر ہے مظلومین کا جذبہ قربانی بہت ترقی پر ہے۔ سرکاری خبر تقریباً دوہزار گرفتاریوں کی ہے، جن میں بچے چھوڑ دیے گئے۔ نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالعزیز اور ان کے رفقائے کار جن میں شہر کے کئی وکلا بھی ہیں، جیل میں ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

سب مُخلصین کو جن کا علم تم کو ہے، حتی الامکان فرداً فرداً سلام مسنون کہہ دینا۔ معشوق علی صاحب سے کہہ دینا کہ آپ کا خط مکہ مکرمہ میں مجھے مل گیا تھا۔ ہر طواف کا ایک شوط اُن لوگوں کی دعا کے لیے مخصوص رہتا تھا، جنھوں نے دعا کے لیے درخواست کی تھی اور تمام مُخلصین کے لیے دوسرے مقامات اجابت میں بھی خصوصاً عرفات میں جبل رحمت کے سامنے دعا کی گئی۔ وھو مجیب السائلین حضرت صاحبزادہ دامت برکاتہم بھی اس مرتبہ حج کے لیے گئے تھے۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۷۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳؍ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ سہ شنبہ

عزیزی و مُخلصی زیدت توفیقاتکم، سلام مسنون ودعاہا۔ خط پہنچا حال معلوم ہوا، خداوند کریم

بخیر وعافیت رکھے اور اپنی یاد میں ایسا مشغول بلکہ مشغوف رکھے جیسا کہ چاہیے۔ مولانا ظفر الملک[1] مرحوم کی موت کی وجہ قابلِ رشک ہے، غفرہ ربہ۔ مجھے بھی اختلاجی کیفیت اور ضعف کئی دن تک رہا مگر پرسوں صبح کو معشوق علی صاحب سے میں نے کہا کہ ضعف تو آج زیادہ ہے مگر اس کے ساتھ ہی قلب میں سکون بھی محسوس ہو رہا ہے۔ دعا کرو کہ حق تعالیٰ غیب سے ہم لوگوں کی مدد کرے سوا اس کی مدد کے الحمد للہ کوئی اور سہارا نہیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ نعم المولی ونعم النصیر۔

مرحوم کے لیے قرآن خوانی کو تم سے کہہ آیا تھا، نہ ہوئی ہو تو اب کرادو اور مطلع کرو۔ "اخبار حق" یا "حقیقت" کو بھی اطلاع بھیج دو تو بہتر ہے۔

شجرہ طیبہ مکمل مل گیا۔ کاتب کتابت بھی مکمل کر چکا ہے اور شاید تصحیح بھی ہو چکی ہے، بس اب طباعت کی دیر ہے اگر وہاں ہو سکے تو مطلع کرو۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۸۰)

دارالمبلغین لکھنؤ

۶/ جمادی الاولی ۱۳۶۶ھ دوشنبہ

عزیزی مخلصی سلمکم اللہ تعالی۔

سلام مسنون ودعا ہا۔ کلکتہ سے واپس آئے ہوئے آج مجھے آٹھواں دن ہے۔ طبیعت کئی دن سے خراب ہے، دل تو نہیں چاہتا کہ فیض آباد جاؤں لیکن مولانا ضرغام الدین صاحب جو اس وقت اپنے وطن میں ہیں اور جلسہ فیض آباد سے دو ایک دن پہلے معلوم ہوا ہے کہ آجائیں گے اور لکھنؤ ہوتے ہوئے فیض آباد جائیں گے، ان کے اصرار سے شاید مجبور ہو جاؤں اور فیض آباد جانا پڑے۔ فیض آباد کا جلسہ ۴، ۵، ۶، ۷ اپریل چار دن کا ہے، چار دن کے شرکت تو مشکل ہے پھر فیض آباد سے بھدرسہ جانا ضروری ہے خدا ہی جانے کہ کیا ہوگا۔

مشتاق علی خاں صاحب نے حضرت صاحب[2] کے فاتحہ کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے بلایا،

---

[1] مولانا ظفر الملک علوی کاکوروی کے حالات ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

[2] یہاں حضرت صاحب سے حضرت مولانا شاہ ابو احمد مجددی بھوپالی مراد ہیں، جو حضرت امام اہل سنت کے

تاریخ میں نے ۴؍اپریل مقرر کی مگر کل ان کو اطلاع دے دی کہ نہ آسکوں گا۔ یہاں منشی مشرف علی نے، جن کو مقبول نے اپنی جگہ رکھ دیا تھا، ایک دوسری ملازمت زیادہ کی مل جانے کے باعث استعفا دے دیا ہے، بُرا نمونہ دونوں نے پیش کیا۔ اس جگہ کے لائق کوئی شخص تمہاری نظر میں ہو تو مطلع کرنا۔ جب یہاں آنے کا ارادہ کرنا تو فیض آباد میں اتر کر دیکھ لینا اور معلوم کر لینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۸۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۴؍جمادی الاولی چہار شنبہ ۱۳۶۶

عزیزی و مخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا۔ تمہارا خط مورخہ ۱۴؍اپریل جس پر مہر بھی ۱۴ کی ہے، کل ۱۵؍اپریل کو بوقت شام پہنچا، سلطانپور سے اتنی دیر کیوں لگتی ہے؟ تمہاری طبیعت بوجہ ناک کے دانوں کے معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آرام دے۔

معشوق علی صاحب یہاں سے سنیچر کو گئے اسی دن شام کو پہنچ گئے ہوں گے اور تمہارا خط اتوار کو چلا ہے شاید تم نے تحقیق نہیں کی۔

پرسوں یہاں ایک اور بڑا حادثہ ہوا یعنی مشرف[1] کا انتقال ہو گیا۔ مدح صحابہ میں انھوں نے بہت خدمتیں کیں اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین۔ پرسوں شَب حافظ صدرالدین آئے تھے اور پرسوں دن میں سلطانپور واپس گئے۔ منشی ناظم علی کے لیے جو تم نے لکھا وہ

شیخ تھے۔

[1] شیخ امیر حسن لکھنؤ کے عمائد اور رؤسا میں تھے، ان کی کوٹھی محلہ رکاب گنج لکھنؤ میں دینی و ملی کاموں کا مرکز تھی، انہی کے پسماندگان میں شیخ مشرف حسن بھی تھے جو حضرت لکھنویؒ سے بے حد تعلق رکھتے تھے۔ تحریک مدح صحابہؓ میں زبردست خدمات انجام دی تھیں۔ ۱۹۶۴ء میں لکھنؤ میں وفات ہوئی، ان کے چھوٹے بھائیوں میں شیخ ظہیر حسین، شیخ صغیر حسین، شیخ مشیر حسین اور شیخ شبیر حسین بھی ان تحریکات میں ممد و معاون رہے ہیں۔ مشرف صاحب احاطہ شیخ شوکت علی کے نام سے جو جگہ تھی اسی کے عقب میں مدفون ہوئے۔

بخوشی منظور ہے۔ تمہاری رائے کے بعد اور کسی سے رائے لینے کی ضرورت نہیں۔اس جگہ میں کام تو زیادہ نہیں، لیکن حساب دانی ضروری ہے۔ کئی درخواستیں آچکی ہیں ان میں سے ایک کا انتخاب بھی ہو چکا، لیکن منشی ناظم علی کو میں ترجیح دیتا ہوں ان کو چاہیے کہ فوراً آجائیں کام سمجھ لینے کے بعد پھر ایک دن کے لیے جا سکیں گے۔ حافظ کامل سے ہی ان کے لیے کہہ دیا جائے گا۔اب آنے میں دیر نہ کریں فقط گھر میں اور بچوں کو دعا کہہ دینا۔

عبدالشکور عفاعنہ

(۸۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۹ر رجب پنجشنبہ ۱۳۶۶ھ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا ہا۔ قاری عبدالمعبود صاحب سے یہ معلوم کر کے کہ ۴ر جون کو تم آجاؤ گے انتظار اور تردد رہا، خط لکھنے ہی والا تھا کہ حافظ صدرالدین[1] آگئے اور سب حال مفصل معلوم ہوا دعا کی گئی کہ حق تعالیٰ تم کو ہر طرف سے سکون و اطمینان دے، افتخار سلمہ کو شفا عطا فرمائے۔ زبانی حافظ صدرالدین نے میرا مفصل پیغام تم سے بیان کیا ہو گا۔

جب اسی قسم کی کوئی پریشانی پیش آئے تو ختم خواجگان و ختم حضرت مجددؒ پڑھ کر دعا مانگنا چاہیے اور پانی دم کر کے وہی پانی پلانا چاہیے، ان شاء اللہ، ضرور فائدہ ہو گا۔ کنزالہدایات صفحہ ۱۲ میں فائدہ ۷ اور ۱۸ پڑھو خصوصاً یہ جملہ "درین طریق ختم خواجائے بزرگواران قدس اللہ اسرارہم درباب حصول مرادات کار دعوت اسماے کند کہ در طریق دیگر ست"۔ تدبیر ظاہری مثلاً دوا علاج سے زیادہ اہتمام ان چیزوں کا ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی غلامی کا طوق تمہاری گردن میں رکھے، آمین ثم آمین ثم آمین۔ تم نے ۱۸ر جون تک آنے کو لکھا ہے اگر ضعف میں

---

[1] حافظ صدرالدین موضع بریڈیہہ، ڈاکخانہ لال گنج ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے اور سلطانپور میں آکر رہ پڑے تھے اور مٹھائی اور چائے کے ہوٹل وغیرہ کا کاروبار کرتے تھے۔ حضرت لکھنویؒ کے بڑے مخلص مریدوں میں سے تھے۔ حضرت لکھنویؒ کی وفات کے کافی عرصے کے بعد سلطانپور ہی میں انتقال ہوا۔ان کے لڑکے وغیرہ آج بھی سلطانپور ہی میں ہیں۔

کچھ کمی اس وقت تک ہو گئی تو تاریخ مذکور نا پارہ جانے کی ہے، لہٰذا پھر جب جامع المتفرقین کی مشیّت ہو گی، ملادے گا۔ فقط سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔

عبدالشّکور عفاعنہ

(۸۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۱/ماہ مبارک چہار شنبہ ۱۳۶۶

عزیزی و مخلصی سلّمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعا۔ اس وقت تمہارا جوابی کارڈ ملا۔ سلطان پور سے آنے کے بعد ایک کارڈ تم کو بھیج چکا ہوں، کیا وہ نہیں پہنچا؟ یہاں سب حالات بدستور ہیں۔ فالحمد للہ۔

تمہاری نادرستی طبیعت اور پھر صحت کا حال معلوم ہوا۔ روزے تو، ان شاء اللہ، تمہارے بھی پورے ہوئے ہوں گے۔ میں تراویح میں ایک پارہ روز پڑھ رہا ہوں مگر بہ مشکل۔ نور چشم مولوی عبدالسّلام غالباً آج اپنے یہاں ختم کریں گے، پھر اپنے شروع کیے ہوئے کا ختم انہیں کے سپرد کردوں گا۔ حکیم محمودالحق کا معلوم نہیں اب کیا حال ہے۔ معشوق علی صاحب کو اور سب احباب کو اور اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ رمضان مبارک کا چاند تمہارے یہاں کس دن دیکھا گیا۔ یہاں باہر کی شہادتوں پر رویت ۲۹ کی مانی گئی۔ فقط

عبدالشّکور عفاعنہ

(۸۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۳/ذی الحجہ۔ سہ شنبہ ۱۳۶۶

عزیزی و مخلصی سلّمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعا۔ خط ملا حالات معلوم ہوئے۔ نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالعزیز کو کچھ افاقہ تو محسوس ہوتا ہے، مگر ابھی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ان کے یہاں ۶/ذی الحجہ کو ولادت ہوئی کل عقیقہ تھا، بچے کا نام عبدالمقتدر[1] رکھا گیا اللہ تعالی سخاوت دارین عطا فرمائے آمین۔

[1] عزیزم عبدالمقتدر فاروقی سلمہ حافظ قرآن ہیں، اردو کے علاوہ ابتدائی فارسی کی بھی تعلیم حاصل کی تھی،

محرم کی تعطیل میں تم نے آنے کو لکھا ہے، قریب وقت میں دریافت کر لینا کچھ دنوں سے یہاں طَبیعت گھبراتی ہے اس لیے خیال ہوتا ہے کہ راستہ بالکل مامون ہو جائے تو کچھ دنوں کے لیے بھوپال اور بمبئی میں گزاروں۔ زوجۂ ہدایت[1] سے بعد جواب سلام کہہ دینا کہ شفا کے لیے دعا ہو رہی ہے۔ حافظ صدرالدین اپنے وطن سے آگئے ہوں تو ان کو بھی سلام مَسنُون پہنچا دینا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور سب کو سلام و دعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۸۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۵/ محرم ۱۳۶۷ھ سہ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا۔ کارڈ تمہارا ملا، حال معلوم ہوا۔ شافی مطلق شفائے کامل عطا فرمائے۔ مومن کو جو تکالیف اس دنیائے فانی میں پیش آتی ہیں، وہ کفارہ ذنوب ہیں اور، ان شاء اللہ تعالیٰ، باعث ترقی درجات بھی۔ حافظ صدرالدین کے خط کے ساتھ ہی تم کو بھی خط ڈلوایا تھا کیا وجہ کہ تم کو نہ ملا اور انھوں نے تمہارے ہی کارڈ میں اپنے خط کی رسید لکھی۔

عزیزی مولوی محمد عبدالرحیم سلمہ کو میں لکھ چکا ہوں انھوں نے تمہاری طرف سے بھی سو روپیہ داخل کر دیا ہوگا۔ اس کی اطلاع بھی میں نے تم کو اسی گم شدہ کارڈ میں دی ہے۔ افتخار سلمہ کو بھی شفا دینے والا وہی ایک ہے۔ ختم شریف کا معمول اگر پابندی کے ساتھ جاری رہے تو اس کا پانی اکسیر اعظم ہے۔ نورِ چشم مولوی محمد عبدالعزیز سلمہ کو اب کچھ افاقہ محسوس ہوتا ہے۔ فلہ الحمد علیٰ ذلك

اور سب حال بدستور ہے۔ مشتاق علی خان کا مدت سے اصرار اور اب زیادہ ہو رہا ہے کہ آئندہ سہ شنبہ یعنی آج کے آٹھویں دن وہاں جاؤں۔ ردولی اور دریاباد کے درمیان میں پٹرنگا اسٹیشن ہے، وہاں سے علی آباد قریب ہے اور علی آباد کی بستی سے باہر ان کا مکان۔ ان شاء

ان کی شادی کانپور میں ہوئی ہے۔ ان کے ایک لڑکا عبدالقادر سلمہ اور ایک لڑکی ہے۔

[1] زوجہ ہدایت سلطانپور میں حضرت امام اہلِ سنت کی مرید تھیں۔

اللہ تعالیٰ چار پانچ دن وہاں قیام ہوگا۔ سکون اور تنہائی کی جگہ ہے مگر تم اپنی نادرستی مزاج اور تعطیل نہ ہونے کے باعث شاید نہیں آسکتے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری تعطیل تک میرا قیام وہیں رہے مگر یہ امر متیقن نہیں۔ اگر بآسانی ممکن ہو تو سیّد معشوق علی صاحب سے کہلوا بھیجو کہ بہت دنوں سے انھوں نے اپنی اطلاع نہیں دی، خیریت نہ معلوم ہے۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۸۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳؍ صفر، ۱۳۶۷ھ دوشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون و دعا ہا۔ اب اکثر اوقات خط لکھنا سخت دشوار اور باعث تکلیف ہوجاتا ہے اور تم جوابی کارڈ بھیج کر مجبور کردیتے ہو۔

ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے اور افتخار سلمہ کے لیے بعد ختم شریف دعا ہوتی رہے گی۔ افسوس ہے کہ تم ختم کا التزام نہیں کرتے، جب قرآن مجید ہی کا التزام نہیں تو اور التزامات کجا۔ اپنے شبانہ روز کے اوقات کی تقسیم اور اس تقسیم کی سختی سے پابندی ضروری ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎ "صوفی ابن الوقت آمد اے پسر" اور حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ "یہ ادنیٰ درجہ ہی اعلیٰ درجہ ہے کہ الصوفی ابوالوقت"۔ منشی مشتاق علی خان صاحب کا پستہ یہ ہے کہ علی آباد ضلع بارہ بنکی بذریعہ جلیل الرحمٰن صاحب تعلقدار۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل سہ شنبہ کو ہی ۱۲ بجے دن کی گاڑی سے جاؤں گا۔ معلوم نہیں وہاں کے دن قیام رہے گا۔ ختم کا التزام ہوتا تو ختم کا پانی افتخار سلمہ کو پلا دیا کرتے جو درحقیقت اکسیر اعظم ہے۔ عبدالعزیز سلمہ کی بیماری ہرگز کسی علاج سے نہیں بلکہ صرف اسی پانی سے گئی۔ نیز ختم کے بعد قبولیت دعا کی زیادہ امید ہے۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۸۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۹؍ جمادی الاخرہ ۱۳۶۷ھ دوشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعاہا۔ کارڈ پہنچا حالات معلوم ہوئے۔ نور چشم عبدالحیٔ سلمہ کی بہن[1] کے شدید چیچک نکلی، اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دی اگر بہ آسانی ہو سکے تو کیوڑہ کی جڑ لیتے آنا تا کہ اس کو شربت اس کا دو چار روز پلا دیا جائے اور اگر کچھ تردد کرنا پڑے تو نہ لانا۔

حافظ صدرالدین سے بعد سلام مسنون کہہ دینا اور خط ان کا پہنچ گیا، جواب اپنی کاہلی و سستی کے سبب سے نہ لکھ سکا۔

تم نے اپنے سر میں چکر کی شکایت لکھی ہے ایسی حالت میں سفر کرنا اور بھی مکلف ہوگا اس لیے بہ اطمینان وراحت یہاں آنے کا قصد کرنا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۸۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۹/رجب ۱۳۶۷ھ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون ودعاہا۔ نور چشم عبدالہادی[2] سلمہ اللہ تعالیٰ کو کرب و بے چینی اس قدر ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ تین دن اور تین رات ہو گئے کہ ایک منٹ کے لیے نہیں سویا اور جو حالات ہیں کیا لکھے جائیں۔ ارحم الراحمین رحم فرمائے اس کی قدرت بہت بڑی اور اس کی رحمت بہت بڑی۔ مریضہ کا حال معلوم ہوا اللہ تعالیٰ شفا دے۔ فقط والسلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۸۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۴/ماہ مبارک ۱۳۶۷ھ دوشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

[1] یہاں اشارہ عزیزہ شیما سلمہا کی طرف ہے جن کے حالات آخری صفحات میں آرہے ہیں۔

[2] اس بچے کے حالات گزشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں۔

سلام مسنون ودعاہا۔ کل شام کو کئی دن انتظار کے بعد تمہارا کارڈ ملا۔ اسرار احمد سلمہ [۱] کی علالت کی اطلاع کے بعد خط بھیجنے میں اس قدر دیر نہ کرنی چاہیے تھی۔

ختم کا پانی تو بلاشبہ اکسیر اعظم ہے، ان شاء اللہ، افتخار سلمہ کو شفا ہوگی، ان چیزوں کی تاثیر اعتقاد یا تصرف شیخ کامل کے ساتھ فی الاکثر وابستہ ہے، حضرت مولانا خالد رومی قدس اللہ سرہ اپنے مشہور قصیدے میں فرماتے ہیں۔

زبندہ خاک روبان روش اباد صدزنہار
زکف ندہند آن اکسیر اعظم رابہ آسانی

اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ حافظ صدرالدین کو بھی سلام مسنون کے بعد معلوم ہو کہ اپنے گھر کی حالت سے اطلاع دیں۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۹۰)

دارالمبلغین لکھنؤ

۸ر شوال ۱۳۶۷ھ یوم شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون ودعاہا! خط تمہارا پہنچا اس سے قبل تم کو خط بھیج چکا ہوں جو بعد میں پہنچا ہو گا۔

الحمد للہ یہاں سب حال بدستور ہے۔ تمہاری طبیعت کی نادرستی معلوم کر کے قلق ہوا، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت عطا فرمائے۔ آمین

آج پاٹانالہ کے کئی شخص حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ حکیم شاد [۲] بھی گئے۔ اللہ تعالیٰ سب

---

[۱] اسرار احمد گاندھی الہ آباد کے معروف سیاسی وادبی شخصیت کے مالک ہیں، ان کے حالات ہم مولانا مغیث الدین الہ آبادیؒ کے ضمن میں لکھ چکے ہیں۔

[۲] حکیم مولوی عبدالباری شاد بہرائچی لکھنؤ میں اسی محلہ پاٹانالہ میں مقیم تھے، جہاں حضرت امام اہل سُنّت لکھنویؒ کی رہائش تھی۔ شاد صاحب نے کچھ دنوں دارالمبلغین میں بھی پڑھا تھا اور لکھنؤ کے بعض مدارس میں پڑھاتے بھی تھے۔ انتہائی دیندار اور صوفی منش آدمی تھے۔ شعروسخن سے بھی دل چسپی تھی، کہتے بھی اچھا

کو پہنچادے اور سب کو حج مبرور عطا فرمائے۔اب آخری قافلہ ذیقعدہ کی آخر میں روانہ ہوگا جس میں مولوی محمد عبدالرحیم بھی ہوں گے۔

معشوق علی صاحب کا خط بھی آگیا ہے جس سے خیریت معلوم ہوگئی۔اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۹۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۵ر شوال ۱۳۶۷ھ شنبہ

عزیزی ومخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعاہا۔خط پہنچا خیر وعافیت معلوم ہوئی۔فالحمدللہ۔یہاں بھی سب خیریت ہے۔

کیا کوئی تعطیل عنقریب ہونے والی ہے جس میں تمہارا ارادہ آنے کا ہے؟ یہ تعطیل کب ہے؟

مدح صحابہؓ کے معاملے میں مولانا حسین احمد صاحب (مدنی) نے بعد رمضان کوشش کرنے کا وعدہ لوگوں سے کیا تھا چنانچہ اب امروز وفردا میں وہ آنے والے ہیں۔دیکھنا چاہیے کہ کیا کوشش کرتے ہیں اور کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

معشوق علی صاحب سے ملاقات ہو تو سلام کہہ دینا اور دوسرے احباب سے بھی بشرط سہولت اور اپنے گھر میں بھی سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۹۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

یکم جمادی الاولی ۱۳۶۸ھ چہار شنبہ

عزیزی ومخلصی سلمکم اللہ تعالی

تھے اور پڑھتے بھی اچھا تھے۔اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

بعد سلام مسنون ودعا ہا۔ کارڈ ملا حال معلوم ہوا اللہ تعالیٰ تم کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ دعا کرتے رہو۔ نور چشم مولوی حافظ محمد عبد العزیز سلمہ کے گھر میں علالت بدستور ہے اب ڈاکٹر فریدی[۱] کا علاج ہو رہا ہے خدا کرے اس سے فائدہ ہو۔ اپنے اور افتخار سلمہ کے حال سے مطلع کرو۔

کل مشتاق علی خان آئے تھے اور بہت دنوں سے اپنے یہاں آنے کو لکھ رہے ہیں تم اگر یہاں آنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تاریخ لکھو تا کہ میں اسی تاریخ میں وہیں تم کو اتار لوں، پٹرنگا اسٹیشن سے اترنا ہوتا ہے۔

مشاعرہ مدح صحابہؓ ہو گیا اور مثل سابق شاندار و کامیاب رہا۔ اپنے گھر میں سب کو سلام و دعا کہہ دینا۔ فقط

عبد الشکور عفا عنہ

(۹۳)

دار المبلغین لکھنؤ

۱۸ر جمادی الاولی ۱۳۶۸ھ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون و دعا ہا۔ آج تمہارا خط پہنچا اور کل حافظ صدر الدین کا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو شفا دے اور بعافیت رکھے۔ آمین۔ اس روز یہاں پہنچنے کے بعد جو میری طبیعت خراب ہوئی تو یہ حالت ہوئی کہ نماز عصر تو کسی نہ کسی طرح مسجد میں پڑھی، مگر پھر مغرب کے لیے نہ جاسکا، آج تک اثر ضعف و اضمحلال کا ہے۔ آج صبح کو ختم کے وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں فاتحہ تھا اور بعد عصر تکیت گنج کی مسجد میں، ان شاء اللہ، ہوگا۔ اب کی مرتبہ ہولی میں یہاں وہ ہوا جو کبھی نہ ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس روز مجھے بچا لیا ورنہ

[۱] ڈاکٹر عبد الجلیل فریدی مرحوم لکھنؤ کے مشہور و ہر دلعزیز ڈاکٹر اور ماہر امراض سینہ و ٹی بی وغیرہ تھے۔ معالجے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی ملی و سیاسی فلاح و بہبود میں بھی ہمیشہ ساعی رہتے تھے۔ یوپی میں مسلم مجلس کا قیام بھی آپ ہی کی مساعی کا نتیجہ تھا۔ پاکستان جانے کے ارادے سے روانہ ہو رہے تھے کہ اثناء سفر ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

اسٹیشن کی سڑک پر بہت زیادہ مظالم ہوئے، عورتوں اور پردہ نشین عورتوں کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی۔ معشوق علی صاحب سے سلام کہہ دینا اور کہہ دینا کہ جیسی حالت آج ہے ایسی حالت بھی رہی تو، ان شاء اللہ، سلطانپور کا ارادہ ضرور کروں گا اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۹۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۸/جمادی الاولی ۱۳۶۸ھ سہ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعا۔ اس وقت تمہارا کارڈ مورخہ ۲۸/مارچ ملا۔ میرا حال وہی ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، دنیا کی زندگی بہت آرام سے گذری کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی، اب خداوند کریم آخرت کے معاملے کو بھی اپنے فضل وکرم سے بخیر کرے۔ آمین۔

میں، ان شاء اللہ تعالیٰ، ۷/اپریل پنجشنبہ کی شام کو پہنچوں گا۔ معشوق علی صاحب مجھے لکھتے تو صبح کو پہنچنا بھی ممکن تھا۔ پنجشنبہ کو یہاں سے دیرہ اکسپریس سے ارادہ ہے تاکہ فیض آباد میں مولانا ضرغام الدین صاحب [1] کی بھی عیادت کر لوں۔ فقط گھر میں اور بچوں کو دعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۹۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۸/ماہ مبارک ۱۳۶۸ھ سہ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعا۔ تمہارے تینوں کارڈ پہنچے یکم رمضان تک تم نے یہاں آنے کو لکھا تھا پھر نہ آنے کی وجہ بھی نہ لکھی۔ تمہاری طبیعت کی نادرستی پھر صحت کا حال معلوم ہوا۔

[1] حضرت مولانا ضرغام الدینؒ کے حالات پہلے لکھے جاچکے ہیں۔

شعبان کے آخری دنوں مختلف ترددات میں ابتلا رہا، بالآخر چھوٹی پوتی[1] جو کاکوری میں تھی بعارضہ چیچک انتقال کر گئی، نور چشم مولوی عبدالمہیمن سلمہ کی لڑکی تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خداوند کریم ہم سب کو صبر وجزائے صبر سے محروم نہ فرمائے اور زیادہ اس وقت کیا لکھوں۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۹۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۷/ذیقعدہ۔۱۳۶۸ھ پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعاہا۔ افتخار سلمہ اور اس کی والدہ، دونوں کو خداوند کریم شفا دے۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ یہ قول خدا کے خلیل کا ہے جو قرآن مجید میں ہم کو سنایا گیا ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ "جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھ کو شفا دیتا ہے"۔

منی آرڈر پہنچا اسی وقت دفتر میں بھجوا دیا گیا، دفتر کا کام چونکہ بگڑا ہوا ہے اس لیے رسید دیر میں جاتی ہے مگر، ان شاء اللہ، ضرور جائے گی۔ اب ارادہ ہے مشرف علی کو رکھ لیا جائے، تم نے جن کے لیے کہا تھا انھوں نے دیر لگائی اور بے غرضی کا اظہار بہت کیا اور اب قاری صاحب سے پوچھنے پر رکھنا تمہاری بے غرضی ہے۔ اپنے گھر میں سب کو سلام و دعا کہہ دینا۔ معشوق علی صاحب کا خط بہت مدتوں سے نہیں آیا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۹۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۵/جمادی الاولی ۱۳۶۹ھ پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

[1] یہ بچی حضرت امام اہل سُنّت لکھنویؒ کے صاحبزادے مولانا عبدالمہیمن فاروقیؒ کی تھی جو کاکوری میں رہا کرتے تھے، اس بچی کا نام صدرالنساء تھا۔ اس کا انتقال بعارضہ چیچک ۱۹۴۸ء میں ہوا تھا۔

سلام مسنون ودعاہا۔ کل میں نے معشوق علی صاحب کے خط میں کچھ سطریں تمہارے نام بھی لکھ دی تھیں۔ آج پھر جوابی کارڈ تمہارا آگیا۔

معشوق علی صاحب کی طرف سے بفضلہٖ تعالیٰ اطمینان ہو گیا، لہٰذا اب ان کے لیے تم کو خط بھیجنے کی واقعی ضرورت نہیں۔ خانقاہ ابواحمدیہ معشوق علی صاحب کا آنا، بے ضرورت ہے اور ضعف و مشغولی کی حالت میں ہرگز قصد نہ کریں، منع کر دینا۔ رہا تمہارا آنا فرصت نہیں ہے تو کچھ مضائقہ نہیں تم بھی آنے کا قصد نہ کرو۔ اشیائے مطلوبہ لانا بھی چنداں ضروری نہیں لہٰذا اس کو بھی ملتوی کر دو۔ ۱۳ سے ۱۷ تک لکھنؤ میں تمہارا قیام اپنے کسی کام کے سلسلے میں ہے یا کیا؟ بہر حال تمہارا آنا اچھا ہے، ۱۷ کو بارہ بجے کی ریل سے، ان شاء اللہ، میں روانہ ہو جاؤں گا۔ عبدالاول کی حالت بھی بفضلہٖ تعالیٰ بالکل اطمینانی ہے۔ سیّد معشوق علی صاحب وحافظ صدرالدین کو جواب سلام مسنون پہنچا دینا، ان کے گھر میں خداوند کریم شفا دے آمین۔ ایسی حالت میں وہ بھی خانقاہ شریف میں آنے کا قصد نہ کریں۔ کل مرزا پور سے خط آیا مولوی حافظ حکیم عبدالشکور صاحب کا انتقال ہو گیا، دعائے مغفرت کرو۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۹۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ چہار شنبہ

عزیزی و مُخلصی سَلَّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعاہا۔ عین وقت پر خیال آیا کہ مرنے پر یہ سب چھوٹ جائیں گے، وہی بات اس وقت سمجھنا چاہیے لہٰذا میں نے عبدالغنی سلمہ کو اور سب کو اللہ کے سپرد کیا۔[1]

کل بروز پنجشنبہ صبح نو بجے میل ٹرین سے، ان شاء اللہ تعالیٰ، بمبئی روانہ ہو جاؤں گا۔ درمیان میں صرف ایک دن کے لیے بھوپال اُترنے کا خیال ہے۔ حافظ صدرالدین کو بھی اس

---

[1] یہ مکتوب گرامی حضرت امام اہل سُنّت نے اپنے سفرِ حج کی روانگی کے موقع پر لکھا تھا، اپنی اولاد اور دوسرے سب اعزہ کی مفارقت اور بالخصوص مولانا حکیم عبدالغنی فاروقیؒ کے جدا ہونے پر یہ کلمات قلم سے صادر ہوئے تھے۔

کی اطلاع کر دینا اور سلام ودعا کہہ دینا اور دوسرے جاننے والوں کو بھی جہاں تک یاد رہے۔ اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ حافظ صدر الدین سے بعد سلام مسنون کہہ دینا کہ ابھی ان کا کارڈ ملا، اب علیحدہ لکھنے کی فرصت نہیں۔ فقط

عبد الشکور عفاعنہ

(۹۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۰ر شعبان ۱۳۷۰ھ پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعاہا۔ جوابی کارڈ بھیج کر تم مجبور کر دیتے ہو ورنہ اب بعض وقت خط لکھنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ بدقسمتی سے ارسالِ عریضہ کی نوبت نہ آئی، یہ محاورہ اگرچہ بہت زبان زد ہے مگر ناجائز ہے۔ ''قسمت'' فعل حق سبحانہ کا ہے اس کو ''بد'' نہ کہنا چاہیے۔

رمضان مبارک سے پہلے کچھ آکر پورا مہینہ رہنے کا ارادہ تم نے لکھا ہے، خداوند کریم پورا کرے اور کوئی مانع نہ تم کو پیش آئے نہ مجھ کو۔ مجھے بھی اپنے لیے موانع اندیشہ ہے، کل کیا ہوگا اس کو سوا عالم الغیب کے کوئی نہیں جانتا۔

حافظ صدر الدین کا سلام تم نے لکھا ہے۔ جوابِ سلام کے لیے جو واجب ہے ان کو، ان شاء اللہ، کارڈ لکھوں گا۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ سب خیریت ہے اپنے سب متعلقین کو سلام ودعا کہہ دینا۔ فقط

عبد الشکور عفاعنہ

(۱۰۰)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۴ر شوال ۱۳۷۰ھ پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعاہا۔ حافظ صدر الدین ایک روز کے لیے یہاں آئے تھے، کل واپس

گئے۔ ان سے یہاں کے مفصل حالات معلوم ہو گئے ہوں گے۔

ایثار احمد کی والدہ[1] کا انتقال معلوم ہوا۔ دعائے مغفرت کی گئی۔ وجیہہ الدین صاحب کا پستہ صرف اشرف پریس سلطانپور کافی ہے، تو مطلع کرو تاکہ ان کو تعزیت کا خط بھیجوں۔ اب خط لکھنے میں بہت کاہل ہو گیا ہوں۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۰۱)

از لکھنؤ، دارالمبلغین

۲۴ر محرم ۱۳۷۱ھ جمعہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون و دعا ہا۔ تمہارے دو کارڈ پہنچے، حال معلوم ہوا، خداوند کریم تمہاری تکلیف دور فرمائے اور افتخار سلمہ کو بھی شفائے کامل دے۔

مولوی عبدالباری یہاں آئے تھے ان سے پہلے ہی تمہارے دہلی جانے کا حال معلوم ہو گیا تھا۔

دہلی میں خانقاہ شریف میں کن صاحبزادے سے تم سے بات ہوئی؟ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب کا ایک مختصر مکتوب میرے پاس ہے اور خانقاہ شریف بھوپال میں بھی کچھ مکتوب ہیں، دریافت کرنے سے معلوم ہوگا، وہ خود براہ راست دریافت کر لیں تو بہتر ہے۔ دہلی میں خانقاہ مبارک حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کے نام سے ہے نہ کہ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب کے نام سے۔ یہاں سب خیریت ہے۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] سلطانپور (یوپی) کے مشہور سماجی و دینی کارکن اور معروف وکیل جناب ایثار احمد ایڈووکیٹ کی والدہ محترمہ یعنی اہلیہ جناب فریدالدین مرحوم تحصیلدار حضرت امام اہلِ سُنّت لکھنویؒ سے بے حد عقیدت مندانہ تعلق رکھتی تھیں اور خود حضرتؒ کو بھی ان کے سارے گھرانے سے خصوصی محبت تھی۔ اس مکتوب میں حضرتؒ نے ان کی وفات پر جو تقریباً ۱۹۵۰ء میں ہوئی تھی تعزیت اور رنج کا اظہار کیا ہے۔

(۱۰۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۱؍ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعاہا۔ تمہارا کارڈ اس وقت بوقت عصر بحالت انتظار پہنچا، حالات معلوم ہوئے۔ ۲۲ جنوری کو تم نے آنے کو لکھا ہے۔ اگر چہ وہ دن الیکشن کے سخت ہنگامے کا ہوگا۔

قاری ضیاء الدین مرحوم کے انتقال کا حال عصام الدین کے خط سے معلوم ہوا تھا خداوند کریم مغفرت فرمائے، آمین۔

اس مہینے میں کئی ہستیاں رخصت ہو گئیں۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری، مولوی نعمت اللہ صاحب مانک پوری[1] اور بھی کئی حضرات جن کو شاید تم نہ جانتے ہو۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اب یہ طبقہ بھی ختم ہو چلا۔ اس طبقے کے دو چار نفوس باقی ہیں وہ بھی کمر بستہ اور سرکاری حکم کے منتظر ہیں۔

الیکشن کے حالات کیا لکھوں؟ نتیجہ نکلنے کے بعد اطمینان ہوگا۔ خداوند کریم کی قدرت میں سب کچھ ہے، اسی کی غیبی مدد کا بھروسہ ہے۔

افتخار سلمہ کے دوروں کا حال معلوم ہوا، خداوند کریم شفادے، اس کی طبیعت بالکل درست ہو جائے تو یہاں آنے کا ارادہ کرنا۔

حافظ صدرالدین سے مل کر سلام مسنون کہہ دینا ان کے خط کا جواب عبدالرحیم سبزی فروش کے کارڈ میں لکھ دیا ہے۔ اپنے حال سے اطلاع دیتے رہیں۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] مولانا حکیم حافظ سیّد شاہ نعمت اللہؒ سجادہ نشین خانقاہ مانک پور ضلع پرتاپ گڑھ یوپی اپنے علاقے کے مشہور عالم، پیر طریقت اور متدین عُلماء میں سے تھے۔ حضرت امام اہل سُنتؒ اور ان کی تحریکات کے پر زور حامیوں میں تھے اور حضرت مولانا اُن پر بڑا اعتماد فرماتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں مانک پور میں آپ کا وصال ہوا۔

(۱۰۳)

دار المبلغین لکھنؤ

۱۵؍ شعبان ۷۱ ۱۳ھ یکشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعاہا۔ کل شام کو تمہارا یہ جوابی کارڈ ملا، حالات کا علم ہوا۔ یہ جو تم نے معشوق علی صاحب کے حوالے سے لکھا کہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ کے جلسے میں شرکت ضرور ہوگی، اس پر مجھے سخت تعجّب ہے۔ معشوق علی صاحب سے مجھے کوئی بات اس کے متعلق معلوم نہیں ہوئی بلکہ یہاں سے جانے کے بعد جو خط معشوق علی صاحب کا آیا ہے اس میں بھی لکھا ہے کہ بعد رمضان مبارک شروع بارش میں جلسہ ہوگا۔ تو اس میں بھی میری شرکت ضروری نہیں۔ اب کی مرتبہ ابھی تک میں نے خانقاہ ابواحمد یہ جانے کا ارادہ مثل سال گزشتہ کے نہیں کیا جو مشیّت الٰہی ہوگی وہ ہوگا۔ گونڈا کے قاری عبدالوہاب[1] کا انتقال ہوگیا۔ خداوند کریم مغفرت کرے۔ آمین۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۰۴)

دار المبلغین لکھنؤ

۱۹؍ شعبان ۷۱ ۱۳ھ پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعاہا۔ اس وقت کارڈ تمہارا ملا، خیروعافیت معلوم ہوئی۔ کل حَبیب

---

[1] مولانا قاری عبدالوہاب گونڈویؒ ۱۹۰۱ء میں بمقام سسوریہ ضلع گونڈہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے موتی گنج گونڈہ اور مدرسہ عالیہ لکھنؤ وغیرہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ کے اساتذہ میں حافظ عبداللہؒ، مولانا محمد عربیؒ، قاری عبدالمالکؒ اور حضرت علامہ لکھنویؒ کے نام نامی شامل ہیں۔ آپ نے گونڈہ میں حضرت لکھنویؒ کے ہاتھوں مدرسہ فرقانیہ گونڈہ کی بنیاد ۱۹۳۵ء میں رکھوائی تھی۔ حضرت مولانا آپ کے مدرسے کے سالانہ اجلاس میں تقریباً ہر سال شرکت فرماتے تھے۔ حضرت سے آپ خصوصی ربط رکھتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں بمقام گونڈہ آپ کی وفات ہوئی اور اپنے مدرسے ہی کے نزد میں مدفون ہوئے۔

سلطان پور سے آئے تھے، ان سے سب کی خیریت مفصل معلوم ہو چکی تھی۔

گونڈا کے قاری عبد الوہابؒ کو تم جانتے ہوگے ۱۴؍ شعبان کو ان کا انتقال ہو گیا۔ مولوی فضل اللہ آج پاکستان کے لیے روانہ ہو گئے ہوں گے اور کوئی امر قابل ذکر نہیں۔ فقط

عبد الشکور عفاعنہ

(۱۰۵)

دار المبلغین لکھنؤ

۱۱؍ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ یکشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا۔ کارڈ پہنچا۔ افتخار سلمہ کو خداوند کریم شفائے کامل عطا فرمائے۔
اپنے نظام الاوقات کے لکھنے کی فرمائش تم نے مجھ سے کی ہے، کیا تم کو یقین نہیں آتا کہ بوجہ رعشہ کے لکھنا میرے لیے دشوار کام ہے۔

دنیا سے جانا سب کو ہے، مگر موت سے ڈرنا نہ چاہیے، ہاں! اپنے گناہوں کا خوف ضرور ہے، لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت اور بزرگان دین کے توسل و برکت سے قوی امید ہوتی ہے۔ یہاں کے حالات بفضلہٖ تعالیٰ بدستور ہیں۔ فقط

عبد الشکور عفاعنہ

(۱۰۶)

دار المبلغین لکھنؤ

۷؍ ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ دوشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا۔ خط ملا خیر و عافیت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ مدح صحابہؓ کے مقدمے کی تاریخ بجائے ۲۲ کے ۲۷ ہو گئی۔ دیکھیے یہ قائم رہتی ہے یا نہیں۔

آج یہاں ایک افسوس ناک واقعہ ہوا، احمد علی سادہ کار[1]، جن کو غالباً تم جانتے ہوگے،

[1] احمد علی سناری اور سادہ کاری کے دیانت دار وایماندار کاریگر تھے اور حضرت علامہ لکھنویؒ ان کے گھرانے

قتل کر دیے گئے، قاتلوں کا پتہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

حافظ صدرالدین سے جواب سلام کہہ دینا۔ حکومت پاکستان نے میری دو کتابیں جو ردِّ شیعہ میں ہیں، وہیں پاکستان میں چھپی تھیں، ضبط کرلی ہیں، اس وجہ سے پاکستان جانے کا ارادہ مذبذب ہو گیا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۰۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳۰/ محرم ۷۳ ۱۳ھ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ۔

سلام مسنون ودعا۔ خط پہنچا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی شفائے کامل عطا فرمائے اور افتخار سلمہ کو بھی۔ افتخار کو کسی ماہر ڈاکٹر کو دکھا کر علاج کرنا چاہیے۔ گھر میں جو بدبو آتی ہے اس کا تذکرہ وہاں تم نے نہ کیا، خیر اب یہ کرو کہ دو کاغذوں پر آیۃ الکرسی لکھ کر ایک کاغذ صدر دروازہ پر اور ایک کاغذ خاص اس مقام کے قریب چسپاں کر دو اور روزانہ صبح و شام آیۃ الکرسی پڑھ کر چاروں طرف دم کر کے تین مرتبہ دستک دے دیا کرو۔ مقدمہ مدح صحابہؓ میں پھر کوئی تاریخ ابھی نہیں ملی۔ مدرسے کی عمارت کے مقدمے کی بھی تاریخ بڑھ گئی۔ رومال تمہارا رکھ لیا ہے، کوئی جانے والا ملا تو، ان شاء اللہ، بھیج دیا جائے گا۔ گھر میں اور سب بچوں کو سلام ودعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۰۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۶/ جمادی الاخرہ ۷۳ ۱۳ھ پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سے بڑا عقیدت مندانہ تعلق رکھتے تھے، محلہ چوک لکھنؤ میں صرافہ بازار کے ایک نمایاں مقام پر ان کی سناری کی دکان تھی۔ کاروباری چشمک یا لوٹ مار کے خیال سے ان کو حملہ کر کے ۱۹۵۲ء میں شہید کر دیا گیا تھا۔

سلام مسنون ودعاہا۔خط پہنچا خیریت معلوم ہوئی۔یہاں بھی خیریت ہے۔ بدبو کی تکلیف جو گھر میں ہے اس کو دفع ہونا چاہیے۔قرآن مجید اور ختم شریف پڑھو تو ختم ہو جائے گی یا کوئی ضرر نہ ہوگا۔ اب تم بجائے ۱۷ یا ۱۸ فروری کے پاکستان سے واپسی پر آنا،اب پاسپورٹ ویزا کے لیے دہلی گیا ہے ویزا آتے ہی،ان شاءاللہ،ارادہ کروں گا۔یہ سفر ایک مہینے سے کم کا شاید نہ ہو۔

تم نے سنا ہوگا الٰہ آباد میں شاہ نعمت اللہ صاحب[۱] کا انتقال ہو گیا خداوند کریم مغفرت فرمائے۔اب میرے اقران یکے بعد دیگرے رخصت ہو رہے ہیں جب خدا کا حکم جس کے لیے ہو۔

اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا اور عبدالرحیم سبزی فروش کو بھی۔فقط
عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۰۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۶/شعبان ۱۳۷۳ھ جمعہ
عزیزی ومُخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعاہا۔اس وقت بعد نماز جمعہ تمہارا خط پہنچا،خیروعافیت معلوم کرکے مسرت ہوئی۔فالحمدللہ۔

خداوند کریم تم کو پوری صحت دے اور افتخار سلمہ کو بھی اور وہ پورے روزے رکھ سکیں،آمین۔

اپنے آنے کی اطلاع معشوق علی صاحب کو دے چکا ہوں اور انہیں کے خط میں چند سطریں تم کو بھی لکھی ہیں۔

یہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ حکیم اسمٰعیل صاحب[۲] مرحوم کا دفعۃً انتقال ہو گیا،لہٰذا تعزیت

---

[۱] حضرت مولانا حکیم شاہ نعمت اللہ فاروقی سجادہ نشین درگاہ حضرت شیخ محب اللہ الٰہ آبادیؒ سے حضرت امام اہل سُنّت لکھنویؒ کے بڑے مُخلصانہ تعلقات تھے۔۱۹۵۳ء میں الٰہ آباد میں وفات ہوئی۔

[۲] مولانا حکیم محمد اسماعیل عباسی امروہویؒ کے حالات ان کے نام کے مکتوبات کے ذیل میں آئندہ آرہے

کے لیے امروہہ جانا ہے، کل، ان شاء اللہ، جاؤں گا اور ایک روز رہ کر، ان شاء اللہ، واپس آؤں گا۔ تکان سفر تو بہت ہے مگر مجبوری ہے۔ اب تمہاری تعطیل کا زمانہ بھی قریب ہوگا۔ حافظ صدرالدین کو جواب سلام مع دعائے مزید پہنچادینا اور اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ فقط

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۱۰)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۳ر رمضان ۱۳۷۳ھ جمعہ

عزیزی و مُخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون دعاہا۔ تمہارا خط پہنچا حال معلوم ہوا۔ میں امروہہ ہو آیا چند گھنٹے وہاں قیام رہا۔ اب کوئی ایسا مُخلص امروہہ میں نہ رہا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔

تم اپنے آنے کے لیے باربار دریافت کرتے ہو، جواب یہ ہے کہ جب تم چاہو آسکتے ہو۔ اپنی صحت وراحت کا خیال رکھنا ضروریات میں سے ہے۔ افتخار سلمہ کو اللہ تعالیٰ صحت وقوت دے۔ ناظم علی صاحب کو اور عبدالرحیم سبزی فروش[1] کو جواب سلام پہنچادینا اور یہاں سب خیریت ہے۔ فقط

عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۱۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۰ر شوال ۱۳۷۳ھ شنبہ

عزیزی و مُخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعاہا۔ خط ملا حال معلوم ہوا۔ ورم اور درد کی کمی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی

ہیں۔

[1] عبدالرحیم سبزی فروش بھی حضرت علامہ لکھنویؒ کے متوسلین میں تھے، ان کے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔

ٹھیک بیٹھ گئی، اللہ تعالیٰ بقیہ تکلیف بھی دور فرماکر راحت وآرام عطا فرمائے۔ آمین۔
اب مجھے ضعف کم ہے مگر جیسی صحت رمضان میں تھی وہ بات نہیں ہے۔
معشوق علی صاحب کو میں نے رمضان میں خط لکھا تھا کہ آپ جب تاریخ مقرر کریں گے، ان شاء اللہ، آؤں گا، مگر آج تک پھر ان کا جواب نہ آیا۔ غالباً اب اس وقت میرا آنا نہ ہوسکے گا۔ گھر میں اور بچوں کو سلام ودعا کہہ دینا۔ اختلاجِ قلب کے لیے سورہ الم نشرح گیارہ بار پڑھ کر پانی میں دم کرکے پیو۔ زیادہ اس وقت کیا لکھوں۔ طبیعت اب روز بروز گر رہی ہے۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۱۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۶ر محرم ۱۳۷۴ھ یکشنبہ

عزیزی ومخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعا۔ کارڈ پہنچا حالات معلوم ہوئے اب، ان شاء اللہ، جلد ہی تم کو ان تکالیف سے نجات ہوگی۔
نور چشم مولوی محمد عبدالعزیز سلمہ کا وہی حال ہے، اگر کسی وقت کسی بات میں کچھ کمی معلوم ہوتی ہے تو دوسری وقت زیادتی ہوجاتی ہے۔ بندہ کے لیے سوا دعا کے چارہ کار کیا ہے اے ارحم الراحمین رحم کردے اور ان کو شفادے۔ آمین[1]
معشوق علی صاحب کا خط آیا ہے ابھی جواب نہیں لکھ سکا۔ یہاں محرم والے پندرہ روزہ جلسے ہورہے ہیں، لوگوں کے اصرار سے مجھے جانا پڑا، شاید آدھ گھنٹہ تقریر کی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

---

[1] حضرت امام اہل سُنت ؒ نے اپنے بیٹے جناب مولانا محمد عبدالعزیز فاروقیؒ کی علالت کی اطلاع اس مکتوب میں دی ہے۔ اس مکتوب کی روانگی کے چند روز کے بعد مولانا فاروقی کا عین جوانی میں انتقال ہوگیا جس کا صدمہ پورے خاندان کو بہت ہوا تھا۔

(۱۱۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۱؍ محرم ۷۴ ۱۳ھ جمعہ

عزیزی و مخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعاہا۔ نورِ چشم مولوی حافظ حاجی محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ۹؍ محرم کو اس دارِفانی سے کوچ ہو گیا اور کل عاشورہ کے دن صبح کو نو بجے ان کو دفن کیا گیا۔ ان کے لیے قرآن خوانی اور دعائے مغفرت ورحمت کی ضرورت ہے۔ سیّد معشوق علی صاحب کو اور دوسرے مخلصین کو اطلاع ہو جائے تو بہتر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۱۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳۰؍ محرم الحرام ۷۴ ۱۳ھ یوم چہار شنبہ

مخلصی وفقکم اللہ وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط آیا۔ حالات معلوم ہوئے۔ خداوند قدوس حدِ شفا کو پہنچائے۔ آمین ثم آمین۔

حالاتِ غم میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار حکمتیں مخفی ہوتی ہیں۔ ہم بندے کا کام صبر کرنا اور رضائے الٰہی پر ہر حال میں خوش رہنا ہے۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۱۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۷؍ ربیع الثانی ۷۵ ۱۳ھ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ودعاہا۔ خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ نورِ چشم مولوی حافظ محمد عبدالاول سلمہ کو سلطان پور پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی جس کی وجہ انھوں نے بیان کی ہو گی۔ کل ان کا خط سلطان پور سے آ گیا۔

بہتر ہے کہ بعد نماز فجر ختم کا سلسلہ قائم کردو اور ختم سے پہلے قرآن مجید کی دو تین آیتوں کا ترجمہ ہو جایا کرے۔ ختم کے پہلے جو دعا میں مانگتا ہوں وہ یہ ہے کہ یااللہ! یہ ختم فلاں بزرگ کا ہے، اس کو قبول فرما اور اس کا ثواب ان کو پہنچادے اور ان کی برکات سے ہم کو محروم نہ رکھنا اور ختم کے بعد یہ دعا مانگتا ہوں کہ یااللہ اس ختم کا ثواب فلاں بزرگ کو اور ان کے پیران طریقت کو اپنے نبی کریم ﷺ تک اور ان کے خلفاء اور خدام کو پہنچادے اس کے بعد اپنے لیے نیز تمام ان لوگوں کے لیے جنھوں نے دعا کی خواہش کی ہو دعا مانگتا ہوں۔ اپنے گھر میں سب کو دعا و سلام کہہ دینا۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۱۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۵/ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ پنجشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعا۔ تمہارا یہ خط ناراسے پہنچا۔ غالباً اب سلطان پور پہنچ گئے ہوں گے۔ افتخار سلمہ کو اللہ تعالیٰ کامل عافیت عطا فرمائے۔ میرا حال وہی ہے جو تم دیکھ گئے ہو۔ ڈاکٹر عبدالعلی[1] صاحب نے اور دوا بھیج دی ہے برابر استعمال ہو رہی ہے۔

---

[1] مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ بن مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنیؒ یکم دسمبر ۱۸۹۳ء کو محلہ درگاہ قصبہ ہنسوہ ضلع فتح پور یوپی میں پیدا ہوئے۔ اپنے دادا مولانا حکیم سید فخرالدین خیالیؒ کی خصوصی تربیت میں بچپن گذرا۔ پہلے آپ نے اپنے قصبے ہی میں مولوی حکیم عبدالحکیم (م ۱۹۲۱ء) سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر فارسی نثر و نظم اپنے دادا سے پڑھی، اس کے بعد آپ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بعض ممتاز علماء و اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، بعدہ دارالعلوم دیوبند جا کر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے حدیث کی تکمیل کی۔ بعد ازاں دہلی جا کر مسیح الملک حکیم اجمل خاں سے طب قدیم (یونانی) اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری سے طب جدید (ایلوپیتھی) کی تعلیم حاصل کی۔ ان سب سے فراغت کے بعد آپ نے باقاعدہ بی ایس سی کر کے لکھنؤ میڈیکل کالج میں داخل ہو کر ۱۹۲۵ء میں ایم بی بی ایس کی ڈگری لی اور لکھنؤ ہی میں اپنا مطب شروع کیا جو طب قدیم و جدید کا جامع تھا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے، ۱۹۲۳ء میں ندوہ کے رکن انتظامی منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں ناظم ندوۃ العلماء بنائے گئے جس پر آخر وقت تک یعنی ۱۹۶۱ء تک بڑی کامیابی

اپنے یہاں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۱۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۳؍صفر ۷۶ ۱۳ھ یکشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعا۔ کل تمہارے کارڈ سابقہ کا جواب بھیج چکا ہوں۔ اسرار احمد سلمہ کی طرف سے بہت قلق ہے، کل کے خط میں جو عمل میں لکھ چکا ہوں اس کو کرو، ان شاء اللہ، فائدہ ہوگا۔

آج کے خط میں تم نے لکھا ہے کہ عبدالاول کی توجہ تجارت کی طرف بہت ہے کیا ان کی حالت بدل گئی اور ویسی توجہ وہاں کے کاموں کی طرف نہیں رہی؟ صاف لکھو! فقط

عبدالشکور عفاعنہ۔

(۱۱۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۳؍ربیع الاول ۷۶ ۱۳ھ دوشنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعا۔ خط ملا۔ میں تو خود ہی تم کو لکھ چکا ہوں کہ اب تبدیل مکان ضروری ہے۔

کے ساتھ برقرار رہے۔ ندوۃ کی ترقی وخوشحالی میں اور اسے عالم اسلام میں متعارف کرانے میں آپ ہی کی مساعی جمیلہ کارفرما تھیں۔ ہندستان ہی کے نہیں بلکہ عالم اسلام کے برگزیدہ عالم دین مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ۷؍مئی ۱۹۶۱ء کو لکھنؤ میں آپ کی وفات ہوئی، حضرت امام اہل سُنتؒ کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی، پھر ان کے آبائی وطن تکیہ رائے بریلی میں تدفین عمل میں آئی۔ ان کے اور حضرت امام اہل سُنتؒ کے درمیان بڑے قدیمی اور مخلصانہ تعلقات تھے۔

یہاں کا حال یہ ہے کہ مولوی عبدالرحیم سلمہ [1] سخت بیمار ہیں۔ کئی روز تک کچھ آثار فالج کے رہے، اب آج بہت سکون ہے۔

نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالاول سلمہ کو بعد سلام ودعاہائے سعادت دارین معلوم ہو کہ کاکوری سے مولوی عبدالرحیم کے دیکھنے کو منجملہ اور لوگوں کے تمہاری والدہ بھی آئی ہیں، غالباً دو ایک روز میں واپس جائیں۔ نانپارہ والوں کو تمہارا پتہ لکھ دیا گیا تھا اب جیسا ان کے سمجھ میں آئے۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۱۹)

دارالمبلغین لکھنؤ

۸/ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ چہار شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

بعد سلام مسنون ودعاہا۔ تمہارے کئی خط آئے۔ اب ہاتھ کے رعشے کی وجہ سے خط لکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

نور چشم مولوی عبدالاول کے تار سے، پھر تمہارے خط سے سیّد معشوق علی صاحب مرحوم کے حادثہ کا حال معلوم ہوا، مگر میں نور چشم مولوی محمد عبدالسلام کی لڑکی کی رخصتی میں رام پور گیا ہوا تھا، عبدالحیٔ سلمہ کے ساتھ اس کا نکاح ہوا ہے۔ اس حادثے کا جس قدر صدمہ ہوا اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے میں خود بھی کل یا پرسوں سلطان پور آنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالاول سلمہ کو سلام مسنون ودعاہا معلوم ہو تم کو کئی دن ہوئے خط بھیجا ہے جواب ابھی نہیں آیا۔ میں سلطان پور آرہا ہوں اگر کل آیا تو بوقت ظہر۔ اور نہ زیادہ کیا لکھوں۔ خداوند کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے آمین۔

عزیزی مولوی محمد عبدالرحیم سلمہ کے مبتلائے فالج ہونے کا حال تو تم کو معلوم ہے، اب کئی دن سے ان کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے، ارحم الراحمین رحم کرے۔

---

[1] مولانا الحاج محمد عبدالرحیم فاروقیؒ حضرت امام اہل سُنتؒ کے اکلوتے چھوٹے بھائی تھے، آپ کے حالات گزشتہ صفحات میں لکھے جا چکے ہیں۔

حافظ صدرالدین و حکیم مولوی سیّد محمود الحق کو اور ان کے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۲۰)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۹/ جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون ودعاہا۔ تمہارا خط پہنچا حال معلوم ہوا یہاں خیریت ہے۔البتہ مولوی عبدالرحیم کی حالت لحظہ بہ لحظہ نازک ہوتی جارہی ہے۔

نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالاول سلمہ کا کوئی خط نہیں آیا۔ حافظ صدرالدین کو اور ان کے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ اپنے گھر میں سب کو سلام ودعا کہہ دینا۔ فقط

عبدالشکور عفاعنہ

(۱۲۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۳/ جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ چہار شنبہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالی

سلام مسنون کل برادر مولوی محمد عبدالرحیم نے اس دارفانی سے رحلت کی۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ دعائے مغفرت اورایصال ثواب جس سے جس قدر ہوسکے۔

مولوی عبدالاول سلمہ کو اطلاع دے دینا اور سب احباب کو۔ وکیل صاحب مرحوم کے گھر میں بھی ضرور جاکر کہہ دینا اور یہ بھی کہہ دینا کہ ان کا کارڈ پہنچ گیا۔ حافظ صدرالدین کا خط بھی پہنچ گیا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۲۲)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۶/ جمادی الآخرہ ۷۶ ۱۳ھ جمعہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و دعاہا۔ تمہارے خطوط پہنچے۔ حالات معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو بخیریت رکھے۔ میں دو دن کے لیے والدہ مسرور کے اصرار سے امروہہ گیا تھا۔ وہاں سے واپس آکر پہلی خبر ملی کہ نور چشم مولوی حکیم محمد عبدالغنی سلمہ کی چھوٹی لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالاول کو بعد سلام مسنون و دعا معلوم ہو کہ تمہارا خط پہنچ گیا تھا۔ حادثہ مذکورہ بالا کا علم شائد کاکوری کے خط سے تم کو ہو گیا ہوگا۔ مریم و عبدالمغنی سلمہا کی طبیعت خراب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے۔ آمین۔ زیادہ اس وقت کیا لکھوں۔ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ جلد اطلاع دینا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۲۳)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۳/ ذی قعدہ ۷۷ ۱۳ھ جمعہ

عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعاہائے مزید۔

خط پہنچا، حالات معلوم ہوئے۔ یہاں آنے کی جلدی کرنا غیر ضروری ہے۔ جب ضروری کاموں سے فراغت ہو تو یہاں آنے کا ارادہ کرنا۔

افتخار احمد سلمہ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کریں یعنی الحمدللہ کا ورد کریں، بے گنتی، بے شمار، چلتے پھرتے لیٹے بیٹھے، وضو بے وضو۔ قرآن مجید میں حرف تاکید کے ساتھ وعدہ ہے کہ جس نعمت پر شکر کیا جائے وہ نعمت ضرور بضرور زیادہ کر دی جائے گی۔

اسرار اور نور کے لیے، ان شاء اللہ، دعا ہوتی رہے گی اور ہو رہی ہے۔ خط بمشکل لکھ پاتا ہوں، مگر تم جواب لکھنے کے لیے مجبور کر دیتے ہو۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۲۴)

دارالمبلغین لکھنؤ۔
یکم ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ دوشنبہ
عزیزی و مخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ
سلام مسنون و دعا۔ میں تم کو لکھ چکا ہوں کہ ۸/اکتوبر کو یہاں آؤ تا کہ یقینی طور پر میری واپسی نانپارہ سے ہو جائے، مگر عجیب حالات پیش آئے کہ اس مرتبہ میں نانپارہ نہ جاسکا لہٰذا اب تم ۸/اکتوبر کو بلکہ اس سے بھی پہلے آسکتے ہو۔
حکیم اسمٰعیل صاحب امروہوی مرحوم کے لڑکے حافظ مسعود کی شادی ۱۰/اکتوبر کو ہے اور میرے لیے بہت ہی اصرار ہے، لہٰذا مجھے امروہہ جانا پڑے گا۔ ہو سکے تو تم بھی امروہہ چلے چلنا ورنہ لکھنؤ میں دو تین روز ساتھ رہے گا، وہی کافی ہے۔ فقط
محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۲۵)

دارالمبلغین لکھنؤ۔
۸/ماہ مبارک ۱۳۶۱ھ یکشنبہ
مُخلصانِ بندہ حافظ مغیث الدین و حافظ محمد عبدالرؤف رزقنا اللہ تعالیٰ وایاکم حبہ وحب من یحبہ
بعد سلام و دعا معلوم ہو کہ آپ دونوں کا مدت ہوئی ایک لفافہ آیا تھا۔ سستی و کاہلی سے اب تک جواب نہ گیا تھا، لہٰذا آج اس کی تلافی کے لیے ایک نایاب تحفے کے ساتھ جواب بھیجا جاتا ہے اور وہ نایاب تحفہ حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ کے دو مکتوب ہیں، جو خط ہٰذا کے ساتھ مرقوم ہیں۔ منشی مقبول اور مولوی فضل اللہ کو بھی یہ تحفہ میری طرف سے دینا چاہیے۔ قاری محمد صدیق سلمہ اللہ تعالیٰ وہیں ہیں، جو لوگ فارسی نہ جانتے ہوں وہ اس مکتوب کو ان سے سمجھ سکتے ہیں۔ میرا ارادہ ترجمہ و شرح کے ساتھ بھیجنے کا تھا مگر اس وقت نہ ہو سکا۔
بڑھاپے میں یہ نعمت غیر مترقبہ کریم وہاب نے اپنے اس گناہ گار بندے کو عطا فرمائی کہ

قرآن مجید حفظ ہو گیا۔ اس سال بعض لوگوں کے اصرار سے تراویح میں پڑھ رہا ہوں۔ کل سورۂ مریم ختم ہو چکی ہے۔ آج سورہ طٰہٰ، ان شاءاللہ تعالیٰ، شروع ہو گی۔ سب احباب و مُخلصین کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبّت عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ کرے اور اپنے لیے بھی ان سے اسی دعا کی درخواست ہے۔ فقط والسّلام

مُحمد عبدالشّکور

از مکتوب نمبر ۲۷۸، دفتر اوّل حصہ پنجم بنام ملا عبدالکریم سُنّامی

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی! مکتوب مرغوب اخوی رسید موجب فرحت گشت۔ نصیحتے کہ بیاراں کردہ می شود آن ست کہ بعد از تصحیح عقائد بر وفق کتب کلامیہ اہلِ سُنّت و جماعت (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) و بعد از اتیان احکام فقہیہ از فرض وواجب و سُنت و مندوب و حلال و حرام مکروہ و مشتبہ امتثالاً وانتہاءً سلامت داشتن قلب ست از گرفتاری مادون حق سبحانہ وتعالیٰ۔

وسلامتی قلب وقتے میسر شود کہ در قلب ماسوای حق جلا وعلا مخطور نشود فرضاً اگر ہزار سال حیات وفا کند غیر حق سبحانہ در دل خطور نکند۔ نہ بآن معنی کہ اشیا در خاطر گذرند وآنہارا غیر حق نداند جل سلطانہٗ زیرا کہ این معنی در ابتداء مراقبان توحید نیز میسر ست بلکہ بآن معنی کہ اشیا اصلاً در دل خطور نکند واین عدم خطور مبتنی بر نسیان قلب ست مادون حق راسبحانہٗ برنہجے کہ اگر بہ تکلّف اشیارا بہ یاد او بدہند یاد نہ کند۔ این دولت معبر بفنای قلب ست وقدم اول ست درین راہ وسائر کمالات ولایت متفرع برین دولت اند۔

ہیچ کس راتا نہ گردد اوفنا
نیست رہ دربارگاہ کبریا

واقرب طرق از برائے وصول بایں دولت عظمیٰ طریقۂ علیہ نقشبندیہ است قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم

چہ این بزگواران ابتدای سیر از عالم امر نمودہ اندواز قلب بہ مقلب قبل راہ

جستہ ایشان رابجای ریاضات ومجاہدات دیگران التزام سُنت ست و اجتناب از بدعت۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمودہ اند طریق مااقرب طرق ست اماالتزام سُنت کار مشکل ست فطوبی لمن توسل بھم واقتدی بھدیھم۔

للمولوی[1] الجامی

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دلِ سالک رہ جاذبۂ صحبت شاں
ے برد وسوسۂ خلوت وفکر چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعنِ قصور
حاش للہ کہ برآرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چسان بگسلد ایں سلسلہ را

انتھی بقدر[2] الضرورۃ

مکتوب ۲۸۰ دفتراوّل حصہ پنجم بنام حافظ محمود

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات میرساند کہ مکتوب بر شریف کہ بمصحوب جناب مولانامہدی علی ارسال داشتہ بودند رسید موجب فرحت گشت۔للہ سبحانہ الحمد کہ محبت فقرا کہ سرمایہ سعادات دنیویہ واخرویہ ست رسوخ تمام دارد تمادی ایام مفارقت تاثیرے دران نکردہ۔

---

[1] ولہ ایضاً
تو نقش نقشبندان راچہ دانی — تو قدر گوہر جانراچہ دانی
گیاہِ سبز دان قدر باران — تو خشکی قدر باران راچہ دانی
ولہ ایضاً نقشبند ندے بند بہ ہر نقش نیند — ہردم از بوالعجبی نقش دگرے آرند۱۲

[2] یہاں سے تقریباً نو سطریں نقل نہیں کی گئیں۔

دو چیز را محافظت لازم ست: (۱) متابعت صاحب شریعت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسّلام و (۲) محبّت و اخلاص با شیخ مقتدا۔ بااین دو چیز ہر چہ دہند نعمتے ست واگر ہیچ ندہند واین دو چیز راسخ باشد غــم نیست۔ آخر خواہند داد۔ واگر عیاذاً باللہ سبحانہ در یکے ازین دو چیز خلل رفت مع ذلك احوال واذواق بحال خودست آن را ستدراج باید دانست خرابی خود باید انگاشت۔ طریق استقامت این ست واللہ سبحانہ الموفق والسّلام

انتھی بتمامہ

(۱۲۶)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ سہ شنبہ

مخلصی وفقکم اللہ تعالیٰ

ان شاء اللہ، پرسوں بروز شنبہ یہاں سے چل کر ایک دن کے لیے بھوپال اتر کر اتوار کے دن بتاریخ ۸ر جون ایکسپریس سے بمبئی پہنچوں گا۔

کریم کارساز نے سفر حرمین شریفین کی توفیق عطا فرمائی۔ چیچک و ٹیکے کے سرٹیفکیٹ اور اسلامی جہاز میں ۱۰ر جون کو روانہ ہوں گا۔ فسٹ کلاس کی سیٹ ریزرو ہو جانے کا انتظام فرمادیا ہے۔

چندا روز سعادت مرحبا یوم الوصال
باغ من گل مے کند امروز بر از چندسال

فقط والسّلام اولاً و آخراً محمد عبدالشکور عفی عنہ

(۱۲۷)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

صفر سہ شنبہ ۱۳۶۴ھ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو۔

کل بہت آرام سے بوقت عصر پہنچ گیا۔ نمازِ عصر دارالمبلغین میں پڑھی۔ مسجد میں جماعت

ہوچکی تھی۔ کل ہی سے دیرہ ایکسپریس کے لیے سو میل کا قانون ہوا اس لیے وللآخرۃ خیر لك من الاولی۔ فله الحمد علی ذلك

مدح صحابہؓ مشاعرے کا ذوق بہ نسبت سابق کے امسال بہت ترقی پر ہے۔ ٹکٹوں کی تعدادِ فروخت سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ بعض مستورات نے بھی نظمیں لکھی ہیں۔ ازآں جملہ چودھری نعمت اللہ صاحب کے یہاں سے بھی اطلاع آئی ہے۔ دعا کرنا چاہیے مالک حقیقی انجام تک پہنچائے۔ بھدرسہ وفیض آباد میں بہت اصرار ہوا مگر نہیں اتر سکا بہت تھک گیا تھا۔ فقط

سب بچوں کو اور ان کی والدہ اور نانی کو سلام کہہ دیجیے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

بنام شیخ فرید الدین سلطان پوری ☆

(۱)

دارالمبلغین لکھنؤ
۱۷ر ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ جمعہ
مُخلصی المکرم عافانا اللہ تعالیٰ وایاکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین۔ فیض آباد کے سفر سے واپس ہو کر دو کارڈ آپ کے ملے اور منی آرڈر بھی پہنچ گیا۔

عتیق سلمہ کا مفصل حال وجیہہ الدین صاحب سے معلوم کر لیا تھا اور خط کے لیے بھی تاکید کر دی تھی۔ بے شک بہت ضعف ہو گیا ہو گا مگر اس عمر کا ضعف بہت جلد زائل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شفا دے اور آپ کو مطمئن کرے، آمین۔ زبیری صاحب[۱] کانپور میں ملازم ہو گئے ہیں، آج آئے تھے بہت تاکید کر دی ہے کہ ۳۰ اپریل کو میرے ساتھ سلطان پور پہنچیں۔ نور چشم مولوی عبدالعزیز سلمہ کو، ان شاء اللہ، ہمراہ لاؤں گا۔ سب بچوں کو اور ان کی

☆ شیخ فرید الدین سلطان پوری شیخ وجیہہ الدین (جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا) کے بڑے بھائی تھے اور بحیثیت تحصیل دار سرکاری ملازم تھے۔ حضرت لکھنویؒ سے بے حد تعلق رکھتے تھے۔ جناب ایثار احمد ایڈوکیٹ انھیں کے صاحبزادے ہیں۔ خود حضرت لکھنویؒ کو بھی ان سے اور ان کے گھرانے سے بے حد تعلق تھا۔ ۱۹۴۹ء میں بحیثیت تحصیل دار چھبرامئو ضلع فرخ آباد یوپی میں وفات پائی۔

[۱] جناب اثر زبیری لکھنویؒ، حضرت لکھنویؒ کے شاگرد تھے اور دارالمبلغین لکھنؤ میں آپ سے پڑھا تھا۔ بہت زود گو اور قادرالکلام شاعر تھے۔ تحریک مدح صحابہؓ میں بڑے جوش سے حصّہ لیا تھا۔ نعت و منقبت کی نظمیں آپ کی بے حد مقبول تھیں۔ ان کے کئی مجموعۂ کلام شائع ہو چکے ہیں۔ ریلوے میں ملازم تھے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد شروع ہی میں پاکستان ہجرت کر گئے تھے اور کراچی میں رہائش تھی۔ وہاں قرآن مجید کا منظوم ترجمہ بھی کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔ آپ کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

والدہ کو دعا۔ فقط

مُحمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۸ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ شنبہ

مُخلص مکرّم احسن اللہ تعالیٰ الیناوالیکم

سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین کے بعد واضح ہو دستی خط آپ کا ملا۔ اشرف کے اختصار پر مجھے بھی خیال ہوا تھا۔ جلاوطنوں کی واپسی میں چودہ دن باقی ہیں۔ برابر خیریت ملتی رہتی ہے۔ آپ کا خیال صحیح ہے، بفضلہٖ تعالیٰ بہت مکمل اور مؤثر عملی تبلیغ ہوئی اور ہو رہی ہے۔

سلطان پور کے جلسے کے لیے ہرگز عجلت کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اطمینان دے، اس وقت کوئی تاریخ مقرر کی جائے۔ میں یہاں[1] ہوا تو شرکت کر لوں گا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اب میرا آنا بے ضرورت ہے۔ کوئی کام جیسا چاہیے نہیں ہو سکتا۔ فیض آباد جانا اس مجبوری میں ہوتا ہے کہ ہر سال مولانا ضرغام الدین صاحب خود وعدہ لینے کے لیے آتے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی باوجود اپنی طویل علالت وضعف کے آئے۔ بچوں کو اور ان کی والدہ کو دعا سلام کہہ دیجیے۔ حافظ مغیث الدین سلمہ آج کل بیمار ہیں۔ کئی دن سے ان کا حال معلوم نہیں ہوا۔ فقط

مُحمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ یکشنبہ

مُخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین کے بعد واضح ہو آج حسب اعلان مندرجہ اخبارات جتنے خطوط ملے سب سینسر کیے ہوئے۔ ایسی حالت میں تو کارڈ لکھنا بہتر ہے۔ آپ کا خط بھی آج

---

[1] بھوپال جانا ضروری ہے اس لیے میں نے یہ جملہ لکھا۔

کی ڈاک میں ملا۔

ہندو شاعر اگر کسی وجہ سے مقامی مصالح کے مناسب نہ ہو تو کوئی ضروری بات نہیں۔ اگرچہ کرنؔ سے کہہ دیا گیا ہے مگر ٹال دینا ممکن ہے۔ اسلمؔ کی نظم پڑھنے کا کوئی انتظام مناسب یہیں سے کرلیا جائے گا۔

گھر کی حالت جب ایسی ہو تو جلسوں میں عجلت نہ ہونی چاہیے تھی۔ اب غالباً التوا سے دوسری پریشانیاں لاحق ہوں گی، ورنہ التوا کر دیا جاتا۔ تعویذ آپ نے پہنا دیا اور اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی برکت اور اللہ کا نام لینے والوں کی روحانیت سے اچھے نتیجے کی امید ہے۔ ہو سکے تو روزانہ صبح و شام قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کر دیا کیجیے۔ دعائے خیر سے یہ احقر بھی غافل نہیں رہے گا اور وہ ارحم الراحمین ہے اور مجیب السائلین ہے۔ پار سال کی طرح اس مرتبہ بھی کٹھری اسٹیشن کے قرب و جوار کے مسلمانوں سے واپسی سلطان پور پر یعنی ۹ر مئی کے لیے وعدہ ہو گیا ہے۔ سب بچوں کو اور ان کی والدہ کو دعا و سلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۸ر ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ شنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو آج آپ کا دستی خط ملا۔ کرنؔ کے ملتوی کرنے کی کوشش، ان شاء اللہ، ہو جائے گی۔ بجائے ان کے آپ احمد حسین خان احمدؔ لکھنوی کا نام شائع کریں۔

مولوی حمید الدین علیل ہیں۔ کئی دن کے بعد کل بخار اترا ہے۔ اگر اُس وقت تک اس قابل ہوئے تو، ان شاء اللہ، ہمراہ لاؤں گا۔

گھر کی تکالیف اور پھر ان کا دفع ہو جانا معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ منی آرڈر کل پہنچ گیا۔ شعراء کے لیے جو روپیہ آپ نے بھیجا ہے وہ قاری محمد صدیق کے سپرد کر دیا گیا ہے کہ ہر ایک کو پہنچا دیں۔ میں، ان شاء اللہ، ایک دن پہلے یہاں سے چل کر

بھدرسہ اتر جاؤں گا اور وہاں سے دوسرے دن یعنی جمعہ کو سلطان پور پہنچوں گا۔ فقط والسّلام
محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۵)

دارالمبلغین، لکھنؤ

۱۳/ جمادی الاخری ۱۳۶۳ھ دوشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو آپ کا جوابی کارڈ ملا اس کے بعد آپ کو میرا دستی خط مل گیا ہوگا۔

آپ کے اہل بیت کے آنے سے تو مجھے مسرت ہوئی مگر تکانِ سفر اس قدر تھا کہ ان سے بات کرنا دشوار تھی۔ اسی وجہ سے میں نے ان کو روکا نہیں۔ نہ روکنے کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ بیگم صاحبہ یعنی راجہ نانپارہ کی ممانی بہت دنوں کے بعد نانپارہ اپنے گھر گئی ہوئی ہیں۔ وہ ہوتیں تو مجھے اطمینان ہوتا کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔

ترکِ سفر کا ارادہ تو بہت دنوں سے ہو رہا تھا مگر اب تو شاید مشیّتِ الٰہی ترکِ سفر کے لیے مجبور کر رہی ہے۔ لہٰذا مڑوی والوں سے کہہ دیجیے کہ میرے لیے اصرار نہ کریں ورنہ خدانخواستہ ان کا جلسہ ہی ملتوی ہو جائے گا۔ جو تاریخ وہ چاہیں مقرر کر کے فوراً مطلع کریں۔ ان شاءاللہ، قاری محمد صدیق کو اور ان کے ہمراہ مولوی کلیم اللہ یا مولوی سراج الدین کو بھیج دوں گا اور کسی مدّاح صحابہؓ کو بھی غالباً زبیر ئی ہی کو۔ مدح صحابہؓ کی اسیری سے زیادہ میرے اوپر کسی سفارش کا اثر نہیں ہوتا۔ اگر سفر سے معذور نہ ہوتا تو ہرگز ان کی درخواست مسترد نہ کرتا۔ مخلصی جان محمد صاحب کو بھی سلام مسنون و دعا کے بعد یہی مضمون سنا دیجیے۔ سب احباب و مخلصین کو بشرط سہولت سلام مسنون کہہ دیجیے۔ اپنے اہل بیت اور بچوں کو فرداً فرداً سلام و دعا کہہ دیجیے۔

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۴ر جمادی الاخری ۱۳۶۳ھ دوشنبہ

محبی و مخلصی زیدت توفیقاتکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ایک خط پہلے آیا تھا اس کے جواب میں اس لیے تاخیر ہوئی کہ خیال تھا کہ میرے دستی خط کا بھی جواب آجائے تو دونوں خطوں کا جواب ایک ہی خط میں دے دیا جائے۔ آج ظہر کے وقت میں نے آپ کو خط لکھ کر ڈلوایا اس کے چند ہی منٹ کے بعد آپ کا دوسرا خط ملا، جواب میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔

آپ کے لکھنے کے مطابق عزیزی مولوی حافظ محمد عبدالعزیز اور قاری احمد صدیق صاحب ۱۰ر جون کو صبح کی گاڑی سے سلطان پور پہنچ جائیں گے۔ یہاں سے یہ لوگ ۸ر جون کو روانہ ہو جائیں گے۔ ۸ اور ۹ر کو بھدرسہ میں قیام ہوگا۔ اسی سلسلے میں مڑوی والوں کو بھی جلسہ کر لینا چاہیے ورنہ پھر کسی وقت شاید ان لوگوں کا بھیجنا بھی مشکل ہو۔ کیونکہ اس وقت بڑی مہمات پیش آنے والی ہیں جن کا تفصیلی علم آپ کو، ان شاء اللہ، بعد میں ہوگا۔ اپنے اہل بیت اور بچوں کو میری طرف سے سلام و دعا کہہ دیجیے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۹ر شعبان ۱۳۶۳ھ دوشنبہ

مخلصی المکرّم احسن اللہ تعالیٰ الینا و الیکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین۔ آپ کا خط عین انتظار کی حالت میں پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ فالحمد للہ۔

بچی کے لیے تعویذ اسی شخص کے ہاتھ بھیجوں گا جس کو آپ زیور کے لیے اخلاق کے پاس بھیجیں گے۔ آپ بالفعل اپنی وسعت کے لیے وہی دعا پڑھیں جس کو آپ نے لکھا ہے۔ بعد میں، ان شاء اللہ، سورۂ لایلاف کا وظیفہ لکھ دوں گا جو مجرب ہے۔ خط میں جو باتیں آپ نے

لکھی ہیں مناسب اور صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ انجام بہتر سے بہتر کرے اور آپ کی ان خدمات کو قبول فرما کر اور زیادہ توفیق دے۔ آمین

یہ سچ ہے کہ آپ کو آرام نہیں ملتا اور کام بہت کرنا پڑتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا انعام ہے کہ آپ سے یہ سب کام لیتا ہے ع

منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

آپ مسلمانوں کو مطمئن کر دیں اور جمعے میں اعلان کر دیں کہ، ان شاء اللہ، قاری محمد صدیق رویت ہلال سے ایک دن پہلے سلطان پور پہنچ جائیں گے اور تراویح میں قرآن مجید سنا کر واپس آجائیں گے۔ میں نے قاری محمد صدیق سے کہہ دیا ہے اور دارالمبلغین سے تحریری حکم بھی ان کو مل جائے گا۔ بخیالِ عجلت اس وقت کارڈ بھیج رہا ہوں ورنہ لفافہ بھیجتا۔ بہت کچھ لکھنے کو دل چاہتا تھا۔ پنجاب کا سفر تو آرام سے ختم ہوا مگر اب نہ سفر کرنے کا وقت اور نہ طاقت۔ آپ بھی اللہ سے دعا کیجیے کہ اپنے فضل سے ایمان پر خاتمہ کر دے۔ آمین۔ بچوں کو اور ان کی والدہ کو سلام و دعا

مولوی عبدالباری کو علیحدہ خط میں کچھ نصائح لکھ دوں گا۔

ابر کی وجہ سے یہاں رویت ۲۹ کو نہیں ہوئی نہ کہیں سے خبر آئی۔ روافض نے البتہ ۲۹ کی رویت رکھی ہے۔

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ دوشنبہ

مخلص مکرم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو آپ کے دونوں کارڈ ایک ساتھ انتظار کے بعد ملے۔ مولانا عبدالحق صاحب سے میں نے خود وعدہ لیا۔ کچھ عجیب بات ہے آج کل علی الاتصال بکثرت جلسے ہو رہے ہیں۔ مولانا عبدالحق بھی ٹانڈا کے لوگوں سے ان تاریخوں میں وعدہ کر چکے تھے۔ بہر کیف وہ ایک دن کے لیے سلطان پور آئیں گے یعنی پہلے ہی دن

۲۵/اپریل کو۔ فیض آباد میں اپنے سامنے، ان شاء اللہ، ان کو روانہ کر دوں گا۔

دوسرے کارڈ میں جس شخص کے متعلق آپ نے لکھا ہے اس کا خیال رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ، اس کو مدعو نہ کیا جائے گا۔ فقط والسّلام

مولوی عبد الباری صاحب کی صحت یابی سے اطمینان ہوا۔ فالحمد للہ۔ انھوں نے نہ اپنی علالت کی اطلاع دی نہ صحت یابی کی۔ حافظ مغیث الدین کا بھی اس درمیان میں کوئی خط نہیں آیا۔

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۹)

دار المبلغین لکھنؤ

۶/رجب ۱۳۶۴ھ یکشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو۔ خط آپ کا پہنچا حالات خیر و عافیت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔

دربھنگہ سے واپسی کو بہت دن ہو گئے ہیں۔ میں خود منتظر تھا کہ آپ کا خط آتا ہی ہو گا۔

فیض آباد میں جو طوفانِ بے تمیزی رفاقت حسین نے برپا کیا ہے اس کا حال مجھے معلوم ہوا۔ وہاں سے لوگ بھی آئے تھے، حکام کو بھی مداخلت کرنا پڑی لیکن وہ فتنہ فرو نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔ سلطان پور کے جن لوگوں نے یہ فتنہ برپا کرایا ہے معلوم نہیں وہ لوگ متنبہ ہوئے یا نہیں۔

حافظ مغیث الدین سلمہ پر پے در پے حوادث پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ یہاں کا حال بدستور ہے۔ سب کو دعا سلام کہہ دیجیے۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۱۰)

دار المبلغین لکھنؤ

۲۱/رجب ۱۳۶۴ھ دوشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین۔ کل شام کو کارڈ آپ کا ملا۔ قاری محمد صدیق اب پہنچ گئے ہوں گے اور میرا خط جو ڈاک سے گیا ہے وہ بھی مل گیا ہوگا۔

رفاقت حسین کا ذلت کے ساتھ نکالا جانا معلوم ہوا، لیکن تفصیل بعد میں لکھنے کو آپ نے تحریر کیا ہے۔ لہٰذا تفصیل کا انتظار ہے۔

دانے یہاں پر بکثرت لوگوں کے نکلے ہیں اور بچوں کے علاوہ بڑوں کے بھی نکلے ہیں۔ نور چشم مولوی عبدالعزیز سلمہ کی چھوٹی لڑکی کے تمام منھ اور گردن میں بکثرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو شفا دے۔ مولوی عبدالباری نے آپ کو خط بھیجا ہوگا، جو آپ مل گیا ہوگا۔ گھر میں اور سب بچوں کو سلام ودعا کہہ دیجیے فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۷ر شوال ۱۳۶۴ھ دوشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین واضح ہو مفصل خط آپ کا پہنچا جو کئی بار کرکے میں نے پڑھ لیا۔ الحمدللہ روحانی وقلبی سکون آپ کو بھی حاصل ہوا اور مجھے بھی۔ جسمانی تکالیف آپ کی اللہ تعالیٰ جلد دفع فرمادے۔ آمین

دارالمبلغین سے ماہوار امداد ملنے میں کچھ دشواری نہیں صرف آپ کی تحریر کا آنا ہی کافی ہوگا۔

جس اختلاف کا آپ نے اشارۃً ذکر کیا ہے اس کا حال مجھے دوسرے کے خط سے معلوم ہوا۔ حق وانصاف آپ ہی کی طرف ہے۔ میں نے لکھ دیا ہے اور قاری صدیق کو بھی تاکید کردی ہے۔ ان کا خط پہنچنے پر، ان شاءاللہ، اختلاف دفع ہو جائے گا۔

بیگم صاحبہ مرحومہ کے انتقال کا صدمہ ایک زخم ہے جس کا کوئی مرہم نہیں۔ ہاں سفرِحج کے التوا میں ضرور کچھ مصالح الٰہیہ ہیں، لیکن اصل یہ ہے کہ بے بلایا ہوا شخص دربارِ شاہی میں

نہیں جاسکتا۔ اس وقت زیادہ مفصل خط نہیں لکھ سکتا۔ آخری بات یہ ہے کہ آپ کے لیے اور جو لوگ بھی دین کی خدمت کریں سب کے لیے دعا کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فرض سے مجھے غافل نہ کرے۔ بچوں کو اور ان کی والدہ کو دعا۔ کاتبِ خط رئیس احمد کو سلام مسنون فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۷ر ذیحجہ ۱۳۶۴ھ دوشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

سلام مَسنُون و دعاہائے فلاح دارین کے بعد واضح ہو آپ کا دستی خط قاری صاحب نے دیا۔ حالات معلوم ہوئے۔ آپ کا جو کام تھا وہ آپ نے کر دیا، جزاکم اللہ تعالیٰ۔

ان صاحب کی ناکامی کا مجھے بالکل ملال نہیں ہوا اور نہ آپ ملال کیجیے۔ انھوں نے باتیں بھی ایسی ہی کیں۔ باوجود میرے منع کرنے کے اعدائے قرآن مجید کے پاس ووٹ مانگنے گئے۔ دوسرا فریق اپنی عارضی کامیابی پر خوشی کرے تو نادانی ہے۔ حق تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی طرف سے ضرور انتقام لے گا۔ ہم لوگ جو انتقام مانگ رہے تھے، ان شاءاللہ، اس کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز عالم غیب میں مقدر ہے۔

کئی روز سے طبیعت کی نادرستی کے باعث مسجد نہیں جاسکا۔ کل تک تیمّم سے نماز پڑھی۔ اب آج نسبتاً حالت اچھی ہے۔ گھر میں اور سب بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۲ر رجب ۱۳۶۵ھ یکشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مَسنُون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو خط آپ کا کئی روز ہوئے پہنچا۔ سب

حال معلوم ہوا۔ جلسے کی جو تاریخیں آپ نے رکھی ہیں یعنی ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ جولائی ان میں شَب برأت بھی آتی ہے۔ لہٰذا بجائے ان کے ۵، ۶، ۷ ر جولائی رکھیے۔ دن وہی جمعہ، شنبہ، یکشنبہ پڑے گا۔ دعا کیجیے کہ اس وقت تک مجھے اطمینان ہو جائے۔ بارہ تیرہ دن سے نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالعزیز سخت بیمار ہیں۔ بخار بشدت ہے، شَب کو ایک سو پانچ ڈگری تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے۔ آمین

مولانا عبدالحق صاحب کو خط لکھنے کے لیے آج کسی سے کہہ دوں گا۔ خط میری ہی طرف سے ہو گا۔ فقط گھر میں سب کو سلام دعا

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ چہار شنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو آپ کا خط ملا حال معلوم ہوا۔ وجیہہ الدین صاحب آئے تھے۔ ان سے مفصل حالات دریافت ہوئے۔

نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالعزیز سلمہ کے گھر میں علالت بدستور ہے۔ لکھنؤ میں کوئی بڑا ڈاکٹر باقی نہیں جس کا علاج نہ ہوا ہو۔ اب ڈاکٹر فریدی کا علاج جاری ہے، خدا کرے اس سے فائدہ ہو۔ چھوٹے چھوٹے چار بچے ہیں۔ ارحم الراحمین رحم کرے۔ نور چشم مذکور کی پریشانی حق بجانب ہے۔ اپنے گھر میں اور بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔

مشاعرہ مدح صحابہؓ ہو گیا اور ہر حیثیت سے کامیاب رہا۔ فقط

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۴ ر رجب ۱۳۶۸ھ سہ شنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو۔ میں بخیریت اُس روز پہنچا۔ فیض آباد میں کئی گھنٹے گاڑی نے تاخیر کی۔ یہاں قریب مغرب پہنچا۔

بہو کی حالت پہلے سے بہتر ہے مگر ابھی صحت نہیں ہے۔ نور چشمان مولوی محمد عبدالمومن و عبدالمہیمن کو شدید بخار میں مبتلا پایا۔ خداوند کریم شفا دے۔

کل دوشنبہ کو حضرت مولانا ضرغام الدین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ فیض آباد کی خیر و برکت رخصت ہو گئی۔ دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کیجیے۔ گھر میں اور سب بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے فقط

بھدرسہ سے منی آرڈر آیا جو میرے پیچھے وصول کر لیا گیا۔ اب سفر کی ہمت نہیں ہوتی۔ الامر بید اللہ۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۴ر صفر ۱۳۶۹ھ سہ شنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو پرسوں آپ کا خط ڈاک سے اور آج دستی ملا۔ خیر و عافیت معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کامل عطا فرمائے۔

میں آپ کی محبّت کا خوب احساس رکھتا ہوں۔ آج سے نہیں بلکہ بہت پہلے سے۔ اللہ تعالیٰ اس کی جزا آپ کو دارین میں دے۔

میری طبیعت اب کئی روز سے بالکل ٹھیک ہے۔ آپ کے یہاں آنے کے لیے اگر ہو سکا تو بعد میں اطلاع دوں گا۔ بے شک آپ کے یہاں آرام ملے گا مگر محض اپنے آرام کے لیے کبھی کوئی سفر میں نے نہیں کیا۔ پھر بھی، ان شاء اللہ، کوشش کروں گا۔ ۲۸ صفر کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا فاتحہ یہاں ہے اور ۲۹ صفر کو علی آباد میں۔ اس فاتحہ کے بعد معلوم نہیں کیا ہوگا۔ اپنے گھر میں اور سب بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالسلام سلمہ کو، ان شاء اللہ، تعالیٰ آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۵ رربیع الثانی ۱۳۶۹ھ دوشنبہ

مخلصی المکرم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین۔ کل شام کو میرے تار کا جواب آگیا کہ اب "آپ کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہے" بفضلہٖ تعالیٰ اطمینان ہوا۔ دعا آپ کے لیے پچھلی شب میں بھی ہو رہی ہے اور ختم شریف کے بعد بھی۔ خداوند کریم صحت کاملہ کی خبر سنا کر اطمینان کلی عطا فرمائے۔ آمین۔

سردی کی غیر معمولی شدت آج تک قائم ہے۔ اب کی مرتبہ میرے اوپر بھی اس قدر شدید اثر ہوا ہے کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ آپ کے دیکھنے اور عیادت کے لیے آنے کا ارادہ برابر قائم ہے مگر بوجہ مذکور ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

آپ کے پچھلے خط ملفوف کا جواب، ان شاء اللہ تعالیٰ، صحت کاملہ کی خوشخبری کے بعد لکھوں گا۔ سب بچوں کو اور ان کی والدہ کو سلام و دعا فقط

اگر بچوں میں کوئی تا وقت صحت ایک کارڈ میں دو کلمے لکھ کر ڈال دیا کریں تو مجھے بہت راحت ہو گی۔

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۱۸)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۷ رربیع الثانی ۱۳۶۹ھ چہار شنبہ

مخلصی المکرم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو۔ کل شام کو خود آپ کے قلم کا لکھا ہوا کارڈ ملا بہت اطمینان ہوا اور بہت مسرت ہوئی۔ فلہ الحمد حمداً کثیراً۔

بقیہ شکایات بھی خداوند کریم دفع فرمائے۔ آمین۔ دعا کا سلسلہ برابر قائم ہے۔ آج بھی

بعد ختم شریف دعا مانگی گئی۔
کل امروہہ سے نور چشم مولوی حافظ محمد عبد الاوّل کی سخت علالت کی خبر آئی جس سے بہت تشویش ہو گئی۔ خداوند کریم ان کو شفا دے۔ سردی کی ایسی شدت نہ ہوتی تو میں خود جاتا۔
آپ کے خط ملفوف کا جواب سوا اس کے اس وقت مختصر میں اور کیا لکھوں۔ جو آپ کہیں گے حتی الامکان اس کو منظور کروں گا۔ خدا کرے اس وقت تک سردی کم ہو جائے۔
ایثار احمد کے بر سر ملازمت ہو جانے سے مسرت ہوئی۔ گھر میں میرا اسلام اور سب بچوں کو دعا۔ فقط

محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۱۹)

دار المبلغین لکھنؤ
۱۲/ جمادی الآخرہ ۱۳۶۹ھ شنبہ
مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم
بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو۔ کل آپ کا کارڈ مورخہ ۳۰ مارچ پہنچا۔ حالات کا علم ہوا۔ بچوں کے امتحان میں کامیابی کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے۔
یہاں بھی سب اچھے ہیں۔ خداوند کریم آپ کی سب تکالیف دور فرمائے اور شفائے کامل دے۔ آمین۔
اگر پانی کا استعمال اکثر اعضا میں مضر ہو یا کل اعضا میں تو تیمم ہونا چاہیے اور جو اکثر اعضا میں مضر نہ ہو بلکہ دو ایک اعضا میں مضر ہو تو جن میں مضر ہے ان پر مسح ہونا چاہیے باقی کو دھونا چاہیے۔ بچوں کو اور گھر میں سلام و دعا فقط

محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۲۰)

دار المبلغین لکھنؤ
۱۷/ جمادی الاخرہ ۱۳۶۹ھ پنجشنبہ
مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو۔ کل شام کو آپ کا خط ملا جس سے بچوں کے امتحان کا حال بھی معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کی طَبیعت اب پہلے سے بھی اچھی ہے۔ فالحمد للہ۔ یہاں کے حالات بدستور ہیں۔ کچھ واقعات روزانہ ہو رہے ہیں، سلسلہ قائم ہے۔ خدا ہی جانے کہ انجام کیا ہوگا۔ ان حالات پر نظر کر کے مدح صحابہؓ کے مشاعرے کی تاریخ جو ۸، ۹ اپریل مقرر تھی ملتوی کر دی گئی۔

زیادہ اس وقت کیا لکھوں۔ گھر میں اور سب بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے فقط

آج کل یہاں بہت سنسنی ہے۔ امین آباد کا بازار بند ہے اور جا بجا کرفیو ہے، خداوند کریم اپنا فضل کرے۔

(۲۱)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۶/ جماالاخرہ ۱۳۶۹ھ شنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو آپ کا خط ملفوف مع اشتہار جلسہ پہنچا خداوند کریم بچوں کو امتحان میں کامیاب کرے۔

میں نے اپنے ساتھ کے لیے ابھی کسی کو معین نہیں کیا لیکن غالباً حامد علی محمود آبادی ساتھ ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، جمعے کے دن علی الصبح پہلی گاڑی سے پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

سر سلطان کا مضمون میں نے نہیں پڑھا۔ اس نام ہی سے طَبیعت مکدّر ہو جاتی ہے۔ بہر کیف اب آپ سے سنوں گا۔

اب مجھ سے تقریر وغیرہ تو بنتی نہیں اس لیے کئی مرتبہ دل میں آیا کہ عذر کروں مگر پھر نہیں کیا۔

بچوں کو اور گھر میں سلام و دعا کہہ دیجیے۔ چھوٹی بچی کو خداوند کریم نے شفا دی اور آپ کی طَبیعت میں سکون ہے فالحمد للہ۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۲۲)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۰ر شعبان ۱۳۶۹ھ یکشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو آپ کا خط مورخہ ۲۳ مئی پہنچ گیا تھا۔ اس سے پہلے میں آپ کو خط ملفوف بھیج چکا ہوں جس میں وہ خط بھی رکھ دیا تھا جو عبدالرحیم سبزی فروش کو دستی پہنچانے کے لیے دیا تھا۔ اس خط ملفوف کی اب تک رسید نہیں آئی۔

آپ کی علالت سے بہت تفکر و قلق ہے۔ خداوند کریم جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ نور چشم عبدالحی سلمہ کی نانی صاحبہ [1] کا انتقال ہو گیا۔ اگر مجھے کچھ قوت آگئی تو ۱۵ر شعبان کے بعد، ان شاء اللہ، ٹانڈا جاؤں گا اور جی چاہتا ہے کہ واپسی میں ایک دن کے لیے سلطان پور آکر آپ کو دیکھ لوں۔ کل تک ہاتھ میں رعشہ بہت تھا۔

خداوند کریم آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ دکھائے۔ بچوں کو اور بچیوں کو اور ان کی والدہ کو دعا و سلام۔ عبدالرحیم سبزی فروش یہیں مقیم ہیں اور کل سلطان پور جانے کو کہتے ہیں۔ لیکن ان کی بات کا ٹھیک ٹھکانا نہیں۔ خدا کرے آپ کو دیکھنے کے لیے آسکوں۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۳)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۱ر شعبان ۱۳۶۹ھ دو یکشنبہ

مخلصی المکرّم وہبکم اللہ العفو والعافیہ

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین۔ ابھی ابھی آپ کا کارڈ انور سلمہ کے قلم کا پہنچا۔ سخت انتظار تھا۔ خداوند کریم ہی شفا دینے والا ہے۔ مجھے بھی امید ہے کہ اب، ان شاء

---

[1] مولوی سیّد بشیر الدین محلہ الہ داد پور ٹانڈا ضلع امبیڈکر نگر (یوپی) کی اہلیہ مرحومہ کی طرف یہاں اشارہ ہے۔ یہ مرحومہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خوشدامن تھیں۔ ۱۴ر شعبان ۱۳۶۹ مطابق ۱۹۴۹ء کو بمرضِ کینسر اپنے مذکورہ بالا وطن میں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

اللہ، بہت جلد شفا ہوگی اور کامل شفا ہوگی۔

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چنیں نماندو چناں نیز ہم نخواہد ماند

آپ کی عیادت کے لیے آنے کا ارادہ قطعی تھا مگر شاید نہ آسکوں گا اور ٹانڈہ بھی نہ جاسکوں گا حالانکہ ان کے یہاں کا حادثہ ان لوگوں کے لیے بہت سخت ہوا۔

مجھے وہی ضعف ہے اور اب کی مرتبہ ضعف کے اثرات جسم سے متجاوز ہو کر دماغ تک پہنچ گئے ہیں۔

دعائے ایوبیؑ کا ورد جس قدر بھی ہو اور جس طرح بھی ہو دفع امراض کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ گھر میں سب بچوں اور بچیوں کو سلام و دعا فقط

محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۲۴)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۳؍ شعبان ۱۳۶۹ھ چہار شنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین۔ آپ کا کارڈ مورخہ ۲۹؍ مئی کل قریب مغرب ملا جس کو پڑھ کر الحمد للہ پڑھنا ضروری ہو گیا۔ یہاں برابر دعا ہو رہی ہے۔ آپ بھی جس قدر اور جس طرح ہو سکے دعا میں کمی نہ کیجیے۔ ان شاء اللہ، عنقریب شفائے کامل ملے گی۔

دونوں بچوں کی کامیابی کے لیے دعا کی ہے اور، ان شاء اللہ تعالیٰ، کر تا رہوں گا۔

میرا خود آپ کی عیادت کو دل چاہتا تھا مگر ہمّت سفر کرنے کی نہ ہوئی۔ ٹانڈا ضلع فیض آباد تعزیت کے لیے بھی نہ جاسکا۔

حج بیت اللہ کا پروگرام کیا ہو سکتا ہے۔ یہ سفر مبارک بغیر خاص رحمت و جذب کے نہیں ہو سکتا۔

گھر میں اور سب بچوں کو سلام و دعا خداوند کریم سب کو بخیر و عافیت رکھے۔ آمین فقط

محمد عبد الشّکور عفاعنہ

(۲۵)

دارالمبلغین لکھنؤ

۱۷ر شعبان ۱۳۶۹ھ یکشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین۔ آپ نے بے شک اس مرتبہ پے در پے خطوط بھیجے اور میرا تردّد میں رہنا گوارانہ کیا۔ میں نے بھی آپ کے ہر خط کا جواب دیا البتہ کا کوری جانے کی وجہ سے تین خط آپ کے جمع ہوگئے۔ ایک مورخہ ۲۸ مئی دوسرا مورخہ ۳۱ مئی تیسرا مورخہ ۲ر جون لہٰذا آج جواب لکھتا ہوں۔

الحمدللہ آپ کو شفائے کامل عطا ہوئی حتی کہ آپ زیارت قبور وفاتحہ کے لیے بھی گئے۔

میرا قصد قبل رمضان آنے کا بہ نیت عیادت تھا۔ اب رہا بعد رمضان تو اس کا خیال نہ کیجیے۔ شاید مشاغل کی وجہ سے نہ آسکوں گا۔ اب تو یہی تمنّا ہے کہ خداوند کریم سفر حرمین شریفین کی قوت وتوفیق عطافرمائے۔ آمین

بچوں کی کامیابی کے لیے برابر دعا کی گئی ہے خصوصاً شعبان کی پندرھویں رات میں جو قبولیت دعا کے لیے ایک مخصوص رات ہے۔وھو مجیب السائلین۔ دعائے ایوبیؑ کاورداور نمازِ شب کے بعد قلب میں قوت واطمینان کا پیدا ہونا بڑی نعمت ہے۔ خدامبارک کرے آمین

مولوی ابوالوفاء اگر آجائیں تو اپنے وعظ میں رمضان مبارک کی عظمت اور روزہ وتراویح کی فضیلت اور ساتھ مل کر افطار کرنے کے ثمرات ونتائج پر پورا زور دیں۔ ان شاء اللہ، وہ خود ہی بہتر بیان کر سکیں گے۔

گھر میں اور سب بچوں کو اور سب بچیوں کو سلام ودعا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۶)

دارالمبلغین لکھنؤ

۲۰ر جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ سہ شنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو خط ملفوف پہنچا۔ میں علی آباد خانقاہ ابواحمد چلا گیا تھا۔ حضرت صاحبؒ کا سالانہ فاتحہ تھا۔ دونوں باتوں کے لیے دعا کر رہا ہوں اور، ان شاء اللہ، کرتا رہوں گا۔ یعنی آپ کی ویدک والی دوا کے مفید ہونے کے لیے اور بچوں کی کامیابی کے لیے۔

مولوی ابوالقاسم کے بلانے کی رائے صحیح ہے۔ میں، ان شاء اللہ، حاضر ہو جاؤں گا اگرچہ بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔

نور چشم مولوی محمد عبدالعزیز سلمہ آئیں تو میں ان سے جواب کے لیے تاکید کروں گا۔ پاکستان جانے کے متعلق ابھی کوئی جدید بات نہیں ہوئی۔ وہاں سے ابھی جواب نہیں آیا۔ گھر میں غالباً اب آگئی ہوں گی۔ سب کو دعا سلام کہہ دیجیے اور اپنی کیفیت و دوا کے نتیجے سے مطلع کیجیے، انتظار رہے گا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۷)

دارالمبلغین لکھنؤ

۶/ جمادی الاخر ۱۳۷۰ھ پنجشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو کل شام کو آپ کا خط ملفوف ملا۔ میمونہ سلمہا کی علالت معلوم ہوئی۔ گو آپ نے اطمینان دلایا ہے پھر بھی تردّد و تفکر تھا آج صبح کو بعد ختم دعا بھی ہوئی۔

میں جواب لکھنے ہی والا تھا کہ آپ کا جوابی کارڈ پہنچ گیا جس کے پڑھنے سے بہت اطمینان ہوا، فالحمد للہ۔

آپ کی طبیعت کا حال بھی معلوم ہوا۔ حبیب سلمہ کے لیے دعا ہو رہی ہے۔ آپ نے جلسے کے متعلق جو کچھ لکھا اس سے بھی آگاہی ہوئی۔ میں نے جلسے کی شرکت کا ارادہ تو کر لیا ہے اور اب ارادے کا پورا کرنا خداوند کریم کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں سب لوگ بفضلہٖ تعالیٰ

اس وقت تک بخیریت ہیں۔

گھر میں اور سب بچوں اور بچیوں کو خصوصاً میمونہ سلمہار بہا کو جواب سلام و دعا کہہ دیجیے۔

حاجی عبدالرحیم صاحب فیض آباد سے آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی میرے ہمراہ سلطان پور آنے کو کہہ رہے ہیں۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۸)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۳ر رجب ۷۰ ۱۳ھ سہ شنبہ

مخلصی المکرّم وفقکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو جوابی کارڈ ملا۔ میں، ان شاء اللہ، آج یہاں سے روانہ ہو کر علی آباد خانقاہ ابو احمدیہ میں اتر جاؤں گا اور پرسوں بروز پنجشنبہ وہاں سے سلطان پور کے لیے حسب اطلاع سابق روانہ ہوں گا۔ تعویذ، ان شاء اللہ، ساتھ لاؤں گا۔

وہ پانچ روپے قاری صدیق صاحب کو دے دیے گئے، وہ پنجشنبہ کے دن روانہ ہو کر فیض آباد میں مجھے مل جائیں گے۔ فیض آباد کے اسٹیشن پر اب پانچ چھ گھنٹے پڑا رہنا ہوگا۔ گھر میں اور سب بچوں بچیوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ فقط۔

نور چشم عبدالحیؒ سلمہٗ اس زمانے میں امتحان میں مشغول ہونے کے باعث نہ آسکیں گے البتہ نور چشم مولوی حکیم عبدالغنی سلمہٗ کو ساتھ لاؤں گا۔

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۲۹)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۴ر رجب ۷۰ ۱۳ھ شنبہ

مخلصی المکرّم وفقکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین۔ سلطان پور سے چلے ہوئے آج چھٹا دن

ہے۔ آپ کا حال کچھ معلوم نہیں ہوا۔ تردد وانتظار ہے۔

نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالعزیز سلمہ بہت دنوں سے بیمار ہیں۔اب کچھ زیادتی ہے۔ بخار ہے، یرقان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی شفا دے اور آپ کو بھی۔

بھدرسہ میں صرف ایک دن میں نے قیام کیا۔ بس۔ کلکتہ سے کچھ لوگوں کا اصرار شدید ہے اب میرے پیچھے ان لوگوں کے خطوط آئے اور سفر خرچ بھی آیا۔ میرا ارادہ ابھی مذبذب ہے، آئندہ جو مشیّت ہو۔ گھر میں اور سب بچوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ احتیاطاً ایک کارڈ اپنے حال کا اس پتے پر لکھ کر مجھے بھیجیے گا۔ کلکتہ مدرسہ عالیہ بذریعہ مولوی حمید الدین مدرس۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳۰)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲۸ر رجب ۱۳۷۰ھ شنبہ

مخلصی المکرّم وفقکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو ایک خط کئی روز ہوئے آپ کے جوابی کارڈ پر آپ کے تین کارڈوں کے جواب میں بھیج چکا ہوں۔

کل شام کی ڈاک سے آپ کا خط ملفوف کلکتہ سے واپس ہو کر ملا جس میں آپ نے اپنا مفصل حال اور کچہری جانا، مقدمات کا کام کرنا وغیرہ لکھا ہے۔ اس قدر تفصیل ان کارڈوں میں نہیں ہے۔ فالحمدللہ

نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالعزیز سلمہ کی دوسری لڑکی بھی اسی قسم کے بخار میں مبتلا ہو گئی اور دوسرے لڑکے بھی بیمار ہیں۔ شافی مطلق سب کو شفا دے۔

مدح صحابہؓ مشاعرے کے اہتمام میں سب لوگ بہ دل و جان منہمک ہیں۔ خداوند کریم قبول فرمائے۔ آمین۔ دارالمبلغین کے لیے جو عمارت خریدی گئی تھی آخری عدالت یعنی چیف کورٹ سے اب اس کا فیصلہ دارالمبلغین کے موافق ہوا۔ زر ثمن عدالت میں داخل کر دیا گیا ہے، اگرچہ دارالمبلغین کو اس کی وجہ سے ایک بڑی رقم قرض لینا پڑی۔ اتنی بڑی رقم کا قرض

کے طور پر ملنا بھی آسان نہ تھا مگر خداوند کریم نے دو دن میں سب سامان کر دیا۔ میری طَبیعت نسبتاً ٹھیک ہے۔ کل پانچوں وقت کی نماز مسجد میں پڑھی۔ اپنے اہل بیت کو اور سب بچوں اور بچیوں کو سلام ودعا کہہ دیجیے۔ اپنے حال سے اطلاع دیجیے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳۱)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۴ر شوال ۱۳۷۰ھ پنجشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین۔ یہاں کبھی اتنی دیر آپ کے خط کے جواب میں نہیں ہوئی ہوگی۔ ارادہ تھا کہ مفصل خط بھیجوں، بس اسی میں اتنی دیر ہوئی اب آج یہ مختصر خط بھیج رہا ہوں۔

والدہ ایثار مرحومہ کے انتقال کا حال معلوم ہوا۔ ارحم الراحمین ان کی مغفرت فرمائے۔ وجیہہ الدین صاحب کو تعزیت کا خط، ان شاءاللہ تعالیٰ، لکھوں گا۔

آپ کے خطوط سے سب حالات معلوم ہوئے۔ یہاں بارش بالکل نہیں ہے، گرمی کی شدت بڑھ گئی ہے اور باقی سب خیریت ہے۔ اپنے گھر میں اور سب بچوں بچیوں کو میری طرف سے سلام ودعا کہہ دیجیے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۳۲)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲۰ر شوال ۱۳۷۰ھ چہارشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین واضح ہو آج اِس وقت آپ کا کارڈ پہنچا۔ پانچ چھ دن ہوئے آپ کو خط بھیج چکا ہوں۔ بہت تعجّب ہے کہ آپ کو کیوں نہیں پہنچا۔ آپ کے خط کے ساتھ ہی مغیث الدین کو خط ڈالا تھا جس کا جواب بھی مغیث الدین کے یہاں سے کل آگیا۔

بہر کیف یہاں سب خیریت ہے، البتہ بارش بالکل نہیں ہوئی جس سے گرمی کی شدت بہت بڑھ گئی ہے۔

بچوں کی علالت کا حال معلوم ہوا، خداوند کریم سب کو شفا دے۔ گھر کی علالت کا سلسلہ ابھی تک قائم ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بھی شفا دے اور زیادہ اس وقت کیا لکھوں۔

وجیہہ الدین صاحب کے یہاں کا حادثہ معلوم ہوا۔ آج، ان شاء اللہ تعالیٰ، تعزیت کا خط لکھوں گا۔ فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۳۳)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۷ر ذیحجہ ۱۳۷۰ھ پنجشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو، پرسوں شام کو آپ کا تار سخت انتظار کی حالت میں پہنچا۔ کامیابی کی خبر سے مسرت ہوئی، فلہ الحمد علی ذلک۔

کل دن بھر آپ کے خط کا انتظار رہا کہ مفصل حال خط سے معلوم ہوگا، مگر خط کل بھی نہ آیا اور آج بھی ڈاک کا وقت قریب ختم ہے۔ بہر حال اجمالی خبر سے اطمینان ہو گیا۔ یہاں سب خیریت ہے۔ نور چشم عبد الغنی سلمہ کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی، جس کا نام مریم رکھا گیا ہے، فالحمد للہ۔

گھر میں اور سب بچوں اور بچیوں کو سلام و دعا کہہ دیجیے فقط

محمد عبد الشکور عفاعنہ

(۳۴)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۸ر شعبان ۱۳۷۲ھ پنجشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین، آپ کا منی آرڈر بھی پہنچا اور اس کے بعد

دستی خط بھی ملا۔ حالات سب معلوم ہوئے۔ فالحمد للہ۔

جلسے کی تاریخیں جو آپ نے مقرر کی ہیں اور مجھے پنجشنبہ کے دن آنے کو لکھا ہے، اس میں مجھے راحت ہوتی، مگر چہار شنبہ کے بعد جو رات ہوگی وہ زیارت قبور کی رات ہوگی۔ میرا معمول اس شَب میں کاکوری جانے کا ہے اور دوسرے دن یعنی پنجشنبہ صوم کا دن ہے۔ بہ ایں ہمہ کوشش کروں گا کہ پنجشنبہ کے دن یہاں سے چلوں اور شام کو سلطان پور پہنچوں۔ اللہ تعالیٰ پورا کرے۔ آپ بھی دعا کیجیے۔ زیادہ کیا لکھوں سب کو سلام و دعا کہہ دیجیے فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

بنام جناب وجیہہ الدین حنفی سلطان پوری ☆

(۱)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۳۰؍ ماہ مبارک ۱۳۵۷ھ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون آنکہ بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت یہاں کا حال قابلِ دید ہے۔

بروز جمعہ ۱۷؍ ماہ مبارک کہ یہی دن اور یہی تاریخ فتح غزوۂ بدر کی تھی۔ حق تعالیٰ نے سُنّیوں کو ۲۸ سال کی غَصب شدہ دینی عزت و سربلندی واپس دلائی۔ فلہ الحمد اولاً و آخراً۔

عین اس وقت جب کہ سول نافرمانی کر کے ہم لوگ اپنے کو جیل کے لیے پیش کرنے والے تھے اور پہلے جتھے میں میرا نام تھا، یکایک گورنمنٹ کمیونک شائع ہوگیا، جس میں ہمارے کل مطالبات کا حق ہونا تسلیم کر لیا گیا اور روپیہ میں ۱۴؍ تو اسی وقت دے دیے گئے، بقیہ ۲ کے لیے عنقریب کا وعدہ کیا گیا۔ مطبوعہ اشتہار، ان شاء اللہ، کل تک بھیج سکوں گا۔ لہٰذا سول نافرمانی فوراً ملتوی کر دی گئی اور یہ مہم اس خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوگئی۔

معاندینِ صحابہؓ کے یہاں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے اور ان کے اخباروں کی چیخ و پکار قابلِ دید ہے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کو اسی طرح ذلیل و خوار اور ان کے غلاموں کو

☆ شیخ وجیہہ الدین حنفی سلطان پور کے مکین اور دینی و ملی کاموں میں بہت پیش پیش رہنے والے تھے۔ حضرت لکھنویؒ سے بے حد عقیدت و تعلق رکھتے تھے۔ ابتداً تجارت کرتے تھے پھر ۱۹۴۰ء سے وہاں سے ہفت روزہ ''اشرف'' اخبار نکالنے لگے تھے، تحریک مدح صحابہؓ میں تن من دھن سے لگے رہے۔ ۳۵ سال تک اشرف اخبار نکالتے رہنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں اچانک قلبی دورہ پڑا اور وفات پا گئے۔ اب جناب ایثار احمد ایڈووکیٹ آپ ہی کے بھتیجے ہیں، جو خود بھی مشہور وکیل اور دینی و سیاسی رہنما ہیں۔

باعزت و افتخار رکھے آمین۔ مخلصی المکرم شیخ عبداللطیف سلام مسنون کے بعد اس فتح مبین کی تہنیت قبول کریں۔

سلطان پور کے تمام احباب کو یہ بشات پہنچادیجیے۔ اشتہار مطبوعہ میں وہ کمیونک بلفظہٖ درج ہے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۲)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲؍ماہ مبارک ۱۳۵۹ھ شنبہ

مخلصی احسن اللہ تعالیٰ الیناوالیکم

بعد سلام مسنون ودعاہائے فلاح دارین واضح ہو، آپ کا خط بھی پہنچااور اخبار "اشرف" بھی، جس کو میں نے خلاف حالت موجودہ پورا پڑھ لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور زیادہ توفیق دے اور آپ کی غیب سے مدد کرے۔ آمین۔

"الداعی" میں اپنا اشتہار بھیج دیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، شائع ہو جائے گا۔

اپنے بھائی صاحب کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھاوہ سب صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور آپ کو اور ان سب لوگوں کو جو اس حقیر سے للّٰہی محبّت رکھتے ہیں، جزائے خیر دونوں جہانوں میں دے۔ آمین۔

جب کبھی اپنے بھائی صاحب کو خط لکھیے تو میری طرف سے بھی ان کو اور ان کے بچوں کو دعا و سلام لکھ دیا کیجیے۔

اخبار "اشرف" کے ذریعے سے، ان شاء اللہ، آپ اہلِ سُنّت کو بیدار کرسکتے ہیں اور دشمنوں کے حملوں کا جواب بھی دے سکتے ہیں۔ آج بلااختلاف یہاں ۲ ماہ مبارک ہے۔ اب کی مرتبہ رویت ہلال رمضان میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ معشوق علی صاحب کے نام ایک خط آپ ہی کے لفافے میں رکھ دیا ہے پہنچانے میں دیر نہ ہونا چاہیے۔ سب احباب و مخلصین کو بشرطِ سہولت سلام مسنون کہہ دیجیے۔ فقط

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۳)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲۱/ ماہ مبارک ۱۳۵۹ھ پنجشنبہ

مخلصی المکرّم زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون۔ خط آپ کا پہنچا۔ خیریت معلوم کرکے اطمینان ہوا۔ مجھے آپ کا انتظار ضرور تھا اور نہ صرف آپ کا بلکہ آپ کے بھائی اور ان کے بچوں کا بھی۔

سیّد معشوق علی صاحب نے اپنے گھر کی علالت کی مجھے خبر نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے۔ آمین۔

یہاں خیریت ہے۔ کل خطرناک دن تھا۔ شب کو حضرت علیؓ کا تابوت نکالتے ہیں اور بڑا مجمع ہوتا ہے اور دارالمبلغین کے سامنے ان جلوسوں کا نکلنا تو گویا ابنِ سبا نے فرض عین کر دیا ہے۔ خبریں بہت وحشت ناک تھیں، بعض لوگ گھبرا رہے تھے، مگر الحمد للہ سُنّیوں کی اکثریت مطمئن تھی بلکہ بعض لوگ تو خوش تھے کہ شاید اس جیل خانہ دنیا سے رہائی مل جائے اور رتبۂ شہادت مفت میں نصیب ہو جائے، مگر یہ کچھ نہ ہوا۔ پولیس کا انتظام کافی تھا اور دشمنانِ قرآن مجید پر بہت زیادہ رعب غالب تھا۔ فلہ الحمد اولاً وآخراً۔ والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۴)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲۹/ شوال ۱۳۵۹ھ

مخلصی وجیہہ الدین صاحب زیدت توفیقاتہ

بعد سلام مسنون و دعاہا۔ خط آپ کا ملا۔ حالات کا علم ہوا۔ نجن کی کامیابی سے مسرت ہوئی۔ اگر ان کو خط بھیجیے تو لکھ دیجیے گا کہ اس انعام خداوندی کا شکریہ ادا کرو تو، ان شاء اللہ، بہت جلد ترقی ہوگی۔ آیت قرآنی ہے: لئن شکرتم لازیدنکم۔

میری طبیعت ستہ شوال کے روزوں کے بعد سے خراب ہے اور ضعف بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ بہ ایں ہمہ آج پرتاب گڑھ ایک نکاح میں جانا ہے۔ لوگ لیے جا رہے ہیں۔

دارالمبلغین کے کئی اشخاص اور شہر کے متعدد لوگ ساتھ ہیں۔ تبلیغی توقعات ہیں ورنہ میں جانے کے قابل نہ تھا۔ تیسرے روز واپسی ہوگی۔

معشوق علی صاحب، حافظ مغیث الدین اور تمام مخلصین کو بشرطِ سہولت سلام و دعا کہہ دیجیے۔ فقط

محمد عبدالشکور عفا عنہ

(۵)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

ار محرم ۱۳۶۰ھ

مُخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعاہائے فلاح دارین واضح ہو، اس وقت خط آپ کا ملا۔ حالات معلوم ہوئے اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت رکھے۔ آمین۔

میں پانی پت سے ایک ہفتے کے اندر ہی واپس آگیا تھا۔ آپ کی نادرستی طبیعت پھر صحت کا حال معلوم ہوا، بقیہ شکایت کو بھی اللہ تعالیٰ دفع فرمائے۔ "اشرف" کو خدا چلادے بہت مفید و ضروری ہے۔

یہاں کے حالات بدستور ہیں۔ جلوس مدح صحابہؓ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ غالباً اس سال یہاں ماسبق سے بھی زیادہ منظم و پُر شوکت نکلے۔

معشوق علی صاحب سے سلام کے بعد کہہ دیجیے کہ بہت دنوں سے خط نہیں آیا۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

(۶)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

یکم رصفر یوم ۱۳۶۰ھ شنبہ

مُخلصی شیخ وجیہہ الدین صاحب عافانا الیہ وایاکم

بعد سلام مسنون واضح ہو۔ آپ کے خط کا جواب بھیج چکا ہوں۔ اس کے بعد حافظ مغیث الدین کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت زیادہ نادرست ہوگئی اور مسہل ہو رہا

ہے۔ اللہ تعالیٰ شفائے کامل عطا فرمائے۔

اب جو کچھ حال ہو اس سے جلد مطلع کیجیے۔ انتظار رہے گا۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۷)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲۵ ربیع الاول چہار شنبہ ۱۳۶۱ھ

مخلصی وجیہہ الدین صاحب زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مسنون و دعا ہا۔ جوابی کارڈ آپ کا پہنچا۔ چونکہ دستی خط بھیج رہا ہوں، اس لیے وہ کارڈ ملفوف ہٰذا واپس ہے۔

ضعف جس قدر آپ نے مجھ میں دیکھا تھا، اب کچھ کم ہے لیکن دوسری چیزیں لاحق ہیں۔ دنیا کی زندگی کے ساتھ یہ چیزیں گویا لازم ہیں، آرام و راحت بشرطیکہ ارحم الراحمین ایمان پر خاتمہ فرمائے۔

آپ کے بھائی صاحب کا بہ عہدۂ تحصیل داری فائز ہونا معلوم کرکے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی ترقی کے ساتھ دین داری میں بھی ترقی عطا فرمائے آمین۔

لیاقت کی زبانی سلطان پور کے ہنگامے کا حال معلوم کرکے قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ امکانی کوشش میں کمی نہ ہونی چاہیے ورنہ قوی اندیشہ ہے کہ بیچارے غریب دشمنوں کے تعصب کا شکار ہو جائیں۔ عزت اللہ کو میری طرف سے دعا سلام کہہ دیجیے۔

سلطان پور کے ہنگامے کے متعلق اگر مجھے اطلاع نہ ملتی رہے گی تو تردد لاحق رہے گا، فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۸)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۸ جمادی الاولی ۱۳۶۱ھ دوشنبہ

مخلصی وجیہہ الدین صاحب زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مَسنُون و دعاہا، آپ کی خیر و عافیت اور ضروری حالات میں نے دریافت کر لیے غالباً کاموں میں مشغولی کی وجہ سے بہت دنوں سے آپ نے خط نہ بھیجا۔

ایک رسالے کے لیے اشتہار بھیجتا ہوں ضرورت سمجھیے تو "اشرف" میں شائع کر دیجیے اور نہ ضرورت ہو تو جانے دیجیے۔

فرید الدین صاحب کچھ بوتلیں، شیشیاں، ٹین کے ڈبے یہاں بھجوا گئے تھے کہ فروخت کرا کر دارالمبلغین میں داخل کر دیا جائے، مگر فروخت کا کوئی انتظام نہ ہو سکا لہٰذا وہ چیزیں رکھی ہیں۔ کہیے تو یوں ہی طلبہ وغیرہ کو تقسیم کر دی جائیں یا جو ان کی یا آپ کی رائے ہو فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۹)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۳/ جمادی الاولی ۱۳۶۱ھ شنبہ

مخلصی شیخ وجیہہ الدین صاحب زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مَسنُون و دعاہا۔ کارڈ آپ کا ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ جس اشتہار کو میں نے بھیجنے کے لیے لکھا تھا وہ دستیاب نہ ہوا اور اب اس کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یادگار حسینی کے متعلق ایک مدلل اور جامع فتوی تیار ہو رہا ہے۔ بعد تکمیل، ان شاءاللہ، بھیجوں گا۔

بوتلوں وغیرہ کے متعلق اِستفسار کی وجہ یہ تھی کہ دارالمبلغین کے لیے وہ کہہ گئے تھے۔ ان امور کی ذمے داری سخت ہوتی ہے۔ اب، ان شاءاللہ تعالیٰ، جب لوگوں کو ضرورت ہو گی دے دی جائیں گی۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشّکور عفاعنہ

(۱۰)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۶/ رجب ۱۳۶۱ھ سہ شنبہ

مخلصی زیدت توفیقاتکم

بعد سلام مَسنُون واضح ہو۔ جوابی کارڈ آپ کا پہنچا اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور ثمرات

نیک عطا فرمائے۔ آمین۔

اس حقیر کو اطلاع نہ دینے کی معذرت آپ نے بہت زیادہ لکھی ہے۔ بے شک یہی بات ہوگی، کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ کو مجھ سے محبت ہے اس لیے اس قسم کے خیال آپ کو ہوتے ہیں، ورنہ من آنم کہ من دانم۔ آپ کے بھائی صاحب کی صحت و عافیت معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ پہلے وہ پکر ایان میں تھے۔

زین العابدین کو میری طرف سے سلام و دعا کہہ دیجیے گا۔ معشوق علی صاحب سے ملاقات ہو تو بعد سلام مسنون کہہ دیجیے گا کہ آپ کا کارڈ پہنچ گیا تھا مگر چونکہ ایک ہی دن پہلے میں آپ کو خط بھیج چکا تھا اس وجہ سے اس کا جواب نہیں لکھا۔

آپ نے لکھنؤ آنے کو لکھا ہے، غالباً رجب میں مجھے دو چار روز کے لیے باہر جانا ہوگا اور سب حال یہاں کا بدستور ہے۔ فقط والسّلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

بنام مولانا قاری مُحمد صدیق لکھنویؒ ☆

(۱)

دارالمبلغین لکھنؤ۔
یکم ماہ مبارک ۱۳۶۲ھ پنجشنبہ
مُخلصی سلمکم اللہ تعالیٰ واطاکم ما ینفعکم عندہٗ

بعد سلام مسنون و دعاہا۔ خط ملا حالات کا علم ہوا۔ حافظ عبدالرؤف کا خط اس سے پہلے آچکا تھا۔ آج، ان شاء اللہ تعالیٰ، ان کو بھی جواب لکھوں گا۔

آپ کو سہولت اس میں ہے تو یہی مناسب بھی ہے کہ جامع مسجد میں قیام رہے تو پھر وقتی اور مقامی طور پر اس قسم کے امور میں جو مناسب ہو وہ کر لیا کیجیے۔

کل میں نے قرآن مجید شروع کر دیا، چکنڈی[۱] کے لوگوں کے اصرار سے وہیں شروع کیا۔ کل بوقت ظہر ضعف کا دورہ ہو گیا، عشاء کے وقت بولنے میں تکلّف ہوتا تھا، مگر محض اللہ کے فضل سے تراویح شروع کرتے ہی بتدریج وہ حالت کم ہوتی گئی اور سورہ بقرہ ہو گئی۔ فلہ الحمد کثیراً۔ حافظ مغیث الدین سلمہ کے گھر کے لوگوں کی شفا کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ختم کا پانی پلائیں، ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ، ہر مرض کے لیے وہ سب سے بہتر چیز ہے۔ مولوی عبدالباری سلمہ اللہ تعالیٰ کو سلام مسنون ودعاہا، میں ان کے کام سے خوش ہوں مگر یوماً فیوماً اخلاص و جدوجہد میں ترقی ہونا چاہیے۔ حافظ مغیث الدین سلمہ اور سب مُخلصین کو سلام مسنون خصوصاً حکیم صاحب مرحوم کے لڑکوں کو دعا و سلام۔

مُحمد عبدالشّکور عفاعنہ

☆ مولانا قاری مُحمد صدیقؒ کے حالات ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں۔

[۱] چکنڈی نام کا محلہ لکھنؤ میں واقع ہے۔ یہاں کے لوگ حضرت لکھنویؒ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔

بنام مولانا حکیم مُحمد اسمٰعیل عباسی امروہوی رح☆

(۱)

از لکھنؤ دفتر "النجم"
۶ ربیع الثانی ۴۳ھ

عنایت فرمائے مکرم زیدت محاسنکم سلام مسنون۔
اس مرتبہ آپ کے خط کے جواب میں بوجہ بعض مشاغل زیادہ تاخیر ہوئی، معاف فرمایئے۔ عقد[۱] ۲۴، ۲۵ ربیع الثانی ۴۳ھ کو ہوگا۔ ایک کا کاکوری (ضلع لکھنؤ) میں اور

☆ مولانا حکیم حافظ مُحمد اسمٰعیل عباسی ابن حکیم خلیفہ مُحمد ابراہیم عباسی مرحوم امروہہ ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ درسیات کی تکمیل امروہہ میں ہی مختلف اساتذہ سے کی اور حدیث کی تکمیل فخر المحدثین مولانا سید احمد حسن امروہویؒ (م ۱۹۱۲ء) سے کی۔ طب کی تعلیم بھی اپنے والد اور دیگر اساتذۂ طب سے حاصل کی۔ طبی حذاقت کی بناپر مسیح الملک حکیم اجمل خانؒ اور حکیم عبدالحلیم لکھنویؒ آپ کے بہت معترف تھے۔ محلہ چلّہ میں آپ کا مطب مرجع خلائق بنا ہوا تھا۔ دارالعلوم چلہ امروہہ کے بانیوں میں سے تھے۔ وہیں درس بھی دیتے تھے اور ۳۲ سال تک آپ وہاں کے مہتمم بھی رہے۔ حضرت علامہ لکھنویؒ سے گہری محبّت و عقیدت رکھتے تھے۔ آپ اور آپ کی اہلیہ محترمہ دونوں ہی حضرت سے بیعت تھے۔ امروہہ میں حضرت لکھنویؒ کے آپ ہی میزبان ہوتے تھے۔ حضرت والا تقریباً دو سال اس مدرسے میں صدر مدرس بھی رہے تھے۔ انہی خصوصیات کی بنا پر آپ کے اکثر صاحب زادگان اور ان کی اولادیں وہاں رہ کر تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں۔ حکیم اسمٰعیل صاحب مرحوم ۱۹۵۴ میں بکامدرسہ بمبئی گئے تھے اور وہاں سے واپسی امروہہ کے قریب پہنچ کر ایک حادثے کا شکار ہوئے اور اسی میں انتقال فرما گئے۔ آپ کے چھ صاحبزادے تھے: حکیم مولوی مُحمد احمد اثرؔ عباسی، منظور احمد عباسی، حکیم محمود احمد عباسی، حکیم مسعود احمد عباسی، حکیم مشکور احمد عباسی، اور جناب مسرور احمد عباسی۔ اب اس وقت صرف جناب منظور احمد عباسی بحمدللہ موجود ہیں اور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں کسی دفتری شعبہ میں کام کرتے ہیں۔ فی الوقت حکیم احمد سعید عباسی ابن حکیم مُحمد احمد اثر عباسی اپنے دادا کے سلسلۂ مطب کو زندہ کیے ہوئے ہیں۔

[۱] یہاں جن دو عقدوں کا ذکر ہے وہ حضرت لکھنویؒ کے دو بڑے صاحبزادوں کے عقد تھے۔ ان میں سے ایک عقد مولانا حافظ مُحمد عبدالغفور (م ۱۹۳۵ء) کا تھا جو کاکوری میں ہوا تھا اور دوسرا حضرت مولانا حافظ عبدالسلام

دوسرے کا ۲۵ کو ضلع غازی پور میں۔

۲۷ر ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ کے دن میں کسی وقت ہم لوگ واپس کاکوری آجائیں گے۔ ۲۸ کو دعوت ولیمہ ہوگی۔ آپ کی شرکت ضروری ہے۔ والدۂ محمد احمد سلمہ کو بھی بلانے کا خیال تھا مگر بخیال زحمت و طوالت ایسی تکلیف کو محض آپ کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔

سیّد نجم الثاقب صاحب[۱] کو بھی اطلاع دے دی ہے، لیکن شاید سہواً ان کو ۲۷ لکھ دی ہے۔ اس وقت ہم سب لوگ کاکوری جارہے ہیں اور تا فراغ وہیں قیام رہے گا۔ امروہہ آنے کی بابت زبانی بات ہوگی۔ خلیفہ صاحب[۲] بھی ضرور آئیں۔ سب سے سلام و دعا کہہ دیجیے فقط

محمد عبدالشکور عفی عنہ

(۲)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۲۱ر ربیع الاول ۱۳۶۰ھ چہار شنبہ

عزیزی و مخلصی سلّمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعا، خط ملا، حالات معلوم ہوئے والدہ صاحبہ مرحومہ کے لیے ایصال ثواب کی جو صورت بھی ہو سکے بہت باعث مسرت ہوگی۔

فیض آباد کے جلسے میں یہاں کے افکار کے سبب سے جانے کا ارادہ تو نہ تھا مگر آج مولانا ضرغام صاحب پھر آئے اور اس سے پہلے بھی آچکے تھے۔ آج میں نے ان سے وعدہ کرلیا ہے۔ جمعے کو پانچ بجے شام کی گاڑی سے جاؤں گا اور صرف ایک دن قیام کروں گا۔ سلطان پور آنے کے لیے ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس وقت حالات کا جو تقاضا ہوگا اس پر عمل ہوگا۔ سب

فاروقیؒ (م ۱۹۷۳ء) کا عقد اوّل تھا جو ضلع غازی پور یوپی میں ہوا تھا۔

[۱] نجم الثاقب بہلول پور نزد عمری کلاں ضلع مراد آباد کے رئیس تھے۔ حضرت لکھنویؒ اور اس زمانے کے تمام اکابر ملت سے ان کے مخلصانہ روابط تھے۔

[۲] خلیفہ صاحب سے مراد حکیم مولوی محمد اسمٰعیل عباسی امروہویؒ کے والد ماجد خلیفہ محمد ابراہیم عباسی مرحوم تھے۔

احباب و مُخلصین سے سلام مسنون۔ صالح میاں صاحبزادہ صاحب کے بڑے فرزند جو بیمار تھے اور اب بمبئی بغرضِ علاج ان کو لے گئے تھے، بمبئی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ غالباً بغرضِ تعزیت، جب وہ بھوپال آجائیں تو، جاؤں گا۔ سب مُخلصین کو سلام مَسنُون کہہ دینا۔ سب لوگ اپنے وظیفے کے حالات لکھتے رہیں تو بہتر ہے فقط والسّلام

مُحمد عبدالشّکور عفاعنہ

ہو سکے تو صالح میاں مرحوم کے لیے ایک ختم قرآن یا جس قدر بہ سہولت ہو سکے کرادو۔ آج یہاں دو قرآن ختم کر کے ایصال ثواب کیا گیا۔

باب

اعزا و اہلِ بیت اور
عامۃ المسلمین کے نام

داستانِ غم یا شامِ غریباں ☆
برائے اہلِ خاندان و عامۃ المسلمین

دفتر النجم لکھنوَ
ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ

اِنَّمَآ اَشۡکُوۡ بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ (یوسف:۸۶)[۱]

خوشا وقت شوریدگان غمش
اگر ریش بینند وگر مرہمش
دمادم شراب الم در کشند
وگر تلخ بینند دم در کشند

☆ حضرت لکھنویؒ کی شریکِ حیات، زہد و عبادت، تقویٰ و طہارت، ہمدردی و غم خواری اور خدمتِ خلق میں اپنی مثال آپ تھیں۔ مخدومہ و معظمہ طاہر النساءؒ بنت سیّد ذاکر علی رضویؒ ساکن قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ (یوپی) کے ایک ممتاز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی خوش بختی کی مزید علامت یہ تھی کہ آپ متعدد عظیم المرتبت عالم، ادیب و صحافی اور خطیب و طبیب صاحبزادگانِ محترم کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ نے جب ۱۳۵۱ھ میں ایک مختصر علالت کے بعد اپنے آباد و خوشحال خاندان کو چھوڑ کر رحلت فرمائی تو حضرت لکھنویؒ کا تمام گھرانا اور آپ کا سارا حلقۂ احباب غم والدہ میں ڈوب گیا۔ تعزیت کرنے والوں اور تعزیتی خطوط بھیجنے والوں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے آپ نے اپنے ماہنامہ النجم لکھنؤ کے ذیقعدہ ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ کے شمارے میں ایک خط بعنوان "داستانِ غم یا شامِ غریباں" شائع کیا تاکہ اہلِ تعلق حضرات کی تعزیت کا جواب اور مرحومہ کے قابلِ رشک حالات سے سب کو واقفیت ہو جائے۔ اسی مطبوعہ خط کو یہاں شامل کیا جارہا ہے۔

[۱] ترجمہ: میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔

ساتویں ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ کو دوشنبہ کے دن بوقت ظہر میری رفیقِ حیات یا مونسِ حیاتِ دنیا یعنی میرے اہل بیت نے صرف دس دن بیمار رہ کر اس دار فانی کی تکالیف سے نجات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اے کہ بامائی زاول تا بآخر توبماں
واں کہ گاہے ہست وگاہے نیست باما تا بکے

مرحومہ کا کچھ مختصر تذکرہ اس وقت اس لیے حوالہ قلم کیا جاتا ہے کہ کچھ دنوں کے لیے ایک یادگار رہے اور مُسلمانوں کے لیے عموماً اور مرحومہ کی اولاد کے لیے خصوصاً ایک درس عبرت بنے۔

غرض نقشے ست کزوے یا دماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب دے روزے برحمت
کند درحق آں مسکیں دعائے

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهَا وَارْحَمْهَا وَاجْعَلْهَا مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، نے جب ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو، اس سال کا نام "عام الحزن" رکھا یعنی رنج وغم کا سال اور سیّدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے جب جناب سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو سپرد خاک کیا تو یہ کلمات فرمائے: کہ اما حزنی فسرمد اما لیلی فمسھد "یعنی میرا غم اب دائمی ہے اور میری رات اب بے خوابی کی رات ہے"۔ بزرگان دین کے یہ کلمات مجھ جیسے کمزور گناہ گار کی تسکین کے لیے کافی ہیں۔

مرحومہ بیالیس سال آٹھ ماہ میری رفیق زندگی رہیں۔ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ (مطابق ۱۸۹۱ء) میں ان کی رفاقت کا آغاز ہوا اور ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ (مطابق ۱۹۳۲ء) میں بحکم الٰہی اختتام ہو گیا۔ اس تمام مدت کے متعلق میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی ان کو دنیا کی طرف مائل نہیں پایا، نیکی و دین داری ان کی سرشت میں تھی، سچ ہے اَلسَّعِيْدُ مَنْ سَعِدَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ۔ ایسی نیک اور دین

دار بی بی کا عطا ہونا یقیناً حق تعالیٰ کا ایک بڑا احسان تھا۔ اس گناہ گار پر جس طرح اور بہت سے لاتعداد ولا تحصی انعامات ہوئے اور ہو رہے ہیں اسی طرح یہ انعام بھی بڑا عظیم الشان انعام تھا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (نحل: ۱۱)[۱]

مرحومہ میں بہت سے اوصاف ایسے تھے کہ آج مردوں میں بھی کم یاب ہیں۔ مثلاً سخاوت اور صلہ رحم کہ اگر اس کے واقعات لکھے جائیں تو بہت طول ہو اور مثلاً حلم اور حسن خلق کہ اگر کسی سے ایذا پہنچتی تو کبھی انتقام کا خیال ان کے دل میں نہ آتا اور ہر ایک کے درد و غم میں اس طرح شرکت کرتیں کہ گویا یہ واقعہ خود انہی پر پیش آیا ہے، غیبت کسی کی نہ کرتی تھیں اور حتی الامکان سننے سے بھی پرہیز کرتی تھیں اور مثلاً طہارت کہ جس زمانے میں چھوٹے بچے گود میں ہوتے اس زمانے میں بھی جسم اور لباس کی طہارت پورے طور پر قائم رکھتی تھیں اور اس کے لیے بڑا اہتمام کرتی تھیں اور مثلاً زہد و عبادت کہ اس میں قابل رشک حالت تھی، مرض موت میں مبتلا ہوتے ہی طاقت ایسی مسلوب ہو گئی تھی کہ شاید تین چار وقت کی نماز بہ مشکل بیٹھ کر پڑھ سکیں پھر تو اتنی بھی قوت نہ رہی، بااین ہمہ ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں کی۔

مرحومہ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت حاصل تھی۔ بَیعت تو حضرت شاہ ابوالخیر صاحب[۲] دہلوی مرحوم سے تھی مگر تعلیم اور نسبت کے فیوض و برکات حضرت والدی الماجد

---

[۱] ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو نہ گن سکو گے۔

[۲] حضرت مولانا شاہ عبداللہ، محی الدین ابوالخیر قدس سرہ ٦ جنوری ١٨٥٦ء میں خانقاہ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ محلہ چتلی قبر دہلی میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر بن حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلویؒ تھے۔ نو سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ علوم دینیہ کی تحصیل مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی اور مولانا سید حبیب الرحمن ردولوی مہاجر مکی سے کی اور حدیث کی تعلیم حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث مہاجر مدنی، شیخ الاسلام سید احمد دحلان مُفتی شافعیہ اور اپنے عم اکبر شاہ محمد مظہر رحمہم اللہ علیہم اجمعین سے حاصل کی۔ آپ کو اردو ہندی اور فارسی میں شعر گوئی کا بھی ملکہ حاصل تھا۔ ابتدائی بیعت اپنے جد امجد حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلویؒ سے کی تھی۔ باقی سلوک کی تکمیل تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی ذات سے صوبہ سرحد اور افغانستان وغیرہ میں سلسلہ نقشبندیہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ مولانا زید ابوالحسن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات فروری ١٩٢٣ء کو دہلی میں ہوئی اور اپنی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔

رحمۃ اللہ علیہ[1] سے حاصل ہوئی تھیں۔ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنے مقبولین کے طفیل میں مرحومہ کو بھی اپنی قبولیت سے سرفراز فرمائے آمین ثم آمین۔

مرحومہ میں صبر واستقامت کی صفت بھی ایسی عمدہ حالت میں تھی کہ باید وشاید۔ دو لڑکوں کا انتقال ہوا، صدمہ تو ظاہر ہے، محبّت مادری کا کہنا ہی کیا، ان دونوں بچوں کی یاد کبھی نہیں بھولیں حتیٰ کہ اس آخری بیماری میں بھی کہا کہ میرے دونوں لڑکے بہت خوش ہوں گے کہ بہت دنوں کے بعد ہماری ماں ہم کو مل گئیں۔ ان دو لڑکوں کے علاوہ ان کے والدین کا بھی یکے بعد دیگرے ایک مہینے کے اندر انتقال ہو گیا تھا وہ بھی اس حال میں کہ اپنے والدین کو مدت سے دیکھا تک نہ تھا مگر ان سب صدمات میں کوئی جزع وفزع کا کلمہ ان کی زبان سے نہ نکلا۔ اس مرض موت میں اس شدت کا بخار اور سینے کا درد تھا کہ دیکھنے والے پریشان ہوتے تھے مگر مرحومہ کی زبان سے کوئی لفظ شکایت کا نہ سنا گیا۔

مرحومہ کے عمر کی آخری رات شدت مرض کے لحاظ سے بھی آخری درجے پر تھی، مگر ساری رات ''اے مرے اللہ!'' کہہ کر ختم ہوئی، اس رات میں یہ دعا میں نے ان کی زبان سے سنی: اللھم بارك لنا فی الموت و فیما بعد الموت و تب علینا قبل الموت وھوّن علینا سکرات الموت۔

مرحومہ نے رمضان المبارک کے بعد سے متعدد خواب پے در پے دیکھے جن میں صاف

---

[1] مولوی حافظ ناظر علی بن حکیم شیخ فضل علی قدس سرہ حضرت لکھنوئیؒ کے والد الماجد تھے۔ ۱۸۴۴ء میں اپنے وطن مالوف قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ عربی وفارسی کی مروجہ تعلیم کاکوری اور لکھنؤ کے مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ آپ کا عقد صفی پور ضلع اناؤ یوپی میں سیّد نصیر الدین بن سیّد مسیح الدینؒ کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ مولوی صاحبؒ سب سے پہلے ۱۸۶۲ء میں فتح پور کلکٹری میں ملازم ہوئے اور پھر بتدریج ترقی کرتے ہوئے تحصیل دار اور ضلع مجسٹریٹ تک کے عہدے پر فائز ہوئے۔ حضرت مولانا شاہ عبد السّلام ہنسویؒ (م ۱۸۸۱ء) سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت حاصل ہوئی۔ آپ کو شعر وسخن سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ اردو وفارسی میں آپ کا اکثر کلام شائع ہو چکا ہے۔ آپ اپنے وقت کے انتہائی عابد وزاہد اور پابندِ اوراد واذکار بزرگ تھے۔ حضرت مولانا محمد عبد الحیٔ فرنگی محلیؒ، حضرت مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی ثم لکھنوی اور حضرت مولانا شاہ ابوالخیر مجددی دہلویؒ وغیرہم سے بڑے قریبی روابط تھے۔ ۱۹۱۱ء میں کاکوری میں وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

صاف ان کو ان کی موت سے آگاہ کیا گیا تھا البتہ وقت کی تعیین نہ تھی، اور اس آخری بیماری میں تو ایک لمحے کے لیے بھی انھیں نہ دن کو نیند آئی اور نہ رات کو، اس لیے بیماری میں جو کچھ وہ دیکھتی تھیں وہ بالکل مشاہدہ تھا خواب نہ تھا، ازاں جملہ اپنی رحلت سے دو دن پہلے جبکہ پیاس کی شدت تھی اور حکیموں ڈاکٹروں نے ٹھنڈے پانی سے روکا تھا، انھوں نے مجھ سے کہا کہ اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے اور انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ "بیٹی[۱] گھبراؤ نہیں" اس کے بعد کہنے لگیں کہ اب ہم وہیں جاکر ٹھنڈا پانی پئیں گے۔

شوال کے مہینے میں خود میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ مرحومہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں اور ایک سفید چادر سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے ہیں، چہرہ کھلا ہوا ہے اور ایک مکان میں میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے ہیں، مرحومہ ان کے پاس جاکر بیٹھ گئیں اور میں نے اپنے کو دیکھا کہ میں دور سے دیکھ رہا ہوں۔ اس خواب کو دیکھ کر شب ہی کو میری آنکھ کھل گئی، تعبیر بالکل ظاہر تھی، دل پر اثر ہوا مگر چونکہ وقت کی کوئی تعیین نہیں تھی اس لیے تسکین ہو گئی ۷ ذوالحجہ کو اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرت والدی الماجد رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف کے پہلو میں بلا فاصلہ مرحومہ کی قبر بنی[۲]۔

یااللہ! اس قبر اور صاحب قبر پر اپنی رحمت کی بارش برسادے، خداوند! جس نے اپنی عمر کے آخری لمحوں میں جس کرب و بے چینی کی حالت میں تیرا نام پاک لے لے کر پوری رات ختم کی ہو تیری رحمت وسیعہ کب گوارا کرے گی کہ وہ تیری بخشش و کرم سے محروم رہے۔

عجب گر تو رحمے نیاری بر آں
کہ بگریست بروے دل دشمناں

مرحومہ کی علالت کا تیسرا ہی دن تھا کہ بعد نماز فجر حسب معمول میں مدرسہ دارالمبلغین

---

[۱] یہ لفظ "بیٹی" اس مناسبت سے ہے کہ مرحومہ آپ کی اولاد میں تھیں، قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ میں سادات رضویہ کے خاندان کے رکن سیّد مالک علی رضوی مرحوم کی پوتی تھیں۔ (مکتوب نگار)

[۲] مرحومہ کی تدفین حضرت لکھنویؒ کے آبائی وطن قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں اس باغ میں ہوئی ہے جس کو مولانا لکھنویؒ نے خریدا تھا، اسی باغ میں اپنے خسر محترم مولوی حافظ ناظر علی مرحوم (م ۱۹۱۱ء) کے پہلو میں جگہ ملی۔

(لکھنؤ) میں درس قرآن مجید کے لیے بیٹھا تو یہ آیت آئی: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ۔الی قولہ تعالیٰ۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ [1]۔اسی وقت دل میں یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ شاید اسی واقعے کے متعلق خبر دی جا رہی ہے۔مرحومہ کو آخری وقت میں سوا حق تعالیٰ کی یاد کے اور تمام سب سے ایک قابل غبطہ بے تعلقی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ آخری وقت پر جب لڑکے بہت بے قرار ہو رہے تھے تو کہنے لگیں کہ میں نے تم سب کو اللہ کے سپرد کیا، میرے لیے رونا نہیں۔

مرحومہ کے آخری وقت کی حالت دیکھ کر ہر شخص نے اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ وہ مرنے کے لیے بڑے شوق سے تیار تھیں۔حدیث شریف ہے: من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے محبّت رکھنے والوں کی زندگی بھی اچھی اور ان کا مرنا بھی اچھا ہے۔ روح کے مفارقت کرتے ہی چہرے پر تازگی اور نورانیت اس درجے پیدا ہو گئی اور خود بخود منہ قبلے کی طرف پھر گیا کہ جس نے دیکھا اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ مُسلمان اس طرح مرتے ہیں۔

مغرب کے بعد لکھنؤ سے جنازہ کاکوری لے جایا گیا، اس وقت اہل لکھنؤ کو کاکوری کے لیے سواریوں کا ملنا دشوار تھا تاہم ایک بڑی جماعت مُسلمانان لکھنؤ کاکوری پہنچی۔ایک بجے شَب کو دفن سے فراغت ہوئی۔نماز جنازہ میں اتنی بڑی جماعت تھی کہ شاید کاکوری میں اس سے پہلے کم کسی جنازے میں اتنی بڑی جماعت ہوئی ہو گی۔

مرحومہ اپنی سات اولاد چھوڑ کر دنیا سے گئیں جو، ان شاءاللہ، ان کے لیے اور میرے لیے بھی باقیات صالحات میں سے ہیں۔اول مولوی حافظ مُحمد عبدالغفور، دوم مولوی حافظ مُحمد عبدالسّلام، سوم مولوی حافظ مُحمد عبدالمؤمن، چہارم مولوی عبدالمہیمن، جن کی کتب درسیہ ابھی تمام نہیں ہوئی ہیں اور متوسطات پڑھ رہے ہیں، پنجم عبدالعزیز جو حفظ قرآن مجید میں مشغول ہے اور بیس پارے قرآن مجید کے حفظ کر چکا ہے، ششم عبدالغنی جن کی عُمر تقریباً

---

[1] البقرۃ: ۱۵۵۔۱۵۶۔ترجمہ: اور ہم تمہارا امتحان لیں گے کسی قدر خوف سے، فاقے سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے۔ آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجیے اور کہ ان پر جب کوئی مُصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں۔

سات سال کی ہے اور چار پانچ پارے قرآن مجید کے حفظ کر چکا ہے۔ ہفتم ایک لڑکی۔[1]

خداوند! اپنے فضل و کرم سے ان سب کو دین داری کی توفیق عطا فرما اور دین پاک کی خدمت میں اور اپنی یاد میں ان سب کو ایسا مشغول رکھ کہ کسی دوسرے کام کی ان کو فرصت ہی نہ ملے۔

اس واقعے کی اطلاع میں اپنے مخصوص احباب کرام کو بھی نہیں دے سکا، شاید دو تین خطوط لکھے ہوں مگر جن اصحاب کو کسی دوسرے ذریعے سے اطلاع مل سکی ان میں سے اکثر حضرات تعزیت کے لیے تشریف لائے، جو نہیں آسکے انھوں نے تعزیتی خطوط بھیجے مگر چونکہ اس واقعے کے بعد پے درپے کئی لڑکے سخت بیمار ہو گئے اور پھر میری حالت بھی اس درجے ابتر ہو گئی کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی دشوار ہو گیا اس لیے خطوط کا جواب دینے سے بھی قاصر رہا۔

میں ان تمام احباب کا شکر گذار ہوں کہ ان سب نے اپنے اپنے ذوق و وجدان کے مطابق میری تسکین و تسلی کے لیے بہت کچھ لکھا، اس وقت بھی میں ان خطوط کے جواب نہیں دے سکتا، لہٰذا بجائے جواب کے صرف رسید ان خطوط کی اس خط کے آخر میں درج کر دی جائیں گی۔

مرحومہ کے لیے منجانب اللہ جو صورتیں عندالموت یا بعد الموت پیش آئیں وہ بھی حق تعالٰی کی خاص رحمت پر دلالت کرتی ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ اخیر وقت تک حق تعالٰی نے ان کے تمام احساسات قائم رکھے اور اپنی یاد میں مشغول رکھا۔

ازاں جملہ یہ کہ کچھ دیر پہلے ان کو مبشرات سے بھی سرفراز کیا گیا چنانچہ ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کیسی ٹھنڈی ہوائیں جنّت کی آرہی ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ ان کی موت دوشنبہ کے دن ہوئی، یہی دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اسی دن میں اپنی وفات کی تمنا کی تھی جو حق تعالٰی نے پوری فرمائی۔ ازاں جملہ یہ کہ ان کے لیے ایصال ثواب کا التزام بہت سے مقامات پر بہت سے مُخلص مُسلمانوں نے کیا ہے اور، ان شاء اللہ، ابھی اور بہت سی اطلاعات اس التزام کی آئیں گی۔

ازاں جملہ یہ کہ ان کی تاریخ وفات ایسی مبارک نکلی جس کو القائے غیبی کہنا بے جا نہ ہوگا

[1] اب ان میں سے صرف ایک صاحبزادے مولانا حکیم عبد الغنی فاروقی بحمد للہ حیات ہیں۔

یعنی: مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ (النساء:٦٩) اس میں ۲۱ (عدد) کی کمی رہتی تھی، یہ کمی ان کے نام کا ایک جزو ملا کر پوری ہوگئی اس طرح طَاهِرٌ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ۱۳۵۱ ہجری۔

یہ آیت قرآنیہ کا اقتباس ہے اور بے کم وکاست پورے عدد ۱۳۵۱ھ اس عبارت سے نکلتے ہیں۔

ایک التجا

میری تمام ان برادران ایمانی سے ہے جو اس حقیر سے للّٰہی محبّت رکھتے ہیں اور کرم فرماتے ہیں کہ وہ اللہ واسطے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا کچھ ایسا التزام کریں کہ یہ سلسلہ برابر جاری رہے اگرچہ قلیل ہو مثلاً فجر کی نماز کے بعد یا جس وقت بھی سہولت ہو ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، تین مرتبہ سورہ اخلاص اور تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کی اور مغفرت کی دعا مانگیں اور صرف مرحومہ ہی کے لیے نہیں بلکہ میرے والد ماجد مرحوم کو بھی اس میں شریک رکھیں اور خود اس حقیر کے حق میں بھی دعا کریں کہ حق تعالیٰ دین اسلام پر اور طریقہ اہلِ سُنّت وجماعت پر قائم رکھے اور مرنے کے وقت اپنے خاص فضل وکرم سے دست گیری کرے اور ایمان کے ساتھ اپنی لقائے جانفزا کے شوق میں دنیا سے اٹھائے، جیسا کہ حضرت ابن یمین کردیؒ کی اس رباعی میں ہے:

منگر کہ دل ابن یمیم پرخوں شد
بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف وپابرہ ودیدہ بدوست
باپیک اجل خندہ زناں بیروں شد

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَالْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ۔ اور میری اولاد کو بھی دعا میں یاد رکھیں کہ حق تعالیٰ ان کو اپنے ماسوا کی احتیاج سے محفوظ رکھ کر دین پاک کی خدمات میں مشغول رکھے اور اپنی یاد کی توفیق دے۔ امید ہے کہ، ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ، حضرت سیّد المرسلین ﷺ کے اصحاب کرامؓ کے طفیل میں میری یہ سب آرزوئیں پوری

ہوں گی اور جو برادرانِ ایمانی اس التجا پر عمل کریں گے حق تعالیٰ کی رحمت وبخشش ان پر بھی ہو گی: وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

میں اپنی اولاد کو نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا کو اپنا گھر اور وطن نہ خیال کریں، دنیا کی زندگی کو حالت سفر سمجھتے رہیں، جو کام کریں صرف حق تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کریں، اپنی زندگی کا نصب العین دین اسلام کی خدمت کو قرار دیں اور کسب معاش کی فکر میں اپنا وقت بہت کم خرچ کریں۔ میں اپنے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ میری اولاد میں سے کسی کو میری نصیحت کے خلاف پائیں تو ان سے مواخذہ کریں۔ باقی سب کچھ حق تعالیٰ کے سپرد ہے۔

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ والسلام

محمد عبدالشکور عفاعنہ

بنام مولانا عبد السّلام فاروقیؒ

(۱)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ

نورِ چشم من سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام و دعاہا۔ کارڈ تمہارا پہنچا حالات معلوم ہوئے وہ ایک مقدمہ جس سے فراغت ہوئی کیا تھا اور جو باقی ہے وہ کیا ہے؟ عبدالمؤمن کے لیے ایک جگہ اہلیہ[۱] عبدالرحیم نے اپنے خاندان میں ٹھہرائی ہے، میں نے خط بھیج دیا ہے، دل چاہتا ہے کہ ماہ رجب میں بنّن[۲] کے کام سے اور نیز اس سے سبکدوش ہو جاؤں اور اس سے پہلے تم یہاں آجاؤ تا کہ جو کچھ ٹھیکرے

---

[۱] حضرت لکھنویؒ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبدالرحیم فاروقیؒ (م ۱۹۵۶ء) کی یہ زوجۂ ثانیہ تھیں، جنھوں نے حضرت مولانا عبدالمؤمن فاروقیؒ کا رشتہ ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی بھتیجی سے لگایا تھا۔ مولانا عبدالرحیمؒ کی یہ زوجۂ ثانیہ عطیۃ النساء ۱۹۰۱ء موضع رول پور ضلع گورکھپور کے سید خاندان میں پیدا ہوئیں۔ قرآن مجید اور اردو وغیرہ کی گھریلو تعلیم حاصل کر کے ۹ سال کی عُمر میں ٹانڈہ کے سیّد جواد حسین سے ان کی شادی ہوئی جو حضرت مدنیؒ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ اِن کے اِن شوہر سے دو بیٹے سیّد افتخار حسین IAS (م ۱۹۹۲ء) اور سیّد امتیاز حسین (م ۱۹۸۳ء) پیدا ہوئے۔ آپ ۱۹ سال کی عُمر میں بیوہ ہو گئیں۔ کافی عرصے بعد ان کا عقد ثانی حضرت مدنیؒ کی تحریک پر حضرت مولانا عبدالرحیمؒ سے ہوا، جن سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہوا۔ بیٹا تو کم سنی ہی میں فوت ہو گیا لیکن دونوں بیٹیاں صاحب اولاد ہوئیں۔ بعد میں بڑی بیٹی کا بھی ۲۰۰۰ء میں انتقال ہو گیا البتہ چھوٹی بیٹی بحمد للہ حیات ہیں۔ مولانا عبدالرحیمؒ کی یہ زوجۂ ثانیہ ۱۹۶۷ء میں وفات پا گئیں اور کاکوری میں درگاہ شاہ کرامت علیؒ کے عقب میں دفن ہوئیں۔

[۲] یہ حضرت علامہ لکھنویؒ کی اکلوتی صاحبزادی بی بی ماریۃ الزہراء تھیں جن کی عین جوانی میں زچگی میں وفات ہو گئی۔

وغیرہ ہیں وہ تقسیم کرلو اور مجھے آزادی ہو جائے۔ "النجم" کا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا، بظاہر آزادی سلب ہو چکی۔ اب مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ خدا مالک ہے۔ باقی یہاں کے حالات بدستور ہیں۔ سردار علی خان کے گھر میں سے آئی ہوئی ہیں۔ فقط والسّلام

عبدالشکور عفاعنہ

(۲)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۳ر ماہ مبارک ۱۳۵۳ھ

نور چشم من سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعاہا۔ آج شب کو تمہارا کارڈ، جس میں چند حروف منتشر طور پر ہیں، پہنچا۔ سخت تردد تھا جو رفع ہوا۔ جب چاہتے ہو خط لکھتے ہو جب نہیں چاہتے، نہیں لکھتے۔ تمہاری طبیعت نادرست تھی تو عبدالمہیمن ہی نے لکھ دیا ہوتا، لیکن عبدالمہیمن نے تو ایک حرف بھی اس خط میں نہیں لکھا۔ یہ کیا بات ہے باوجودیکہ پچھلے خط میں میں نے عبدالمہیمن کے خط نہ بھیجنے پر افسوس کا اظہار کیا تھا پھر بھی اس کارڈ میں عبدالمہیمن نے کچھ نہ لکھا؟

بڑا پتیلہ تانبے کا، جو امروہہ میں خریدا گیا تھا، کیا تمہارے یہاں گیا ہے؟ یہاں نہیں ملتا۔ اگر تمہارے یہاں ہے تو ضرور مطلع کرو۔ اپنا مفصل حال لکھو کہ اب طبیعت کیسی ہے اور دوسری جگہ قرآن شریف شروع کیا یا نہیں؟ عبدالعزیز سلمہ نے کل تک اکیس پارے سنائے ہیں، خداوند کریم پورا کرا دے۔ اب کی مرتبہ نانپارہ سے اصرار ہے کہ عید کی نماز کے لیے میں جاؤں، لیکن میں نے انکار کیا ہے۔ عید میں گے دن کی تعطیل تمہارے یہاں ہوگی۔ فقط

محمد عبدالشکور عفاعنہ

بنام مولانا عبد المؤمن فاروقیؒ

از ڈسٹرکٹ جیل، میرٹھ

۱۷ محرم ۱۳۵۹ء

نور چشمان من سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعاہا۔ یہاں میں پرسوں بروز دوشنبہ پہنچایا گیا جس کی اطلاع تم لوگوں کو مظفر نگر کے ایک شخص نے دی ہوگی۔ اس وقت ضروری بات یہ ہے کہ تم لوگوں سے یہ سن کر کہ نور چشم مولوی حافظ محمد عبد السّلام سلمہ اللہ تعالیٰ تنہا مرزا پور بھیجے گئے ہیں، میرا دل نہایت بے چین ہے۔ پہلے بھی کچھ پریشانی تھی وہ انہی کے خیال سے تھی۔ اب میری یہ حالت ہے کہ قلبی صدمہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ اب قلب میں تحمل کی قوت نہیں، کھانا بمشکل کھایا جاتا ہے لہٰذا آج سے روزہ رکھنے کا ارادہ ہے۔ کل جیلر صاحب سے اس کا ذکر ہوا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ میں اپنا راشن نہ لوں گا بالکل بند کر دیجیے۔ انھوں نے کہا ایسا نہ کیجیے بلکہ درخواست مجھے لکھ کر دے دیجیے۔ امید ہے کہ یا تو آپ وہاں پہنچا دیے جائیں گے یا وہ یہاں بھیج دیے جائیں گے۔ مگر چونکہ درخواست دوشنبہ کے روز حاجی سلامت اللہ صاحب انسپکٹر جنرل کے پاس لکھنؤ روانہ ہوتی ہے۔ یہاں مہینے میں صرف دوبار ملاقات یا دو خط کی اجازت ہے۔ مزید یہ کہ میرا دل بھی نہ چاہا کہ میں کسی بات کی درخواست کروں اس لیے میں نے یہ درخواست نہیں دی۔ آج میں روزے سے ہوں۔ اگر مناسب ہو تو تم لوگ وہاں بطور خود یا مستنصر اللہ یا عُثمانی کے ذریعے سے حاجی صاحب سے درخواست کرو کہ مولوی عبد السّلام یہاں بھیج دیے جائیں یا میں وہاں، لیکن یہ کام جلد ہو اور نامناسب ہو تو ہرگز ہرگز کچھ نہ کرو: ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقداما۔

تم میں سے کوئی مولوی عبد السّلام کے پاس گیا تھا یا نہیں؟ بہتر تو یہ ہے کہ ایک آدمی

تم میں سے خواہ عبدالمہیمن یا عبدالظاہر یہاں آجاتے تو عبدالسّلام کا حال مفصل مجھے معلوم ہوجاتا۔ کوئی اخبار بھی نہ بلند شہر میں ملا اور نہ یہاں۔ ظفر الملکؔ وغیرہ کے پاس بھی آدمی جانا چاہیے۔ مصارف آمد و رفت ریلیف سے لے لینا چاہیے۔ عبدالسّلام کو میرا یہ خط اور پہلی تحریر بھیج دینا اور انھوں نے کوئی خط اگر بھیجا ہو تو وہ بھی لیتے آنا۔ عبدالعزیز اور عبدالغنی امروہہ سے آگئے ہوں تو خیر، ورنہ وہ بھی آجاتے اور یہاں سے امروہہ چلے جاتے تو ان کو بھی دیکھ لیتا۔ فقط!

محمد عبدالشّکور

بنام مولانا حکیم مُحمد عبد الغنی فاروقی ☆

دارالمبلغین لکھنؤ

(تاریخ غیر مذکور)

نور چشم حکیم مولوی مُحمد عبدالغنی سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون ودعا، منتضح باد کہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں ذکر قلبی اسم ذات (جو پہلا سبق اس طریقے کا ہے) یہ ہے کہ پہلے پچیّس [۲۵] مرتبہ استغفار پڑھیں اس طرح کہ چوبیس مرتبہ استغفر اللہ اور پچیسویں [۲۵] مرتبہ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوبُ الیہ پڑھیں، پھر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ (اعوذُ باللہ اور بسم اللہ کے ساتھ پڑھ کر پھر تین مرتبہ قل ھو اللہ ہر مرتبہ بسم اللہ کے ساتھ پڑھ کر اپنے پیر سے لے کر رسولِ خدا ﷺ تک تمام پیرانِ طریقت کو ایصال ثواب کرے اور اللہ تعالیٰ سے بڑی عاجزی کے ساتھ دعا مانگے کہ یااللہ! جو انوار و برکات آپ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے اور وہ میرے پیرانِ طریقت میں چلے آرہے ہیں انھیں میرے قلب پر بھی نازل فرما۔ پھر اپنے اوپر پیش آنے والے تین وقتوں کے لیے دعا مانگے یعنی موت اور قبر اور حشر کے لیے۔ یہ اِستغفار اور فاتحہ ودعا ہر روز پہلی مرتبہ جب ذکر شروع کرے تو ہونا چاہیے، اس کے بعد اُس دن یا اُس شَب میں جتنی مرتبہ ذکر کا آغاز کرے ہر مرتبہ اس کی ضرورت نہیں۔

اِستغفار و فاتحہ ودعا کے بعد قلب کے مقام پر (یعنی سینے میں بائیں جانب پستان سے دو انگل نیچے قدرے مائل بہ پہلو) خیال کرے کہ قلب اللہ اللہ کہہ رہا ہے اور پھر حسب ذیل

☆ یہ گرامی نامہ جناب مولانا حکیم عبدالغنی فاروقیؒ کے نام ہے جو حضرت لکھنویؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ان کے مختصر حالات گزشتہ صفحات میں لکھے جاچکے ہیں۔ یہ مکتوب سلوک کے سلسلے میں بہت اہم ہے۔

امور کا لحاظ رکھے:

(ا) زبان تالو سے چسپاں کرے۔ نہ زبان کو جنبش ہو، نہ سر کو اور نہ کسی دوسرے عضو کو۔

(۲) سانس کی آمد و رفت بطور خود جاری رہے۔ سانس کو ذکر میں دخل نہ ہو۔ یہ ذکر محض خیال سے ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

اگر کوئی شخص پاس بیٹھا ہو تو وہ بھی ہرگز یہ نہ سمجھ سکے کہ ذکر ہو رہا ہے۔

(۳) ذکر کرتے وقت اس نام مبارک کے معنیٰ کا بھی خیال رہے کہ یہ نام مبارک اُس ذات پاک کا ہے جو تمام خوبیوں کا جامع اور ہر قسم کے عیب و نقص سے بری ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔

(۴) کم از کم ہر تسبیح کے ختم پر یہ دعا مانگے کہ "خداوندا! میرا مقصود تُو ہے اور تیری رضا۔ مجھے اپنی محبّت دے اور اپنی پہچان دے" اگر تسبیح کے درمیان میں دو ایک مرتبہ یہ دعا مانگی جائے تو اور بھی اچھا ہے۔ یہ دعا بھی خیال ہی سے ہو نہ کہ زبان سے، اس دعا کو ان حضرات کی اصطلاح میں "بازگشت" کہتے ہیں۔

(۵) ابتدا میں چاہیے کہ ہر وقت یا جس قدر ہو سکے اس ذکر میں مشغول رہے۔ وضو و بے وضو ہر حالت میں لیٹے بیٹھے حتیٰ کہ پاخانہ و پیشاب کی حالت میں بھی ذکر کا سلسلہ جاری رہے، یعنی یہ خیال لگا رہے کہ دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔

(۶) مبتدی کو دو چار روز کچھ الجھن ہوتی ہے اور ذکر کی تعداد کم رہتی ہے لیکن شیخ کی توجہ اور برکت سے یہ الجھن رفع ہو جاتی ہے اور ذکر ہونے لگتا ہے۔ جب ذکر ہونے لگے تو شمار کے ساتھ پچیس ۲۵ ہزار روزانہ سے کم نہ ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پندرہ ہزار مرتبہ سے کم کی اجازت نہیں۔

شروع میں اپنے ارادے اور کوشش سے ذکر ہوتا ہے، اس حالت کو اصطلاح صوفیہ میں "یاد کرد" کہتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دل جاری ہو جاتا ہے تو بے ارادہ و بے اختیار ہر وقت دل اس نام پاک کو لیتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ شخص دل کو ذرا دیر کے لیے بھی

خاموش کرنا چاہے بھی تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اس حالت کو "یادداشت" کہتے ہیں۔
طریقہ نقشبندیہ میں اپنے پیر کی محبت و صُحبت بہت ضروری ہے، اپنے پیر سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی جلد کام بنے گا، جب پیر سے محبت ہوگی تو پیر کی صورت بھی ہر وقت دل میں رہے گی، اسی کو "تصور شیخ" کہتے ہیں۔ ذکر کے وقت تصور شیخ اکسیرِ اعظم ہے۔ ولنعم ماقال المولوی المعنوی قدس سرہٗ فی مثنویہ۔

چوں خلیل آمد خیال یاد من
صورتش بت معنی او بت شکن

فقط محمد عبدالشکور

بنام عزیزہ شیماء سلمہا ☆
(بنت مولانا عبدالمؤمن فاروقیؒ)

دارالمبلغین لکھنؤ۔

۱۱ر شعبان ۱۳۷۷ھ دوشنبہ

لختِ جگر شیماء سلمہا اللہ تعالیٰ

بعد دعاہائے سعادت دارین واضح ہو کہ ایک کارڈ تمہارا اور ایک رقعہ تمہاری والدہ کا میرے نام آیا۔ میرا دل بھی تم سب کو دیکھنے کا بہت چاہتا ہے۔ کئی دفعہ ارادہ کیا کہ تم کو لے آؤں مگر اس درمیان میں میری طبیعت بہت خراب رہی اور ضعف بہت ہو گیا تھا۔ اب، ان شاء اللہ، مارچ کی ۸ر تاریخ کو مؤ جانا ہوگا وہاں سے ۱۱ر مارچ کو واپسی، ان شاء اللہ، ہوگی۔ اسی دن اکبر پور اتر کر ٹانڈہ آؤں گا اور تم کو اپنے ساتھ، ان شاء اللہ، لاؤں گا۔ مؤ پہنچ کر تم کو خط بھیجوں گا اس میں اکبر پور پہنچنے کا صحیح وقت لکھوں گا۔

گزشتہ ہفتے امروہہ گیا تھا وہاں سے دہلی جانے کا ارادہ تھا لیکن امروہہ کے ایک شخص نے کہا کہ عبدالمؤمن لکھنؤ پہنچ گئے ہوں گے مجھ سے کہتے تھے لیکن یہاں آکر ان کو نہیں پایا۔ آج،

☆ راقم الحروف مرتب مکتوبات ہٰذا کی یہ چھوٹی بہن ہیں، جو ۸ر صفر ۱۳۶۳ھ میں محلہ الہ داد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد حال ضلع امبیڈکر نگر میں پیدا ہوئیں۔ جہاں ان کی نانہال ہے۔ ان کا تاریخی نام شاہ خاتون ہے۔ اردو قرآن مجید اور دیگر دینی تعلیم لکھنؤ میں گھر پر ہوئی۔ اپنے خالہ زاد بھائی عزیز گرامی مولانا سید ارشد مدنی سلمہٗ سے عقد ہوا جو دارالعلوم دیوبند میں استاذ حدیث اور ناظم تعلیمات ہیں۔ الحمد للہ ان کے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں میں عزیزم مولوی حافظ سید ازہد مدنی، مولوی حافظ سید امجد مدنی، مولوی حافظ سید ازہر مدنی اور مولوی سید حبیب مدنی سلمہم ماشاء اللہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور حج کی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ حافظ سید حسین مدنی اور حافظ سید محسن مدنی سلمہما بھی ان کے بیٹے ہیں جو ابھی زیر تعلیم و تربیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اولاد کو آباد و خوش حال رکھے اور ان پر والدین محترمین کے سائے کو تادیر قائم رکھے۔

ان شاء اللہ، ان کو بھی خط لکھوں گا اپنی والدہ کو اور زہرا[۱] اور عبد القیوم[۲] کو بہت بہت دعا کہہ دینا۔ اپنے ماموں کو اور ان کے یہاں سب کو سلام و دعا کہہ دینا۔ فقط

محمد عبد الشکور عفا عنہ

---

[۱] عزیزہ زہراء راقم الحروف کی دوسری چھوٹی بہن تھیں جو ۶ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ (۱۹۴۹ء) میں پیدا ہوئیں اور ۱۷ جنوری ۱۹۸۷ء کو صبح ساڑھے تین بجے لکھنؤ میں وفات پائی۔ ان کی شادی حضرت مولانا شاہ عبد السّلام ہنسویؒ کے پڑپوتے عزیزی سید محمد یونسؒ کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ خود بھی اب دنیا میں نہیں ہے۔ ان بہن مرحومہ کی دو لڑکیاں اور ایک بیٹے عزیزی سیّد محمد صہیب سلمہٗ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ سلامت رکھے۔

[۲] عزیزی عبد القیوم فاروقی سلمہٗ راقم کے تنہا چھوٹے بھائی ہیں اور دہلی میں سرکاری ملازم ہیں۔

باب سوم
مُختلف ادیان و فرق کے وابستگان کے نام

ضمیمہ جات

بنام جناب قسیس جان قلندر، مبلغ مذہبِ مسیحی ☆

(۱)

دفتر النجم، لکھنؤ
۲۱ شعبان ۱۳۲٦ھ

جناب من! آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ نے ایک مطبوعہ اشتہار کے ذریعے اپنے جلسے مکالمہ واقع وکٹوریا ہال لکھنؤ میں علمائے اسلام کو مدعو کیا تھا اور ظاہر کیا تھا کہ میں تین روز متواتر مبحث الٰہیات کے متعلق مذاہب مختلفہ پر ریویو کروں گا۔ قریب قریب یہی مضمون اس اشتہار کا تھا۔ آپ کے اس اعلان کے مطابق یہ ناچیز (گو زمرۂ مقدسہ عُلماء میں داخل نہیں ہے) آپ کے جلسے میں حاضر ہوا جس میں ایک یورپین پادری صاحب میر مجلس تھے، آپ اس وقت یہ بیان فرما رہے تھے کہ باری تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم عقل مجرد حاصل نہیں کر سکتی تاوقتیکہ الہام اس کی مدد نہ کرے۔ اس کے بعد نماز مغرب کا وقت آگیا اور میں نماز کے لیے قریب کی مسجد میں چلا گیا۔ نماز پڑھ کر آیا تو آپ یہ فرما رہے تھے کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ جن پر الہام نہیں ہوا اور وحی نہیں اتری مگر انھوں نے کسی دوسرے الہامی مکتب سے تعلیم حاصل کر کے یہ جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ خود مجھ پر وحی اترتی ہے اور الہام ہوتا ہے اور میں

☆ قسیس جان قلندر اپنے وقت کے ایک مسیحی مبلغ تھے، اور یوپی کی عیسائی مشنری کے صوبائی مرکز کی طرف سے، جو اس زمانے میں آگرہ میں تھا، لکھنؤ میں متعین تھے۔ جہاں وہ آئے دن مذاکرے، مباحثے اور لیکچر کا اہتمام کیا کرتے تھے اور اس طرح عیسائیت کی نہایت سرگرم تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ مقامی عُلمائے اسلام سے شخصی رابطہ بھی قائم کرتے تھے اور ان سے مختلف علمی ودینی عقائد کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے، اسی سلسلے میں وہ حضرت لکھنویؒ کے پاس بھی آمد و رفت رکھتے تھے اور اپنے یہاں مذاکروں میں انھیں مدعو بھی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کے ایک مذاکرے کے سلسلے میں حضرت لکھنوی سے جو ان کی خط کتابت ہوئی تھی وہ ہم یہاں ہفت روزہ النجم لکھنؤ شعبان تا محرم ۲۷-۱۳۲٦ھ کے شماروں سے نقل کر رہے ہیں۔

ذات وصفات باری تعالیٰ کے متعلق جو کچھ بیان کرتا ہوں یہ خود اپنے ذاتی الہام کی بنا پر بیان کرتا ہوں۔

میں سمجھ گیا کہ آپ کا یہ اشارہ حضرت سیّد المرسلین ﷺ کی طرف ہے اور بخیال تہذیب (جو ایسے مجالس علمیہ کے لیے نہایت ضروری چیز ہے) آپ سردار دو عالم ﷺ کے نام نامی کی تصریح نہیں کرتے۔

جب آپ کی تقریر ختم ہو چکی تو میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ آپ کے اس بیان کی میں بھی تصدیق کرتا ہوں کہ دنیا میں ایسے جھوٹے مدعی نبوت بہت ہوئے اور اب بھی ہیں اور غالباً آئندہ بھی ہوں، مگر کیا اچھی بات ہو کہ آپ کوئی پہچان سچے اور جھوٹے نبی کی بیان فرمائیں۔ آپ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت موسیٰؑ کی نبوت کس دلیل سے جانی؟ کیا کوئی ایسی کسوٹی آپ کے پاس ہے جس پر آپ مدعی نبوت کی سچائی اور جھوٹائی کا امتحان کر سکیں؟ کیا کوئی ایسی ترازو آپ کے پاس ہے جس میں آپ مدعی نبوت کا کامل وناقص ہونا معلوم کر سکیں؟ اگر ایسی کوئی چیز آپ کے پاس ہے تو آپ بیان فرمائیں تاکہ ہم اسی کے ذریعے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا صدق آپ پر ظاہر کر دیں۔ بجواب اس کے آپ نے یہ بیان فرمایا کہ سچے نبی کی پہچان یہ ہے کہ مسیحؑ کی تعلیم کے موافق اس کی تعلیم ہو مگر عرض کیا گیا کہ مسیح علیہ السّلام سے پہلے جو اور انبیاء ہیں ان میں یہ پہچان کام نہ دے گی تو آپ نے کچھ جواب عنایت نہ فرمایا اور مجلس برخاست کر دی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ آپ نے دفتر انجم میں قدم رنجہ فرمایا اور مسلسل کئی روز تک اس مسئلے میں گفتگو ہوتی رہی مگر کوئی شافی جواب آپ نے عنایت نہ فرمایا، آپ کی کوشش یہ ہے کہ نبوت کی کوئی ایسی پہچان بتاؤں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اس پہچان سے ثابت نہ ہو سکے، مگر ایسی پہچان جب آپ نے بتائی تو اس سے اور بھی بہت سے نبیوں کی نبوت، معاذاللہ، باطل قرار پائی مثلاً ایک پہچان کئی روز کے غور وفکر کے بعد آپ نے یہ بتائی کہ سچے نبی کی پہچان یہ ہے کہ وہ اسرائیل کی اولاد سے ہو مگر جب اس پر یہ اعتراض ہوا کہ خود اسرائیل کی نبوت کیوں کر معلوم ہوئی اور اسرائیل سے پہلے بہت سے نبی گزرے ہیں ان کی نبوت کیوں کر معلوم ہوئی؟ تو آپ نے کچھ جواب مرحمت نہ فرمایا۔ اب دو تین روز ہوئے آپ نے قرآن کریم کی ایک آیت اس مضمون کی پیش کی کہ

ابراہیمؑ کی اولاد میں خدا نے نبوت رکھی ہے اور اس آیت کی بنا پر آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ نبوت اولادِ ابراہیمؑ میں منحصر ہے، گو اس دعوے سے ہمارا کچھ ضرر نہیں ہے مگر یہ بات اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ اس کے ثابت ہو جانے سے نبوت کی کوئی اچھی اور کامل پہچان حاصل ہو سکتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر آپ حضرات اس امر پر کافی غور فرمائیں کہ سچے نبی کی کیا پہچان ہے؟ اور وہ پہچان ایسی ہو کہ ہندو، مُسلمان، آریہ، دہریہ اور کم از کم وجودِ خداوندی کے ماننے والوں کے سامنے وہ پیش کی جا سکے تو ایک نہایت مفید نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے اور بہت سے دوراز کار قیاسات سے آپ کو نجات مل جائے گی۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت سیّد الرسل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نبوت سے انکار کرنے کے لیے آپ حضرات نے کیسے کیسے دوراز کار قیاسوں سے کام لیا ہے اور فی الحقیقت اپنے دماغوں کو سخت تکلیف دی ہے مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ میں نے دیکھا کہ فاضل مؤلف "تاویل القرآن" و "تالیف القرآن" نے بڑی عرق ریزی و جانکاہی کر کے آنحضرت ﷺ کا قبل از نبوت ملک شام کا سفر کرنا اور ورقہ کا عالمِ تورات و انجیل ہونا ثابت کیا ہے (حالانکہ اس کے ثابت کرنے میں کوئی دقت نہ تھی) پھر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ضرور آنحضرتؐ نے ملک شام میں عُلمائے یہود و نصاریٰ سے اور عرب میں ورقہ بن نوفل سے ان مضامین کی تعلیم پائی ہے جو قرآن میں مذکور ہیں۔ میں اس مضمون کو دیکھ کر بہت حیرت میں رہا کہ ایک فاضل مصنف کے قلم سے ایسی بات کیوں کر نکلی، اگر ایسے ہی قیاسات کسی بات کے یقین کرنے کے لیے کافی ہیں تو کچھ آنحضرت ﷺ پر ہی موقوف نہیں بہت سے نبیوں کی نبوت سے انکار کیا جا سکتا ہے۔ خود مسیح علیہ السّلام کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے یوحنا نبی سے معارف کی تعلیم پائی جن کی بابت وہ اپنا ملہم ہونا بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر نبی کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نبی سابق یا نبی سابق کے متبعین سے اس دین کی تعلیم پائی جس کی بابت وہ اپنا مبعوث ہونا بیان کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک مسیحی اصحاب سچے نبی کی پہچان پر مستقل طور سے دلیل قائم نہ کریں گے، دوراز کار قیاسات سے ان کو مفر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ میرے معزز کرم فرما قسیس جان قلندر صاحب خصوصاً اور دوسرے مسیحی اصحاب عموماً اس مسئلے پر غور فرما کر سچے نبی کی کامل پہچان اور وہ بھی ایسی کامل پہچان کہ وہ ہر زمانے میں کام دے سکے

اور ہر قائلِ وجود خداوندی کے سامنے پیش کی جا سکے مجھے بتا کر ممنون فرمائیں گے۔

راقم ناچیز مدیر النجم

(۲)

دفتر النجم لکھنؤ

۲۸ رمضان ۱۳۲۶ھ

معزز کرم فرما جناب قسیس جان قلندر صاحب

السلام علی من اتبع الھدی

عنایت نامہ پہنچا جو ۱۲ رمضان کے پرچے میں درج کر دیا گیا۔ اولاً میں آپ سے معذرت کرتا ہوں کہ غلطی سے وہ پرچہ آپ کو نہ پہنچا ہو گا مگر اب، ان شاء اللہ، مستقل طور پر آپ کے مشن میں النجم پہنچتا رہے گا۔ ثانیاً میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے جواب کی طرف توجہ فرمائی، لیکن اس کے ساتھ ہی اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ در حقیقت میرے سوال کا جواب مجھ کو نہیں ملا۔ میرا سوال یہ تھا:

سچے نبی کی کامل پہچان اور ایسی کامل کہ ہر زمانے میں کام آسکے اور ہر قائلِ وجودِ خدا کے سامنے پیش کی جا سکے، مجھے بتا کر ممنون فرمائیں۔

آپ نے میرے سوال کا بالکل لحاظ نہیں فرمایا، آپ کے جواب میں یہ دونوں امر بالکل نظر انداز کیے گئے ہیں، جو معیار نبوت آپ نے بتایا وہ نہ ہر زمانے میں کام آسکتا ہے اور نہ ہی ہر قائلِ وجودِ خدا کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔

امر دوم کے نظر انداز کرنے کا آپ نے یہ عذر تحریر فرمایا تھا کہ خطاب چونکہ مسلمانوں سے ہے لہٰذا ہم ایسے ہی مباحث ذکر کریں گے جو صرف مُسلمانوں ہی کے سامنے پیش کیے جا سکیں (گویہ عذر آپ کا میری فہم ناقص میں بالکل بارد ہے، اگر ہمارے پاس کسی دعوے کی ایسی دلیل موجود ہو جو دو ہزار آدمیوں کے سامنے ہم پیش کر سکتے ہوں تو کبھی ہم یہ نہ کریں گے کہ ایسی دلیل پیش کریں جو صرف ایک ہزار یا پانچ سو کے سامنے پیش کی جا سکے، لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کے پاس کوئی ایسا "معیارِ نبوت" نہیں ہے جس کو ہندو اور مُسلمان سب کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ (اگر اس وقت کوئی ہندو یہی سوال آپ سے کرے تو شاید آپ اس کے سامنے

سکوت فرمائیں گے)، مگر امر اول کے نظر انداز کرنے کا تو کوئی عذر بھی آپ نے نہیں لکھا۔ غالباً یہ بات بہت صاف ہے کہ امر اول کا نظر انداز کر دینا گویا اس بحث کا سر کاٹ دینا ہے۔ جو "معیار نبوت" آپ نے تجویز کیا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ بنی اسرائیل سے پہلے بالکل کام نہ دے گا بلکہ خود اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نبوت بھی اس سے ثابت نہ ہوگی اور ان سے پہلے جو اور انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام گذرے ہیں ان کا کیا ذکر کیا جائے۔ کیا آپ یہ بالکل نہیں بتا سکتے کہ بنی اسرائیل سے پہلے جو انبیائے اولوالعزم گذرے ہیں مثل حضرت ابراہیم علیٰ نبیناوعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کے، انھوں نے اپنی نبوت کس دلیل سے اپنی قوم کے سامنے ثابت کی تھی اور یہ کہ ان کے زمانے میں معیارِ نبوت کیا تھا؟

گو میں آپ کی تحریر کا بقدر ضرورت جواب لکھ چکا مگر محض آپ کی خاطر سے جو معیار نبوت آپ نے تجویز کیا ہے وہ اگرچہ میرے سوال کے مطابق نہیں ہے تاہم اس پر ایک اجمالی نظر ڈالتا ہوں اور جو جو نقائص اس میں ہیں ان پر آپ کو اطلاع دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ آپ بہت غور اور کامل توجہ سے کام لیں گے کیونکہ یہ مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، اس مسئلے کا فیصلہ ہو جانے سے اسلام و عیسویت کے درمیان میں جو حدِ فاصل ہے، وہ جاتی رہے گی۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں معیارِ نبوت پر دو پہلو سے بحث کرتا ہوں ایک اسلامی اور دوسرا مسیحی۔

اسلامی پہلو: اس میں آپ نے قرآن کریم کی دو آیتیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک سورۃ عنکبوت کی کہ: وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (۱۷) اس کا ترجمہ آپ نے یہ کیا ہے کہ "دیا ہم نے اس کو یعنی ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب اور مقرر کی اس کی اولاد میں نبوت۔" دوسری آیت سورۃ جاثیہ کی ہے کہ: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ (۱٦) اس کا ترجمہ آپ نے یہ کیا ہے "اور البتہ بہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت"۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں سے نبوت کا انحصار بنی اسرائیل میں ثابت ہوتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں گو بنی اسرائیل کا لفظ نہیں ہے بلکہ ذریتِ ابراہیم کا ذکر ہے، مگر ذریت کا لفظ چونکہ واحد ہے، جمع نہیں ہے لہٰذا ابراہیم کا صرف ایک بیٹا ان میں داخل ہو سکتا ہے اور دوسری آیت میں تو صاف بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ اگر نبوت بنی اسرائیل میں منحصر نہ مانی جائے تو یہ کہنا کہ بنی اسرائیل کو ہم نے

سارے جہان پر فضیلت دی ہے صحیح نہ رہے گا حالانکہ اس آیت کے آخر میں یہ جملہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سارے عالم کے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں سے بنی اسرائیل میں نبوت منحصر ہونے کا مضمون شاید آپ کے سوا آج تک کسی نے نہ سمجھا ہوگا۔ اہل عرب جن کی مادری زبان میں قرآن نازل ہوا وہ بھی اس مضمون کو نہیں سمجھے ورنہ مشرکین عرب فوراً یہ اعتراض کر دیتے کہ قرآن کلامِ خدا تو کیا معنی کسی صحیح العقل اور سلیم الدماغ بشر کا بھی کلام نہیں ہے، صریح تناقض اس میں موجود ہے۔ ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت اسحاقؑ میں اور اسحاقؑ کی اولاد میں منحصر ہے۔ ابراہیم کا دوسرا بیٹا اسمٰعیل اور اس کی اولاد نبوت سے بالکل محروم ہے اور پھر دوسرے مقام پر اسی قرآن میں مذکور ہے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا (مریم: ۵۴) ترجمہ: "اور یاد کر (ہماری) کتاب میں اسمٰعیل کو، بے شک وہ تھا سچے وعدے کا اور تھا رسول نبی"۔

آپ کا یہ فرمانا کہ ذریت کا لفظ مفرد ہے لہٰذا ابراہیم کے ایک ہی بیٹے کو شامل ہوگا یہ ایک ایسی بات ہے کہ مجھے آپ سے بہت بعید معلوم ہوئی۔ دیکھیے صراح اور منتہی الادب میں ذریت کے معنی فرزندان لکھے ہیں اور منتہی الادب میں تو صاف تصریح موجود ہے کہ یستوی فیہ الواحد والجمع یعنی اس لفظ میں واحد و جمع سب برابر ہیں۔ آپ نے دھوکا اس سبب سے کھایا کہ ذریت کی جمع ذریات آپ نے لکھی ہوئی دیکھی اور شاید آپ کے خیال میں یہ بات مذکور ہے کہ جو لفظ خود جمع کے معنی دیتا ہو اس کی جمع نہیں آتی حالانکہ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ بہت سے الفاظ ایسے ہیں کہ جمع کے معنی دیتے ہیں پھر بھی ان کی جمع آتی ہے جیسے لفظ قوم جمع کے معنی دیتا ہے پھر اس کی جمع اقوام آتی ہے بلکہ خود جمع کی بھی جمع آتی ہے جیسے قول کی جمع اقوال اور پھر اقوال کی جمع اقاویل۔

آپ کا یہ فرمانا کہ اگر نبوت بنی اسرائیل کے ساتھ مختص نہ ہو تو یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ ہم نے ان کو عالم کے لوگوں پر فضیلت دی، یہ بھی ایک ایسی بات ہے کہ ایک محقق کے قلم سے نکلنے کے قابل نہیں ہے۔ سنیے! بنی اسرائیل کی فضیلت اور لوگوں پر یہ تھی کہ ان میں نبوت اور سلطنت دونوں جمع کر دی گئی تھیں اور لوگوں میں اگر نبوت تھی تو سلطنت نہ تھی اور اگر

سلطنت تھی تو نبوت نہ تھی اور بنی اسرائیل کی یہ فضیلت ابدی بیان نہیں فرمائی گئی بلکہ اس کا صیغہ ماضی کا ہے جو زمانہ گزشتہ میں وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے، یعنی زمانہ گزشتہ میں ان کو فضیلت دی گئی تھی قطع نظر اس سے کہ وہ فضیلت ہمیشہ رہے یا نہ رہے، چنانچہ سرور انبیاء ﷺ کے عہد سے وہ فضیلت ان کی نہ رہی۔ المختصر ان دونوں آیتوں سے حصر ہرگز ثابت نہیں ہوتا، نہ صراحتاً نہ اشارۃً، نہ کوئی لفظ مثل انما وغیرہ کے ان میں ہے، نہ کوئی عبارت ایسی ہے اور نہ ہی کوئی ترکیب اس وضع کی ہے۔

مسیحی پہلو: اس پر جس طرز سے آپ نے گفتگو کی ہے وہ اور بھی زیادہ کمزور ہے۔ یہودیوں کی تاریخ سے اگر آپ کو معلوم ہوا ہے تو صرف اس قدر کہ بنی اسرائیل میں انبیاء گذرے ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ اور کسی خاندان میں نہیں گذرے لہٰذا یہ استدلال آپ کا بالکل ناتمام رہا۔

آپ کا یہ فرمانا کہ چونکہ نبوت بنی اسرائیل میں رہی لہٰذا جب کوئی محقق نبی کو تلاش کرے تو بنی اسرائیل میں پائے گا، یہ ایک ایسی بات ہے کہ معمولی عقل کا آدمی بھی اس کو تسلیم نہ کرے گا۔ کیا کسی طبیب کے پہچاننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ طبیب کے خاندان سے ہو؟ کیا کسی عالم کے پہچاننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عالم کے خاندان سے بھی ہو؟ یہ آپ نے کیا فرمایا، غور تو کیجیے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ انبیاء کے مبعوث کرنے سے خدا تعالیٰ کو کیا مقصود ہے اور اس کے بعد آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مقصود صرف بنی اسرائیل کے مٹھی بھر لوگوں میں سو دو سو یا ہزار دو ہزار نبی مبعوث کرنے سے حاصل ہو گیا۔

بخیال اختصار اس وقت اسی قدر پر اکتفا کی جاتی ہے، اب کی مرتبہ اگر آپ نے پھر لکھا اور غالباً ضرور لکھیں گے تو، ان شاء اللہ، پھر کامل بحث اس مسئلے پر کر دی جائے گی۔

راقم ناچیز مدیر النجم

(۳)

دفتر النجم لکھنؤ

۲۱ شوال ۱۳۲۶ھ

عنایت و کرم فرما جناب قسیس جان قلندر صاحب

السلام علی من اتبع الھدی

آپ کا عنایت نامہ درج انجم کر دیا گیا۔ افسوس آپ نے اس مضمون میں اب کی مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ بے توجہی سے کام لیا ہے۔ میرے اصل سوال کا جواب آپ نہیں دیتے اور بالائی باتوں میں آپ طول دیتے ہیں۔ معلوم نہیں اس میں آپ نے کیا مصلحت سمجھی ہے اور کس حد تک اس میں کامیابی کی آپ کو امید ہے؟ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ سچے نبی کی کوئی ایسی کامل پہچان بتایئے جو ہر زمانے میں کام آسکے اور ہر قائل وجودِ خدا کے سامنے پیش کی جاسکے۔ براہ کرم اب کی مرتبہ اس سوال کا شافی وکافی جواب عنایت فرمائیں اور خوب غور سے کام لیں۔

(۱) آپ لکھتے ہیں کہ جو معیارِ نبوت میں نے بتایا تھا وہ قرآنی معیارِ نبوت ہے، اگر وہ ناقص ہے تو قصور کس کا؟ جناب من! اس کو قرآنی معیارِ نبوت کس نے کہا؟ آپ اپنے قلم سے جو چاہیں لکھیں وہ ہر گز قرآنی معیار نبوت نہیں ہے۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ نبی کی پہچان یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہو۔ میں نے تاریخی پہلو کو اگر مسیحی پہلو کہہ دیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تاریخیں جن کا حوالہ آپ نے لکھا ہے مسیحی اصحاب کی مسلمہ ہیں نہ کہ اہل اسلام کی۔

(۲) لفظ ذریت کا جمع وواحد دونوں پر اطلاق پانا آپ کو مُسلم رہا۔ اب رہا یہ کہ اسمٰعیل علیہ السّلام کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے اس سے کیوں کر حصر ثابت ہوسکتا ہے جبکہ آپ خود ہی مان سکتے ہیں کہ قرآن میں دوسری جگہ اسمٰعیل واسحاق دونوں کا ذکر ہے اور اسمٰعیل کو قرآن نبی کہہ رہا ہے، کیا تمام باتیں سب ایک ہی آیت میں مذکور ہونی چاہئیں؟ سنیئے! اصل وجہ اس مقام میں اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کے ذکر کی یہ ہے کہ یہ فرزند ان کو خلاف فطرت ایام پیری میں عنایت ہوا تھا اور پھر مزید یہ ہوا کہ اس فرزند کا فرزند بھی ان کی زندگی میں متولد ہوا، پس چونکہ یہ انعام ایک خلافِ فطرت طریقے سے ان کو دیا گیا تھا لہٰذا حق تعالیٰ نے مقام امتنان میں اس کا ذکر فرمایا مگر خود حضرت ابراہیمؑ نے جہاں نعمائے اللہ کا شکر ادا کیا ہے وہاں وہ اسمٰعیل علیہ السّلام کی ولادت کو بھی نعمت غیر مترقبہ کہہ رہے ہیں چنانچہ قرآن میں ابراہیم علیہ السّلام کا یہ قول مذکور ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ (ابراہیم:۳۹)

(۳) آپ فرماتے ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السّلام کو قرآن نے صرف اس معنی میں نبی کہا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ جناب من! کیا آپ نبی کے یہ معنی لغت عرب میں یا قرآن میں یا شریعت اسلامیہ کی کسی کتاب میں دکھا سکتے ہیں؟

(۴) آپ لکھتے ہیں کہ اگر نبوت بنی اسمٰعیل میں ہوتی تو ضرور حضرت اسمٰعیل کے بعد اور حضرت محمد صاحب کے قبل کے انبیاء اسمٰعیل کی ذریت میں مبعوث ہوئے ہوتے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ نبوت نہ بنی اسرائیل کے لیے مخصوص ہے اور نہ بنی اسمٰعیل کے لیے۔ اللہ جس کو چاہے نبی کر دے، معلوم نہیں یہ آپ نے کہاں سے ثابت کیا کہ جس خاندان میں کوئی نبی پیدا ہو تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے بھی دوسرے نبی اس میں پیدا ہو چکے ہوں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو کوئی شخص نہیں مان سکتا۔ سب سے پہلا نبی جو دنیا میں آیا اس پر یہ قاعدہ بالکل منطبق نہ ہوگا۔

(۵) بے شک بنی اسرائیل کو فضیلت دینے کا یہی سبب ہے کہ نبوت و سلطنت دونوں ان میں جمع کر دی گئی تھیں، یہ آپ کو کیوں کر معلوم ہوا کہ اس آیت میں صرف دینی فضیلت کا بیان ہے: میں نے صرف لفظ "حکم" سے یہ خیال نہیں قائم کر لیا بلکہ صاف صاف قرآن میں مذکور ہے: فقد اتینا ابراهیم الکتاب والحکم والنبوۃ اور دوسرے مقام پر ہے: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ مائدہ:۲۰)۔ ان دونوں آیتوں سے واضح ہے کہ اعطائے سلطنت کا بھی احسان بنی اسرائیل پر ظاہر کیا گیا ہے اور سلطنت و نبوت دونوں کا ان میں جمع ہو جانا باعث ان کی فضیلت کا تھا۔ معلوم نہیں آپ کیونکر یہ سمجھ گئے کہ آپ کی پیش کردہ آیت میں صرف نعمائے دینی کا ذکر ہے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ صرف نعمائے دینی کا ذکر ہے تو یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ جو سلطنت ابرار واخیار کو ملتی ہے جس کی مدد سے وہ احکامِ خدا کے اجراء میں کوشش کرتے ہیں وہ دنیاوی چیز ہے؟

سرورِ انبیاء ﷺ کے عہد سے بنی اسرائیل میں اس فضیلت کا نہ رہنا غیر مُسلم کے لیے بھی قابل انکار نہیں ہے۔ سرورِ انبیاء ﷺ کی نبوت ایسی روشن اور آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ دنیا میں کوئی سمجھ دار کسی معقول سند کی بنا پر اس کا انکار کرنے والا نظر نہیں آتا۔ معیارِ

نبوت آپ ہی بتادیجیے پھر دیکھیں کہ آپ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے کیسے انکار کرتے ہیں۔

(٦) میں نبوت کو کسی چیز نہیں جانتا۔ طبیب اور عالم کی مثال میں نے محض تفہیم کے لیے بیان کی تھی مگر اس مثال کی خوبی آپ نہیں سمجھے جب کسی چیزیں کوئی خاندانی خصوصیت نہیں ہے تو غیر کسبی چیز میں بدرجہ اولی نہ ہوگی، کسبی چیز میں تو مخلوق کے اختیار کو دخل ہے۔ تعلیم وتعلّم کے ذریعہ سے ہر شخص اس کو حاصل کر سکتا اور کرا سکتا ہے جب اس کے لیے کسی خاندان کی تخصیص نہیں ہے تو جس چیز کے حاصل ہونے میں مخلوق کے اختیار کو دخل نہیں ہے اس میں کسی خاندان کی تخصیص کس عقل کا مقتضیٰ ہے۔

ایک سوال مضمون سابق میں میں نے آپ سے اور کیا تھا اس کو بھی آپ نے نظر انداز کر دیا، اگر آپ اس کا جواب دیں تو آپ کو مکمل طور پر معلوم ہو جائے گا کہ نبوت کا کسی خاندان میں منحصر مان لینا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ وہ سوال یہ تھا کہ انبیاء کے مبعوث ہونے کی کیا غایت ہے؟ اور کیا وہ غایت صرف بنی اسرائیل کے چند نبیوں سے پوری ہو سکتی ہے؟ واضح رہے کہ نعمتِ نبوت کا بنی اسرائیل میں منحصر ہونا اگلے اہل کتاب کا بھی قول تھا اور یہی ایک حیلہ انھوں نے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ حقہ صادقہ کے انکار کا پیدا کیا تھا چنانچہ قرآن کریم میں ان کا یہ خیال مذکور ہے اور اس کی تردید بھی مذکور ہے۔ عجب لطف کی بات ہے کہ نہ آپ کے سابقین اپنے خیال کی تائید کسی عقلی یا نقلی دلیل سے کرتے تھے اور نہ آپ کرتے ہیں اور معاف فرمائیے گا میں بڑے وثوق کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگر آسمان وزمین کے قلابے ملادیئے جائیں تب بھی آپ کے اس خیال کی صحت ثابت نہیں ہو سکتی، محال ہے محال ہے، دیکھیے قرآن میں اگلے اہل کتاب کا یہ خیال اس طرح مذکور ہے:

(ا) وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللهُ مِن فَضْلِهِ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۝ (سورہ بقرہ:٨٩۔٩٠)

ترجمہ: "جب ان اہل کتاب کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی جو ان کے پاس

والی شریعت کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے پہلے یہ لوگ (اسی امی نبی کا واسطہ دلا کر خدا سے) کافروں پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے مگر جب وہ نبی آگیا جس کو یہ پہچان چکے تھے تو ان لوگوں نے انکار کر دیا، پس خدا کی رحمت سے دوری ہے منکروں کے لیے، کیا بُری چیز ان لوگوں نے اپنے لیے اختیار کی ہے کہ انکار کر دیتے ہیں اس چیز کا جو اللہ نے نازل کی اس حسد میں کہ اللہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کر دیتا ہے۔"

(۲) مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔
(سورۃ بقرۃ: ۱۰۵)

ترجمہ: "اہل کتاب اور نیز مشرکین یہ نہ چاہتے تھے کہ تم پر کوئی بھلائی تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی جائے مگر اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے سرفراز کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے"۔

میرے معزز کرم فرما! آپ خوب احتیاط سے کام لیں اور اپنی امکانی کوشش اس مسئلے کی تحقیق میں ختم کر دیں۔ خوب سمجھ لیجیے اسی ایک مسئلے کی تحقیق سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان میں جو حد فاصل ہے مرتفع ہو جائے گی پھر ہم اور آپ ایک ہیں۔

آپ کا خیر اندیش
ناچیز مدیر النجم

(۴)

دفتر النجم لکھنؤ
۱۴ محرم ۱۳۲۷ھ
عنایت فرما جناب قسیس صاحب

السلام علی من اتبع الهدیٰ!

آپ کی[1] تحریر درج کر دی گئی ہے جس کے جواب میں مختصراً چند امور عرض کیے جاتے

---

[1] قسیس جان قلندر صاحب نے حضرت لکھنوی کو مندرجہ ذیل خط بھیجا تھا جس کے جواب میں یہ خط انھیں

ہیں:

(۱) نہایت تعجّب کی بات ہے کہ آپ اپنی ہر تحریر میں لکھتے ہیں کہ ہم نے قرآن پاک سے معیار نبوت ثابت کر دیا یعنی یہ ثابت کر دیا کہ نبوت بنی اسرائیل میں منحصر ہے، حالانکہ کوئی

روانہ کیا گیا تھا جسے ہم انجم سے نقل کر رہے ہیں:

جناب مدیر انجم صاحب!

تسلیم! شکر ہے کہ معیار نبوت کے متعلق آپ نے پھر قلم تو اٹھایا اور جواب سے اس احقر کو اور نیز ناظرین انجم کو یاد فرمایا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے جواب سے جناب کو کچھ بھی سیری نہ ہوئی پر ہنوز آپ کے خط سے امید ٹپکتی ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ آپ میرے ایک ایک حرف کا جواب دینے کو مستعد ہیں مجھے پھر تحریر پر آمادہ کر رہا ہے۔ آیات قرآنی جو معیار نبوت کا حکم رکھتی ہیں آپ کی خدمت میں پیش ہو چکی ہیں اور ان سے نعمت نبوت کا بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہونا ثابت ہو چکا کیونکہ: فضلنا هم علی العالمین کی قید اب تک باطل نہیں ہوئی آپ نے اس کے ابطال کی کوشش تو کی پر اس میں آپ کو کامیابی کہاں تک ہوئی ناظرین انجم خود ہی فیصلہ کر لیں، میرے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

میں نے دوران بحث میں آپ سے کئی باتیں متعلق مضمون زیر بحث دریافت کیں جن پر جناب نے کچھ بھی توجہ نہیں فرمائی۔ اگر تکلیف گوارا کر کے آپ اس مرتبہ ان پر خیال کریں تو بحث زیادہ آسان ہو جائے گی:

(۱) حضرت اسمٰعیل کا نبی ہونا۔ قرآن حضرت اسمٰعیل کو بقول آپ کے نبی یعنی صاحب نبوت بتاتا ہے۔ آپ مہربانی سے یہ بتائیں کہ اس دعوے قرآنی کی دلیل قرآنی کون سی ہے؟ کیونکہ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ کوئی دعویٰ بلا دلیل قابل سماعت نہیں۔

(۲) ذریت اسمٰعیل میں قبل از دعویٰ نبوت محمد صاحب کون سے انبیاء مبعوث ہوئے؟ کیا قرآن شریف میں کسی نبی کا نام تک بھی آیا ہے جو ذریت اسمٰعیل میں قبل از زمانہ حضرت محمد صاحب گذرے ہوں۔

(۳) آپ نے: فضلنا هم علی العالمین کی قید باطل کرنے کی غرض سے یہ آیت قرآن سے نقل کی ہے اور یوں فرمایا ہے کہ صاف صاف قرآن میں مذکور ہے: فقد آتینا آل ابراهیم الکتاب والحکم والنبوة میں پھر دوبارہ تصحیح نقل طلب کرتا ہوں۔

جناب من! اگر آپ ان تین باتوں کا جواب کافی غور سے دیں تو واقعی آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ نعمت نبوت بنی اسرائیل ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ بنی اسمٰعیل کی شرکت بھی اس میں ہے۔ پر اگر یہ محال ہے تو نبی کی وہ تفسیر جو تحقیق پر اور وہ تحقیق بھی ایسی جو قرآن شریف اور لغات عرب اور معلومات عبری اور اسودی اور کتب سماوی پر مبنی ہے، قبول کریں ورنہ تناقص لازم آئے گا جو آپ کے لیے مفید نہ ہوگا۔

راقم قسیس جان قلندر

آیت اب تک آپ نے ایسی نہیں پیش کی جس میں صراحتاً یا اشارۃً یہ مضمون ہو۔

(۲) آیت فضلنا ھم علی العالمین کا مطلب میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ بنی اسرائیل کی فضیلت تمام عالم پر اس اعتبار سے بیان فرمائی گئی ہے کہ نبوت اور سلطنت دونوں ان کے خاندان کو عنایت ہوئی تھیں اور خاندانوں میں اس وقت تک یہ حالت تھی کہ اگر نبوت ملی تو سلطنت نہیں اور سَلطنت ملی تو نبوت نہیں۔

(۳) حضرت اسمٰعیل کا نبی ہونا بے شک قرآن میں مذکور ہے اور اس پر جو آپ نے نئی منطق ایجاد فرمائی تھی کہ وہ نبی تو ہیں مگر صاحب نبوت نہیں ہیں اس کے متعلق میں نے جو کچھ عرض کیا تھا اس کا آپ نے جواب نہ دیا۔

(۴) حضرت اسمٰعیل کی ذریت میں قبل از ظہور خاتم النبیین اور انبیاء کا ہونا آپ مجھ سے پوچھتے ہیں، میں کب اس کا مدعی ہوں؟ بلکہ قرآن تو صاف بتارہا ہے کہ اور کوئی نبی اسمٰعیل علیہ السَّلام کے بعد اس خاندان میں نہ ہوا تھا: ما انتم من نذیر من قبلك مگر یہ سوال آپ کا اسی وقت بجا ہوتا جب آپ یہ ثابت کر دیتے کہ جس خاندان میں کوئی نبی ہو تو یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے اور انبیاء بھی اس خاندان میں ہو چکے ہوں۔

(۵) اچھا، بفرض محال ہم آپ کی خاطر سے تھوڑی دیر کے لیے مان لیں کہ نبی کی پہچان یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہو تو دو باتوں کا جواب آپ پر دینا فرض ہے:

(الف) بنی اسرائیل سے پہلے جو انبیاء گذرے ہیں مثل ابراہیم واسحاق علیہما السَّلام کے ان کی نبوت کی کیا پہچان ہے؟ اور ان کے زمانے کے لوگوں نے ان کی نبوت کس دلیل سے معلوم کی تھی؟

(ب) اگر نبی کی پہچان صرف یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہو تو کیا اگر آج کوئی اسرائیلی دعویٰ نبوت کرے تو آپ اس کی نبوت کو تسلیم کر لیں گے؟

(۶) سخت حیرت ہے کہ آپ نبوت کا بنی اسرائیل میں منحصر ہونا اور نبی کی یہ شناخت کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہو محض بے دلیل اور بے بنیاد بات ہے، بار بار کیسے یہ زبان پر لاتے ہیں۔

(۷) امید ہے کہ اب آپ بیکار باتوں کو ترک فرما کر کوئی ایسی پہچان نبی کی بیان فرمائیں گے جو میرے سوال کے مطابق ہو گی، ورنہ آپ معاف کریں اگر میں آپ کی تحریر کی طرف توجہ نہ

دوں۔

(۸) مجھے امید تھی کہ معیار نبوت کی بحث کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ یا تو آپ کو اپنے بہت سے مسلمہ انبیاء کی نبوت سے دست بردار ہونا پڑے گا یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرنا ہوگا، مگر افسوس کے ساتھ مجھے اس وقت اس امر کا اظہار کرنا پڑا کہ آپ اس نتیجہ کو سمجھ گئے اور چاہتے ہیں کہ کسی طرف خارج از بحث تحریروں کے ذریعے ٹال مٹول کر کے اصل نتیجے کی نوبت ہی نہ آنے دیں۔

ناچیز مدیر النجم

بنام جناب سبط حسن ☆

دفتر النجم، لکھنؤ

۷ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

جناب من! بعد ماہو المسنون معروض ہے کہ بے شک میرا خط موضع سٹی ضلع کانپور گیا تھا، اس کی کیفیت یہ ہے کہ موضع مذکور سے ایک خط بذریعہ ڈاک مجھے ملا جس کا اقتباس حسب ذیل ہے:

☆ حضرت لکھنویؒ کے پاس محمڈن کالج علی گڑھ سے سبط حسن صاحب نامی ایک شخص نے مندرجہ ذیل خط بھیجا جس کے جواب میں آپ نے یہ مکتوب لکھ کر النجم لکھنؤ میں شائع کیا تھا۔ سبط حسن صاحب کے خط کا مضمون یہ تھا:

"جناب مستطاب معلی القاب مولوی مولانا عبد الشکور صاحب،

تسلیم۔

آپ کا کوئی والا نامہ موضع سٹی ضلع کانپور ابوالحسن یاذا کر علی کے پاس گیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مذہبی بحث میں بہت دلچسپی ہے، کیا یہ واقعی بات ہے؟ اور آپ اس لچر بات کو، جس کو میں نافہمی یا کم علمی سے ایسا سمجھتا ہوں، آپ پسند کرتے ہیں، مجھ کو یقین نہیں آتا کہ ماہر علم و فن ہو کر کوئی اس میں شوق سے حصہ لیتا ہو یا کم سے کم آپ کہ جس کے بارے میں میں نے بہت تعریف سنی ہے بڑا حصہ لیتے ہوں۔ بہر حال مجھ کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ یہ عریضہ اسی واسطے خدمت میں ارسال ہے کہ آپ کی واقعی رائے سے مطلع کیا جاؤں اور مہربانی فرما کر اس شخص کے بارے میں بھی اپنی رائے اقدس سے مطلع فرمائیں کہ جو آدمی آزاد خیال ہے، وہ کیسا ہے؟

خاکسار سبط حسن۔ علی گڑھ

اسی خط کے جواب میں حضرت امام اہل سُنّت نے مذکورہ بالا مکتوب روانہ کیا تھا اور پھر اسے النجم لکھنؤ میں شائع بھی کر دیا تھا۔ وہیں سے یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

"یہاں مولوی حکیم غلام حسنین صاحب کنتوری[1] مجتہد شیعہ قیام پذیر ہیں اور وہ بہ اعلان کہتے ہیں کہ جس سنی مولوی کا جی چاہے مجھ سے مناظرہ کرلے، میں تحریر لکھ دوں گا کہ اگر وہ مجھے مغلوب کردے تو میں سنی ہو جاؤں گا۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری بہ باعث ضعف پیری و دیگر اشغال ماہ مبارک تشریف آوری سے معذوری ظاہر کرتے ہیں اور آپ کا حوالے دیتے ہیں۔ آپ فوراً یہاں تشریف لایئے ورنہ بہت سے لوگ مذبذب ہو جائیں گے اور بہت سے یہ سمجھ کر کہ اگر مذہب شیعہ حق نہیں ہے تو کوئی سنی عالم مولانا غلام حسنین کنتوری صاحب سے، باوجود ان کے اس اعلان کے، کیوں مناظرہ نہیں کرتا شیعہ ہو جائیں گے۔ ایسی حالت میں اگر آپ تشریف نہ لائیں گے تو اس قدر مُسلمانوں کے گمراہ ہونے کا بار قیامت میں آپ پر ہی ہوگا۔"

اس کے جواب میں میں نے لکھ دیا کہ میں حاضر ہونے کے لیے مستعد ہوں مگر مولانا غلام حسنین صاحب سے آپ عرض کیجیے کہ کوردہ میں مناظرے سے کیا نتیجہ؟ کسی بڑے شہر میں کیجیے جیسے دہلی اور لکھنو وغیرہ تاکہ عام اہل اسلام بھی شریک و منتفع ہوں، کم از کم کانپور ہی میں ایسے مناظرے منعقد کریں۔ اگر مولانا صاحب موصوف کوئی معقول وجہ بیان فرمائیں یا بے وجہ ہی اسی کوردہ میں مناظرے پر اصرار کریں تو آپ ان سے تاریخ کا تعین کرا کر فوراً میرے پاس کوئی آدمی

[1] مولوی حکیم غلام حسنین کنتوری کا تاریخی نام ذاکر حسین تھا مگر شہرت غلام حسنین کے نام سے ہوئی، ۱۸۳۱ء میں قصبہ کنتور ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی، پھر لکھنؤ آکر شاہی مدرسہ میں داخل ہوئے اور درسیات کی تکمیل کی۔ طب کی تعلیم بھی لکھنؤ ہی میں حاصل کی تھی۔ مسمریزم اور نفسیاتی امراض کے علاج میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ امراء اور والیان ریاست کے معالجے میں بہت معروف تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ سفر میں ہی گذرا چنانچہ عبداللہ پور، جلالی ضلع علی گڑھ، فیض آباد، میرٹھ، مظفر نگر، بنارس، گوالیار، جموں و کشمیر، لاہور اور پشاور وغیرہ میں اکثر قیام رہا اور جہاں بھی رہے مطب و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ اسی کے ساتھ اپنے مذہب و مسلک کی تبلیغ و ترویج میں بھی بڑا شغف رکھتے تھے، اسی لیے اکثر اہل سُنّت سے مناظرے بھی کیا کرتے تھے۔ طبی کتابوں کے تراجم کی وجہ سے ان کی خاص شہرت ہوئی چنانچہ ذخیرہ خوارزم شاہی، القانون فی الطب، کامل الصناعۃ اور قانونچہ وغیرہ کے اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ گھریلو صنعتوں سے بھی دلچسپی اور ان کا عملی تجربہ رکھتے تھے۔ ۷ دسمبر ۱۹۱۸ء میں فیض آباد میں انتقال ہوا اور کنتور میں اپنے خاندانی امام باڑے میں مدفون ہیں۔

بھیج دیں، میں، ان شاء اللہ تعالیٰ، تاریخ معینہ پر مقام موعود میں موجود ہوں گا۔ ایک بات اس جواب میں میں نے یہ بھی لکھی تھی کہ علمائے شیعہ کی عادت ہے کہ ناواقفوں کے سامنے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، مگر واقف کار کے سامنے اپنے مذہب کی حقیت کا ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکال سکتے کیونکہ یہ خوب جانتے ہیں کہ ہم باطل اور مذہب اہلِ سُنّت حق ہے، مگر احبار یہود کی طرح دیدہ ودانستہ حق پوشی وباطل فروشی کرتے رہتے ہیں۔ اس کا جواب موضع مذکور سے یہ آیا کہ مولانا غلام حسنین صاحب تو فوراً یہ سنتے ہی، کہ آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے، یہاں سے چل دیئے۔ اب آپ کا خط پڑھ کر یہاں کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ مذہب اہلِ سُنّت مضبوط مذہب ہے۔ یہاں قرب وجوار میں سُنّیوں کی آبادی تھی مگر کسی عالم کے نہ تشریف لانے اور علمائے شیعہ کے برابر آتے رہنے اور ان کے اس قسم کے بیانات نے اکثر لوگوں کو شیعہ کر ڈالا۔ یہ پورا خط ۲۸ شوال ۱۳۲۷ھ کے النجم میں چھپ چکا ہے آپ ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ اب آپ جو تحریر فرماتے ہیں کہ "مذھبی بحث ایک لچر چیز ہے اور کیا آپ کو اس سے بہت دل چسپی ہے مگر مجھے یقین نہیں کہ کوئی ماہر علم وفن اس میں شوق سے حصہ لیتا ہو۔" اس کی بابت یہ امر دریافت طلب ہے کہ جو سوال آپ نے مجھ سے کیا ہے آیا مولوی غلام حسنین صاحب سے بھی کیا ہے یا نہیں؟ در صورت نفی وجہ ترجیح کیا ہے؟ اور در صورت ایجاب انھوں نے کیا جواب دیا ہے؟ اس کے بعد معروض ہے کہ مذہبی بحث سے اگر اس کے اصلی اور صحیح معنی مراد ہیں یعنی حق کی حقیت اور باطل کے بطلان کا بہ طریق موعظت حسنہ ظاہر کرنا، تو بے شک مجھے اس سے دل چسپی ہے یعنی میں اس کو ایک بڑی عمدہ خدمت دینِ متین کی سمجھتا ہوں، خصوصاً جبکہ دین حق پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور اہل باطل خواہ مخواہ اہل حق کو بہکانے اور فریب دینے میں اپنی پوری طاقت خرچ کر رہے ہوں۔ میں مذہبی بحث کو بمعنی مذکور فرض کفایہ جانتا ہوں اور میرا ناقص خیال یہ ہے کہ ہر زمانے کے عُلماء وصلحاء نے اس خدمت کو اپنے اپنے حوصلے کے موافق انجام دیا ہے اور تمام انبیائے کرام علیٰ نبینا علیہم السّلام اس مذہبی بحث کے لیے دنیا میں تشریف لائے اور تمام عمر یہی کام کرتے رہے۔ قرآن عظیم میں اسی مذہبی بحث کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے زریں الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اس کا حکم ایک بڑے پیمانے پر دیا گیا ہے۔ احادیث کریمہ میں اس مذہبی بحث کے بڑے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں اور اس مذہبی بحث میں حصہ نہ

لینے والے کو "بے ایمان" اور "شیطان" اور آخر میں "گونگا شیطان" کا بد ترین لقب عنایت ہوا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ مذہبی بحث کو بمعنی مذکور تو کوئی مُسلمان ہی کیا کوئی اہل مذہب بلکہ کوئی ذی عقل بھی غیر محمود نہیں سمجھے گا اور غالباً آپ کی مراد بھی یہ نہ ہوگی۔ اگر مذہبی بحث سے گالی گلوچ اور تو تو میں میں مراد ہے تو خدا شاہد ہے کہ میں بہ ہزار جان متنفر و بیزار ہوں اور بے شک بقول آپ کے وہ ایک لچر چیز ہے، لیکن سٹی میں یا برٹش گورنمنٹ کے حدود حکومت کے کسی مقام میں اس وقت کی بحث کا اندیشہ کرنا خلاف واقعات ہے اور ایک خواب پریشاں سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ تحریری مباحث میں تو بے شک ایسا ہوا ہے کہ نوبت گالی گلوچ تک پہنچی اور مقدمات عدالت میں دائر ہوئے مگر تقریری مناظرات میں کبھی کوئی فتنہ وفساد آج تک نہیں سنا گیا۔ ایک بات اور بھی قابل گزارش ہے کہ فتنہ وفساد کا وقوع اہل علم وعقل کی مجلسوں میں ناممکن سا ہے۔ عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

دو عاقل را نباشد کین وپیکار
نہ دانائے ستیزد باسبکسار

اور میں تو گالیاں سننے کا عادی بھی رہا ہوں، یوں سمجھیے کہ گویا مجھے سخت و ناملائم کلمات کا حس ہی نہیں رہا۔ ایڈیٹر صاحب رسالہ "اصلاح" (کھجوہ) و نیز دوسرے عُلمائے شیعہ نے میرے اور بزرگان اسلام کے حق میں بد گوئی و دشنام دہی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر میں نے کبھی گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا بلکہ میرا مقولہ یہ رہا۔

بیا ساقیا من چہامی کنم تو دشنام دہ من دعا می کنم

آپ نے آخر میں جو لکھا ہے کہ آزاد خیال آدمی تیری رائے میں کیسا ہے؟ آزاد خیالی کا اگر یہی مطلب ہے کہ احکام شرعیہ کی پابندی سے یک سو ہو جائے تو میں اس کو ایک حد تک فسق اور اس سے آگے بڑھ کر کفر صریح جانتا ہوں اور اگر آزاد خیالی کا مطلب کچھ اور ہے جو اس وقت میرے فہم ناقص میں نہیں آتا تو آپ اس کو صاف کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ، اس کا جواب دیا جائے گا۔ والسّلام علی من اتبع الھدی

راقم ناچیز
مدیر النجم عفی عنہ

مولانا عبد الشکور لکھنوی اور ان کے چند مکتوبات

جناب محمد ایوب قادری ایم۔اے

(ماہنامہ "البلاغ" کراچی، اپریل ۱۹۶۸ء)

مولانا عبد الشکور بن مولوی حافظ ناظر علی ۲۳ ذی الحج ۱۲۹۳ھ کو کاکوری میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد مولوی حافظ عبد السلام ہنسویؒ (ف ۱۲۹۲ھ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ جن کو شاہ احمد سعید مجددیؒ (ف ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) سے خلافت حاصل تھی۔ مولانا عبد الشکور نے ابتدائی تعلیم اور فارسی کی تحصیل مولوی عبد الوہاب ہنسویؒ اور مولوی مظہر حسینؒ متوطن کوٹرا جہاں آباد سے کی۔ اس کے بعد عربی کی تعلیم نور الانوار تک ہنسوہ میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ پھر مولانا عین القضاۃ لکھنویؒ (ف ۱۳۴۳ھ) کی خدمت میں پہنچے اور بقیہ کتب درسیہ اور بعض دوسری کتابیں مثلاً بست باب اصطرلاب وغیرہ پڑھیں، انہوں نے مولانا عین القضاۃؒ کے یہاں ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۱۷ھ تک تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبد الشکور بھوپال کے مشہور نقشبندی بزرگ شاہ ابو احمدؒ[1] سے بیعت تھے۔

کچھ مدت مولانا نے ندوۃ العلماء میں درس دیا، پھر دہلی چلے گئے اور مرزا حیرت

---

[1] ابو احمد بن خطیب احمد بن شاہ رؤف احمد مجددی رام پوریؒ ۱۲۶۰ھ میں بھوپال میں پیدا ہوئے شاہ عبد الغنی مجددیؒ سے مدینہ منورہ میں بیعت ہوئے۔ اور پندرہ مہینے حضرت کی خدمت میں رہے۔ سُنت کے بہت پابند تھے تمام وقت ریاضت و عبادت میں صرف کرتے تھے۔ ساری زندگی توکل و استغفار سے بسر کی۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ کو انتقال ہوا۔ "امام مروج الشریعت" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ ان کے خلف الصدق حاجی شاہ محمد یعقوبؒ ان کے جانشین ہوئے۔

(شجرہ طیبہ، مرتبہ مولانا عبد الشکور لکھنوی، نامی پریس لکھنؤ، ۱۳۶۵ھ)

دہلوی (ف ۴ مارچ ۱۹۲۸ء) کے یہاں بحیثیت مترجم و مصنف کام کیا۔ مولانا متعدد دو بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ترجمہ قرآن کریم، ترجمہ اسد الغابہ، ترجمہ انصاف، علم الفقہ، سیرت خیر البریہؐ، خلفائے راشدینؓ وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ مولانا نے رد شیعیت میں بڑا کام کیا ہے۔ ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

مولانا عبدالشکورؒ کے آٹھ خط ہمیں ہم دست ہوئے۔ جن میں پہلے چھ خط منشی حلیم الدین صاحب ساکن تجارہ (میوات) نزیل بھوپال کے نام ہیں اور ایک خط مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے نام ہے۔ ایک خط عام احباب کے نام ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے نام جو خط ہے وہ بعض علمی فوائد پر مشتمل ہے اور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چھ خط ہمیں پروفیسر محمد سلیم پرنسپل شاہ ولی اللہ اورینٹیل کالج منصورہ سے اور دو خط مولانا لکھنوی کے خلف الصدق مولوی حکیم محمد عبدالغنی فاروقیؒ سے دستیاب ہوئے۔

احسن الکتاب وصفات الانساب تالیف ۱۲۹۵ھ (قلمی) مؤلفہ عبدالرحیم ساکن اترولی، محمد ایوب صاحب قادری کی فراہم کردہ میں نے یہ دیکھی۔ یہ کتاب ہماری برادری قانون گویاں کے حالات اور نسب ناموں کے سلسلے میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں خاندان قانون گویان ہاپوڑ کا بیان بھی ہے جو اس کتاب کے صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۲ پر محیط ہے۔ یہی ہمارا خاندان ہے۔ مصنف باوجودیکہ خود دریافت حال کے لیے ہاپوڑ گیا مگر ہمارے والد شیخ علی حسین صاحب مرحوم کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بشارت علی ولد نور علی جن سے مصنف نے معلومات حاصل کی ہیں وہ ہمارے ہی خاندان کے بزرگ ہیں، اسی طرح غلام حسین و سلطان بخش اور جمال علی و قادر علی وغیرہ بھی ہمارے خاندان کے لوگ ہیں، چونکہ والد صاحب مرحوم بسلسلہ ملازمت پنجاب آگئے تھے اس لیے غالباً ان کا ذکر رہ گیا ہے۔

(۱)

مکرمی۔ سلام مسنون

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے میرے بڑے بھائی شیخ ضیاء الحق صاحب ۱۸۷۰ء میں مولوی عبدالحق صاحب ۱۸۷۳ء میں، اور میں ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوا ہوں، مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اپنے ایک تحریر حصول لائسنس برائے بندوق اور دوسری تحریر تکمیل فارم بعد حصول پیش ہیں ۱۸۷۰ء و ۱۸۷۳ء دونوں قسمیں لکھی ہیں۔

(۲)

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً
از لکھنؤ۔ دار المبلغین

٦ ماہ مبارک یوم چہار شنبہ ۱۳۵۹ھ

اخی فی دین اللہ زیدت حسنا تکم

بعد سلام مسنون۔ گذارش ہے کرم نامہ بجواب عریضہ کئی دن ہوئے آگیا تھا لیکن اس خیال سے کہ آپ حضرات کی واپسی بھوپال کی ہو جائے تو عریضہ بھیجوں، اس قدر تاخیر کی گئی۔ حضرت صالح میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی حالت سے بواپسی مطلع فرمایئے، دعا برابر ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان کو شفائے کامل عاجل عطا فرما کر حضرت صاحبزادہ صاحب دام برکاتہم کو مطمئن فرمائے۔ آمین۔ اس حقیر کی طرف سے سلام مسنون عرض کر دیجیے، براہ راست ان کی خدمت میں عریضہ نہ بھیجنے کا سبب یہی ہے کہ ان کے تفکر میں اضافہ نہ ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ، اس عریضے کا جواب ملنے کے بعد پھر براہ راست حضرت ممدوح کی خدمت میں عریضہ بھیجوں گا، خدانخواستہ گوالیار میں اگر فائدہ نہ ہوا ہو تو پھر لکھنؤ کے متعلق جو عریضہ سابقہ میں عرض کیا گیا ہے اس کے متعلق جو رائے عالی ہو اس سے مطلع فرمایئے۔ فقط

والسّلام
ناچیز محمد عبدالشکور عفی عنہٗ

(۳)

باسمہ تعالیٰ حامدا و مصلیا
از لکھنؤ۔ دار المبلغین
۸ زیقعدہ ۱۳۵۹ھ

اخی فی الدین حشرنا اللہ تعالیٰ وایاکم فی زمرۃ عبادہ الصالحین۔ وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ
آپ کی عنایت و محبّت کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ کے دو لفافے اور ایک کارڈ پے در پے پہنچے۔ عزیز القدر کلیم الدین صاحب کا آنا اور قیام کرنا اگرچہ اقل قلیل وقت کے لیے ہوا، بہت موجب مسرت ہوا۔ خیال تھا کہ مفصل عریضہ بھیجوں، مگر نہ ہو سکا اور جواب کی تاخیر ہو گئی۔ لہٰذا آج اسی کارڈ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس حقیر کو اب بخار وغیرہ تو نہیں ہے مگر ضعف بہت ہے، بعض وقت مسجد تک بہ ایں ہمہ قرب نہیں جا سکتا کسی دن ضعف زیادہ ہو جاتا ہے کسی دن کم، دعائے درازی عمر کی بجائے دعائے حسن خاتمہ کی حاجت ہے۔ وہ موت عید سے زیادہ ہے جو ایمان پر ہو ونعم ما قال العارف الشیرازی۔

عروسی بود نوبت ماتمت
جو برنیک روزی بود خاتمت

حضرت صاحبزادہ صاحب دام برکاتہم کی خدمت میں بھی عریضہ بھیجا ہے۔ خود حاضری کا ارادہ تھا اور ہے، لیکن حالت سفر کرنے کی نہیں اللہ تعالیٰ کچھ قوت عطا فرمادے اور وہاں پہنچا دے۔ شکور آپا صاحب کو اللہ تعالیٰ عافیت عطا فرمائے فقط

والسّلام
ناچیز محمد عبد الشکور عفی عنہٗ

(۴)

باسمہ تعالیٰ حامدا و مصلیا
از لکھنؤ۔ دار المبلغین
۵ ربیع الاول چہار شنبہ ۱۳۶۳ھ
امابعد بندہ ناچیز محمد عبد الشکور عفی عنہ کی طرف سے اخی فی الدین جناب منشی حلیم الدین

صاحب کی خدمت میں معروض ہے۔

وعلیکم السّلام رحمۃ اللہ۔ محبّت نامہ پہنچا، حضرت صاحب زادہ صاحب دامت برکاتہم کی ناسازی طبع سے ترددات میں اضافہ ہوا۔ عریضہ حضرت ممدوح کی خدمت میں بھی بھیج رہا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ جلد سے جلد حضرت ممدوح کی خیریت سے مطلع فرما کر مطمئن کریں گے۔ عبد المؤمن کو کل سے کچھ سکون ہے، حالت بہت نازک ہو گئی تھی، مشتاق علی خاں صاحب ایک ہفتے سے کہیں گئے ہوئے ہیں، حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت مبارک میں سلام پہنچا دیجیے اور دعا میں یاد رکھیے۔

محمد عبد الشکور عفی عنہٗ

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

از لکھنؤ۔ دار المبلغین ۱۰ ربیع الاول دو شنبہ ۱۳۶۳ھ

اخی فی الدین حفظنا اللہ تعالیٰ وایاکم عما یجز

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ۔ آپ کا کارڈ جس پر روانگی کی مہر ۴ مارچ ہے کل ۵ مارچ کو پہنچ گیا، بعض حروف مہر کے نیچے آ گئے ہیں، پڑھے نہیں جا سکے کارڈ پڑھ کر میرے حواس مختل ہو گئے اور یکایک ضعف اس قدر طاری ہوا کہ عصر تک میں اٹھ نہیں سکا، اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کا سایہ مبارک ہمارے سروں پر قائم رکھے، اس وقت یہاں کے حالات اور اپنی بے طاقتی کے باوجود دل چاہتا تھا کہ کل ہی روانہ ہو جاؤں مگر ریل کا وقت نہ تھا، آج کچھ نئے حالات رونما ہیں، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی دعا حصن حصین کی: یا حلیم یا کریم اشف عبدك محمد یعقوب المجدد۔ برابر پڑھ رہا ہوں، خداوند کریم جلد خیر خیر وعافیت اس حقیر تک پہنچا دے، تار بھی بھیج رہا ہوں، سخت بے چین اور منتظر جواب ہوں۔

کتبہ محمد عبد الشکور عفی عنہ

☆☆☆

ضمیمہ ا

(۵)

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مُسلماً
اخی فی الدین انعم اللہ تعالیٰ علینا و علیکم و علیٰ سائر المسلمین
از لکھنؤ۔ دار المبلغین
۱۲ر ربیع الاول پنجشنبہ ۱۳۶۳ھ

بعد سلام مَسنُون! کل صبح آٹھ بجے تار پہنچا۔ تیسرے دن جواب ملا، کل کا دن ایسا تھا کہ کوئی اپنے گھر سے باہر نہ نکال سکتا تھا، ورنہ یہ خط کل ہی روانہ ہوتا، تار کا مضمون معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر کہ حضرت ممدوح کی صحت بہت بہتر ترقی کر رہی ہے، دو رکعت نماز شکر ادا کی گئی۔

والحمدللہ الذی بنمعتہٖ تتم الصالحات۔ جوابی تار کے انتظار میں دو دن اور دو شب جیسا تردد رہا، کچھ نہیں لکھا جاسکتا، یہاں کے حالات جو زبانی ہی عرض کیے جاسکتے ہیں۔ اور لڑکوں کی جلاوطنی وغیرہ یہ چیزیں نہ ہوتیں تو اسی وقت یہ حقیر روانہ ہو جاتا، عزیزی مولوی محمد مشتاق علی خاں بھی باہر سے آگئے، آج وہ روانہ ہو جاتے مگر تار نے مطمئن کر دیا۔ براہِ کرم و اخوت روزانہ ایک کارڈ تا حصول صحتِ کاملہ ارسال فرما دیا کریں اور وہاں کسی کے ٹیلیفون کا نمبر اگر لکھ بھیجیں جس سے حضرت ممدوح کا حال دریافت ہو سکے تو بہت بہتر ہو۔ یہاں دار المبلغین کا ٹیلیفون نمبر ۲۹۸ ہے۔ مشتاق علی خاں صاحب دو تین روز کے بعد غالباً جا سکیں گے ان سے یہاں کے حالات مفصل معلوم ہوں گے، سب سے سلام و دعا کہہ دیجیے۔
فقط محمد عبد الشکور عفی عنہٗ

عبد المؤمن کی علالت کو اللہ تعالیٰ نے فراموش کر دیا تھا اب پھر ان کی طرف توجہ ہوئی۔ اگر خط سنانے یا سلام پہچانے میں تکلیف ہو تو ہر گز ضرورت نہیں ورنہ حضرت ممدوح کی خدمت میں صرف سلام عرض کر دیجیے۔ اور صاحبزادگان گرامی شان کی کدمت میں سلام و دعا۔

(۶)

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیًا
اخی فی الدین انعم اللہ تعالیٰ الیناوالیکم
از لکھنؤ، دارالمبلغین

۹ر شوال جمعہ ۱۳۶۵ھ

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ محبّت نامہ پہنچا، موجب مسرت ہوا، سب حالات معلوم ہوئے، ہم لوگوں کو ۱۴ اکتوبر کو بمبئی بلایا ہے، لہٰذا، ان شاء اللہ تعالیٰ، ۱۱ر اکتوبر کو ایکسپریس سے یہاں سے روانگی ہوگی، ۱۲ اکتوبر کو بھوپال کے اسٹیشن پر غالباً ایک بجے دن کو پہنچنا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے وہاں پہنچادیا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ، دعا سے غفلت نہ ہوگی۔ اور آپ غائبانہ دعامیں ضروریادرکھیے گا، زیادہ کیاعرض کروں۔ فقط والسّلام

عبدالشّکور عفی عنہٗ

(۷)

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیًا ومُسلماً
از لکھنؤ، دارالمبلغیں

ماہ صفر ۱۳۷۴ھ

امابعد! برادران دینی کو بعد سلام سُنت اسلام معلوم ہو کہ اس حقیر کی واپسی مغربی پاکستان سے رمضان کے کچھ قبل ہوئی۔ واپس آکر نور بصر لخت جگر مولوی حافظ قاری حاجی مُحمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری میں (جو کئی سال پہلے سے غیر محسوس طریقے پر تھی) شدت پائی۔ یہاں تک کہ اب کی مرتبہ رمضان المبارک میں تراویح بھی نہ پڑھ سکے اور تراویح میں ختم قرآن، جو ہر سال متعدد ہو جاتے تھے، ایک بھی نہ کرسکے، بالآخر بتاریخ ۹ر محرم چہار شنبہ کا دن گزر کر شب کو تقریباً دس بجے بہ حکم خداوندی اس قیدخانۂ دنیا سے ہمیشہ ہمیش کے لیے رہائی پائی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون[1]

---

[1] یہ کلمہ ایک آیت قرآنی کا جز ہے بوقت مُصیبت اس کلمے کے پڑھنے والے کو قرآن مجید میں عظیم

صبح کو بروز عاشورہ یوم الخمیس خاص شہر لکھنؤ میں مدرسہ محمدیہ[۱] کے احاطے کے اندر جہاں بچے دن بھر قرآن پڑھا کرتے ہیں اپنے بھتیجے محمد عبدالہادی[۲] کے قریب دفن ہوئے اور ارحم الراحمین کی رحمت واسعہ کے سپرد کر دیئے گئے۔ جنازے کی نماز بڑی جماعت سے ہوئی جس میں علماء وصلحاء بھی شریک تھے۔ ان اللہ ما اخذ وما اعطی۔

فرزند مرحوم کی عمر بوقت موت تقریباً پینتیس سال تھی، سات یتیم بچے ہیں، چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا عبدالمقتدر نام سب نابالغ ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو مرحوم کے باقیات صالحات میں کر دے، اور ان کو اپنے سوا کسی کا کسی بات میں محتاج نہ رکھے آمین! فرزند مرحوم کے چار بھائی۔ اس وقت ہیں تین ان سے بڑے اور ایک چھوٹا۔ ماشاء اللہ سب صاحب اولاد ہیں۔

جعلهم الله من باقیات الصالحات و یرحم الله عبدا قال آمینا۔

فرزند مرحوم نے کتب عربیہ درسیہ کی تعلیم کچھ اس حقیر سے اور کچھ اور اساتذہ سے پائی۔ تجوید کی سند استاد بزرگوار مولانا سید محمد عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور آفاق مدرسہ فرقانیہ کے استاد قاری عبدالمعبود صاحب سے پھر جب حج کو گئے تو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے حاصل کی اور تبرکاً علم حدیث میں صحاح ستہ کی سند اوائل سُنا کر حضرت مولانا الشیخ

الشان بشارت دی گئی ہے۔ معنی اس کلمہ کے یہ ہیں "بلاشک ہم سب اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں" اللہ کے لئے ہونے اور اللہ کی طرف لوٹنے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اور دونوں اس آیت میں مراد الٰہی ہیں۔ ایک مطلب یہ کہ ہم اللہ کے مملوک و مخلوق ہیں اور ہم کو اللہ کے سامنے جانا ہے اس مطلب کے لحاظ سے یہ کلمہ مالک حقیقی کی کے کسی تصرف پر چون وچرا کرنے سے روکتا ہے اور صبر کی تعلیم دیتا ہے، دوسرا مطلب یہ کہ ہم اللہ کی طاعت و عبادت کے لئے ہیں اور زندگی کے ہر لمحہ میں ہر تکلیف و راحت میں ہر مصیبت و حاجت میں اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اس کی طرف سے ہماری نظر کبھی نہیں ہٹتی، اس مطلب کے لحاظ سے یہ کلمہ رضا بالقضا کی تعلیم دیتا ہے یہ دونوں مطلب متعدد آیات قرآنیہ میں بکمال صراحت و وضاحت مذکور ہیں القرآن یفسر بعضہ بعضاً ۱۲

[۱] اس مبارک نام کے دو مدرسے لکھنؤ میں ہیں۔ فرزند مرحوم جس مدرسہ محمدیہ میں مدفون ہیں، وہ محلہ چک منڈی میں ہے جو مولوی گنج اور امین آباد کے درمیان ہے۔

[۲] محمد عبدالہادی فرزند دل بند تھا نور چشم مولوی حافظ محمد عبدالمومن کا۔ صغر سن میں وفات پائی۔ اللھم اجعلہ لنا اجرا و۔

عبدالغنی محدث دہلوی مہاجر مدنیؒ کی صاحبزادی صاحبہ سے حاصل کی ابتدائی عبارت بعد بسملہ حمد و صلوٰۃ، ان شاء اللہ، یہ ہے:

"أما بعد فقد أجازني ابي و شيخي شيخ المحدثين الشيخ عبدالغني بن أبي سعيد المجددي۔"

اور آخر کی عبارت یہ ہے:

وأسانيد الشيخ الى مصنفي الصحاح الست مشهورة من شاء فليطالع كتاب اليانع الجني في اسانيد الشيخ عبدالغني المطبوعة بمصر □

فرزند مرحوم کو صغر سن میں حضرت ولی مرشد وسیلتنا الی اللہ احمد حضرت مولانا پیر ابواحمد صاحب بھوپالی مسکناً مجددی نسباً و نسبتاً دامت برکاتہم وعمت وتحت سے بیعت کرنے کا شرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔

فرزند مرحوم نے مدح صحابہؓ کی تحریک میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بہت کارہائے نمایاں کیے۔ قانون شکنی کر کے جیل بھی گئے۔ آل انڈیا مدح صحابہ مشاعرہ کا سنگ بنیاد بھی انھیں کا رکھا ہوا ہے۔

مرحوم کا وعظ بھی بہت پُر جوش اور پُر تاثیر ہوتا تھا۔ تعزیتی خطوط میں اکثر لوگوں نے ان کے مواعظِ حسنہ کا ذکر کر کرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ اللهم اغفرله وتقبل منا ومنه فانك انت العزيز الحكيم وانك انت الرحمٰن الرحيم۔

فرزند مرحوم کو کئی ماہ پہلے سے اپنی زندگی کی منقطع ہو چکی تھی۔ بند بند الفاظ میں اس کا اظہار بھی کئی مرتبہ کیا، مگر ذرا ان کو پریشانی نہ تھی، دنیا سے جانے کا، باپ اور بھائیوں سے چھوٹنے کا، بیوی بچوں سے جدائی کا کچھ غم نہ تھا، بڑی خوشی سے جان، جان آفریں کے حوالے کی۔ کما قال قائل رحمۃ اللہ علیہ

فان قال لي مت، متُّ سمعا وطاعة
وقلت لداعي الموت اهلا و مرحبا

فرزند مرحوم کو پیٹ کی بیماری تھی، بیماری کا مرکز جگر تھا اور طحال و مرارہ بھی اس سے متاثر ہو چکا تھا اس بیماری سے مرحوم کی وفات اس حقیر کے لیے بہت صبر آموز رہی۔

قال النبی ﷺ: البطون شهید۔ یعنی پیٹ کی بیماری سے جو شخص مرے وہ شہید ہوتا ہے۔

بنگر کہ دل ایں یمین پر خون شد
بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست
باپیک اجل خندہ زناں بیروں شد

اس درمیان میں یہ حقیر بتوفیقہ تعالیٰ حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات قدسیہ کے مطالعے میں اکثر مشغول رہا، جس سے بہترین تعزیت اور خوب ترین تسلی حاصل ہوئی۔ بالخصوص دو مکتوب بہت زیادہ باعث سکون ہوئے۔ اول وہ مکتوب جس کا عنوان یہ ہے:

''بہترین استعہ ایں نشاۃ حزن و ملال ست اگر حزن و ملال نباشد زندگی طعام بے نمک ست''

دوسرا وہ مکتوب جس میں حضرت نے اپنے تین فرزندان گرامی شان اولیاء الرحمٰن کی وفات بیان فرمائی ہے۔ اور ہر ایک کے مختصر مختصر حالات زیب رقم کر کے لکھا ہے:

''حمد اللہ سبحانہ کہ پس ماندگان را توفیق صبر عطا فرمود و بلیہ را سرداد سبب ایں صحیفہ مطبوعہ''

اول یہ کہ تعزیتی خطوط بہت جمع ہوگئے اور یہ حقیر جو پہلے ہی سے کوتاہ قلمی میں مبتلا تھا، ان خطوط کے جواب سے قاصر رہا، اکثر خطوط میں تعزیت کے ساتھ ساتھ مرحوم کے کچھ حالات بھی دریافت کیے گئے ہیں، لہٰذا یہ مطبوعہ خط سب کو بھیج کر جواب سے سبکدوشی حاصل ہو سکے گی۔

دوم یہ کہ یہ مطبوعہ خط، ان شاء اللہ تعالیٰ، فرزند مرحوم کے یتیموں کے لیے ایک مذکر ہوگا اور امید ہے کہ، ان شاء اللہ تعالیٰ، وہ بالغ ہو کر اس سے عبرت حاصل کریں گے۔

سوم یہ کہ اس حقیر کے ساتھ جن مخلصین کو للّٰہی تعلق ہے ان سے امید ہے کہ اس خط کو پڑھ کر مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کریں گے اور مالی و بدنی عبادت کر کے جس سے جس

قدر بہ آسانی مکہ معظّمہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی کوششیں تاریخ میں زندہ یادگار ہیں، ان حضرات کے بعد مولانا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی نے اس پر توجہ کی اور مقدمہ تفسیر میں نصرانیت کے خلاف بہت کچھ لکھا اور جگہ جگہ تفسیر میں خوب رد کیا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

☆☆☆

ہو سکے حقیر کے والدین کو (رب ارحمھما کما ربانی صغیرا) ایصال ثواب سے محروم نہ رکھیں گے، اور ایصال ثواب کا مسئلہ اور اس کے متعلق ضروری معلومات کے لیے اس حقیر کی کتاب علم الفقہ کی جلد دوم دیکھنا چاہیے یہی تین مقصد اس صحیفہ مطبوعہ کے ہیں۔
کتبہ محمد عبدالشکور کان اللہ لہ عوض عن کل شیٔ

ضمیمہ ۲

بنام ابوالانوار مولانا افتخار احمد بگویؒ[۱]

انجمن ہدایات المعلمین ودار المبلغین لکھنؤ

عزیزی المکرم سلّمکم اللہ تعالی

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل شام کو اخبار زمیندار سے مولوی ظہور احمد صاحب مرحوم کا واقعہ ناگزیر معلوم کر کے جو صدمہ ہوا وہ "زخمے است کہ مرہمے ندارد" کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنّت الفردوس میں اپنی بے شمار رحمتوں سے سرفراز فرمائے۔ اخبار مذکور پڑھتے ہی ان کے لیے دعائے مغفرت کی گئی اور آج جمعے کے دن بعد نماز عشاء، ان شاء اللہ، ایک جماعت کے ساتھ ایصال ثواب کیا جائے گا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون □

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کو جو عشق تھا، آخر اس نے ان کو اسیر مدح

---

[۱] مولانا الحاج ابوالانوار افتخار احمد بگویؒ [۱۳۳۵ھ-۱۳۹۵ھ / ۱۹۱۷ء-۱۹۷۵ء] بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا عبد العزیز بگویؒ سے حاصل کی۔ ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی اسکول سمندری سے میٹرک کیا۔ دینی تعلیم جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور مدرسہ عربیہ خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف سے حاصل کی۔ ۱۹۳۹ء میں مُفتیِ اعظم ہند مولانا مُفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے مدرسہ امینیہ، دہلی سے دورۂ حدیث شریف کیا اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے دست مبارک سے سند فراغت حاصل کی۔ بعد فراغت دار العلوم عزیزیہ بھیرہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اصلاح وارشاد کا تعلق مولانا محمد عبد اللہ لدھیانویؒ سے قائم کیا۔ تحفّظ ختم نبوت کی پہلی تحریک میں چھ ماہ کے لیے مختلف جیلوں میں قید رہے۔ تاعمر مختلف النوع دینی اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ لاہور میں انتقال ہوا اور خانقاہ بگویہ بھیرہ میں آسودۂ خاک ہوئے۔

تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: مولانا ڈاکٹر انوار احمد بگوی، تذکار بگویہ، جلد ۲ صفحات ۶۲۲-۶۳۴

صحابہ بھی بنادیا اور لاہور جیل میں رکھ کر ایک ایسا لقب ان کو دلایا جو ہر مُسلمان کے لیے طرۂ امتیاز ہے۔ خدا کرے کہ وہ میدان محشر میں اسیر مدح صحابہ کہہ کر پکارے جائیں۔

اس دو سال میں کئی دوستوں کا داغ مفارقت نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ صبر اور جزائے صبر سے محروم نہ فرمائے

امروزز گر از رفتہ عزیزان خبرے نیست

بدین بزم زماہم اترے نیست

ہو سکے تو ان کے آخری لمحات کے حالات سے مطلع کیجیے اور ان کی اولاد سلمہم اللہ تعالیٰ کی کیفیات سے بھی۔ اور ان کے اہل بیت سے، متعلقین سے اس عاجز کی طرف سے کلمات تعزیت کہہ دیجیے۔ فقط

معلوم ہوا کہ ان کی اولاد کی بجائے آپ ہی لوگ ہیں، زاد کم اللہ تعالی توفیقاً واحساناً

عبدالشکور عفی عنہ

بنام مولانا ظہور احمد بگویؒ[1]

از لکھنؤ، دفتر النجم
یکم ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء
مکرم بندہ زیدت حسناتکم
وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ

محبّت نامہ آپ کا پہنچا، جواب میں کچھ تاخیر ہوئی۔ میں جب سے آیا ہوں طبیعت نادرست ہے۔ "النجم" کے لیے جو آپ نے لکھا ہے کہ "جدید خریداران کی فہرست جلدی ارسالِ خدمت ہوگی"۔ میں اس کا شکر گزار ہوں۔ جزاک اللہ تعالیٰ، لیکن جلدی سے یہ توقع

---

[1] مولانا ظہور احمد بگویؒ [۱۳۱۸ھ۔ ۱۳۶۴ھ / ۱۹۰۰ء۔۱۹۴۵ء] بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول بھیرہ سے کیا، ایف اے کے لیے اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ، لاہور میں داخلہ لیا، لیکن مکمل نہ کر سکے۔ دینی تعلیم دار العلوم ضیا شمس الاسلام، سیال شریف اور تحریک خلافت کے زمانے میں قید بامشقت کی سزا کے دوران جیل میں مولانا محمد حسین اور مولانا معین الدین اجمیری کی خدمت میں رہ کر کیا۔ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۹۲۲ء میں ضلع سرگودھا کے پہلے سیاسی قیدی قرار پائے۔ دینی صحافت میں ماہنامہ "ضیائے حقیقت" [تاریخ اجرا: جون ۱۹۲۰ء]، ماہنامہ "شمس الاسلام" [دور اوّل: جون ۱۹۲۵ء؛ دور ثانی: جنوری ۱۹۳۰ء] آپ کی عمدہ یادگار ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں آپ نے مرکزی مجلس حزب الانصار، ہند کی تاسیس فرمائی۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں شعبہ دار المبلغین اور دار الاشاعت کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۲۷ء میں دار العلوم عزیزیہ کی توسیع و ترقی میں حصہ لیا۔ ۱۹۳۶ء میں فوج محمدی و مجلس انصار الاسلام قائم فرمائی۔ ۱۹۴۱ء میں تحریک مدح صحابہؓ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اسیر مدح صحابہؓ بنے۔ ۱۹۴۱ء میں جمعیت علمائے ہند کے ساتھ الحاق کیا۔ رد قادیانیت اور رد شیعیت میں بے شمار تبلیغی دورے کیے، تقریریں اور مناظرے کیے۔ کئی کتابیں اور بے شمار کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں۔ پینتالیس۴۵ سال کی مختصر سی عمر میں چنیوٹ میں انتقال فرمایا اور خانقاہ بھیرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر انور احمد بگوی، تذکار بگویہ، سرگودھا: مجلس مرکزیہ حزب الانصار، ۲۰۱۴ء، جلد ا صفحات ۴۲۰۔۶۰۹

تھی کہ اب تک وہ فہرست آجاتی۔

"النجم" کے مینیجر بھی ایک ہفتے سے بیمار ہیں۔ آج معلوم ہوا کہ آپ کے نام کا پیکٹ ابھی تک روانہ نہیں ہوا، لہذا آج روانہ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ رجسٹری بھیجا ہے، مگر پھر بھی رسید سے ضرور مطلع کیجیے گا۔

مُفتی صاحب[۱] کی حالت (پر) تعجّب وافسوس ہے۔ اس واقعے کو سفرنامے میں درج کردیا ہے،[۲] لیکن مبہم الفاظ میں۔ یہ ضروری بات ہے کہ مجھے فریق میں شاہد نہ لیا جائے، ورنہ کچھ اثر نہ ہوگا۔ آپ کے اصرار میں بالاختصار اس واقعے کو لکھتا ہوں، مگر اس کو میرے نام سے شائع نہ کیجیے، ورنہ میں بھی ایک فریق قرار دے دیا جاؤں گا۔

فقط والسّلام

ناچیز محمد عبدالشکورؒ، مدیر النجم عفاعنہ

---

[۱] مولانا مفتی عطا محمد رتوی مُفتی امام الدین[م ۱۹۷۵ء] عالم دین اور سجادہ نشین رتہ شریف [چکوال]۔ للہ کے سجادہ نشین برادران کے حقیقی ماموں، ان کے ساتھ ایک فقہی مسئلے پر مولانا ظہور احمد بگوی کے علمی اختلافات تھے، ان کی طرف اشارہ ہے۔ محولہ بالا، جلد ۳ صفحہ ۲۲۹۔

[۲] مولانا محمد عبدالشکور لکھنویؒ دور دراز تبلیغی سفروں کے بعد ایک مختصر روداد قلم بند کرتے تھے، جو گاہے "النجم" کی زینت بنتی تھی۔

''مکتوبات نبویؐ سے'' قائم ہونے والے اسوۂ مبارک کی تقلید میں علما وصوفیہ نے دعوت دین، احقاق حق اور مسائل شرعیہ کے ابلاغ کے لیے مکتوبات تحریر کرنے کا جو طریق اختیار کیا، اس کے باعث دینی ادب میں ایک مستقل صنف ''مکتوب نگاری'' وجود میں آ گئی۔ برعظیم کے علمی منظرنامے میں مکتوبات کے سلسلہ زریں کی اولین کڑیاں شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ کی ''مکتوبات صدی'' اور شیخ احمد سرہندیؒ کے ''مکتوبات امام ربانی'' کی صورت میں وجود پذیر ہوئی ہیں اور پھر عہد بہ عہد یہ سلسلہ ایک دوسرے سے منسلک ہو کر بڑھتا چلا جاتا ہے اور آج تک اُمت کو اپنے حصار میں لیے ہوئے ہے۔

مکتوبات کے سلسلہ علم و تحقیق کی ایک سنہری کڑی ''مکتوبات امام اہل سنتؒ'' ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ کے مکتوبات کی ترتیب و تدوین اور صورت گری میں پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ فاروقی کی محبت اور محنت نے معماری کی ہے۔ ان علمی شہ پاروں کی تدوین نو میں جناب مولانا ظفر اقبال کے محققانہ مقدمے اور چند نئے مکتوبات کے اضافے سے اس کا حسن معنوی دو چند ہو گیا ہے۔

مولانا ظفر اقبال جیسے اہل علم اُمت مسلمہ کی زندگی کی علامت ہیں۔ جو ہاتھوں میں چراغ تھامے راستوں میں بیٹھے ہیں۔

وہ نام و نمود اور تحسین و ستائش سے بے نیاز بس علم دوستی اور کتاب پروری کے نقیب ہیں۔

''مکتوبات امام اہل سنت'' مولانا محمد عبدالشکور لکھنویؒ کی علمی، دعوتی اور تحریکی سرگرمیوں کی دستاویز ہے۔ ان میں علمی نکات بھی ہیں اور تحریص عمل کی حرارت بھی۔ ان مکتوبات میں امام اہل سنت لکھنویؒ کی شخصیت کی قوس قزح کے سب رنگوں کی جلوہ گری ہے۔ وہ عالم دین، عارف باللہ، متکلم اسلام، صوفی باصفا، مربی و مرشد اور ایک عام انسان سب رنگوں میں منفرد، قابل تعریف اور لائق اتباع ہیں۔

ڈاکٹر عثمان احمد

اسسٹنٹ پروفیسر

ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور

دارُالکِتاب

A-6 یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

042-37241268-0321-4650131

Email:duklahore@gmail.com